فتاویٰ علمائے حدیث

مولانا ابو الحسنات علی محمد صاحب سعیدی

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ط

پوچھو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد ۱۱

کِتَابُ الاعْتِصَامِ بِالسُّنَّةِ وَالاجْتِنَابُ عَنِ الْبِدْعَةِ

(ترتیب)

ابو الحسنات علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال

(ناشر)

مکتبہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان پاکستان

257

نام کتاب: ـــــــ فتاویٰ علماء حدیث کتاب الاعتصام بالسنہ جلد ۱۱

نام مرتب: ـــــــ ابوالحسنات علی محمد سعیدی خانیوال

کتابت: ـــــــ مولوی نذیر احمد خوشنویس چک نمبر ۵۴۳ گ ب بورے والہ وہاڑی

طباعت: ـــــــ حفیظ پرنٹنگ پریس کبیروالہ فون ۶۷

تاریخ اشاعت: ـــــــ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۱ء

تعداد: ـــــــ ایک ہزار

ناشر: ـــــــ مکتبہ سعیدیہ خانیوال

جلد: ـــــــ خوب صورت

قیمت: ـــــــ ۴۰/۰۰ روپے

مکمل گیارہ جلدیں: ـــــــ ۲۹۵/۰۰ روپے

ملنے کا پتہ: ـــــــ مکتبہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان پاکستان

مأخذ فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۱۱

۱:۔	فتاویٰ نذیریہ	۸:۔	اخبار اہلحدیث دہلی
۲:۔	فتاویٰ ثنائیہ	۹:۔	اخبار محمدی دہلی
۳:۔	فتاویٰ اہلحدیث روپڑی	۱۰:۔	اخبار الاعتصام
۴:۔	فتاویٰ غزنویہ	۱۱:۔	اخبار الاسلام گوجرانوالہ
۵:۔	فتاویٰ ستاریہ	۱۲:۔	اخبار گزٹ اہلحدیث دہلی
۶:۔	اخبار اہلحدیث امرتسر	۱۳:۔	نصرۃ الباری فی بیان صحت البخاری
۷:۔	اخبار اہلحدیث لاہور	۱۴:۔	برہان الاسلام

مفتیان فتاویٰ علماء حدیث جلد ۱۱

۱۔ حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رح

۲۔ مولانا سید شریف ″ ″ ″

۳۔ مولانا سید احمد حسن ″ ″ ″

۴۔ مولانا تلطف حسین ″ ″ ″

۵۔ مولانا ابو سعید محمد شرف الدین ″ ″ ″

۶۔ مولانا شاہ عبد العزیز ″ ″ ″

۷۔ مولانا احمد اللہ ″ ″ ″

۸۔ مولانا محمد یونس ″ ″ ″

۹۔ مولانا عبد السلام ″ ″ ″

۱۰۔ مولانا محمد جونا گڑھی ″ ″ ″

۱۱۔ مولانا محمد داؤد راز ″ ″ ″

۱۲۔ مولانا حبیب احمد ″ ″ ″

۱۳ مولانا سید عبد الوہاب ″ ″ ″

۱۴۔ مولانا سید تقریظ احمد ″ ″ ″

۱۵۔ مولانا مفتی کفایت اللہ مدرسہ امینیہ دہلی ″

۱۶۔ مولانا ضیاء الحق دہلوی ″

۱۷۔ مولانا سید لطیف مدرسہ امینیہ دہلی ″

۱۸۔ مولانا محمد حسین ″ ″ ″

۱۹۔ مولانا محمد مہدی حسن دہلوی ″

۲۰۔ مولانا عبد العزیز فتح پوری دہلی ″

۲۱۔ مولانا مظہر الحسن دہلی رح

۲۲۔ مولانا الٰہی بخش دہلوی ″

۲۳۔ مولانا شہاب الدین ″ ″

۲۴۔ مولانا غلام اکبر خان ″ ″

۲۵۔ مولانا عبد الغنی مدرسہ امینیہ دہلی ″

۲۶۔ مولانا عبد الحی لکھنوی ″

۲۷۔ حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری ″

۲۸۔ مولانا عبد الحق محدث ملتانی ″

۲۹۔ مولانا عبد الرؤف عظیم آبادی ″

۳۰۔ مولانا عبد العزیز محدث ″ ″ ″

۳۱۔ مولانا عبد الغفار ″ ″ ″

۳۲۔ مولانا نظیر حسین ″ ″ ″

۳۳۔ مولانا مشہود الحق ″ ″ ″

۳۴۔ مولانا عبد الصمد ″ ″ ″

۳۵۔ مولانا عبد القادر جلیسری ″

۳۶۔ مولانا عبد الحمید ″ ″

۳۷۔ مولانا عبد العزیز فیروزپوری جلال آبادی ″

۳۸۔ مولانا عبد العزیز محدث عظیم رحیم آبادی ″

۳۹۔ مولانا عبد الغفار بنگالی ″

۴۰۔ مولانا نصیر الحق عظیم آباد ″

۴۱:- مولانا نور حسن رر

۴۲:- مولانا حفیظ اللہ بنگالی //

۴۳:- مولانا عبدالغفور // //

۴۴:- مولانا امیر علی لکھنوی //

۴۵:- مولانا محمد قاسم شاہ آبادی //

۴۶:- مولانا عبدالسبحان خان شمس آباد //

۴۷:- مولانا محمد سعید کنجاہی //

۴۸:- مولانا محمد حسین خان مراد آبادی //

۴۹:- مولانا عبدالحق پنجابی //

۵۰:- مولانا محمد جمیل اعظم گڑھی //

۵۱:- مولانا محمد راج شاہی //

۵۲:- مولانا رحیم اللہ صاحب مئوی //

۵۳:- مولانا علی حسن خاں حمید پوری اعظم گڑھی //

۵۴:- مولانا عبدالہادی الاسلام آبادی //

۵۵:- محمد احمد حسن البہاری عظیم آبادی //

۵۶:- مولانا محمد ظم الرحمین نصر آبادی //

۵۷:- مولانا محمد حسین پنجابی سلطان پوری //

۵۸:- مولانا محمد گلزار حسین //

۵۹:- مولانا عبدالعزیز مراد آبادی //

۶۰:- مولانا حافظ اللہ دیا پنجابی //

۶۱:- مولانا نور محمد اعظم گڑھی //

۶۲:- مولانا حیدر علی حنفی //

۶۳:- مولانا نور الحق // //

۶۴:- مولانا علی احمد رر

۶۵:- مولانا محمد صدیق //

۶۶:- مولانا انعام اللہ //

۶۷:- مولانا جعفر علی //

۶۸:- مولانا امام الدین //

۶۹:- مولانا عبدالمجید خان //

۷۰:- مولانا احمد رضا خاں بریلوی //

۷۱:- مولانا حافظ عبداللہ روپڑی //

۷۲:- مولانا محمد اسمٰعیل سلفی گوجرانوالہ //

۷۳:- مولانا غلام محمد اسد جرمن //

۷۴:- مولانا محمد یحییٰ حافظ آبادی گوجرانولہ //

۷۵:- مولانا عبدالرحمن پنجابی //

۷۶:- مولانا عبدالرحیم اعظم گڑھی //

۷۷:- مولانا رشید احمد گنگوہی //

۷۸:- مولانا عبدالوہاب //

۷۹:- مولانا محمد وسیم الدین //

۸۰:- مولانا محمد اسد علی //

۸۱:- مولانا عبدالحکیم //

۸۲:- مولانا محمد یوسف فیروز پوری //

۸۳:- مولانا عبدالرحمن مبارک پوری //

۸۴:- مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق ڈیانوی //

۸۵:- مولانا محمد حسین پنجابی پٹیالوی //

۸۶:- سید محبوب علی جعفری //

۸۷- مولانا خواجہ ضیاء الدین رح

۸۸- مولانا قطب الدین 〃

۸۹- مولانا عبدالقہار 〃

۹۰- مولانا حمید الرحمٰن 〃

۹۱- مولانا محمد اسحاق بہاری 〃

۹۲- مولانا عنایت علی 〃

۹۳- ابوالبرکات حافظ محمد لکھوی 〃

۹۴- مولانا سعادت علی 〃

۹۵- مولانا عبدالرب 〃

۹۶- مولانا عبدالمجید سوہدروی 〃

۹۷- مولانا مفتی فضیلت الشیخ حسین محمد مخلوف 〃

۹۸- مولانا نیک محمد شیخ مدرسہ غزنویہ امرتسر رح

۹۹- ابوالمرجان محمد فضل الرحمٰن مبارکپوری 〃

۱۰۰- مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی 〃

۱۰۱- مولانا عبیداللہ عفیف لاہور مدظلہ

۱۰۲- مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی 〃

۱۰۳- مولانا عبدالرؤف رحمانی نیپال 〃

۱۰۴- مولانا عبدالقادر حصاری 〃

۱۰۵- شیخ عبدالعزیز بن باز سعودی عرب 〃

۱۰۶- مولانا عبیداللہ مبارک پوری 〃

۱۰۷- مولانا محمد شعیب نظری دربھنگوی جامع رحمانیہ

فہرست مضامین فتاویٰ علماءِ حدیث جلد ۱۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	مقدمہ	۱۵
۲	برہان الاسلام	۲۴
۳	کیا حدیث وحی الٰہی نہیں ہے ؟	۶۲
۴	اسلام میں سنت نبوی کا مقام ؟	۸۰
۵	بعد نماز جمعہ چند آدمی مسجد میں آئیں تو جمعہ ثانیہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟	۸۵
۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد کیا کرتے تھے الخ۔	۸۵
۷	ہندہ کے والد نے زید سے نکاح کا وعدہ کیا الخ	۸۷
۸	کیا سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ وغیرہ سورتیں آیات کا جواب مقتدی کے لئے احادیث سے ثابت ہے۔	۸۹
۹	کیا مندرجہ ذیل صفات کا امام امامت کے لئے لائق ہے ؟	۸۹
۱۰	قرآن مجید کے الہامی ہونے کا ثبوت۔	۹۰
۱۱	ایک شخص سنت پڑھ رہا ہے اور جماعت کھڑی ہو گئی الخ۔	۹۲
۱۲	نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے۔	۹۲
۱۳	کیا تنخواہ لے کر امام بننا جائز ہے۔ الخ	۹۵
۱۴	زید مرحوم آٹھ کمرے مذ نات اور رقم چھوڑ کر فوت ہو گیا الخ	۹۹
۱۵	قصص الانبیاء میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور سے ہیں کیا یہ صحیح ہے ؟	۱۰۰
۱۶	یزید اور شمر ابدی دوزخی ہیں یا نہیں ؟	۱۰۰
۱۷	اسلام کا ایک فرقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لعنت کرتا ہے۔	۱۰۰
۱۸	ایک مسلمان قبروں پر جا کر مرادیں مانگتا ہے الخ۔	۱۰۱
۱۹	قبروں پر پختہ عمارت بنانا یا میلہ عرس کرنا الخ۔	۱۰۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲۰	کیا امام کی تقلید ضروری ہے خصوصاً امام ابوحنیفہ رح کی ؟۔	۱۰۵
۲۱	ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے چار مذہب ہیں کیا یہ صحیح ہے ؟	۱۰۵
۲۲	چند ضروری سوالات از جمیع علماء کرام۔	۱۰۶
		۱۰۷
۲۳	فرقہ ناجیہ اور اصحاب تقلید۔	۱۰۷
۲۴	خبر واحد کی عدم حجیت پر ایک نظر۔	۱۱۸
۲۵	اسلام میں حسب نسب ہے یا نہیں الخ	۱۲۰
۲۶	اسلام میں مساوات ہے یا نہیں ؟	۱۲۰
۲۷	قرآن شریف پڑھ کر میت کو بخشا جائے تو پڑھنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے یا نہیں ؟	۱۲۰
۲۸	اہل حدیث کس کو کہتے ہیں الخ	۱۲۱
۲۹	کسی مسئلہ کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہ ملے تو کیا حکم ہے ؟	۱۲۱
۳۰	اسلام کے ۷۳ فرقوں میں سے کچھ فرقے دائمی دوزخی بھی ہیں، اگر ہیں تو وہ کونسے فرقے ہیں	۱۲۱
۳۱	محفل میلاد کا انعقاد سعودی عرب کے مفتی اعظم کی نظر میں ؟	۱۲۲
۳۲	اسلام میں سنت کا مقام۔	۱۲۸
۳۳	کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کیا حنفیہ عمل بالحدیث کے قائل ہیں یا نہیں ؟	۱۲
۳۴	تقلید کا آخر سانس۔	۱۲۹
۳۵	فقہ حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ اور حنبلی کی ابتداء۔	۱۴۱
۳۶	اگر مقلد کی یہ تعریف ہے کہ وہ قول امام کو بلا دلیل کے مان لے تو صاحبین اور بعض دیگر حنفی علماء نے حضرت امام سے کیوں اختلاف کیا ؟	۱۴۱
۳۷	کیا واقعی اب ہر قسم کے اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔	۱۴۲
۳۸	اگر کوئی مقلد کسی مذہبی پیشوا سے یہ سوال کرے الخ۔	۱۴۳
۳۹	آج کل دنیا میں مسلمانی مذہب چار ہیں، اور اہلحدیث مذہب کہاں سے نکل آیا۔	۱۴۳
۴۰	اللہ اور رسول کی بات چھوڑ کر کسی اور کی بات ماننا کفر اور شرک ہے الخ۔	۱۴۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۴۱	سوال بابت تقلید۔	۱۴۵
۴۲	اہلحدیث کہتے ہیں کہ ہم غیر مقلد نہیں الخ۔	۱۴۶
۴۳	اگر تقلید واجب نہ ہوتی تو الخ	۱۴۷
۴۴	اگر امام عبدالوہاب دہلوی مستنبط مسائل پر عمل کرنا ضروری ہے تو الخ۔	۱۴۸
۴۵	جس نے اپنی اولاد کو قرآن شریف پڑھایا الخ	۱۴۸
۴۶	قانون فطر کا متبع خدا کی وحدانیت الخ۔	۱۴۹
۴۷	آپ نے کتاب حضرت محمد رشی علیہ السلام جو لکھا ہے الخ۔	۱۴۹
۴۸	سوال کیا کتاب اور شریعت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔	۱۶۱
۴۹	زید کا دعویٰ ہے الخ۔	۱۶۲
۵۰	جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرۃ کو حکم دیا الخ۔	۱۶۲
۵۱	جغرافیہ جو بیان کرتے ہیں الخ۔	۱۶۲
۵۲	مسئلہ خلق قرآن کے متعلق۔	۱۶۴
۵۳	عامل بالحدیث جو کہ تقلید شخصی کے قائل نہیں الخ۔	۱۷۲
۵۴	مسلمان ہونے کیلئے ایک مذہب حنفی شافعی وغیرہ ہونا خدا اور رسول نے شرط کیا ہے یا نہیں۔	۱۸۱
۵۵	اگر کسی ایک امام کا مقلد بادشاہ ہو یا کوئی اور مسجد بنادے الخ	۱۸۱
۵۶	جو شخص موجب قرآن وحدیث کے نماز ادا کرے الخ۔	۱۸۲
۵۷	سوال آمین بالجہر کہنا نماز میں الخ۔	۱۸۲
۵۸	حنفیوں کی کسی کتاب میں آمین بالجہر کہنے والے الخ۔	۱۸۲
۵۹	سوال آمین بالجہر سے ناراض ہونا مسلمان کا فعل ہے یا یہودیوں کا۔	۱۸۲
۶۰	امور مذہبی میں شدائد قدیمہ و رسم و رواج کو دخل ہے یا نہیں۔	۱۸۳
۶۱	کسی حاکم کا یہ حکم کہ مسلمان۔	۱۸۳
۶۲	ہندوستان میں مسلک عمل بالحدیث تاریخ کی روشنی میں۔	۱۸۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۶۳	خواجہ حسن نظامی دہلوی کے سوالات علماء حدیث سے۔	۱۸۹
۶۴	علمی سوال کا جواب الجواب متعلق تقلید علماء۔	۱۹۹
۶۵	کتاب التقلید والاجتہاد بعض عالم تقلید کو فرض بتاتے ہیں؟	۲۰۷
۶۶	عبادات یا معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف صحابہ کرام یا مجتہد کے قول پر عمل کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟	۲۰۹
۶۷	حقیقت تقلید متاخرین حنفیہ کی نظر میں۔	۲۰۹
۶۸	کیا غیر مقلد کی نماز مقلد کے پیچھے ہوتی ہے یا نہیں۔	۲۱۲
۶۹	عامی اور غیر عامی پر ایک مذہب کی تقلید واجب ہے یا نہیں؟۔	۲۱۳
۷۰	سوال ایک شخص جمیع ما جاء بہ الرسول تصدیق کرتا ہے، لیکن اپنے آپ کو حنفی، شافعی وغیرہما کی طرف منسوب نہیں کرتا کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟	۲۲۵
۷۱	سوال عمل تقلیدی کسی حجت شرعیہ میں سے ہے یا نہیں کتاب الاعتصام بالسنۃ والاجتناب عن البدعۃ	۲۲۸
۷۲	جو کوئی اسلام علیکم کہنے پر ناراض ہو اور اسلام علیکم کہنے والے کو برا کہے وہ کیسا ہے؟	۲۴۲
۷۳	اکثر لوگ صبح کی نماز کے بعد اسلام علیک کرتے ہیں کیا یہ سنت ہے یا بدعت۔	۲۴۳
۷۴	خلاف سنت عمل پر مصلحت کا بہانہ بنا کر علماء اور عوام اہلحدیث کا خاموش رہنا کیسا ہے؟۔	۲۴۳
۷۵	بدعات و رسومات محرم مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نظر میں۔	۲۴۳
۷۶	تعزیہ بنانا اور اس پر نذر و نیاز کرنا اعراض یا امید حاجت برآری لٹکانا اور بہ نیت بدعت حسنہ اس کو داخل حسنات ماننا کیسا گناہ ہے۔	۲۴۳
۷۷	محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟	۲۴۳
۷۸	کیا فرماتے ہیں مسائل ذیل میں الخ۔	۲۴۳
۷۹	مروجہ ماتم کی حرمت کتب شیعہ سے۔	۲۴۴
۸۰	عاشورہ کے دن کو کشادگی کرنے کی حدیث۔	۲۴۹
۸۱	مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ۔	۲۵۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۸۲	نماز عید کے بعد گلے ملنا اور مصافحہ کرنا کیسا ہے۔	۲۵۴
۸۳	کیا رسول کی اطاعت وقتی ہے؟	۲۵۵
۸۴	مذہب اہل حدیث	۲۷۲
۸۵	روح سنت؛	۳۱۸
۸۶	احکام رسول کی حیثیت؟	۳۳۱
۸۷	اسلام میں سنت کا مقام؛	۳۴۲
۸۸	سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سال گرہ کرنا جائز الخ۔	۳۴۴
۸۹	سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کھانا اولیاء اللہ کی قبروں پر لے جاکر تقسیم کرنا کیسا ہے الخ۔	۳۴۴
۹۰	سوال ایک شخص فوت ہو گیا بعد نماز جنازہ اسقاط نہ کیا الخ۔	۳۴۴
۹۱	سوال اس علاقہ بکثرت رواج ہے الخ۔	۳۴۵
۹۲	سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین مزارات اولیائے عظام پر چلہ کرنا جائز ہے یا نہ الخ۔	۳۴۸
۹۳	سوال کیا فرماتے ہیں، علماء دین اس مسئلہ میں کہ جب عورتوں کے ہاں اولاد پیدا ہوتی ہے الخ!	۳۵۲
۹۴	سوال شادی بیاہ میں راگ رنگ تماشہ۔ آتشبازی اور زینت و زیب جائز ہے یا نہیں؟	۳۵۵
۹۵	سوال ذکر ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ہوتا ہے شرع میں اس کا کیا حکم ہے؛	۳۵۹
۹۶	” کیا حکم ان رسوم کا کر نوشہ کے گلے میں ہار ڈالا جاتا ہے؟۔	۳۶۰
۹۷	” دولہا کے سر پر پھولوں کا سہرا باندھنا جائز ہے یا نہیں؛	۳۶۲
۹۸	” شب ستائیسویں رمضان المبارک روشنی وغیرہ کرنے کا کیا حکم ہے؟۔	۳۶۴
۹۹	” مصافحہ بالتخصیص بعد نماز جمعہ یا عید کے ثابت ہے یا نہ؛	۳۶۴
۱۰۰	” بوقت ذکر ولادت قیام و ہاتھ باندھنا کیسا ہے!	۳۶۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۰۱	سوال آج کل جو مجالس میلاد قائم ہوتی ہے کیا یہ جائز ہے !	۳۶۶
۱۰۲	سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ تعذیہ داری کرنا کیسا ہے الخ	۳۶۸
۱۰۳	سوال مولود خوانی و مدح سرور کائنات جس حیثیت سے کیا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟	۳۷۳
۱۰۴	سوال ایک شخص مسلمان ہے الخ۔	۳۷۴
۱۰۵	سوال بدنامی کی وجہ سے سنت رسولؐ آمین۔ رفع یدین ترک کرنا کیسا ہے !	۳۸۳
۱۰۶	سوال کوئی شخص بلا دریافت حال ایسے شخص کا مرید ہو جائے۔ جہاں علانیہ شرک و بدعت ہوتا ہے الخ	۳۸۳
۱۰۷	سوال علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ تصور شیخ۔ کتاب سنت اور تعامل صحابہ اور تابعین۔ اور صوفیا متقدمین سے ثابت ہے یا نہیں ؛	۳۸۵
۱۰۸	سوال کیا تصویروں کا پاس رکھنا اور دیواروں پر چسپاں کرنا جائز ہے یا نہیں !	۳۸۷
۱۰۹	سوال کیا فرماتے ہیں علماء محققین کہ شیعہ لوگ اہل سنت پر اعتراض کرتے ہیں، کہ تم نبی کی وفات اور بزرگوں کے عرس کو سال بسال باعث سرور و حزن سمجھتے ہو الخ	۳۹۱
۱۱۰	سوال کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین کہ بعض آدمی اہل سنت ہونے کا دعوی کرتے ہیں الخ۔	۳۹۴
۱۱۱	سوال اگر مسلمان میلہ کریں جس کی مذہب میں کوئی اصل نہیں الخ۔	۴۰۳
۱۱۲	سوال جو شخص مرثیہ خوانی کرے اور محفل تعذیہ میں جائے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں !	۴۱۱
۱۱۳	سوال ماہ محرم کی دسویں تاریخ کو کھانے میں وسعت کرنے کا ثبوت کوئی شرعی ہے !۔	۴۱۱
۱۱۴	سوال سوم، چہارم چہلم وغیرہ کرنا اور اس کا کھانا کیسا ہے ۔	۴۱۱
۱۱۵	سوال تیجا کرنا یہ فعل شرع میں ثابت ہے یا نہیں؟۔	۴۱۴
۱۱۶	سوال ماتم و تعزیت پرسی کرنے والوں کو اہل میت کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں ؛	۴۱۵
۱۱۷	سوال ایک قوم مسلمانوں میں یہ درست ہے الخ۔	۴۱۷
۱۱۸	سوال رسم مروج تیجا دسواں وغیرہ عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟	۴۱۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۱۹	سوال بوسہ قبر حقیقی الخ	۴۲۹
۱۲۰	سوال عبادت شاقہ اور نفس کشی ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے الخ	۴۲۲
۱۲۱	سوال، کتاب حجۃ اللہ میں لکھا ہے تقلید حرام ہے اور مقلد مشرک ہے	۴۳۷
۱۲۲	سوال، کیا تقلید جائز ہے یا نہیں	۴۳۸

ختم شد

مقدمہ

(از فاضل جلیل جناب مولانا محمد اسمٰعیل گوجرانوالہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّامُ عَلٰی نَبِیِّہِ الْکَرِیْمِ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ الْھَادِیْ اِلَی الْمَنْھَجِ الْقَوِیْمِ، وَعَلٰی اَتْبَاعِہِ السَّادَۃِ الْغُرِّ الْھُدَاۃِ اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْکِبَارِ الْعِظَامِ الَّذِیْنَ کُلٌّ مِّنْھُمْ فَائِزٌ وَّنَعِیْمٌ۔

عرف میں حدیث کا لفظ قرآن عزیز اور آثار نبویہ پر بولا گیا ہے آنحضرت صلعم کے ارشادات اور افعال واجتہادات اور خاموشیاں آثار میں شامل ہیں مسائل کے استنباط واستخراج میں ان آثار کو اساسی حیثیت حاصل تھی اور ہے قرآن مجید کے فہم میں آنحضرت صلعم کا جو مقام تھا وہ کسی دوسرے کو حاصل ہو ہی نہیں سکتا اگر کوئی دوسرا شخص یہ مقام حاصل کر سکے تو آنحضرت کا اصطفاء اور انتخاب عبث ہوگا، نبی اور غیر نبی میں کوئی جوہری امتیاز نہیں رہے گا ارشاد باری وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ۔ ۱۶-۴۴

ہم نے تم پر قرآن صرف اسلئے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے سامنے اسے بیان کرو اور لوگ اسے سوچیں لِتُبَیِّنَ میں تعلیل جو حق آنحضرت صلعم کو دیا گیا ہے اگر یہ حتمی مقام کسی کو انفرادًا یا چند افراد کو بطور مرکز ملت دیا جائے تو آیت کے دونوں فقروں میں ربط نہیں رہے گا تعلیل کا مقصد یکسر ختم ہو جائے گا اس مقام عظیم کا استحقاق نہ کسی قرآنی معاشرہ کو دیا جا سکتا ہے اور نہ فقہی اور اجتہادی معاشرہ کو اس مقام کی وضاحت قرآن عزیز نے مختلف وجوہ سے کی ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں دو اطاعتوں کا تذکرہ عطف کے ذریعہ کیا گیا ہے جس کا اولی مفہوم تغایر اور استقلال ہے یعنی آنحضرت صلعم کی اطاعت قرآن عزیز کی نظر میں بالاستقلال فرض ہے صیغۂ امر سے بھی اولاً یہی مفہوم ہوتا ہے، وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا، (۴ - ۶۱) جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور آنحضرت کی طرف بلایا جائے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ منافق تمہارے نام سے رکتے اور بدکتے ہیں

اس مقصد کی وضاحت سورہ نساء میں ایک انداز سے فرمائی ہے جس میں اخلاق اور تشریع کی حد سے گذر کر تعزیر اور تادیب کا انداز اختیار فرمایا گیا ہے ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا (۱۵۰) اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا (۱۵۱) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔

(۱۵۱-۱۵۲)

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کا ارادہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول میں تفریق قائم رہے وہ کہتے ہیں ان میں بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کریں گے وہ ایمان اور کفر کے درمیان راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ یقیناً کافر ہیں اور اہل کفر عذاب کی رسوائیوں میں مبتلا ہوں گے اور جو لوگ اللہ کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے لیے اطاعت وانقیاد میں فرق نہیں کرتے ان کے اجر ان کو ملیں گے اور اللہ کی رحمت اور بخشش ان کے شامل حال ہو گی ان آیات میں چند مسائل ثابت ہوئے ہیں۔

۱:۔ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ایمان اور کفر میں یکساں ہیں جو شخص رسول کے ساتھ کفر کرلے وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک مومن نہیں ہو سکتا اسی طرح خدا کے ساتھ کفر کرکے پیغمبر پر ایمان ناممکن ہے،

۲:۔ ذات کے لحاظ سے خدا اور رسول جدا جدا ہیں اطاعت وانقیاد میں جدائی نہیں ہے اطاعت وانقیاد میں تفریق کو قرآن عزیز نے قطعی کفر فرمایا ہے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا

۳:۔ منافق رسول کی اطاعت سے انحراف کرکے تیسری راہ بنانا چاہتے ہیں قرآن عزیز کا ارشاد ہے کہ یہاں تیسری راہ کوئی نہیں۔

۴:۔ اسی تفریق سے بچنا اور خدا اور اسکے رسول کی بیک وقت یکساں اطاعت کرنا یہ اصل ایمان ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غفران اور آخرت کی کامیابی اسی قسم

کے ایمان پر منحصر ہے۔

۵۔۔ حدیث اور قرآن میں توافق ہو تو حدیث سے انکار کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب قرآن خاموش ہو یا اس میں اجمال ہو اور سنت اس کی تفصیل کرے یا قرآن حدیث سے متعارض ہو تو تعارض کی صورت میں قرآن پر عمل ہوگا ائمہ سنت اس پر متفق ہیں کہ خاموشی اور اجمال کی صورت میں اہل سنت کے نزدیک سنت پر عمل فرض ہے حجیت شرعی کا یہی مفہوم ہے رسول کا تذکرہ بلحاظ رسول اور بلحاظ اطاعت اور رسول کا اس اطاعت میں استقلال اسکی مخالفت میں تہدید اور کفر کا لزوم اعمال کا حبط عذاب الٰہی کی وعید قرآن پاک میں بار بار آئی ہے لمبی سورتوں میں یہ تذکرہ مختلف عنوانوں سے متعدد مقامات میں آیا ہے سورت اعراف اور سورۃ نسا، سورۃ احزاب میں اطاعت انبیا کی تاکید کثرت سے آئی ہے اس لئے اطاعت کا اسکے سوا کوئی مفہوم نہیں کہ ان کی زبان سے جو ثابت ہو اور صحیح طور پر ہم تک پہنچ جائے اسکے خلاف کوئی محدث ہو یا کوئی مجتہد مجدد ہو یا فقیہ اس کی بات متروک ہے اسی طرح کوئی مرکز ملت ہو یا کوئی خود ساختہ قرآنی معاشرہ یا قرآنی نظام اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی اس دنیا کا کوئی علم علم نبوی سے متعارض اور متصادم نہیں ہوسکتا بلکہ اگر آنحضرتؐ کا ارشاد قرآن کے کسی اجمال کی تفصیل ہو۔ یا کسی حکم کی تشریح اور وضاحت ہو تو آنحضرتؐ کا ارشاد قرآن کے اجمال میں خاص ناطق ہوگا۔

پہلا دور اسی اصل کی بنا پر زمانہ نبوت ہی میں آنحضرتؐ کے ارشادات کی طرف صحابہ نے توجہ مبذول فرمائی کاروباری لوگ نوبت بنوبت ان دروس اسباب میں شامل ہوتے دروس کے حلقوں میں بیٹھتے احادیث لکھتے املا کی مجالس منعقد ہوتیں احادیث کا سماع اور ضبط ہوتا۔ (مجمع الزوائد للحافظ الہیثمی ص ج ۱) فارغ البال حضرات پورا وقت آنحضرتؐ کی خدمت میں گذار دیتے احادیث لکھتے یاد کرتے عبداللہ بن عمرو بن عاص کی کتاب صادقہ اسی وزن کی کتاب ہے جو پوری کی پوری مؤطا اور الجامع الصحیح للامام محمد بن اسمٰعیل البخاری میں آگئی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک کتاب[۱] حیدرآباد دکن میں اب چھپی ہے اور عجیب یہ ہے کہ اس نسخہ

[۱] صحیفہ ہمام بن منبہ عن ابی ہریرۃؓ کی احادیث حرف بحرف مسند احمد بن حنبل میں موجود ہیں ۱۲۔

میں اوران احادیث میں جو محدثین نے اپنی کتابوں میں ضبط فرمائی ہیں کوئی فرق نہیں یعنی زمانہ نبوت میں جو کچھ لکھا گیا تھا تیسری اور چوتھی صدی تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی وہ بالکلیہ محفوظ تھا۔

مرکز ملت اگر کوئی تجویز ان حضرات کے ذہن میں ہوتی تو حدیث کی جمع و تدوین کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ سارے سیاہ و سفید پر مرکز ملت کا قبضہ ہوتا کیونکہ وہ مختار ہے جب چاہئے اسامی اور بنیادی مسائل کو بدل دے نماز روزہ حج زکوٰۃ تمام بنیادی مسائل اور ارکان میں کمی کرے یا اسے بالکل منسوخ قرار دیدے۔ پھر سچ تو یہ ہے کہ قرآن کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ پرویز صاحب کی تفسیر سنئے، نبی اکرم دور خلافت راشدہ میں خدا اور رسول کی اطاعت سے مفہوم مرکز ملت کے فیصلوں کی اطاعت تھا اور بس (مقام حدیث ص۶ ج ۱) زمانہ نبوت اور خلافت راشدہ تک مرکز ملت کے مجہول نظریہ کا کوئی نشان نہ تھا اسلئے احادیث کے جمع و حفظ اور لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

دوسرا دور قرآن عزیز کی تفسیر اور احادیث کی عملی تشریحات کے لئے صحابہ کے فتوے یعنی موقوف روایات اور ترسیل کو بھی جمع کیا گیا موطا مالک اور مصنف ابن ابی شیبہ کے انداز کی کتابیں تصنیف ہوئیں مگران موقوفات کو کبھی حدیث کا ہمپایہ نہیں سمجھا گیا۔ انہیں شخصی آراء کی حیثیت دیگئی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نَحْنُ رِجَالٌ وَّهُمْ رِجَالٌ فرما کر موقوف روایات کی قیمت کو واضح کر دیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے کَیْفَ اَتَّبِعُ رِجَالًا لَوْ عَاصَرْتُهُمْ لَجَادَلْتُهُمْ۔ میں ان لوگوں کی اتباع کیسے کروں اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو ان سے بحث کرتا اس مواد سے صرف اس دور کا انداز فکر معلوم ہوتا ہے طریقہ استدلال کا پتہ چلتا ہے آج بھی موقوفات اور علماء کے فتوں سے اسی حد تک استفادہ کیا جاسکتا ہے، دُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ۔

تیسرا دور اس دور میں حدیث کے تمام اقسام صحیح حسن ضعیف مرسل کو جمع کر دیا اور تحقیق کے لئے طالب علم کو کھلا چھوڑ دیا گیا۔ جسے مستند سمجھے اس سے استدلال کرے جو تحقیق کے خلاف ہوا اسے نظر انداز کر دے۔ سیوطیؒ۔ دیلمی ابن عدی طبرانی وغیرہ نے اور بھی اندھیر کر دیا کہ موضوع اور مختلق ذخائر تک کو جمع کر دیا بعض

نمبر۔ ۔ اور اس کے سوا کانٹوں پر ہاتھ مارنا ہے۔ ۱۲

کتابوں میں ان پر اجمال کلام کا بھی احساس نہیں فرمایا اس سے اتنا فائدہ ہوا کہ وضاع بھی مل گئے اور ان کے کرتوت سے بھی آگاہی ہوگئی چوری بھی ملا چوری بھی برآمد ہوگئی لیکن یہ فائدہ اہل علم اور رجال سے متعارف لوگوں کو ہوا عوام کے لئے یہ قطعاً غیر مفید ثابت ہوا بریلوی اور شیعہ حضرات کا سارا کاروبار اسی عظیم ذخیرہ سے چلتا رہا۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ

سیوطیؒ۔ تو بہت بعد کے ہیں امام بخاری سے پہلے جرح تنقید کا رواج آئمہ حدیث میں موجود تھا امام بخاری خود آئمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں اپنے استاد اسحاق بن راہویہ کے ارشاد کے مطابق امام بخاری کی توجہ اس طرف ہوئی انہوں نے فیصلہ فرمایا کہ چند شرائط کے مطابق ایک مستند ذخیرہ کا ضعاف اور مراسیل سے الگ کر دیا جائے عمل کرنے والوں کو اسی میں سہولت ہوگی امامؒ نے یہ مجموعہ الجامعہ الصحیح سولہ[۱۶] سال میں مرتب فرمایا جہاں تک انسانی مساعی کا تعلق ہے انسانی حدود کے اندر یہ کوشش بجد کامیاب ہے اسی محنت کی بدولت امامؒ کو دجبل الحفظ اور امام الدنیا، کا خطاب دیا گیا (دنیا[۲] کا امام حافظہ کا پہاڑ) ایام تصنیف سے صحیح بخاری علمائے فن کی بحث و نظر کا تختہ مشق رہی موافق مخالف دونوں نے صدیوں اس پر طبع آزمائی کی کسی نے تنقید و استدراک کی چھاج میں پھٹکا کسی نے حمایت کی اور ان جرحوں کا جواب دیا ان تمام مراحل کے بعد اسے اَصح الکتُب بعد کتاب اللہ کہا گیا۔ نقاد حضرات میں عقل پرست بھی تھے اور حفاظ بھی محدث بھی تھے اور صوفی بھی اس میں اکاذیب کی احادیث بھی تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ کا قصہ بھی تھا۔ بقول امام ابن قتیبہ دینوری بعض اہل علم نے احادیث سے استدلال کیا اور بوقت ضرورت کذب و تعریض کی اجازت کا فتاویٰ دیا اس وقت کے بدعت نواز سنت کی مخالفت کے باوجود اس طرح بد زبانی نہ کر سکے جو ادارہ طلوع اسلام اور منکرین حدیث کا طرہ امتیاز ہو رہی ہے علم و جہل میں یہ ہی فرق ہے، (ملاحظہ ہو مقام حدیث ص۶ ج ۱) حدیث پر اعتراضات مختلف ادوار میں ملاحظہ فرمائیں آپ کو تعجب ہوگا کہ ایک عقل پرست اسے خلاف عقل کہتا ہے دوسرا اسے اقتضار وقت کے مطابق سمجھ کر استدلال کرتا ہے ایک صاحب بعض احادیث کو قرآن کے خلاف سمجھتے ہیں دوسرے ان کو ہم پایا اور ہم بیشہ صحیح اور عقل

کے بالکل مطابق سمجھتے ہیں لیکن ان علم و عقل کے یتامیٰ اور مساکین کا ہمیشہ یہی حال رہا اپنی بے علمیوں اور بدعلمیوں کو چھپانے کے لئے سنت پر اعتراضات کر ڈالتے ہیں لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ تمہارے علم و عقل کو معیار کی سند کس نے دی ہے غرض امام بخاری نے اپنے وقت کے تمام معیاروں کو سامنے رکھ کر صحیح احادیث کا انتخاب فرمایا۔ حدیثی، فقہی، عقلی، قرآنی تمام معیاری چیزیں امام کے سامنے ہیں ان معیاری مشروط کو سامنے رکھ کر امام نے قریب چار ہزار حدیث بحذف مکررات انتخاب فرمائی باقی کو مستند نہیں فرمایا بلکہ ان کا تذکرہ باقی کتب میں فرمایا جس میں یہ کڑی شرائط نہیں ہیں چنانچہ اس دور وابیس کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمت اللہ علیہ جنہوں نے ہندوستان کے جہلستان میں کتاب و سنت کو رواج دیا قرآن کی تعلیمات سے لوگوں کو آشنا فرمایا تقلید و جمود کے ظلمستان میں تحقیق کے چراغ جلائے اور بدعت کے اندھیروں کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا صحیحین کے متعلق فرماتے ہیں۔

أَمَّا الصَّحِيحَانِ فَقَدِ اتَّفَقَ الْمُحَدِّثُونَ عَلَى أَنَّ هٰذَا جَمِيعَ مَا فِيهِمَا مِنَ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوعِ صَحِيحٌ بِالْقَطْعِ وَإِنَّهُمَا مُتَوَاتِرَانِ إِلَى مُصَنِّفِيهِمَا وَإِنَّهُ كُلُّ مَنْ تَكُ بَنِي أَمْرَهُمَا فَهُوَ مُبْتَدِعٌ مُتَّبِعٌ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ شِئْتَ الْحَقَّ الصُّرَاحَ فَقِسْهُمَا بِكِتَابِ ابْنِ شَيْبَةَ وَكِتَابِ الطَّحَاوِيِّ وَمُسْنَدِ الْخَوَارِزْمِيِّ تَجِدُ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَهُمَا بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ ـ

(حجۃ اللہ البالغہ ص۱۰۶ ج۱)

صحیح بخاری کے متعلق محدثین متفق ہیں ان میں متصل اور مرفوع احادیث قطعاً صحیح اور ان کی اسناد ان کے مصنفین تک متواتر ہیں جو ان میں نکتہ چینی کرے اور ان کے مقام کو حقیر سمجھے وہ بدعتی ہے اور اہل ایمان کی راہ سے اس کی راہ جدا ہے اگر آپ کی حق کی مزید وضاحت چاہیں تو مصنف ابن ابی شیبہ معانی الآثار طحاوی اور مسند خوارزمی سے ان کا مقابلہ کریں آپ ان میں زمین آسمان کا فرق پائیں گے اور شاہ صاحب کی اس جچی تلی رائے پر لاکھوں منکرین حدیث قربان کئے جا سکتے ہیں یہ بچارے علم اور بصیرت دونو سے محروم ہیں تنگ بندی اور ہفوات کے ماہر ہیں ان کے ہاں اسی کا نام علم و بصیرت ہے اس کا نام تجدید و اجتہاد اب شیخ الاسلام

ابن تیمیہ کی رائے پر غور فرمایئے وَلِهٰذَا كان اكثر متون الصحيحين مما يعلم علماء الحديث علما قطعيا ان النبي صلعم قاله تارة لتواتره عنهم وتارة لتلقی الامة له بالقبول (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۲۰۹ ج ۱)

صفات رواۃ کی بنا پر صحیحین کے اکثر متون کے متعلق قطعی علم ہے کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد گرامی ہے یہ قطعیت کبھی تواتر کی وجہ سے ہوتی ہے کبھی اُمت کی قبولیت کی وجہ سے الخ بلکہ اگر خبر واحد کو بھی امت کی طرف سے قبول عام حاصل ہو جائے تو آئمہ اربعہ اور اشاعرہ کے نزدیک موجب علم ہوگی الخ (ابن تیمیہ حوالہ مذکورہ)

مقالہ پیش نظر مقالہ میں صحیح بخاری کے خصائص پر سیر حاصل بحث فرمائی گئی ہے منکرین حدیث کا اصل یہ ہے کہ فرامین نبوی کو شرعاً حجت ہی نہیں جانتے مولوی اسلم جیراجپوری اور تمنا عمادی وغیرہ عموماً بحث پھیلانے کے لئے فنی مباحث کو لے آتے ہیں پرویز وغیرہ اسے پرانا طریقہ سمجھتے ہیں یہ حضرات اپنی عقلوں کو احادیث کی تنقید کے لئے معیار سمجھتے ہیں تفسیر قرآن کے لئے ان کے ہاں معیار صحت وہ ہفوات ہیں جو ان حضرات کے قلم سے ٹپک جائیں مولانا علمی اور اصلاحی حیثیت سے اس مقالہ میں کافی حد تک کامیاب ہیں چونکہ اہل قرآن بھی صحیح بخاری پر عموماً اعتراضات کرتے ہیں مولانا نے ان شبہات کو حسب امکان زائل کرنے کی کوشش فرمائی ہے، للہ درہ وعلی اللہ اجرہ۔

ایک معیار منکرین حدیث کہا کرتے ہیں کہ صداقت کا سب سے بڑا معیار واقعات ہیں اگر کوئی چیز واقعات کے مطابق ہے تو اس سے بڑی کوئی سند نہیں اگر یہ معیار درست ہے تو حدیث کی صداقت کے لئے اس روشنی میں غور کرنا چاہیئے حدیث میں آنحضرت صلعم دو پیش گوئیاں اہل قرآن کے متعلق منقول ہیں جو پوری کی پوری درست ہوئی ہے، ابو رافع مقدام بن معدیکرب عرباض بن ساریہ کی یہ حدیث مسند احمد ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ بیہقی، دارمی وغیرہ کتب حدیث میں مروی ہے، لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ (مشکوٰۃ ص ۲۹ ج ۱) تم میں سے کوئی آدمی اپنی چارپائی

پرواز ہو گا جب اسے میرا حکم ملے گا یا جس چیز سے میں نے روکا ہے اسے اس کا علم ہو گا وہ کہے گا ہم نہیں جانتے ہم صرف قرآن کی اطاعت کریں گے اور ہندستان میں انکار حدیث سب سے پہلے مولوی عبداللہ چکڑالوی نے کیا۔ حدیث میں ان کا حلیہ بتایا گیا ہے ان کی ٹانگیں بے کار ہو گئی چل پھر نہیں سکتے تھے تمام دن چارپائی پر بیٹھے رہتے تھے یہ عارضہ ان کو زہر کھانے کی وجہ سے ہوا تھا۔ اہل قرآن حضرت غور فرمائیں حدیث واقعات کے کس قدر مطابق ہے اور اول المنکرین کا حلیہ کس خوبی سے بیان فرمایا ہے اسے تو واقعاتی شہادت کے طور پر ضرور تسلیم کرنا چاہیئے دوسری حدیث ہمارے شہر گوجرانوالہ کے متعلق ہے ہم شاہد ہیں ہم نے اس حدیث کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھی وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ، ابن وضاح حضرت حذیفہؓ سے قیامت کی علامات کا ذکر فرماتے ہوئے دو فرقوں کا ذکر کرتے ہیں۔ حَتّٰى تَبْقٰى فِرْقَتَانِ مِنْ فِرَقٍ كَثِيْرَةٍ تَقُوْلُ إِحْدٰهُمَا مَا بَالُ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ لَقَدْ ضَلَّ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا إِنَّمَا قَالَ اللهُ أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ لَا تُصَلُّوْنَ إِلَّا ثَلَاثًا وَتَقُوْلُ الْأُخْرٰى إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ بِإِيْمَانِ الْمَلٰئِكَةِ، مَا فِيْهَا كَافِرٌ وَّلَا مُنَافِقٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ يَّحْشُرَهُمَا مَعَ الدَّجَّالِ اھ (الاعتصام للشاطبی ج ۱ ص۹۰) بہت سے فرقوں میں سے صرف دو فرقے باقی رہ جائیں گے ایک کا خیال ہو گا کہ نمازیں صرف تین ہیں پانچ نہیں پہلے والے لوگ گمراہ تھے قرآن میں دن کے دونو طرف اور رات کے بعض حصوں میں نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے دوسرے گروہ کا خیال ہو گا کہ تمام مومن ایمان میں فرشتوں کی طرح ہیں کوئی کافر یا منافق نہیں اللہ تعالیٰ ان کا حشر دجال کے ساتھ فرمائیں گے،

مولوی عبداللہ چکڑالوی پانچ نمازیں پڑھتے ہیں ان کے شاگرد رشید مستری محمد رمضان گوجرانوالہ کہتے تھے کہ نمازیں صرف تین ہیں اس سے زیادہ پڑھنے والا گمراہ ہے ان کے بیان و عمل کی یہاں کی بہت سی جماعت چشم دید شاہد ہے واقعات کی شہادت کی بنا پر کم از کم یہ دو حدیثیں تو یقیناً درست اور سچی ہیں رَبَّنَا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ اگر یہ حدیث درست ہے اور واقعات سے توافق واقعی صداقت کا معیار ہے تو اہل قرآن کی تحریک کے غلط ہونے

ہیں کوئی شبہ نہیں میرے محترم دوست مولنا عبدالرؤف جھنڈانگری نے سنت کی نصرت وحمایت میں قلم اٹھایا ہے اور بڑی چھان پھٹک کر اس کے لئے مواد فراہم کیا ہے اللہ تعالیٰ انکو اس کا اجر دے عامۃ المسلمین کو توفیق دے کہ وہ اس سے استفادہ فرما سکیں مخالفین سنت کو توفیق ملے کہ وہ اپنے انجام پر غور کریں اور ان نتائج کو سوچیں جو ان کی تحریک سے اسلام اور مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے ان کی اس تحریک کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس سے سلف ائمہ کا ایمان اور دانشمندی مجروح ہوتی ہے کہ انہوں نے سیکڑوں سال ایک ایسے فن پر محنت کی جو در اصل شرعاً کوئی دینی قیمت نہیں رکھتا تھا یہ لوگ اسے ایمان اور دین سمجھتے رہے نیز اس تحریک کا انحصار محض سلبی اقدار پر ہے انکار حدیث میں کوئی ایجابی حقیقت موجود نہیں والسلام علی النبی وآلہ۔

(محمد اسماعیل مرحوم گوجرانوالہ)

نوٹ:۔ مولنا سلفی مرحوم کا یہ مضمون نصرۃ الباری فی بیان صحت البخاری سے اخذ کیا گیا ہے جو مولنا عبدالروف رحمانی جھنڈانگری کی تالیف ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ سعیدی۔

هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ٥

الحمد للہ کہ رسالہ

برہان الاسلام

(موسوم بہ)

خدا پرستی

(بجواب)

شخصیت پرستی

(مؤلفہ)

حضرت علامہ جامع معقول و منقول مولانا ابو سعید محمد شرف الدین
محدث دہلوی

(ناشر)

مکتبۃ السعیدیۃ خانیوال ضلع ملتان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

امّا بعد

انگریزی تعلیم کی بدولت مذہبی آزادی کی یہاں تک نوبت پہونچی ہے کہ جو جس کے جی میں آوے کہے یا کرے کوئی مواخذہ نہیں۔ قرآن مجید پر اعتراض کرے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے۔ الغرض اسلام کا مدعی ہو کر خود اسلام ہی کی بیخ کنی کی کوشش کرے لوگ اس کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ حال ہی میں اپریل ۱۹۴۰ء کے پرچہ رسالہ طلوع اسلام دہلی میں۔ جو در حقیقت غروب اسلام ہے چودھری غلام احمد صاحب پرویز نے شخصیت پرستی کے پردہ میں بظاہر تو نصف اسلام (حدیث رسول ؐ) کا انکار کیا ہے۔ مگر حقیقت میں بالکل اسلام (کتاب وسنت دونوں) ہی کی بیخ کنی کی کوشش کی ہے۔ فلیبک علی الاسلام من کان باکیا۔

ان کی ساری تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث رسول ؐ دین اسلام سے خارج ہے۔ لہذا کتب حدیث یک لخت قابل عمل واعتقاد نہیں۔ دلیل یہ کہ جیسے قرآن قطعی اور محفوظ ہے ایسے ہی حدیث قطعی ومحفوظ نہیں۔ اس لئے کہ احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا نہیں ضبط نہیں کرایا۔ اگر کسی نے کچھ لکھ بھی لیا تو حضور ؐ نے حکم نہیں دیا۔ پھر وہ الفاظ بھی لوگوں کا اپنا خیال یا فہم ہے۔ نیز بہت سے بہت ثبوت ہے وجوب نہیں۔ پھر وہ نقل بالمعنے ہے حضور کے الفاظ نہیں۔ نقل در نقل میں بہت سے تغیرات ہوئے۔ روایات کل یا اکثر یادداشت پر تھیں لکھی ہوئی نہ تھیں۔ سو سال کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا۔ کئی سو سال بعد قوانین روایۃ مرتب ہوئے۔ جرح وتعدیل کے دفتر کھلے۔ پچھلوں نے صدیوں بعد پہلوں پر جرح کی یا ان کی توثیق۔ لہذا اس کا کیا اعتبار؟ اور اگر توثیق کا اعتبار بھی کیا جائے تو یہ کیا ضرور ہے کہ ثقہ نے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہو۔ بھول چوک وہم وخطا کا احتمال ہے۔ پھر سب کے سب فقیہہ وصاحب فہم سلیم بھی نہ تھے جس نے جو سمجھا لکھ لیا اب ان کی روایات کا اعتبار شخصیت پرستی ہے جو باطل ہے۔ اگر احادیث جزو دین ہوتیں تو

تو قرآن کی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو ضبط کراتے ان کی تصدیق کرتے اور پھر یہ سلسلہ تا ایندم جاری رہتا اور ایسا ہے نہیں۔ لہذا کتب احادیث کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ محض ایک تاریخی حیثیت ہے کہ ہماری تنقید کے بعد قرآن کے مطابق ہے تو صحیح ہے ورنہ غلط۔ دین وہی ہے جو قطعی ہو۔ سو قرآن قطعی ہے اور احادیث ظنی وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ احادیث کا ذمہ نہ اللہ نے لیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کے لکھنے سے منع کیا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی منع وارد ہے۔ ابن عباسؓ نے بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے سوا اور (احادیث) کچھ نہیں چھوڑا۔ اور سنئے رُواۃ میں ہزاروں منافق کذاب بھی تھے۔ جو بظاہر ثقہ اور در باطن غیر ثقہ لہذا احادیث قابل وثوق نہیں۔

یہ ہے ان کی ساری تحریر کا خلاصہ ضمناً اور باتیں بھی تنقص یا طنز کے طور پر لکھ گئے۔ جو محض ابلہ فریبی اور خلاف واقع ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ احقاق حق کے بعد ابطال باطل میں ان کا ذکر بھی آجائے گا۔

احقاق حق

حضرات! حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کوئی نئی بات نہیں۔ حضرت علیؓ کے مقابل ایک جماعت اٹھی اس نے بھی حدیث کا انکار کیا اور کہا اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کلمۃ اُرید بھا الباطل یعنی ان الحکم الا للہ صحیح ہے مگر اس سے ان کی غرض باطل ہے یعنی انکار حدیث۔ مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے اتباع کی تاکید کی ہے تو پھر انکار حدیث باطل ہے۔

ذیل میں چند آیتیں لکھی جاتی ہیں جن سے ثابت ہے کہ احادیث رسولؐ حجتہ و دین ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہونا فرض ہے۔ اس کے سوا ایمان سلب ہو جائیگا۔

۱۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ	کہدو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تم سے اللہ محبت کرے گا

لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۝ (پ ۳ ع ۱۱)

اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو (یعنی میرا) حکم مانو پھر اگر وہ پھر جائیں (تو وہ کافر ہیں)۔

سو اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا آپ کی پیروی آپ کے قول و فعل دونوں میں ہے"۔

۲۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ (پ ۵ ع ۵)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور مسلم حکام کا کہا مانو پھر اگر تمہارا آپس میں کسی امر میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو (یعنی ان کے کلام سے فیصلہ کرو) اگر تم اللہ اور پچھلے دن یعنی قیامت پر ایمان لائے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔

۳۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝ (پ ۵ ع ۶)

اور جب ان کو اللہ کے اتارے ہوئے یعنی قرآن مجید اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف بلایا جاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ منافق تجھ سے بالکل پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

۴۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ ۝ (پ ۵ ع ۶)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کا کہا مانا جائے"۔

۵۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (پ ۵ ع ۶)

سو تیرے رب کی قسم وہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں تجھ کو حاکم بنا کر تیرا حکم نہ مانیں پھر تیرے فیصلہ سے دل تنگ نہ ہوں بلکہ خوشی سے مان لیں۔

۶۔ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ

جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو جائز نہیں کہ

يَكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۔ (پ ۲۲ ع ۱)

ان کے حکم کے خلاف ان کو کچھ اختیار ہو اور جو اس کے برخلاف کرے اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ کھلا ہوا گمراہ ہو گیا۔

۷۔ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ (پ ۲۸ ع ۳)

اے مسلمانو! جو (مال یا حکم) تم کو اللہ کا رسول دے اسے لے لو اور تسلیم کرو اور جس امر سے منع کرے اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

۸۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (پ ۲۸ ع ۱۰)

وہ اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھوں عربوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے یعنی دلائل توحید سے وعظ و نصیحت کرتا ہے اور اپنے اثر صحبت سے ان سے عمل کرا کر رذائل سے ان کو پاک کرتا ہے اور قرآن مجید اور حکمت کی ان کو تعلیم دیتا ہے یعنی قرآن مجید کے الفاظ بھی ان کو یاد کراتا ہے اور اس کے معانی و حکم و علم بھی ان کو بتاتا ہے۔

۹۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۔ الاٰية (پ ۱۴ ع ۱۱)

ہم نے آپ پر اس لئے قرآن مجید نازل کیا ہے کہ آپ اس کی تفسیر کر کے ان کو اس کا مطلب سمجھائیں۔

۱۰۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۔ (پ ۲۱ ع ۱۸)

لوگو! تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ کی پیروی بہت اچھی ہے اس کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

تلك عشرة كاملة

آیات مذکورہ بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں آپ کا قول و فعل دونوں داخل ہیں جن کا ماننا اور پر عمل پیرا ہونا امت پر فرض عین ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا انکار کفر۔

دیکھئے آیۃ نمبر ۱ میں آپ کی اتباع کے بعد حکم رسول کے ماننے کا حکم ہے اور انکار کفر اور آیۃ نمبر ۲ میں بھی حکم رسول کے ماننے کا حکم ہے ورنہ ایمان سب ہو جائیگا ان کنتم تومنون میں غور کرو۔ اور آیۃ نمبر ۳ میں الی الرسول سے حکم رسول مراد ہے اور اس سے اعراض وانکار کفر و نفاق۔ آیۃ نمبر ۴ میں تو رسول کے بھیجنے کی غایت ہی ان کے حکم ماننے کو بتایا ہے۔ آیۃ نمبر ۵ میں رسولؐ کے فیصلہ کو خوشی سے ماننے کو لازم فرمایا ہے اور جو نہ مانے تو اس کا ایمان بالکل سلب اور پکا کافر۔ آیۃ نمبر ۶ میں بھی فرمایا کہ رسولؐ کے فیصلہ و حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح ماننا فرض ہے کسی کو اس کے خلاف کا اختیار نہیں ورنہ وہ گمراہ ہو کر کافر ہو جائیگا۔ آیۃ نمبر ۷ میں بھی رسولؐ اللہ کے حکم کی اتباع لازم فرمائی ورنہ جہنم کا عذاب ہے۔

آیۃ نمبر ۸ میں ہے کہ رسول اپنی امت کو قرآن مجید کے الفاظ بھی پڑھاتا اور یاد کراتا ہے اور اس کے معانی و حکم بھی جاتا ہے۔ سو جیسے کہ رسولؐ کے بتائے ہوئے الفاظ کی تحریف کفر ہے ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے معانی و حکم کو رد کرنا بھی صریح کفر ہے اور آپ کے بتلائے ہوئے وہ معانی و حکم سوائے حدیث کے ہو ہی نہیں سکتے اس لئے کہ الفاظ قرآن مجید میں تو سارا قرآن آگیا پھر حکمت و معانی کیا ہوئے۔ ظاہر ہے کہ وہ قرآن کے الفاظ کے سوا ہوئے۔ یعنی اس کی تفسیر و شرح قول سے ہو یا فعل سے یا تقریر سے۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ قرآن کے ہر ہر لفظ کی شرح عمل سے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ اس میں جیسے احکام ہیں۔ قصص و امثال و عقائد وغیرہ بھی ہیں۔ جو عمل کر کے نہیں دکھائے جا سکتے۔ ان کی زبانی شرح ہوگی۔ نیز مقدمات کے فیصلے بلا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہو سکتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال تفسیر قرآن یا فیصلجات واحکام وغیرہ قرآنی الفاظ کے سوا اپنے الفاظ میں ہوئے جن کا ماننا امت پر فرض ہے۔ اور آپ کے انہیں الفاظ کا نام حدیث ہے جن کا انکار کفر ہے اور جیسے قرآن مجید محفوظ ہے ایسے ہی مطلق حدیث نبوی جو قرآن کی تفسیر و شرح ہے وہ بھی محفوظ ہے عہد رسالت سے اب تک امت مسلمہ کا اس پر عمل تواتر سے ثابت ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو صحیح طریق سے قرآن پر عمل کیسے ہو سکتا تھا اس لئے کہ ہر شخص اپنی اپنی سمجھ کے موافق معنی کرتا ہے جو باعث اختلاف ہے۔ پھر اس سے قرآن پر عمل کرنا ہی متروک ہو جائیگا۔ پھر تو بعد وفات رسولؐ دین ہی کا خاتمہ ہو جائیگا حالانکہ

ایسا نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جیسے قرآن مجید محفوظ ہے ایسے ہی مطلق حدیث نبوی بھی محفوظ ہے فللہ الحمد۔

آیۃ نمبر ۹ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کا مفسر ٹھہرایا گیا ہے اور اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ سارے قرآن کی تفسیر صرف عقل سے نہیں ہو سکتی۔ ہاں بعض کی ہو سکتی ہے اور بعض کی زبان اپنے الفاظ سے شرح و تفسیر ہوگی اس کا نام حدیث ہے۔

آیۃ نمبر ۱ میں اسوۂ حسنہ آپ کی پیروی کا ذکر بیشتر ہو چکا ہے کہ اس میں قول و فعل دونوں داخل ہیں۔ پس حدیث کا ماننا اور اس پر عمل کرنا عین قرآن مجید پر عمل کرنا ہے اور اس کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے جو صریح کفر ہے۔

ابطالِ باطل

منکر حدیث صاحب کی تحریر کا مجمل جواب یہ ہے کہ اس نے حدیث کی حیثیت محض تاریخی بنائی ہے اور کہا ہے کہ اس کا ماننا لازم نہیں نہ وہ حجت ہے چاہے کوئی مانے یا تنقید سے رد کر دے۔ اور اس کے اعتراضوں کا مدار کار تاریخ پر ہے جس کا ماننا لازم نہیں اور نہ ہی وہ حجت ہے اور اگر کہیں کسی روایت سے اس نے استدلال کیا ہے تو وہ بھی اس کے نزدیک مثل تاریخ ہے۔ لہٰذا کل کا جواب یہ ہے کہ یہ قرآن مجید نہیں جو قطعی ہو۔ یہ محض ظنی بلکہ بے ثبوت ہے لہٰذا باطل ہے۔ اب سنئے!۔

مفصل جواب احقاق حق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع آپ کا اسوۂ حسنہ یعنی آپ کا قول و فعل ہر دو واجب التصدیق اور واجب العمل ہیں۔ رہا یہ امر کہ اب وہ آپ کا قول و فعل محفوظ ہے یا نہیں اور وہ قطعی ہے یا نہ۔ سو واضح ہو کہ جو امر تواتر قولی یا فعلی سے ثابت ہو وہ قطعی ہوتا ہے یعنی ہر زمانہ و طبقہ میں بالاتصال اسے اتنے لوگ بیان کریں یا عمل کریں کہ عقلاً ان کا کذب پر اتفاق محال ہو اور اس کا منتہا حس و مشاہدہ ہو یہ جماعت کتنی بڑی ہو کوئی تعیین شرط نہیں جس سے عقول سلیمہ کو علم ضروری حاصل ہو جائے۔ یعنی مجبوراً ان کو ماننا پڑے۔ اسی طرح جماعت سے بالاتصال جو امر ثابت ہو مگر وہ جماعت تواتر والوں سے کم اور قریب تواتر کے ہو وہ امر مشہور ہے اور جو امر ایک دو کے ذریعہ ثابت ہو اور وہ لوگ

معتبر یا صادق ضابط ہوں وہ خبر واحد ہے۔ اور یہ پچھلے دونوں قسم اگرچہ کلیتہً ضروری نہیں مگر بوجہ قرائن ان سے بھی علم یقینی نظری حاصل ہوتا ہے اور وہ ہر دو بحکم قرآن مجید۔ صحیح و واجب العمل ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ (پ ۳ ع ۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا الاٰية (پ ۲۶ ع ۱۲)

لوگو! (معاملات میں) اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لیا کرو۔ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔"

دو گواہوں کی شہادت سے فیصلہ بحکم قرآن مجید لازم ہے۔ حالانکہ ان کے سہو و نسیان خطا غلطی سب کا احتمال ہے۔ دوسری آیۃ سے ثابت ہے کہ ایک مخبر یا راوی اگر فاسق ہے تو بعد تحقیق عمل لازم ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ عادل وصادق ہے تو بلا تردد اس کے قول پر عمل ثابت ہے۔ پس حدیث نبوی کے بھی یہی تین درجے ہیں۔ متواتر۔ مشہور۔ خبر واحد۔ سو قسم اول تو مثل قرآن مجید کے قطعی ہے جس کا علم ضروری ہے۔ اور قسم دوم سوم اگرچہ متواتر کی طرح قطعی ضروری نہیں مگر بوجہ قرائن مرجحہ ان سے بھی علم یقینی نظری حاصل ہوتا ہے۔ اور بحکم مذکورہ بالا دو آیتوں کے وہ واجب العمل ہیں۔ جن کا انکار حکم قرآنی کا انکار ہے۔ لہٰذا احادیث نبوی سے انکار کرنے کے لئے یہ عذر کرنا کہ وہ قرآن کی طرح محفوظ نہیں بالکل باطل ہے۔ متواتر۔ مشہور۔ خبر واحد۔ صحیح محتف بالقرائن مرجحہ سب مفید علم یقینی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ متواتر کا علم ضروری ہے جو ہر کس و ناکس کو حاصل ہوتا ہے اور مجبوراً ماننا پڑتا ہے اور مشہور اور خبر واحد صحیح مذکور کا علم یقینی نظری ہے جو نظر و استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ اور ان کو ہوتا ہے جو اس کے اہل ہوں۔ نااہلوں کو چونکہ وہ حاصل نہیں ہوتا وہ انکار کریں تو ان کا اپنا قصور ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور عقل و عرف کے لحاظ سے بھی خبر مشہور و خبر واحد صحیح کا اعتبار ہے اور دینی و دنیوی امور قرض و دام۔ نکاح و طلاق۔ بیع و شرا رویت ہلال۔ رضاعت۔ نسب وغیرہ میں انہیں پر مدار ہے۔ کیا کوئی منکر صاحب اپنا نسب باپ دادا وغیرہ کا تواتر سے ثابت کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ پھر کیا اس سے انکار کر کے مجہول النسب بنیں گے۔ اور یہ سلسلۂ نسب تو صرف حسن ظن پر محمول ہے ورنہ جو قواعد جرح و تعدیل

کے ہیں ان کی رو سے اور مشکل ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر خبر واحد کا مطلقاً انکار کیا جائیگا تو علاوہ دنیوی امور کے بہت بڑا حصہ دینی امور کا بھی ترک کرنا پڑے گا۔ اور قرآنی حکم کا انکار لازم ہوگا جو سراسر کفر ہے اللہ تعالیٰ ایسے دین سے محفوظ رکھے جو بالکل گمراہی و ضلالت ہے۔

اب رہا احادیث نبویہ کی حفاظت کا معاملہ سو واضح ہو کہ محدثین کرام نے جو قوانین روایۃ قرآن مجید سے استنباط کرکے مقرر کئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی جو روایۃ کرے اس کی پوری سوانحمری معلوم کرکے کہ وہ کس کا بیٹا تھا کیا نام تھا کیا عمر تھی کب اور کس سے علم حاصل کیا کہاں کہاں سفر کیا عدالت، صداقت ضبط روایۃ، دیانت وغیرہ سب کا جائزہ لے کر روایۃ کرتے۔ پھر یہ کہ اس کو وہم یا اختلاط یا سوء حفظ وغیرہ تو نہ تھا۔ اور یہ کہ اگر وہم یا اختلاط ہوا تو کس زمانہ میں ہوا۔ دائمی تھا یا عارضی۔ پھر روایۃ کس زمانہ میں کی قبل اختلاط یا بعد۔ پھر اگر اس کے مذہب میں کچھ کلام تھا تو روایۃ میں کیسا تھا؟ اور اس کی مخالف روایتوں کے ذریعہ تحقیق کرتے اور جانچتے۔ پھر یہ کہ روایت اس کے مذہب کے موافق ہے یا مخالف وہ داعی الی المذہب ہے یا نہیں۔ اس کی روایۃ اور ائمہ حفاظ کے موافق ہے یا مخالف۔ پھر یہ کہ اس کی روایۃ بطور احتجاج کے ہے یا بطور استشہاد و اعتبار و تردید کے۔ اور یہ کہ وہ مدلس تو نہ تھا وغیرہ وغیرہ۔ پھر یہ کہ روایۃ میں ارسال انقطاع، شذوذ و اعلال، اعضال وغیرہ تو نہیں۔ نیز یہ کہ وہ روایۃ صریح قرآن و ادلۂ قطعیہ اور بداہۃ عقل کے مخالف تو نہیں کہ جس کی بالکل کوئی صحیح توجیہہ نہ ہو سکے۔

ان شروط و قیود و رفع موانع کے بعد وہ حدیث پر حکم لگاتے کہ صحیح ہے یا حسن یا ضعیف یا موضوع وغیرہ۔ پھر ان کے بھی آگے درجے مقرر کئے ہیں۔ صحیح لذاتہ ولغیرہ ایسے ہی حسن کے۔ پھر ضعیف اور شدید الضعف وغیرہ۔ پھر اس کے بعد بھی اور صحیح کے درجات مقرر کئے ہیں۔ خاص خاص سندوں کے لحاظ سے روایۃ میں اتفاق ائمہ کے لحاظ سے مثلاً امام بخاریؒ و مسلمؒ کا کسی حدیث کی روایۃ پر اتفاق وغیرہ وغیرہ۔ پھر بوجہ کثرت اسانید کے جو مختلف طریقوں سے ائمہ حدیث نے اپنی اپنی تالیفات میں روایۃ کی ہیں۔ ان میں صدہا حدیثیں متواتر ہیں جو مثل قرآن کے قطعی ہیں اور ہزاروں مشہور اور اس سے بھی زیادہ اخبار احاد جو بالکل صحیح ہیں اور بحکم قرآن مجید واجب العمل ہیں۔ جن پر علماء اسلام و امت محمدیہ کا ساڑھے تیرہ سو برس سے اب تک عمل در آمد چلا آیا ہے اور یہی سبیل المومنین ہے جس کا خلاف سبیل المومنین و اسلام کا خلاف اور گمراہی ہے۔ رہا نقل بالمعنی کا

مسئلہ سو اول تو نقل بالمعنی قرآن مجید سے ثابت ہے وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ الآیۃ پ ۱۹ ع ۱۴)
اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی (پ ۳۰ ع ۱۲)
یں بتائیے نقل بالمعنی ہے یا نہ۔ کتب سابقہ تو سریانی یا عبرانی وغیرہ میں تھیں اور قرآن عربی میں پھر یہ
کہ اس میں فرعون وغیرہ کا کلام بھی منقول ہے اور بعضوں کی زبان بھی اور تھی اور نیز یہ قرآنی فصاحت
و بلاغت و اعجاز بھی ان کے کلام میں نہ تھا۔ نیز خود قرآن میں بعض قصص کو دھرایا گیا ہے اور الفاظ
میں اختلاف ہے کہیں ایجاز ہے کہیں تفصیل ہے قصہ آدم ؑ میں کہیں اِهْبِطُوْا ہے (سورہ بقرہ
پ ۱ ع ۳) کہیں اِهْبِطَا ہے (سورہ طٰہٰ پ ۱۶ ع ۱۵)
حضرت موسیٰ ؑ کے قصہ کو مکرر سورتوں میں ملاحظہ فرمائیے۔ الفاظ میں کتنا اختلاف ہے مگر اصل
مضمون متحد ہے۔ پس یہی صحت کی جان ہے اور یہی الفاظ حدیث میں ہے اور وہ بھی عالم باللغۃ سے
ثابت ہے نہ غیر سے۔ پھر جب مختلف طریقوں سے ایک لفظ یا معنی ثابت ہے تو اس کی صحت
میں کیا کلام ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ ورنہ جو جواب نقل قرآنی کا ہے وہی حدیث کا ہے پھر اگر کہیں
کسی روایت میں تفرد بھی ہے تو اول تو خود محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور اوروں اور ادلہ سے اس کی تائید لائے
ہیں یا توقف کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر معترض نے اس اِکی دُکی روایت کی بنا پر تمام دفاتر احادیث کو
مشکوک بنانے کی کوشش کی ہے جو بالکل انصاف کے خلاف ہے۔ پھر یہ غلط ہے کہ سب کی
سب احادیث نقل بالمعنے ہیں۔ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ بعینہ الفاظِ رسول ؐ بھی ثابت ہیں۔
اور متواتر بھی ہیں جن کا معترض کو علم نہیں۔ مگر حدیث کے جاننے والوں کو علم ہے جس کے لئے کتب
احادیث کا مطالعہ درکار ہے۔ فتح الباری اور حجۃ اللہ البالغہ ہی کو دیکھ لیجئے۔ ہاں یہ بھی
سخت دلفریب مغالطہ ہے کہ ہر شخص نے ہر زمانہ میں جو چاہا اپنے الفاظ میں جو سمجھ میں آیا
نقل کر دیا یا لکھ لیا۔ کلا و حاشا ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ یہ نقل بالمعنے صرف صدر اول صحابہ ؓ میں ہوا ہے جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد اور آپ کے طرزِ انداز سے خوب واقف۔ لغت کے ماہر و عالم
تھے۔ بہت نادر کہیں کہیں تابعین میں بھی پایا گیا۔ پھر تو اس کی سخت بندش کیگئی اور الفاظ نبوی ؐ کو
حتی الامکان ضبط کیا گیا۔ کتب احادیث مدوّن ہوئیں۔ ذرا کہیں شبہ ہوا تو اس کو بھی بیان کر دیا۔
پھر اس کو اوروں کی روایت سے مطابق کر کے اس کی صحت کیگئی۔ جس سے شبہ دور ہو کر صحت

یقینی ہو گئی۔ مگر سچ ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد   عیب نماید ہنرش در نظر۔

ہاں تدوین کتب حدیث کے بارہ میں جو معترض نے مغالطہ دیا ہے اس میں پہلے غور کرنا چاہیئے کہ الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ وغیرہ آیات میں بے شک قرآن مجید کو لفظ "کتاب" سے ذکر کیا گیا ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں کہ اس آیۃ یا اور آیات کے نزول کے وقت سارا قرآن یکجا لکھا ہوا تھا نیز یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جو ترتیب قرآنی ہے کیا اسی ترتیب سے نزول ہوا اور کیا سارا قرآن ایک دم نازل ہوا ہے یا ۲۳ سال میں تدریجاً نازل ہوا ہے۔ اور پھر ذٰلک کا اشارہ کس طرف ہے ماقبل کی طرف یا مابعد کی یا کسی اور کی طرف۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو کس آیۃ سے ثابت ہے کہ آپ نے سارا قرآن لکھوا کر یکجا جمع کرا کے امت کے ہاتھوں میں چھوڑا احادیثوں کو تو معترض پیش ہی نہیں کر سکتا کہ وہ اُس کے نزدیک ظنی ہیں ورنہ ان میں تو ہے کہ وہ مختلف کاغذوں، ہڈیوں، ٹھیکروں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا۔ کسی کے پاس تھوڑا کسی کے پاس زیادہ حصہ۔ ہاں حفاظ قرآن ہزاروں تھے۔ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھا دیکھ کر پڑھتے یا زبانی آپ کو یاد تھا کیا آپ صحابہ کو زبانی یاد کراتے تھے یا لکھا ہوا دیکھ دیکھ کر اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ الی قولہ۔ وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ مِنْ کِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ بَلْ ھُوَ اٰیَاتٌ بَیِّنَاتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الآیۃ (پ ۲۱ ع ۱) وَاِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝ (پ ۱۹ ع ۱۴) میں غور کرو۔

امر واقعی یہ ہے کہ جیسے آپ کو جبرئیل علیہ السلام زبانی پڑھاتے آپ بھی ایسے ہی زبانی تعلیم دیتے ہاں مختلف اشیاء پر لکھوا دیا کرتے تھے مگر یکجا جمع نہ تھا صرف حفظ پڑھاتے تھے۔ یہ باقاعدہ جمع و تدوین آپ کے انتقال کے بعد واقع ہوئی ورنہ معترض کے ذمہ ہے کہ قرآن سے یہ امر ثابت کرے اور ہرگز نہیں کر سکتا۔

اس ساری سمع خراشی سے میری غرض یہ ہے کہ کسی شی کی حفاظت کے لئے یہ لازم نہیں کہ کتاب سے ضبط کرا کر اس کے ہر ایک جزء کی حفاظت کیجائے۔ زبانی روایۃ و یادداشت و ضبط

کی تاکید سے بھی حفاظت ہو سکتی ہے۔ جیسے جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نوشتہ نہیں لائے تھے صرف زبانی تعلیم کیا کرتے تے۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبانی تعلیم دیتے ہاں بطور احتیاط لکھوا بھی دیتے۔ مگر مختلف اشیاء پر الگ الگ متفرق سورتیں یا پارے۔ اور کتاب کا اطلاق جز و کل دونوں پر ہوتا ہے اور جو چیز کتابت کے قابل ہو اس کو بھی پہلے ہی سے کتاب کہا جاتا ہے۔ جو چیز زمانہ آئندہ میں لکھی جانیوالی تھی اس کو کتاب کہا گیا ہے جیسے کہ من قتل قتیلا لہ علیہ بینۃ فلہ سلبہ میں مجاز بالمشارف کا مسئلہ اہل علم میں مشہور ہے کہ قتل ہونے سے پہلے ہی زندہ کو قتیل کہدیا اس لئے کہ وہ عنقریب قتل ہونیوالا تھا۔

ایسے ہی "کتاب" کو سمجھ لیجئے کہ آلم ذلک الکتاب لاریب فیہ کے نزول کے وقت سارا قرآن نہ اترا نہ لکھا گیا تھا بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ آگے کو لکھا جانیوالا تھا مجازاً اسکو "کتاب" کہا گیا۔ لہٰذا صرف لفظ کتاب سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ قرآن شریف اول سے آخر تک یکجا لکھا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا یا آپ نے اپنی وفات کے وقت امت کے ہاتھوں میں سارا لکھا ہوا چھوڑا۔

حفاظت بلا تحریر کیلئے "نماز" کی تفصیل ہی کو لیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حفاظت کی کیا صورت اختیار کی۔ کیا اس کی رکعات اذکار ہیئات ارکان وغیرہ کو ضبط کرایا لکھوایا۔ پھر اس کی حفاظت ہوئی یا نہ۔ اور وہ بھی قطعی ہے یا نہ۔ ایسے ہی "حج" کے ارکان و ترتیب و ہیئات ایسے ہی "زکوٰۃ" کی تفصیل کہ کس کس مال میں زکوٰۃ ہے اور کیا کیا نصاب ہے، اور اوقات وجوب وادا کیا ہیں۔ بتایئے یہ امور قطعی ہیں یا نہ۔ پھر ان کی حفاظت آپ نے کرائی یا نہ۔ اگر کرائی تو کیا صورت اختیار کی۔

اس ساری تحریر کا خلاصہ یہ کہ کسی امر کی حفاظت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کو لکھوا کر ضبط کرایا جائے حفاظت زبانی روایۃ کی تاکید و فعل سے بھی ہو سکتی ہے جیسے کہ امور مذکورہ میں ہوئی جو معترض منکر کو بھی مسلّم ہے پس اس کا وہ دلفریب مغالطہ باطل ہو گیا کہ حدیث کو چونکہ حضورؐ نے مثل قرآن ضبط نہیں کرایا لہٰذا محفوظ نہیں اور قابل عمل بھی نہیں۔ اور اس کا وہ مغالطہ بھی باطل ہو گیا کہ آپ نے لکھنے کا حکم نہیں دیا الخ اس لئے کہ جب قول و فعل سے حفاظت ہو جاتی ہے تو پھر اول تو لکھنے کے حکم کی ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی آپ نے بہت سی احادیث احکام فرائض و معابدات وغیرہ حکماً لکھوائے جو اب تک محفوظ ہیں بعض کتبخانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوائے ہوئے اور صحابہؓ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نوشتے بعینہ موجود

ہیں ۔

اور نقل بالمعنی کے اعتراض کا جواب پہلے ہو چکا ہے کہ جائز ہے قرآن مجید میں بھی ہے اور پیشتر رواۃ کی تحقیق میں معترض کا وہ مغالطہ بھی باطل ہو گیا کہ جس راوی نے جو چاہا اپنے فہم سے لکھ لیا ہرگز ایسا نہیں ہوا ۔ وہاں تو حتی الامکان الفاظ نبویہ کی کوشش تھی ۔ ہاں صدر اول میں کچھ نقل بالمعنی ہوا اور نادر کالمعدوم تابعین کے زمانہ میں وہ بھی عالم باللغتہ سے ۔ ایسے ہی اس دلیل سے سو سال کے بعد سلسلہ روایتہ کا مغالطہ بھی باطل ہو گیا ۔ اس لئے کہ نفس روایتہ کا سلسلہ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغوا عنی الحدیث (صحیح بخاری) کہکر جاری کر دیا اور حجتہ الوداع میں فرمایا فلیبلغ الشاھد منکم الغائب کتابت حدیث بھی آپ کی اجازت سے شروع ہو گئی تھی ۔ اکتبوا لابی شاہ (صحیح بخاری) وغیر ذلک من الاحکام والمراسلات والمعاھدات وغیر ذلک ۔ ہاں یہ کتنا دل فریب مغالطہ ہے کہ پچھلوں نے صدیوں بعد پہلوں پر جرح کی یا ان کی توثیق ۔ ؎

چو بشنوی سخن اہل حق مگو کہ خطا است ۔ سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است

معاف فرمایئے مجھے کہنا پڑا کہ معترض نے فن حدیث اور قوانین جرح و تعدیل کو کسی استاد کامل سے پڑھا ہی نہیں یا سمجھا نہیں ۔ ورنہ ایسی جگہ ہنسائی لغزش سے وہ نہ گرتے ۔

اسے جناب ! وہاں تو ذرا ذرا بات پر جرح ہوتی ہے کہ فلاں نے فلاں کو دیکھا نہیں ۔ پھر اس سے روایتہ کیسی کی اس کی روایتہ صحیح نہیں جب تک کہ اس سے سن نہ لے اور خوب یاد نہ ہو پھر وہ بن دیکھے جرح و تعدیل کیسے کر سکتے تھے ۔ کلا و حاشا نقاد حدیث نے جو کسی پر جرح کی ہے یا تو خود مجروح کو دیکھا ہے تجربہ کیا ہے یا اپنے استاد کامل سے سنا ہے ۔ پھر اس نے بھی اس تحقیق سے بیان کیا ہے تو خود مجروح کو دیکھا بھالا ہے یا اپنے استاد کامل سے سنا ہے ۔ علی ہذا القیاس آخر تک سلسلہ چلا جاتا ہے ۔ بتایئے اس میں کیا قباحت ہے کچھ بھی نہیں ۔ یہ عین انصاف و مقتضاء نقل و عقل ہے جس کا خلاف ابلہ فریبی کے سوا اور کچھ بھی نہیں ۔ اور یہ بھی دل فریب مغالطہ ہے کہ ثقہ راوی کی روایتہ میں وہم و خطا و سہو کا احتمال ہے اور فقاہت بھی ہر ایک کی ضروری نہیں لہذا اس کا کیا اعتبار ۔

اس کا جواب بھی گذشتہ تحریر سے ہو چکا ہے کہ قرآن مجید نے دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ

کا مدار رکھا ہے۔ حالانکہ دو شخصوں میں بھول چوک سہو نسیان بلکہ کذب سب کا احتمال ہے۔ پھر بھی شرع میں اُن کا اعتبار ہے۔ اور آیۃ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا الآیۃ (پ ۲۶ ع ۱۲) سے باعتبار مفہوم ایک کا بھی اعتبار ہے۔ جو عادل ہو فاسق نہ ہو۔ ایسے ہی روایۃ حدیث میں سمجھے۔ اور روایۃ میں اوّل تو فقاہتہ یا مساوات شرط نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ تم سب میری حدیثیں دوسروں کو پہنچا دینا۔ شاید تمہارے شاگرد تم سے بھی حفظ اور فقاہتہ میں زیادہ ہوں اور قرآن مجید کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آیات سے بھی اِکے دُکے کی روایۃ و تبلیغ کا اعتبار ثابت ہے۔ دوئم روایۃ میں ضبط ضروری ہے جو ہر معتبر راوی میں پایا گیا۔ لہذا آپ کی تشکیک باطل۔ اور قرآن کی طرح احادیث کو ضبط کرانیکا مغالطہ اور اس کی تردید پہلے ہو چکی کہ ہر امر قابل حفاظت کے لئے مثل قرآن تحریر ضروری نہیں۔ نیز قرآن مجید کو تحریراً ضبط کرانیکا مسئلہ بھی آپ کو قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے قرآن مجید لکھوا کر ضبط کراتے تھے۔ محض لفظ "کتاب" سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ دلیل عام ہے اور دعویٰ خاص لہذا التقریب ناتمام۔ یعنی دعویٰ تو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے یا لکھواتے تھے اور دلیل یہ ہے کہ قرآن کو کتاب کہا گیا اور کتاب لکھی ہوئی کو کہتے ہیں۔ اس میں یہ کلام ہے کہ چونکہ قرآن آئندہ لکھا جانیوالا تھا لہذا اس کو کتاب کہا گیا۔ ورنہ الٓمٓ ذٰلک الکتاب کے نزول کے وقت سارا قرآن کہاں لکھا گیا تھا ہرگز نہیں۔ فافہم و تدبر۔

ہاں احادیث نبویہ کی تاریخی حیثیت بتانا بھی غلط اور بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ آپ نے پہلے ملاحظہ کر لیا ہے کہ احادیث کے ماننے اور ان پر عمل کرنیکا حکم قرآن مجید سے ثابت ہے اور احادیث صحیحہ در حقیقت قرآن ہی کی شرح ہیں۔ اور نیز یہ کہ رواۃ احادیث کی روایۃ قوانین جرح و تعدیل کے مطابق بڑی تحقیق سے قرآن مجید کے حکم کے مطابق ہے۔ اور تاریخ میں جرح و تعدیل کا کوئی قانون نہیں۔ اس کا اکثر حصہ بلا تحقیق ہے۔ بلکہ مجاہیل، فساق، فجار، ظالم، بیدین ہر طرح کے لوگوں سے مروی ہے۔ پھر تاریخ میں سلسلۂ روایۃ بھی باقاعدہ نہیں۔ ارسال انقطاع، اعضال وغیرہ تمام عیوب سے پُر ہے اور حدیث ان سب سے پاک۔ پھر حدیث کی تاریخی حیثیت کہاں رہی ہرگز نہیں۔ احادیث صحیحہ میں صدق محض بمطلق تاریخ میں صدق و کذب ہر دو موجود۔

یہ سچ ہے کہ دین قطعی ہے مگر اس کی جزئیات کی تفصیل میں صحت شرط ہے جس سے علم حاصل ہو قطعیت شرط نہیں۔ آپ پہلے ملاحظہ کر چکے کہ دو گواہوں کی شہادت جو قطعی نہیں اس پر قرآن مجید نے معاملات وغیرہ میں فیصلہ کا مدار رکھا ہے اور اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ کی آیت سے بطور مفہوم مخبر صادق عادل واحد کا بھی اعتبار ثابت ہے جو قطعاً قطعی نہیں۔ بس اسی پیمانہ سے حدیث کو لیجئے ورنہ جو جواب آپ قرآن پر سے اعتراض اٹھانیکا دینگے اسی قسم سے حدیث کا سمجھ لیجئے بس قصہ ختم۔

اور اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا میں بھی معترض کو مغالطہ لگا ہے۔ ظن کا معنے ازروئے لغت عرب یقین یعنے جانب راجح کا بھی ہے اور شک کا بھی۔ اور آیۃ زیر بحث میں ظن بمعنے شک ہے۔ پس آپ کا اعتراض اڑ گیا۔ اس لئے کہ اوپر کی آیتوں میں جانب راجح کا اعتبار ثابت ہے۔ فافہم وتدبر۔ ہاں یہ خوب کہی کہ "قرآن کی حفاظت کا ذمہ تو خدا نے لیا ہے حدیث کا ذمہ نہ خدا نے لیا نہ رسول نے الخ"

اے جناب! آپ نے قرآن مجید ہی میں تدبر نہیں کیا اور حدیث کے تو آپ منکر ہی ہیں اس میں کیا خاک غور کرینگے ورنہ حدیث کی حفاظت کا ذمہ خدا اور رسول دونوں نے لیا ہے سنئے اور غور فرمایئے :۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ط (پ ۹ ع ۱۰)	کہہ دو! اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں "
أُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ط (پ ۷ ع ۲)	(اے رسول کہدو) اس قرآن کی مجھ پر وحی ہوئی ہے کہ اس کے ساتھ تم کو اور جس جس کو (قیامت تک) یہ قرآن پہنچے۔ ڈراؤں"
كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط (پ ۴ ع ۲)	اے مسلمانو! تم سب لوگوں میں بہتر امت پیدا کئے گئے ہو کہ بھلی باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو (بلکہ کرو گے) "

ان آیات میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اور یہ کہ اس قرآن سے آپ سب کو ڈرائینگے اور آپ کی امت کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور کرینگے۔ اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے خود بنفس نفیس سب کو تبلیغ نہیں کی۔ بلکہ آپ کی امت نے کی اور کر رہی ہے اور کرتی رہیگی۔ اور پیشتر ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے لوگوں کو قرآن کے الفاظ یاد کراتے تھے۔ ایسے ہی اس کے معانی بھی بتاتے تھے۔ انہیں الفاظ و معانی سے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے اس لئے کہ بلا الفاظ کا مطلب بتائیے اور بغیر ان کی اصلاح کئے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر ہی نہیں سکتے تھے۔ ورنہ قرآن کے الفاظ تو منکر لوگ سن کر اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ اور اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ اور يَا اَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ وغیرہ کلام سے پیش آتے تھے وہی مطلب و معانی و شرح الفاظ قرآن مجید حدیث رسول و اسوۂ رسول ہے جس کے ذریعہ قیامت تک علماء ائمۃ لوگوں کو ڈرا ئینگے تاکہ قرآن مجید کی تصدیق ہو۔ اور یہ تبلیغ زبانی اور تحریری دونوں سے ہوئی اور ہورہی ہے۔ تو اس صورت میں بنا بر تصدیق قرآن مجید قرآن کی طرح حدیث نبوی و شریعت محمدیہ کی حفاظت بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لی ہے کہ امت کو یہ توفیق دی اور الہام کیا کہ وہ اس کے لئے جرح و تعدیل کے قوانین و سلسلہ روایۃ سے قرآن مجید کے الفاظ و معانی و تفسیر یا حدیث نبوی و شریعت محمدیہ کی حفاظت کریں جیسے کہ قرآن کے الفاظ کی حفاظت حفاظ قرآن سے کرائی۔ معانی قرآن کی علماء اسلام اور ائمہ محدثین سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کی دلیل یہ ہے کہ پیشتر گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلغوا عنی ولو اٰیۃ (صحیح بخاری) اور حجۃ الوداع میں آپ نے بیان احکام حج و وعظ و نصیحت فرما کر فرمایا لیبلغ الشاھد منکم الغائب (صحیح بخاری) یہ کہکر آپ گویا سب کو رخصت ہو گئے کہ میں اپنا فرض منصبی ادا کر چکا اب تمہارے ذمہ ہے تم پہنچانا پھر فرمایا اللھم اشھد اے اللہ تو گواہ ہو جا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا۔ پس آپ امت کو اپنی تبلیغ قرآن مجید اور اس کی شرح و تفسیر و اسوۂ حسنہ یعنی حدیث کی اشاعت کا حکم فرما گئے۔ عام اس سے کہ یہ اشاعت و تبلیغ زبان سے ہو یا تحریر سے جیسے کہ قرآن مجید کا پڑھانا و محفوظ رکھنا عام ہے کہ زبانی ہو یا ضبط تحریر سے۔

اور معترض کا یہ اعتراض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا،، تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ پیشتر گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث نبوی کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے جو تقریر و تحریر دونوں کو شامل ہے اور واقعات کے لحاظ سے پورا بھی ہو رہا ہے لہٰذا معترض

کو قرآن مجید اور واقعات کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اوپر یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا ذمہ لیا ہے اور وہ روایۃ وکتابت دونوں کو شامل ہے اور پورا بھی ہو رہا ہے اور آپ نے خود بھی سلسلہ کتابت شروع کرایا اور حکم بھی دیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ مطلق کتابتِ حدیث سے منع نہیں کیا تھا بلکہ حدیث کو قرآن مجید کے ساتھ مخلوط کر کے لکھنے کو منع کیا تھا۔ چنانچہ مسند امام احمد میں ہے کہ راوی نے کہا ہم لوگ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے لکھ لیتے۔ تو آپ نے فرمایا۔

اکتبوا کتاب اللہ امحضوا کتاب اللہ او اخلصوا کتاب اللہ انتہی۔	کتاب اللہ کو خالص اور علیحدہ کر کے لکھو اور اس میں کسی دوسری چیز کو نہ ملاؤ۔"

پھر لوگوں نے حدیث کی روایۃ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تحدثوا عنی ولا حرج۔ مجھ سے روایۃ کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ پس صرف قرآن مجید کے ساتھ حدیث کو مخلوط کر کے لکھنے کو آپ نے منع کیا تھا نہ کہ الگ لکھنے کو۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس مکتوبات گرامی مراسلات جو سلاطین وامراء کو لکھوائے۔ معاہدات نصاب زکوٰۃ عقول، ودیات وغیرہ احکام جن کا معترض بھی ص ۳۰ پر اقرار کر چکا ہے لکھوائے۔ اور معترض نے مسلم کی حدیث تو کہیں سے نقل کر دی مگر اپنے مطلب کے لئے قطع برید کر کے نقل کی۔ صحیح مسلم میں حدیث باین الفاظ ہے۔

لا تکتبوا عنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ وحدثوا عنی ولا حرج ومن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ انتہی۔	مجھ سے سن کر لکھو نہیں اور جس نے مجھ سے سوائے قرآن کے کچھ لکھا ہو وہ اسے مٹا دے اور مجھ سے حدیثیں روایۃ کرو روایۃ میں کوئی حرج نہیں اور جس نے قصداً جھوٹ میری طرف منسوب کیا اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالیا۔

دیکھئے آپ نے جملہ حدثوا عنی الخ کو حذف کر دیا جو حدیث کے اثبات پر کھلی ہوئی دلیل تھا کہ آپ نے فرمایا مجھ سے حدیثیں روایۃ کرو اس میں کوئی حرج نہیں اور مسند احمد کی روایۃ میں ہے کہ حدیث کو قرآن کے ساتھ مخلوط نہ کرو علیحدہ رکھو۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ معترض نے خود بھی طبقات ابن سعد کے حوالہ سے ص ۳۲ سطر ۱ میں حضرت عمرؓ سے حدیث نقل کی ہے۔ خدا کی قسم کتاب اللہ کو کسی اور چیز کے ساتھ مخلوط نہ کروں گا پس حدیث کو کتاب اللہ کے ساتھ مخلوط کرنا منع ہے تاکہ کتاب اللہ میں تحریف کا دروازہ نہ کھلے

اور الگ الگ لکھنا ثابت ہے۔ اس میں تطبیق ہے۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ معترض نے صفحہ ۳ میں لکھا ہے کہ حضورؐ کی وفات کے وقت صرف حسب ذیل تحریری سرمایہ موجود تھا۔

(۱) پندرہ سو صحابہ کے نام ایک رجسٹر میں (۲) مکتوبات گرامی جو حضورؐ نے سلاطین و امراء کے نام لکھے (۳) تحریری احکام و فرامین اور معاہدات وغیرہ (۴) کچھ حدیثیں جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ یا حضرت علیؓ و حضرت انسؓ نے اپنے طور پر قلم بند کیں۔ پس ثابت ہوا کہ مطلقاً کتابت حدیث منع نہیں تھی صرف اختلاط بالقرآن منع تھا۔ آگے چلکر معترض نے جو کہا ہے کہ حضورؐ سے ان کی تصدیق ثابت نہیں یا وہ آج کل موجود نہیں۔ تو اوّل تو یہ اعتراض ہی لغو ہے اس لئے کہ تصدیق تو کتابت قرآن کی بھی حضور سے وہ ثابت نہیں کر سکتا یعنے یہ کہ لوگوں نے جو قرآن مجید کے نسخے لکھے تو اس کی حضور نے تصدیق کی ہو کہ فلاں فلاں کا نوشتہ صحیح ہے۔ پھر حدیث کی کیا خصوصیت ہے اور جب حضورؐ سے اثبات حدیث ہو چکا تو پھر یہ انکار کیسا! رہا ان کا وجود تو کتب احادیث میں ثابت ہے جس کا انکار صرف مکابرہ ہے۔ چھٹا جواب یہ ہے کہ تواتر سے صحابہؓ اور تابعینؒ سے نقل و ضبط روایات کتب حدیث میں ثابت ہے اور بعض کتابچاتوں میں موجود۔ دیکھو توجیہ النظر جو تطبیق بالا کی بیّن دلیل ہے۔ ساتواں جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حدیث منع منسوخ ہے اولہ مذکورہ بالا اس پر شاہد ہیں اور نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا قلم دوات لاؤ میں تمہیں کچھ لکھدوں" (صحیح بخاری) اگرچہ پھر کسی وجہ سے لکھا نہ گیا مگر آپ نے اس کی خواہش تو کی جو از کی دلیل ہے۔ اور یہ آخری خواہش نسخ کی دلیل ہے۔

اٹھواں جواب اور نسخ کی دلیل یہ بھی ہے کہ منع کی روایت ایک ابو سعید سے مروی ہے اور اثبات کتابت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت علی اور عبداللہ بن عمرو اور رافع بن خدیج اور ابوہریرہ اور ابن عباس اور جابر اور انس (رضی اللہ عنہم) وغیرہم سے مروی ہے لہذا یہ اثبات مقدم ہے۔

نواں جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ نے حدیث کے لکھنے سے منع بھی کیا ہو تو حدیث کی زبانی روایت اور تبلیغ کو آپ نے منع نہیں کیا وہ تو خود اسی حدیث سے ثابت ہے جس کو معترض نے پیش کیا اور حد تو اتنی جملہ کو اپنا خلاف مطلب جان کر حذف کر دیا اور حق کو چھپا دیا۔ سو مقصود تو نفس روایت حدیث و تبلیغ حدیث ہے جو خود معترض کی پیش کردہ حدیث اور ادلہ قطعیہ سے ثابت ہے۔

دسواں جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علاوہ قرآن مجید کے آپ کی حدیثوں کو روایت

کرنا جائز یا واجب اور اس کا اعتبار رہے یا نہیں اور اگر ہے تو یہی ہمارا مدعا ہے۔ اور اگر نہیں تو پھر یہ حدیث بھی قرآن مجید نہیں۔ پھر اس کا بھی کچھ اعتبار نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہے اس سے کچھ ثابت ہی نہیں ہو سکتا پس اس سے استدلال باطل۔ اور یہ کہنا کہ یہ قرآن مجید کے منشا کے مطابق ہے۔ بالکل غلط ہے بلکہ یہ قرآن کے منشا کے مخالف ہے۔ پڑھو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ (پ ۳ ع ۶)

"اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک وقت معیّن تک دین کا معاملہ کرو تو اُسے لکھ لیا کرو"

بتائیے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاملہ دین کا لکھوانا ہوتا تو جائز ہوتا یا ناجائز۔ اور وہ حدیث ہوتی یا عین قرآن؟ اور پڑھیئے:۔

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ الآية (پ ۱۸ ع ۹)

"تمہارے غلاموں میں سے جو آزادی کے لیئے لکھت طلب کریں ان کو لکھ دو۔"

بتلایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتابت مکاتبت جائز ہوتی یا ناجائز اور وہ حدیث ہوتی یا عین قرآن! اور یہ کہنا بھی مفید نہیں کہ اگرچہ معترض اس کا قائل نہیں مگر فریق مخالف کا مسلمہ ہے اس لیئے کہ فریق مخالف نے اس کا دندان شکن جواب بھی دیدیا ہے۔ اور اول تو ایسی روایتہ کے لفظ "حدثوا عنی" سے حدیث کی روایت ثابت ہوتی ہے دوم اور ادلہ قطعیہ سے بھی ثابت کیا جا چکا ہے۔

ہاں معترض نے ص ۱۳ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کے حوالہ سے جو ترک حدیث کی روایتہ نقل کی ہے اس میں بھی دھوکہ دیا ہے کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے ہو اور اس میں اختلاف پیدا ہوتا ہے الخ۔ یہ ترجمہ غلط ہے۔ دیکھئے الفاظ روایتہ کے یہ ہیں:۔

انكم تحدثون عن رسول الله صلى الله عليه وسلم احاديث تختلفون فيها والناس بعدكم اشد اختلافا فلا تحدثوا الخ

یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف حدیثیں بیان کرتے ہو بجائے فائدہ کے نقصان وہ ہیں۔ ایسی مختلف حدیثیں مت بیان کرو اور جہاں روایات آپس میں مختلف ہوں وہاں صرف قرآن پیش کرو۔"

پس انہوں نے متناقص روایات بیان کرنیکو منع فرمایا نہ مطلق روایتہ کو۔ سو اس سے کسی کو انکار ہے اور یہ متناقص بھی تاریخ سے لاعلمی اور عدم فہم پر مبنی تھا نہ کہ نفس روایات ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کو محدثین کی اصطلاح غالباً معلوم نہیں یا دیدہ و دانستہ حق پرستی کی۔ اس روایتہ کو امام ذہبی نے من مراسیل ابن ابی ملیکۃ کر کے بیان کیا ہے بتا گئے ہیں کہ منقطع ہے لہذا صحیح نہیں۔ توجیہہ النظر الی اصول الاثر میں بھی اس روایتہ کو کہا ہے کہ منقطع ہے صحیح نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اسی کتاب میں اس سے پہلے ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ترکہ جدہ کے بارہ میں لوگوں سے حدیث نبوی سن کر فیصلہ کیا اور اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں کتب حدیث میں ان سے مروی ہیں جو بالاتصال ثابت ہیں اور آپ کی خلافت کے وقت بھی فیصلہ حدیث ہی سے ہوا تھا جو بالاجماع مسلم ہوا۔ پس اس کا خلاف سبیل المومنین اور قرآن کا خلاف ہے۔

اور معترض نے جو حضرت صدیق اکبرؓ کے مجموعہ احادیث کے جلانیکی روایتہ نقل کی ہے۔ تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس روایتہ کے آخر میں لکھا ہے ھذا لا یصح یعنی یہ صحیح نہیں ہے۔ غلط ہے پھر غلط سے استدلال بھی غلط اور باطل ہے۔ معترض نے حق پوشی کر کے دھوکہ کیوں دیا؟ قرآن مجید سے معترض نے صرف حق پوشی اور دھوکہ دہی کا سبق لیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابن کثیرؒ نے بھی اس روایتہ کے ابطال میں کہا ہے غریب جدا یعنی بالکل صحیح نہیں۔ اور یہ کہ اس کی سند میں علی بن صالح اور مفضل بن غسان دونوں مجہول ہیں۔ خلاصہ یہ کہ روایتہ بالکل صحیح نہیں جو راوی مجہول ہیں اور دلائل قطعیہ سابقہ کے بھی مخالف ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ خود اسی روایتہ میں ہے کہ انہوں نے صرف کسی شخص کی غلطی یا سہو و نسیان کے احتمال کے باعث احتیاطاً ان روایتوں کو تلف کیا نہ کہ اصل حدیث سے انکار تھا ورنہ خود کیوں جدہ کے ترکہ میں حدیث کی روایتہ سے فیصلہ کرتے اور خلافت کا بھی حدیث ہی سے آپ نے فیصلہ کیا جو آثر سے ثابت ہے معترض نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مولانا شبلی نے اس روایتہ پر کوئی تنقید نہیں کی۔

میں کہتا ہوں اب تو آپ کو خود تذکرۃ الحفاظ ہی سے تنقید مل گئی اور امام ابن کثیر کی تنقید علاوہ اس کے ہے جو کنز العمال وغیرہ میں ہے اور معترض نے حضرت عمرؓ سے جو روایتہ عدم روایتہ حدیث کی نقل کی ہے اس میں بھی سخت دھوکہ دہی اور حق پوشی کی ہے۔ جو عبارت اپنے مطلب

کے خلاف تھی اس کو حذف کر کے صرف اپنے مطلب کی نقل کر دی ہے جو شرعاً سخت جرم ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ کی آیت یاد دلا دی۔ سچ ہے سے

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ۔۔۔ صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

دیکھئے عبارت ذیل اصل کتاب تذکرہ میں تھی جس کو معترض نے حذف کر دیا۔

فلا تصدوھم بالاحادیث فتشغلوھم جردوا القرآن واقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلعم وانا شریککم الحدیث۔

یعنی حضرت عمرؓ نے فرمایا کثرت حدیث کی روایۃ سے لوگوں کو قرآن مجید سے غافل نہ کرنا اور قرآن مجید میں حدیث کی آمیزش نہ کرنا قرآن مجید کو علیحدہ رکھنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کم کرنا اور اس میں بھی تمہارا شریک ہوں "الخ۔

یہ عبارت جو مثبت حدیث نبوی کی تھی اور معترض کے مخالف۔ اس کو حذف کر کے اپنا مطلب جو باطل تھا وہ بنالیا۔ اور یہ کوئی تعجب نہیں باطل کی حمایت میں حق کو چھپایا ہی جاتا ہے۔ اس روایۃ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی غرض یہ تھی کہ کثرت روایات سے لوگ قرآن مجید کی تلاوت سے غافل نہ ہوں اور نیز یہ کہ قرآن مجید کے ساتھ حدیث کو مخلوط نہ کریں۔ الگ الگ رکھیں۔ جردوا القرآن کا صاف یہی مطلب ہے۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کم بیان کرنا۔ اس لئے کہ کثرت روایت میں غلطی کا احتمال ہے۔ اور فرمایا اس صورت میں بھی تمہارا شریک ہوں۔ کہئے یہ قول حضرت عمرؓ کا حدیث کا مثبت ہے یا نافی۔ ہاں احتیاط اور کمی کے ساتھ روایۃ کرنے کو فرمایا جس میں صحت راجح ہے جو بالکل صحیح ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ فرمانا کہ اگر میں اپنی طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کثرت سے حدیثیں بیان کرتا تو حضرت عمرؓ مجھے درّے سے مارتے۔ یہ بھی ان کا اپنا خیال اور قیاس ہے اور بس واقع میں ایسا نہیں ہوا۔ اور عبداللہ بن مسعود اور ابو الدرداءؓ وغیرہ کے قید کی روایۃ میں یہ کلام ہے کہ اوّل تو اس روایۃ کو توجیہ النظر الی اصول الاثر میں نقل کر کے کہا ہے یہ مرسل مشکوک ہے صحیح نہیں اس کا کذب ظاہر ہے۔ انتہیٰ ص۱۰۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے تو ہی عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ میں اور ابو الدرداءؓ کو شام میں معلم بنا کے بھیجا تھا اور ان لوگوں کو لکھ بھیجا کہ تم ان دونوں کی حدیث سے تجاوز نہ کرنا (ازالۃ الخفاء) وہ تو ان کے بڑے

مقرب تھے پھر قید چہ معنی۔ تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے کہ حارثہ بن مضرب کہتے ہیں ہمارے پاس حضرت عمرؓ کا خط آیا اس میں لکھا تھا میں نے عمار بن یاسرؓ کو تمہارا امیر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو وزیر اور معلم بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دونوں رسول اللہ کے برگزیدہ اصحاب سے ہیں ان کی سننا اور پیروی کرنا۔ ایک روایۃ میں ہے کہ میں نے اپنے نفس پر ترجیح دیکر تمہارے پاس عبداللہ بن مسعودؓ کو بھیجا ہے۔ انتہٰی۔ بھلا ایسے شخص کو وہ قید کرتے ہرگز نہیں اور اگر بالفرض اسے تسلیم بھی کیا جائے تو لفظ "حبس" کا معنی اگرچہ لغت میں قید کا بھی آتا ہے مگر یہاں یہ معنی مراد نہیں۔ بلکہ یہاں حبس بمعنی روک تھام ہے جیسے کہ آیۃ تحبسونھما من بعد الصلوٰۃ فیقسمان باللہ الآیۃ (پ ۷ ۳۶) اور جیسے کہ آیۃ ولئن اخرنا عنھم العذاب الیٰ امۃ معدودۃ لیقولن ما یحبسہ الآیۃ (پ ۱۲ ۱۶) میں۔ یہاں کثرت روایۃ سے بندش کے معنی ہیں نہ مطلق روایۃ کرنے سے منع کرنے کے۔ اور جیلخانہ میں ڈال کر ان کو عذاب کرتے کلّا وحاشا۔ اس لئے کہ ان سے تو پیشتر تذکرہ کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ کہا لوگو اتم روایۃ کم بیان کرنا اس میں بھی تمہارا شریک ہوں۔ دوم خود بھی ان سے کتب صحاح وغیرہ میں پانچ سو سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ بعض مشہور بعض متواتر ان کی ساٹھ حدیثیں تو صرف صحیح بخاری میں ہیں۔ (مقدمہ فتح الباری صفحہ ۵۶۱) اور مولانا شبلی نے الفاروق صفحہ ۲۴ میں بحوالہ کتاب الآثار امام محمدؒ حضرت عمرؓ زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کا باہم مسائل میں استفادہ نقل کیا ہے یہ بھی معترض کی روایۃ کی تردید ہے۔ سوم ابن عبدالبر کی روایۃ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی اور اسی طرح روایۃ کی تو وہ سلامت رہا۔ انتہٰی۔ پس واضح ہو گیا کہ اس سے ان کی غرض تحقیق اور تثبیت روایۃ تھا نہ ترک روایۃ وہ حدیث نبوی میں کذب کی وعید سے بہت خائف تھے اور فرماتے تھے۔ اخاف ان ازید حرفا اوانقص حرفا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کذب پر وعید فرمائی ہے (مسند امام احمد وغیرہ) ورنہ ویسے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے قیدوا العلم بالکتاب یعنی علم (کتاب وسنت) کو لکھ کر مقید کر دو۔ (مستدرک حاکم و سنن دارمی)

اور معترض نے جو صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے کہ امام زہری کو ضبط احادیث بعد کو ناگوار گذرا۔ میں کہتا ہوں یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ اول تو خود معترض نے اسی صفحہ سطر ۹ میں لکھا ہے کہ ان تصانیف

کا مسالہ وہ روایات تھیں جو مسلمانوں میں عام طور پر مشہور چلی آتی تھیں۔ دوم یہ کہ امام زہریؒ نے اخیر وقت تک احادیث لکھیں اور روایۃ کیں جو کتب حدیث میں جم غفیر کا ان سے روایۃ کرنا ثابت ہے پس اس سے معترض کے تمام ادلہ باطلہ ہباءً منثورا ہو گئے۔ فللہ الحمد۔

اور یہ بھی بالکل باطل ہے کہ ترک روایۃ قرآن کے مطابق ہے۔ کلاّ وحاشا۔ ترکِ روایۃ قرآن کے بالکل مخالف ہے چنانچہ پیشتر گزر چکا ہے۔ اور یہ بھی بڑا دل فریب مغالطہ ہے۔ کہ خلفاء راشدین نے حدیث کا کوئی مجموعہ نہ بنایا' اس لئے کہ تواتر سے ثابت ہے کہ خلفاء راشدین وغیرہ نے احادیث نبویۃ سے فیصلے کئے۔ عبادات، معاملات، مغازی وغیرہ میں مکتوبات و فرامین و احادیث نبویۃ پر عمل کیا اور خود بھی احادیث نبویۃ روایۃ کیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تفسیر بھی روایۃ کی اور خود ان سے احادیث کے نوشتے بھی بعض کتبخانوں میں موجود ہیں (توجیہ النظر الیٰ اصول الاثر) اور اس کا انکار بداہۃ کا انکار اور مکابرہ ہے۔ فرامین مکتوبات وغیرہ کا کچھ تو معترض نے خود بھی اقرار کیا ہے جس سے اس کی سب کل کی تفتیش خود اسی کی تحریر سے ثابت ہو گئی جس سے اس کا استدلال باطل ہو گیا۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

اور یہ کیا ضرور ہے کہ جو امر ضروری ہو وہ نوشتہ ہی ہو۔ کیا زبانی روایۃ تواتر یا شہرۃ سے یا تعامل امت کافی نہیں؟ ضرور کافی ہے؟ اسوۂ رسولؐ کو خود معترض بھی مانتا ہے۔ پھر کیا اس کے لئے بھی کتابت کا مجموعہ ضروری ہے یا نہ؟ اور احادیث کی کتابت و ضبط تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرامین و احکام و عقول و دیات و نصاب زکوٰۃ مکتوبات و معاہدات صلح حدیبیہ وغیرہ بذات خود لکھوائے اور ان پر خلفاء راشدین وغیرہ صحابہ نے عمل کیا جو تواتر سے ثابت ہے اور وہ نوشتے اب تک کتب حدیث میں بصحت تام موجود ہیں۔ پھر ایسے بدیہی امر کا انکار کج بحثی ہٹ دھرمی، انصاف کشی، شخصیت پرستی، بلکہ نفس پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟ منکر معترض کو احادیث نبویہ کے جزو دین ہونے سے انکار اور اس پر سخت اصرار ہے اور حدیث پر عمل کرنے کو کبھی تو وہ رواۃ کی شخصیت پرستی بتاتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ اگر وہ جزو دین ہوتیں تو اللہ اور اس کا رسول اس کی ذمہ داری لیتے۔ یا خلفاء راشدین وغیرہ اس کا مجموعہ چھوڑتے جب کہ ان میں سے کچھ بھی نہیں تو حدیث جزو دین بھی نہیں۔

میں کہتا ہوں اس کے جواب کا کچھ حصہ تو گزر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ کچھ اب بیان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ شخصیت پرستی جب ہوتی کہ ان لوگوں کی ایجاد کو حجیہ و واجب العمل بتایا جاتا یہ تو انہوں نے حدیث رسول کی تبلیغ کی ہے جس پر عمل کرنا فرض ہے جیسے کہ انہوں نے قرآن کی تبلیغ کی۔ اگر یہ شخصیت پرستی ہے تو پھر ان کی یا اور کسی کی قرآن کی تبلیغ بھی شخصیت پرستی ہوگی اور یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ رواۃ کی خبر و شاہد کی شہادت کو قبول کریگا تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے واستشهدوا شهيدين من رجالكم الآية (پ ۳ ع ۶) اگر یہ شخصیت پرستی ہوگی تو دین و دنیا دونوں کے احکام باطل ہو جائینگے۔ رواۃ کی خبر یا شاہد کی شہادت پر عمل کرنا تو قرآن مجید اور بداہۃ عقل کے مطابق اور سبیل المومنین ہے جس سے کوئی ذی عقل و فہم سلیم انکار نہیں کرسکتا اس کو شخصیت پرستی کہنا بالکل باطل ہے۔ تعجب ہے کہ معترض تاریخ کی روایتوں کو بلا تنقید مانتا ہے جن میں اکثر اخبار احاد بلکہ فساق فجار وغیرہ کی روائتیں بھی ہیں ایسی شخصیت پرستی کو وہ صحیح جانتا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ جزو دین نہیں۔ گویا دین میں شخصیت پرستی کو برا جانتا ہے اور یہود بنی کی شخصیت پرستی کا عامل ہے۔ ؎

برین عقل و دانش بباید گریست!

اور یہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے بھی ایک طرح سے حفاظت حدیث یا شریعت محمدیہ کا ذمہ لیا ہے اور وہ واقعات سے پورا بھی ہو رہا ہے۔ ملاحظہ ہو مضمون سابق اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ نفس حدیث کی روایۃ بلکہ کتابت الفاظ بھی زمانہ نبوی ہی میں شروع ہو گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود فرامین مراسلات مکتوبات معقول و دیات احکام وغیرہ لکھوائے۔ پھر اس طرح خلفاء راشدین اس پر عمل پیرا ہوئے۔ اور یہ کہ وہ نوشتے اب تک بعض کتبخانوں میں موجود ہیں (توجیہ النظر) فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے زمانہ میں وہ نوشتے مثل قرآن مجید متفرق اجزاء میں غیر مرتب تھے بعد میں زمانہ تابعین میں باقاعدہ جوامع و سنن وغیرہ کی صورت میں مدون و مرتب ہوئے اور درس و تدریس کا سلسلہ مدارس میں شروع ہوا جس کو معترض اپنی غلط فہمی سے امر جدید خیال کرتا ہوا طرح طرح کی چہ میگوئیاں اور شر انگیزیاں کر رہا ہے۔

یہ ظلم آرائیاں کب تک یہ شر انگیزیاں کب تک

تعجب ہے کہ معترض صد ۳۳ میں لکھتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز و امام زہری رح کے بعد جب

لوگوں کو قرونِ اولیٰ کے احوال لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس دور میں کتب سیرت کی تصنیف کی ابتدا ہوئی۔ ان تصانیف کا مسالہ وہ روایات تھیں جو مسلمانوں میں عام طور پر مشہور چلی آتی تھیں یہ باتیں اس تمام عہد کو محیط تھیں بعض حضرات نے اس وسیع موضوع کو سمیٹا اور صرف انہیں باتوں کو اکٹھا کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ ان باتوں کے مجموعے کا نام کتب احادیث ہے۔ اور ص۳۳ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حسب ذیل تحریری سرمایہ موجود تھا مردم شماری کا رجسٹر۔ حضور کے مکتوبات گرامی سلاطین و امراء کے نام تحریری احکام و فرامین و معاہدات اور کچھ احادیث جو خود بعض صحابہ نے قلمبند کیں۔ الخ۔

تعجب اس پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضبط احادیث کے سلسلہ کو بھی تسلیم کرتا ہے اور صحابہؓ سے حدیث کے لکھنے کو بھی مانتا ہے۔ اور پھر یہ بھی کہتا ہے یہ سلسلہ کتب حدیث ان روایتوں کا مجموعہ ہے جو مسلمانوں میں عام طور پر مشہور چلی آتی تھیں ص۳۳ ص۳۴۔ اور آخر میں اپنا وہم پھیلا کے ان کے جزو دین ہونے سے انکار بھی کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب ان نوشتوں اور مشہور روایات کو باقاعدہ جرح و تعدیل کے قوانین سے تنقید کر کے مدوّن کر لیا گیا تو پھر ان کی صحت اور جزو دین ہونے میں کیا کلام ہے! کچھ بھی نہیں! صرف معترض کی سمجھ کا پھیر ہے۔ اور سنئے! معترض نے ایک اور طرح سے وہم پھیلایا ہے۔ ص۳۴ میں لکھا ہے۔ پھر ایک دوسری صورت یہ بھی تھی کہ جس طرح قرآن مجید محفوظ کیا گیا اگر لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو یاد کر لیتے اور وہی الفاظ سینہ بسینہ منتقل ہوتے رہتے تاآں کہ وہ کتابی شکل میں لکھ لئے جاتے تو یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ کتب احادیث کا مجموعہ ایک یقینی چیز ہے لیکن یہ بات بھی نہیں ہوئی الخ۔

دیکھئے یہ بدحواسی یا وہم نہیں تو اور کیا ہے کہ پہلے تو لکھ چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام فرامین و معاہدات وغیرہ ضبط کرائے۔ اور صحابہ نے بھی احادیث قلم بند کیں۔ پھر یہ بھی لکھتا ہے کہ تابعین نے کتب احادیث مدوّن کیں۔ پھر یہ بھی لکھتا ہے کہ وہ روایات عام طور پر مشہور تھیں۔ اور نیز ظاہر ہے کہ وہ کتب حدیث صحیح بخاری وغیرہ اب تک بصحت تمام موجود ہیں پھر یہ کہنا کہ لیکن یہ بات بھی نہیں۔ آپ ہی بتائیے اسے کیا کہا جائے کیا یہ بدحواسی اور تناقض نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ باطل کی حمایت کا نتیجہ ہے۔ اور سنئے ص۳۶ میں معترض نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضؓ

کے تذکرہ میں مذکور ہے کہ جب وہ قال رسول اللہ کہتے تھے تو کانپ اٹھتے تھے اور کہتے تھے اس طرح یا اس کے مثل یا اس کے قریب (مسند داری) حضرت عمرؓ اسی خوف سے حدیث بیان نہیں کیا کرتے تھے کہ کہیں مجھ سے حدیث کی روایت کرتے میں کمی بیشی نہ ہو جائے الخ۔ دیکھئے معترض کا خبط یا چالاکی و قطع و برید کہ اس روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ روایت حدیث کے وقت یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتے من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار انتہی (مسند امام احمد وغیرہ کتب احادیث) اس کو معترض نے حذف کر دیا جس میں حدیث کا ثبوت تھا۔ نیز اس نقل سے تو صحابہ کے الفاظ نبویہ کے ضبط کرنے کی طرف توجہ تام ثابت ہوتی ہے کہ جس میں ان کو ذرا بھی شبہ ہوتا وہاں اوکما قال کہدیتے اور جہاں یقین ہوتا وہاں بلا کھٹکا الفاظ نبویہ بیان کرتے۔ پھر اسی طرح آگے تابعین وغیرہ کا سلسلہ چلا۔ لہذا یہ اثبات حدیث کی دلیل ہے نہ نفی کی۔ مگر معترض نے اس کو عدم اثبات میں پیش کیا اور کتب حدیث کے عیوب میں اس کو لایا۔ ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

اور سنئے! معترض نے ائمہ محدثین پر یہ بہتان لگایا ہے کہ انہوں نے اپنے سے سینکڑوں برس پہلے کے انسانوں کی ثقاہت کے متعلق فیصلے کئے ص ۲۵ ح ۳۔ یعنی جرح و تعدیل کی۔ میں کہتا ہوں یہ ان پر صریح بہتان ہے اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ صحیح سند سے اور سماع و تحقیق سے۔ پہلوں کی جرح و تعدیل نقل کی یا اپنے بچشم دید مشاہدہ و معائنہ کی بنا پر حکم لگایا ہے۔ نہ کہ اٹکل پچو۔ معاذ اللہ۔ اور معترض کا یہ بھی مغالطہ ہے کہ رواۃ نے ثقاہت کا سکہ جما کر لاکھوں حدیثیں وضع کیں بعض کا پردہ چاک ہوا۔ ہزاروں نیک نیتی سے حدیثیں وضع کرتے لہذا ان کا کیا اعتبار پھر کتب سابقہ سے تشبیہ دی ہے۔

میں کہتا ہوں ائمہ محدثین نے ایسے لوگوں کی ایک ایک روایۃ کی تنقید کی ہے اور ان کو الگ کر دیا ہے اور مختلف اسانید سے ان کو پرکھا ہے اور معانی کے لحاظ سے بھی جانچا ہے متکلم کی شان اور عادت اور دیگر ادلہ صحیحہ سے تطبیق دی ہے۔ الغرض عقل و نقل کی کسوٹی سے ان کو روایت کیا ہے جو بالکل قرآن مجید کے حکم کے مطابق ہے مضمون سابق ملاحظہ ہو اور کتب سابقہ یا توراۃ وغیرہ کی مثال بھی دھوکہ دہی سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ ان کے بارہ میں تو قرآن و حدیث دونوں ناطق

ہیں کہ وہ محرف ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتے اور ائمہ جرح اور تعدیل کی تنقید و روایت یا شہادت پر عمل کرتا تو قرآن مجید اور عقل دونوں کے مطابق ہے اب یہ کج بحثی کرنا کہ یہ ان کو بشریت کی سطح سے اوپرے جاتا ہے بالکل دھوکہ ہی ہے اس لئے کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ روایۃ کے درجات ہیں۔ تواتر۔ شہرۃ۔ خبر واحد اور ہر ایک اپنے اپنے محل پر ہے اور قابل عمل ہے۔ اور پھر جب قرآن مجید سے ایک امر ثابت ہو چکا تو اب اس میں تردد کرنا اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے اور کچھ نہیں۔

۵۹۷۰۰۰
معترض کا ایک اور دل فریب مغالطہ سنئے۔ لکھتا ہے کہ امام بخاری رحتے جو پانچ لاکھ ستانوے ہزار روایۃ کو ناقابل اعتبار قرار دیا اور بقایا تین ہزار کے قریب اپنی کتاب میں درج کر لیں ان کے پاس کون سی سند تھی کہ ان تین ہزار میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ پھر اس کو شخصیت پرستی بتایا ہے۔ میں کہتا ہوں معترض نے اول تو تعداد حدیث ہی میں غلطی کی ہے۔ اس لئے کہ صحیح بخاری کی احادیث مسندہ سات ہزار دو سو پچھتر ہیں اور مسندہ و معلقہ و مکررہ ملکر نو ہزار دو سو اسی ہیں۔ (۷۲۷۵ / ۹۲۸۰)

اب ہمارے جواب سنئے! امام بخاریؒ کے پاس صحیح کو لینے اور غیر صحیح کو ترک کرنے کی سند یا کسوٹی بحکم قرآن مجید وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ الآیۃ فَإِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا الآیۃ وبحکم عقل و دانش و اجماع امت قواعد جرح و تعدیل تنقید و تحقیق تھی جس سے کسی صاحب عقل کامل و فہم سلیم کو انکار کی گنجائش نہیں ورنہ بتلائیے معترض کو کیا حق ہے کہ متقدمین کی صد ہا سالہ تحقیق پر صد ہا سال کے بعد اب نکتہ چینی کرے۔ یہی نہ کہ عقل و نقل کے قواعد سے حکم لگایا جاتا ہے۔ پس جیسے معترض نے تنقید کی گو اس کی تنقید بھی غلط اور بیقاعدہ ہے مگر کی تو سہی۔

بس اسی طرح امام صاحب و دیگر ائمہ نے تنقید کی جو بالکل صحیح اور با قاعدہ کی گئی اس میں کیا اعتراض ہے کچھ بھی نہیں۔ صرف معترض کی سمجھ کا پھیر ہے کہ قرآن مجید کے مطابق عمل کرنے کو شخصیت پرستی ہے قرآن مجید کے معانی بھی جو ان کے بتلائے ہوئے ہوں ان کو تسلیم کرتا اور جو سلف و خلف سے متواتر و مشہور ہیں ان کو ترک کرنا یہ بھی اول درجے کی شخصیت پرستی ہے۔

مگر منکروں پر کشادہ ہیں راہیں ❊ پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں۔

ایسی کجروی کو سادہ لوح ان زبانہ آمنا کہتے کو تیار اور سیدھے راستہ سے انکار۔ سچ ہے!

وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا (پ ۹)

منکر معترض کا ایک اور بہتان عظیم ملاحظہ فرمایئے ص ۳۸ میں لکھا ہے امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو بنا بر اختلاف عقیدہ کمی بیشی ایمان ثقہ نہیں قرار دیا اور چونکہ وہ کوفہ کے تھے لہذا سب کوفہ والوں کو غیر معتبر بتایا اور چونکہ کوفہ عراق میں تھا۔ لہذا سارا عراق اسی زمرہ میں آ گئے لہذا ان کی سَو حدیثوں میں سے ۹۹ چھوڑ دو اور جو ایک تو وہ بھی مشتبہ۔

اللہ اللہ لوگوں کو بہکانے اور بدگمان کرنے کے لئے کتنا بڑا بہتان تراشا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے امام بخاری رحمۃ نے الیسا ہرگز نہیں کیا صرف اوروں کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کان مرجیاً سکتوا عن رائہ و حدیثہ کہ لوگ بوجہ ان کے ارجاد کے ان کی حدیث سے ساکت رہے۔ ثقہ نہ قرار دینا اور امر ہے اور سکوت عن الحدیث اور۔ اور امام نسائی وغیرہ نے وجہ سکوت عن الحدیث کی سوء حفظ بتائی ہے۔ سو ہو سکتا ہے کہ توثیق باعتبار صدق و دیانت کے ہو اور سکوت عن الحدیث باعتبار سوء حفظ کے۔ پس امام بخاریؒ کی طرف امام اعظم رحمۃ کے غیر ثقہ ہونے کی نسبت بالکل بہتان ہے اور آگے کوفہ والوں اور عراق والوں کا تو اس سے بھی بڑھ کر بہتان ہے کہ جس کا سر ہے نہ پاؤں۔ اور اس بہتان کی تردید کے لئے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ صحیح بخاری میں سینکڑوں راوی کوفی اور عراقی ہیں۔ سفیان ثوری۔ سفیان بن عیینہ ابراہیم نخعی۔ ابراہیم تیمی وغیرہ رواۃ بخاری سب کوفی ہیں۔ معترض کا ایک اور اعتراض سنئے ص ۳۹ میں لکھا ہے کہ فرقی عقیدہ کے اختلاف کی بناپر امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم نے خود امام بخاریؒ کی ثقاہت پر اعتراض کیا اور ان سے روایت ترک کردی ہے امام مسلم امام بخاری کو مختل الحدیث جھوٹ موٹ بنا ہوا اقرار دیتے ہیں۔

یا اللہ! کہیں آسمان سے پتھر نہ برسیں۔ یہ ان بزرگوں پر کتنا بڑا بہتان ہے نہ معلوم معترض نے کتب رجال کو پڑھا نہیں یا سمجھا نہیں یا دیدہ دانستہ دھوکہ دینے کو اور خلق خدا کے گمراہ کرنے کو یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ کا طریق اختیار کر رکھا ہے۔ اب سنئے جواب امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم نے امام بخاری کے ثقہ ہونے پر کبھی اعتراض نہیں کیا یہ معترض کی اصطلاحات محدثین سے بیخبری کا نتیجہ ہے کہ دن کو رات بتاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری جب نیشاپور گئے تو آپ کی بڑی عزت ہوئی اور اساتذہ کے طلبہ سب آپ کے پاس آنے لگے۔ بعض اساتذہ کو یہ امر ناگوار ہوا ایک حاسد

نے آپ سے آکر مسئلہ پوچھا کہ آپ خلق قرآن کے بارہ میں کیا کہتے ہیں آپ نے کہا غیر مخلوق ہے مگر ہماری آوازیں غیر مخلوق نہیں۔ اس کم بحث نے مشہور کر دیا کہ امام صاحب خلق قرآن کے قائل ہیں۔ اس پر امام ذہلی کو اپنے طلبہ کو روکنے کا موقعہ مل گیا۔ انہوں نے طلبہ کو روکا تو امام ابو حاتم اور امام ابو زرعہ بھی قبل اس کے امام صاحب سے خود آکر تحقیق کرتے دور سے سن کر بیٹھ رہے بعد کو جب امام صاحب کو خبر ہوئی تو انہوں نے اس کی تردید بھی کر دی معاملہ صاف ہو گیا۔ مگر دشمن کو بہکانے کا موقعہ مل گیا۔ اس زمانہ میں لوگ مذہب کے بڑے پابند تھے وہ [illegible] مذہب کوئی بات نہیں سننا چاہتے تھے۔ امام ابو زرعہ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی گانا بجاتا ہوتا تو کانوں میں انگلیاں ڈال کر بند کر لیتے۔ امام صاحب کے ثقہ ہونے پر انہوں نے اعتراض قطعاً نہیں کیا۔ صرف پڑھنے سے رُک گئے ویسے امام صاحب کے علم و فضل و ثقہ ہونے کے قائل تھے۔ اس لئے کہ جب امام ابو زرعہ سے کسی راوی کا حال دریافت کیا گیا تو انہوں نے امام بخاری کا حوالہ دیا کہ انہوں نے ایسا لکھا ہے (تہذیب التہذیب) بس اسی پر کفایت کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک امام بخاری ثقہ اور جرح و تعدیل کے امام تھے۔ ورنہ غیر ثقہ کی جرح و تعدیل کا کیا اعتبار۔ اور امام ابو حاتم نے تو امام بخاری کو دین کا عالم اور احفظ بتایا ہے اس سے بڑھ کر اور تعدیل کیا ہوگی اور کیا عجب کہ معترض کو یا جس سے معترض نے نقل کیا ہے کہیں دھوکہ ہو گیا ہو کیونکہ محمد بن اسماعیل بخاری ایک اور شخص بھی رواۃ میں گزرا ہے جو پانچویں صدی میں امام صاحب کے بعد ہوا ہے گویا کچھ اوپر تین سو سال امام صاحب کے بعد پیدا ہوا وہ البتہ ثقہ نہیں۔ غالباً لوگوں کو اس کا شبہ ہوا ہے ورنہ امام بخاری تو امام الدنیا فی الحدیث مسلم الکل تھے۔ اَلَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝

اب امام مسلم کی بابت سنئے کہ معترض نے جو کچھ ان کی نسبت لکھا بالکل جھوٹ ہے بھلا ثابت تو کریں حوالہ تو بتائیں کہ کس کتاب میں ایسا لکھا ہے۔ دشمنانِ دین سے سنی سنائی ز ٹلیات نقل کر دیں۔ کہیں نہیں لکھا ہے کہ امام مسلم نے امام بخاری کو جھوٹ موٹ حدیث بنایا ہوا لا کہا ہے۔ کلا وحاشا۔ ہرگز نہیں وہ تو ان کے شاگرد رشید ہیں اور ان کی اتنی تعریف کی ہے کہ اور کوئی کیا کرے گا وہ تو امام صاحب کو استاد الاساتذین اور سید المحدثین اور طبیب الحدیث فی علله کہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ علم دین میں آپ کی مثل دنیا میں کوئی نہیں۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاؤں چوم لوں اور کہتے کہ وہ حاسد ہے جو آپ سے بغض رکھے۔ بتائیے وہ جھوٹ موٹ حدیث بنایا ہوا لے تھے یا منکر معترض حاسد باغض کہ صریح

جھوٹ لکھہ مارا۔ توبہ توبہ۔ اور بعض محدثین نے تو امام صاحب میں کلام کرنیوالے پر ہزار لعنت کی ہے۔
پر سچ ہے۔ ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

ہاں ایک تو منکر معترض نے جھوٹ موٹ بہتان تراش کو لکھہ مارا۔ دوسرا المختل الحدیث کا معنی بھی غلط کیا اس کا معنی ضعیف الحدیث ہے نہ کہ جھوٹے موٹے۔ بتایئے الاان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے مگر اس کو تو اعتراض کرنا تھا۔ حق وناحق جھوٹ پر سچ سے غرض نہیں۔ قرآن مجید میں افترا کرنیوالوں کی جو تعریف کی گئی ہے شائد وہ معترض کو یاد نہیں یا پرواہ نہیں۔

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ۔   جھوٹ افترا وہی کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔ اور وہی لوگ اصل کاذب ہیں ؎

(پ ۱۴ ع ۱۹)

یہاں معترض نے ایک اور نہایت دل فریب مغالطہ دیا ہے کہ سُنی شیعہ کے اپنے اپنے راوی ہیں اور ہر ایک کے نزدیک اپنے اپنے ثقہ ہیں اور پھر متناقض بھی لہذا بے اعتبار۔ اور اپنے ہی اہم مسلک کا اعتبار تو پارٹی بازی ہوئی انصاف نہ ہوا۔ ؎

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر   اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

کہوں جناب معترض صاحب! کوئی یوں کہے کہ آپ اور شیعہ دونوں اپنے اپنے خیال کے لوگوں کو ثقہ جانتے ہیں اور دونوں کا قرآن مجید میں اختلاف ہے آپ قرآن مجید کو کامل مکمل جانتے ہیں اور شیعہ اس میں کمی بیشی اور تحریف کے قائل ہیں پھر کسی کا اعتبار کیا جائے۔ دونوں متناقض کیا دونوں فریق غلطی پر ہیں! فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے جو جواب آپ کا ہوگا۔ ایسے ہی آپ قرآن کے ماننے والے اور دیگر غیر مسلم اقوام اہل کتاب آریہ وغیرہ کو قیاس فرمایئے۔

اب اور طرح سے سنئے! آپ لوگ جو کہ حدیث کو نہیں مانتے یا جزو دین قرار نہیں دیتے آپس میں معانی قرآن مجید میں سخت مختلف ہیں اور ہر ایک کی دلیل صرف قرآن مجید ہے نمازوں کی تعداد اور اذکار وہیئات نماز احکام طہارت نکاح طلاق حج کی تفصیل زکوٰۃ کے احکام کی تفصیل، نصاب اجناس مال زکوٰۃ۔ روزں کی تعداد و کیفیت، و فیصلجات معاملات وغیرہ وغیرہ میں آپ لوگوں میں اختلاف

ہر آدرسب ثقہ ہیں اور پھر ایک دوسرے کے مخالف اور اختلاف ہے بھی کس میں قرآن مجید میں۔ کسی کو صحیح کہیں کسی کو غلط۔ اور اگر آپ اپنے ہی ہم عقیدہ اور خیال کے لوگوں کی تفسیر و معانی کو صحیح بتائیں اور انہیں کی بات کا اعتبار کریں تو پھر یہ دین نہ ہوا یہ تو پارٹی بازی ہوئی انصاف نہ ہوا۔ اب آیا خیال شریف میں! جواب اپنی طرف سے آپ اس کا دینگے اسی قسم سے ہمارا سمجھ لیجئے۔ معترض کا ایک اور مغالطہ ملاحظہ ہو کہ جامعین حدیث جن رواۃ کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں پھر انہیں کی روایات اپنے مجموعوں میں درج کر دیتے ہیں ؎

ہر آں کارے کہ بے استاذ باشد ⁂ یقین میداں کہ بے بنیاد باشد

منکرانِ حدیث چونکہ باقاعدہ فن حدیث کو استاذ فن سے نہیں پڑھتے غیروں کے تراجم و اعتراضات کا مطالعہ کرکے شر انگیزیاں کرتے ہیں۔ اس لئے متکلم کے کلام کو بگاڑ بگاڑ کر لوگوں کو بہکاتے ہیں غلط معنی بیان کرکر بہتان تراش کر محدثین کو بدنام کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ سنئے قواعد جرح و تعدیل کے درجات ہیں ایسے ہی نقاد کے درجات ہیں پھر رواۃ کی روایۃ درج کرنیکے بھی درجات اور اصطلاحات ہیں ہر مقام میں ہر راوی کی روایۃ کا ایک ہی درجہ نہیں بلکہ ہر ایک کی روایۃ کا اعتبار بھی لازم نہیں۔ اس کے اغراض مختلف ہیں جن کے بیان کی گنجائش نہیں۔ اول تو جس ناقد نے کسی کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا وہ اس کی روایۃ کو نہیں لایا۔ کوئی دوسرا لایا ہوگا۔ اور اگر کہیں وہ بھی لایا ہے تو اس کی روایۃ کی حجیت کے اعتبار سے نہیں لایا بلکہ دوسری غرض شواہد و اعتبار و تردید وغیرہ کی غرض سے لایا ہے نہ کہ حجیت کی غرض سے پس آپ کا اعتراض باطل ہوگیا۔

منکر کا ایک اور مغالطہ ملاحظہ ہو وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام بعض بحیثیت رسالت تھے اور بعض بحیثیت ذات پھر کیسے معلوم ہو کہ حضور کے فلاں فلاں کام ذاتی ہیں اور فلاں غیر ذاتی پھر ان کو جزو دین قرار دینا کس قدر زیادتی ہے۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ یہ لوگ حدیث کو باقاعدہ استاذ حدیث سے نہیں پڑھتے اس لئے ٹھوکر کھاتے ہیں۔

اے جناب! حدیث کے جاننے والے سب جانتے ہیں کہ فلاں فلاں امر حضور کا بحیثیت ذات ہے اور فلاں فلاں بحیثیت رسالت۔ اگر آپ نے کوئی مثال پیش کی ہوتی تو میں جواب دیتا۔ اب کیا دول جاننے والے جانتے ہیں۔ آپ اگر نہ جانیں تو قصور کس کا! ایک اور مغالطہ معترض منکر کا ملاحظہ ہو۔ دفع دخل کے طور پر حدیث اور تاریخ میں فرق بتاتا ہے کہ تاریخ کو میرا دل چاہے مانوں

چاہے نہ مانوں مگر حدیث چونکہ جزو دین ہے اس میں انکار سے ایمان زائل ہوتا ہے لہٰذا دونوں میں فرق ہے۔

میں کہتا ہوں اس کا جواب پہلے بھی ہو چکا ہے۔ اب پھر اتنا کہتا ہوں کہ مثلاً شاہان وہی بابر بادشاہ اکبر بادشاہ جہانگیر بادشاہ شاہ جہاں وغیرہ گذرے ہیں اور ان کی یادگاریں اور کارنامے بھی ہیں۔ کیا معترض اخبار میں شائع کر سکتا ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے کوئی بھی نہیں گزرا محض افسانے اور ناول ہیں معترض ہرگز یہ نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ بعض امور کے انکار کی گنجائش ہی نہیں آدمی انکار کر ہی نہیں سکتا ورنہ زمانہ اس کا منہ توڑ دیگا۔ ایسے ہی بعض امور کے اثبات کے درجات ہیں کہ بعد ثبوت قطعی انکار کی گنجائش نہیں۔

ایک اور مغالطہ منکر معترض کا ملاحظہ ہو۔ صحیح بخاری کی حدیثوں کو غیر معتبر بنانے کے لئے حضرت ابراہیمؑ کے بارہ میں حدیث پیش کی ہے کہ آپ نے تین جھوٹ بولے۔ منکر بانعض نے صحیح بخاری کی حدیث کا ذکر کر کے تو اعتراض کیا مگر قرآن مجید کی آیتوں کا ذکر نہ کیا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کفار کے بتوں کو توڑنے کا بیان ہے کہ جب وہ لوگ اپنے میلہ کو جانے لگے اور حضرت ابراہیمؑ کو بھی جانے کے لئے کہا تو انہوں نے ستاروں میں نظر کر کے کہا کہ میں بیمار ہوں یا ابھی بیمار ہونیوالا ہوں تو وہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے پیچھے ان کے بت توڑ ڈالے۔ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۝ إلى قوله فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ (پ ۲۳ رکوع ۶) پھر جب انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے دریافت کیا کہ ہمارے بت کس نے توڑے تو آپ نے فرمایا بڑے بت نے قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ الآية (پ ۱۷ ع ۴) لیجئے دو جھوٹوں کا ذکر تو قرآن مجید ہی میں آ گیا باوجودیکہ بیمار نہ تھے۔ مگر تاروں میں نظر کر کے کفار پر بیماری ظاہر کی اگر فی الواقع بیمار ہوتے تو تاروں میں دیکھ کر کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور آپ نے بت توڑ کر بڑے بت کا نام لے دیا۔ پھر جو توجیہ یا تاویل وہ قرآن مجید کی کریگا اسی قسم سے حدیث کی سمجھ لیجئے گا۔ اور سنئے:۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا	پھر جب ابراہیمؑ پر رات چھا گئی تو ایک تارے
قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ	کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ غائب ہو گیا
لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى	تو کہا میں غائب ہونیوالوں کو دوست نہیں رکھتا

لْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا
فَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ
لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الضَّالِّيْنَ ۰ فَلَمَّا
رَاَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا
رَبِّيْ هٰذَا اَكْبَرُ الآیۃ

(پ ۷ ع ۱۴)

پھر جب چاند کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ غائب ہو گیا تو کہا اگر میرا رب مجھ کو ہدایت نہ کرے گا تو میں البتہ گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تارے سورج، چاند کو خدا کہا۔ یہاں پر بتایئے تارے سورج چاند کو خدا کہنا سچ ہے یا جھوٹ۔ معترض بری طرح پھنسا اگر اس کو جھوٹ کہتا ہے تو جھوٹ ثابت ہوتا ہے اور اگر اس کو سچ کہتا ہے تو جھوٹ بھی ہے اور مشرک بھی بنتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ یہ جھوٹ بھی حقیقی ہے یہ امر دیگر ہے کہ پیچھے انہوں نے اس کی تردید کر دی۔ گفتگو تو اس میں ہے کہ ان کی زبان سے ایسا کلمہ نکلا جو سچ نہ تھا مگر تاہم ان پر اس کا کوئی مؤاخذہ نہیں۔ یہ لیجئے معترض حدیث کے ماننے والوں کو تین جھوٹوں کا الزام دے رہا ہے خود اسی پر پانچ ثابت ہو گئے۔ اُلٹے لینے کے دینے پڑ گئے۔ پھر جو تاویل یا توجیہہ پانچ کی کرے اسی قسم سے ہماری توجیہہ سمجھ لیجئے گا۔ بلکہ حدیث میں جن جھوٹوں کا ذکر ہے وہ حقیقی نہیں مجازی ہیں۔ یعنی ذو معنی کلام ہے توریہ ہے اور قرآن مجید والے حقیقی ہیں اور ہم تو اس سے زائد بھی بتلائے دیتے ہیں کہ حدیث کی توجیہہ یہ ہے کہ ان مقامات میں صورت کذب کی ہے کذب حقیقی نہیں۔ ظاہر اور متبادر مفہوم ان کا کذب ہے کہ فوری مخاطب جس کو سمجھتا ہے وہ کذب ہے اور در حقیقت وہ کذب نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہؓ کو بہن کہا تو مخاطب نے حقیقی بہن سمجھا مگر ان کی غرض دینی بہن تھی انما المؤمنون اخوۃ بلکہ کتب سابقہ سے وہ ان کی چچیری بہن بھی معلوم ہوتی ہیں مگر ظاہری صورت کلام کی کذب کی ہے اور گو اس پر مؤاخذہ نہ ہو مگر تاہم بڑے لوگوں کو ایسے امور سے شرم آتی ہے کہئے اس پر کیا اعتراض ہے جو کچھ بھی نہیں صرف معترض کی سمجھ کا پھیر ہے باقی سقیم اور بل فعلہ کبیرہم چونکہ قرآن مجید میں ہیں اس لئے میں نے ان کی توجیہہ نہیں کی تاکہ معترض ہی خود بیان کرے۔

معترض نے ایک اور اعتراض کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مار دیا

کہ ان کی آنکھ پھوٹ گئی۔

میں کہتا ہوں ہاں ایسا ہی ہوا۔ کہئے اس میں کیا اعتراض ہے۔ اس پر کوئی عقلی استحالہ پیش کیا ہوتا یا قرآن مجید کی کوئی آیۃ لکھی ہوتی جو اس کے مخالف ہوتی مگر معترض سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ کیا معترض نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے آدمیوں کی شکل میں آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بچھڑے کا گوشت بھی ان کے کھانے کو لائے۔ ان کے نہ کھانے سے خوف زدہ بھی ہوئے۔ اور حضرت لوط علیہ السلام بھی ان کو دیکھ کر قوم کی شرارت سے گھبرائے (سورہ ہود) حضرت مریم ؑ کے پاس فرشتہ آدمی کی شکل میں آیا تو انہوں نے اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا کہا (سورہ مریم) ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس فرشتے آدمی کی شکل بن کے گھر میں آگیا وہ پہچانتے نہیں۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہما السلام پہلے پہل نہ پہچانے۔ پھر اگر بے خبری کی حالت میں ایک اجنبی آدمی جان کر تھپڑ مار دیا تو کیا تعجب ہے۔ بہر حال یہ اعتراض نہیں محض ایک وہم ہے۔

معترض نے صہ۴۲ میں لکھا ہے کہ آج اگر کسی ایک حدیث کے متعلق بھی یقینی طور پر ثابت کیا جا سکے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ پھر جو اسے دین نہ مانے اسے دین سے کیا علاقہ کہ وہ معصیت رسولؐ ہے جس کی سزا جہنم ہے۔ لیکن جب کسی ایک حدیث کے متعلق بھی یہ شکل نہ ہو تو فرمائیے ایسے ظنی مجموعہ کو دین کیسے ٹھہرایا جائے۔

پس اب مطلع صاف ہو گیا کہ قرآن مجید کے علاوہ حدیث رسول یعنی آپ کا قول اور فعل و تقریر بعد ثبوت امر دین اور واجب العمل ہے۔ جو نہ مانے وہ بے دین ہے جہنمی ہے بالکل صحیح ہے ہر کہ شک آرد کافر گردد۔

اب رہا معترض کا ثبوت حدیث سے انکار۔ یعنی یہ کہ وہ نوشتے اب محفوظ نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود بہت سی احادیث لکھوائیں اور صحابہؓ نے آپ خود بھی لکھیں اور یہ کہ وہ نوشتے بوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود بھی تھے معترض خود بھی صہ۳ میں اس امر کا اقرار کر چکا ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ خلفائے راشدین وغیرہ سلف صالحین و علمائے اسلام کا برابر اس پر عمل درآمد رہا ہے زبانی روایت سے ضبط کتاب

سے عمل سے تا ابن دم ثابت ہے۔ پھر معترض کا انکار محض ہٹ دھرمی اور روز روشن میں سورج کا انکار ہے۔ جس کو کوئی عقل مند باور نہیں کر سکتا۔

اس کے آگے چل کر معترض نے دفع دخل کے طور پر بڑی ہوشیاری کی ہے کہ اسوۂ حسنہ اور عمل متواتر کو تسلیم کیا ہے اور جزو دین مانا ہے۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

اس کی غرض تو اس سے یہ ہے کہ قولی حدیثیں حجت نہیں۔ مگر اس کو ماننا پڑے گا کہ بلا قولِ رسولؐ کے اسوۂ حسنہ و عمل متواتر پر عمل مشکل ہے بلکہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اس لئے کہ مثلاً نماز ہی کو لیجئے۔ کہ اس کی ظاہری ہیئت تو دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے اذکار کہ اس میں کیا کیا پڑھا جائے۔ کس قدر پڑھا جائے۔ اور اگر فلاں فلاں ذکر ترک ہو جائے تو کیا کیا جائے کون کون ذکر واجب فرض ہے کون کون سنت مستحب وغیرہ ہے۔ اس کے ارکان کیا کیا ہیں اگر نماز کو وقت سے بے وقت پڑھا جائے تو کیا قباحت ہے۔ اور ترک کرنے میں کیا حرج ہے۔ اگر نماز میں کسی کا گوز نکل گیا ریاح خارج ہو گئے یا قطرہ پیشاب کا آگیا یا نماز نہ خطا ہو گیا وغیرہ تو کیا کرنا چاہیئے نماز میں باتیں کرنی اور دنیاوی کام جائز یا منع ہیں۔ ایسے ہی پاکی پلیدی طہارت استنجا غسل وغیرہ کی تفصیل کہ کس کس چیز سے پانی یا کپڑا بدن وغیرہ ناپاک ہوتے ہیں کس کس سے کس طرح پاک ہوتے ہیں۔ پاکی پلیدی کے حدود کیا ہیں۔ ناقض طہارت کیا کیا ہیں۔ یہ سب امور بلا قول ناممکن الحصول ہیں۔ ایسے ہی نصاب اور احکام زکوٰۃ و حج و عقول و دیات و حلال و حرام وغیرہ وغیرہ۔ یہ امور بلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے معلوم نہیں ہو سکتے۔ اور یہ امور قرآن مجید میں مفصل و مصرح بھی نہیں۔ لہٰذا ان کا علم بلا قول رسولؐ ناممکن ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اسوۂ حسنہ و عمل متواتر کا اکثر حصہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر موقوف ہیں۔ اور یہ دونوں باقرار معترض دین ہیں۔ پس قول رسولؐ بھی دین ہے۔ اگر وہ محفوظ نہیں تو دین بھی محفوظ نہیں۔ پس ماننا پڑے گا کہ حدیث رسول محفوظ ہے۔ اور یہ کہ وہ دین ہے اور اس کا انکار بے دینی ہے۔

اس تحریر سے معترض کے ص۲۹ کے تجزیہ کا نمبر ۳ بھی باطل ہو گیا۔ جس کا خلاصہ عدم حفاظت حدیث تھا۔ اس لئے کہ اگر حدیث محفوظ نہ ہوتی تو پھر دین بھی محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ اور نہ

ہی قرآن مجید پر عمل ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ نمبر ۲ کے اعتبار سے اگرچہ قرآن مجید کے الفاظ محفوظ ہیں مگر تفسیر ہر شخص اپنے اپنے مذہب کے موافق کرتا ہے۔ پھر بلا تشریح رسول قرآن مجید پر صحیح طور پر کیسے عمل کیا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ورنہ معترض کو کیا حق ہے کہ دوسرے پر اعتراض کرے۔ اس لئے کہ وہ بھی اپنی سمجھ کے موافق قرآن مجید پر عمل کرتا ہے۔ پھر یہ ترجیح بلا مرجح کیسی یہ تو پارٹی بازی ہوئی۔ انصاف نہ ہوا۔

یہاں معترض نے پھر پچھلی باتیں دُھرائیں ہیں کہ کتب حدیث دو ڈھائی سو برس بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدوّن ہوئیں۔ اور یہ کہ وہ نقل بالمعنےٰ ہیں۔ اور یہ کہ پچھلوں نے سینکڑوں برس پہلوں پر تنقید کی۔ ان سب کا جواب دندانِ شکن پہلے ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

یہاں ایک امر زائد یہ بیان کیا ہے کہ ان کتب حدیث میں اللہ تعالےٰ کی ذات پر اور انبیاء کرام کی شان میں طعن پایا جاتا ہے۔ پھر صحیح بخاری کا نام لیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ معترض نے یہاں نہ کوئی عبارت نقل کی۔ نہ کسی طعن کی تفصیل کی۔ صرف طعن کا لفظ لکھ دیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ کوئی مثال دیتا۔ یا عبارت یا ترجمہ نقل کرتا۔ تو اس کی قلعی اُتار دی جاتی۔ سو پہلے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا ذکر ہو چکا ہے۔ اگر وہی اس کی مُراد ہے تو اس کا جواب دندانِ شکن ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اور اگر کچھ اور ہے تو بیان کرے انشاء اللہ جواب باصواب دیا جائے گا۔ پھر انشاء اللہ اس کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ جیسے پہلے اعتراض میں پڑے ہیں۔ حدیث صحیح میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ منکرین کی اپنی سمجھ کا پھیر ہے۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

یوں اعتراض تو صدہا لوگوں نے قرآن مجید پر بھی کئے ہیں۔ جیسے اُن کی سمجھ کا قصور ہے ایسے ہی انکار حدیث ان کی سمجھ کا قصور ہے۔

حدیث کے قاضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث رسولؐ قرآن کی تشریح و تفسیر ہے۔ دوسروں کی تفسیر پر تفسیر رسول مقدم ہے وہ مطلب نہیں جو معترض سمجھا ہے۔ معترض نے ص۴۶ میں لکھا ہے کہ جیسے امام بخاریؒ نے چھ لاکھ حدیث میں سے تین ہزار انتخاب کر کے مسترد کر دیں اسی طرح ان

کے مجموعہ سے بھی ایسی حدیثیں الگ کی جا سکتی ہیں۔ جو دین کے معیار پر صحیح تر اتریں الخ۔

میں کہتا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ جو معیار دین پر صحیح اتریں وہ قابل قبول ہیں۔ اس سے اس کا انکار کلی یعنی یہ کہنا کہ تمام کتب احادیث کا مجموعہ محض ظنی ہے جو قابلِ قبول نہیں باطل ہو گیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں تو بفضلہ تعالیٰ صحیح بخاری وغیرہ دیگر کتب کی ہزارہا احادیث معیار دین پر صحیح اترتی ہیں۔ لہٰذا وہ قابل قبول و واجب العمل ہیں۔ اور ان کا انکار شریعت اسلام کا انکار ہے۔

معترض صہ ۳۳ میں اختلاف دور کرنے کا حل صرف ایک ہی بتایا ہے وہ یہ کہ بعد قیام حکومت اسلامیہ کے مرکز ملت مجلس شوریٰ کی مشاورت سے قرآن کریم کی بنیادوں پر تاریخ کی روشنی میں کسی فیصلہ پر پہونچیں تو وہ فیصلہ امت میں نافذ العمل ہو جائے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا!

معترض نے اپنے سارے ساختہ پرداختہ کو خاک میں ملا دیا۔ اور بری طرح شکنجہ میں آ پھنسا۔

کیوں جناب! مجلس شوریٰ کا تاریخ کی روشنی میں فیصلۂ دین ہوگا یا بیدینی۔ اگر بے دینی ہے۔ تو آپ کو مبارک ہو۔ اور اگر دین ہوگا تو کیا وہ تاریخ مثل قرآن قطعی ہے۔ اور مشورہ اور غور و فکر لوگوں کا قطعی ہے یا غیر قطعی۔ کیا کوئی اس کو قطعی کہہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر دین ظنی ہوا یا قطعی۔ اور کیا وہ اب محفوظ ہے اور منضبط ہے۔ اور کیا وہ مثل قرآن اب تک محفوظ چلا آتا ہے۔ یا کچھ بھی نہیں۔

اب آپ کی وہ تعلّی وہ ڈینگ کہاں گئی کہ حدیث ظنی ہے۔ لہٰذا جزو دین نہیں ہو سکتی۔ دین یقینی ہونا چاہیئے۔ پھر بتایئے آپ تو حدیث کو قاضی کہتے سے گھبرا رہے تھے اب آپ نے مجلسِ شوریٰ کو قاضی بنایا۔ اور قرآن مجید کو قاضی نہ سمجھا قرآن مجید کو مجلسِ شوریٰ کا محتاج بنا دیا۔ کیا یہ شخصیت پرستی نہیں ہے۔ ضرور ہے۔

وہ الزام ہم کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

معترض نے ضمناً بہت سی باتیں قابل مؤاخذہ لکھی ہیں۔ میں نے بسبب طوالت ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ورنہ میں اس کے ایک ایک فقرے کو بتوفیقہ تعالیٰ توڑ پھوڑ باطل کر دیتا۔

آخر میں معترض نے یہ بھی لکھا ہے کہ لوگ مجھ کو چکڑالوی اہل قرآن منکرِ حدیث اور نہ معلوم کیا کیا کہیں گے۔ مگر وہ یہ بتائیں کہ اس میں دیعنی میرے بیان میں) کہیں غلط بیانی سے کام تو نہیں لیا گیا۔

میں کہتا ہوں بتائیے۔ پھر آپ کو کیا کہیں۔ کیا قائل حدیث یا منکر چکڑالوی اہل قرآن تو منکرِ حدیث ہیں۔ بتائیے آپ کس گروہ میں ہیں۔ آپ اپنا مذہب بھی نہیں بتاتے۔ حدیث کے انکار سے بھی محترم ہے اور قائل بھی نہیں ہو۔ بیچ میں واسطہ کون سا ہے۔ اور ہاں میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے۔ بالکل غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ بیان سابق ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہدایت کرے۔

وَاللّٰهُ الْهَادِیْ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ط وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

کیا حدیث وحی الٰہی نہیں ہے؟

(از جناب محمد شعیب نظامی در بھنگوی جامعہ رحمانیہ)

خدا کے جانچنے کی کوئی انتہا نہیں، وہ اپنے بندوں کو مختلف امور سے آزماتا ہے۔ مسلمان شیطان
[مر]دود کے جال میں آ کر کن کن گمراہ کن فرقوں میں پھنس گئے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ماننے
[و]الے بھی کوئی تقلید شخصی میں مبتلا ہے۔ کوئی احادیث نبوی کو سرے سے اڑاتا ہے جس کا جو جی چاہتا ہے۔
[ک]ر گذرتا ہے۔ کچھ عرصہ سے ایک نیا فرقہ رونما ہوا ہے، جو منکر حدیث ہے، صرف قرآن متلو ہی کو اپنا لائحہ عمل بناتا
[او]ر احادیث صحیحہ کی تردید میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے مگر مسلمانو! یاد رکھو! کبھی بھی احادیث نبویہ باطل پرستوں
[ک]ے زور سے نہیں مٹ سکتیں۔ جس طرح قرآن متلو وحی الٰہی ہے اسی طرح احادیث صحیحہ بھی وحی الٰہی ہیں یہ قرآن
[ک]ے بالکل خلاف نہیں بلکہ اس کی مفسر ہیں۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ
[مَا] نُزِّلَ اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ۔ اے نبی امی ہم نے آپ پر قرآن اتارا تاکہ آپ لوگوں کو کھول کر بتائیں
[ا]مید ہے کہ غور و فکر کریں، دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ
[ق]رْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ اس تبیین اور بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ حضور
[پ]ر نور اپنی زبان الہام ترجمان سے قرآن کے معنی و مطالب اور تفسیر و تفصیل کرتے تھے وہ منجانب اللہ
[ہ]ی تھا کیونکہ نبی کا ہر فعل و قول امر و نہی بحکم الٰہی ہوتا ہے فرمایا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی آپ
[ا]پنی خواہش نفسانی سے کوئی بات نہیں بناتے بلکہ وہی کہتے ہیں جن کا حکم ہوتا ہے، اسی لئے تو فرمایا لَقَدْ
[ک]َانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ اے مسلمانوں تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ میں بہتر نمونہ ہے، رسول کا
نمونہ ہمیں احادیث ہی میں ملتا ہے آپ مشکل امر کی تفسیر کرتے اور مجمل امر کی توضیح کرتے اللہ جل
مجدہ فرماتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز درست کر کے ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرو اس کا ذکر متعدد جگہ میں ہے لیکن
کس طرح ادا کریں کتنی رکعتیں ادا کی جائیں؟ قرآن متلو نہیں بتاتا اسی طرح روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ
[م]یں جب یہ امر بالکلیہ ثابت ہو گیا کہ احادیث صحیحہ بھی منجانب اللہ ہیں تو جس طرح قرآن متلو کا
محافظ بھی باری تعالیٰ ہے اسی طرح احادیث کا محافظ بھی باری تعالیٰ ہے جس طرح قرآن میں
ایک حرف کا رد و بدل نہیں بعینہٖ اسی طرح احادیث کے لفاظ بھی ثابت ہیں، یہ لوگ حدیث پر

کئی ایک اعتراض کرتے ہیں جو ان کی نافہمی اور کجروی پر دال ہیں انشاء اللہ بترتیب ہر اعتراض کا جواب دیتا چلوں گا ۔

اعتراض لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ رسول سے مراد قرآن ہے یعنی تمہارے لئے اللہ کے قرآن میں بہتر نمونہ ہے اسی طرح قرآن میں جہاں کہیں بھی رسول کا لفظ آیا ہے قرآن ہی کے معنی میں ہیں ۔

جواب :۔ اگر رسول سے مراد قرآن ہے تو اس آیت کے کیا معنی ہوں گے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وہی ذات ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں اُن ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک رسول (قرآن) بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب و دانش مندی (کی باتیں) بتاتے ہیں کیا اس کا یہی ترجمہ ہوگا ؟

دوسری جگہ فرمایا ، إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول (قرآن) ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ بے شک اللہ کے رسول (قرآن) ہیں ، ع تو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا ۔

اعتراض ۲ ۔ سورۃ نحل میں فرمان خداوندی ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ یعنی ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور خاص مسلمانوں کے واسطے بڑی رحمت اور خوش خبری ہے ، دوسری جگہ فرمایا وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ہم نے لوگوں کی (ہدایت) کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے (ضروری اور) عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں تیسری جگہ فرمایا ،۔ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا اس نے تمہارے پاس ایک کامل کتاب بھیج دی ہے اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے مضامین صاف کر دیئے ہیں ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لئے قرآن ہی کافی ہے اور بس حدیث کی کوئی ضرورت نہیں ۔

جواب ۲: ہاں یہ بجا اور درست ہے ہم کب اس سے انکار کرتے ہیں، واقعی قرآن اللہ کی بڑی باعظمت کتاب ہے اس میں شک نہیں کہ وہ تمام کتابوں سے افضل اور برتر ہے لیکن بتاؤ کس جگہ حضورؐ نے اس قرآن کے خلاف لب کشائی کی ہے انہوں نے بھی تو تم جیسے کم فہم نام کے مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے اس کی تشریح کردی وہی تو حدیث ہے اگر تم اس کو نہیں مانتے تو آؤ ہم بھی چند باتیں دریافت کرتے ہیں اللہ پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بھید کی کیفیت بیان فرماتا ہے جس کو آنحضورؐ نے اپنی بعض بیویوں سے پوشیدہ رکھا تھا فرمایا: وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا یہ کون سی بات تھی جس کو آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں سے پوشیدہ رکھا تھا اور بعض کو جتلا دیا تھا، کیا قرآن نے دوسری جگہ اس بھید کو بتلایا دوسری جگہ فرمایا أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ کیا آپ ان لوگوں پر نظر نہیں فرماتے جن کو سرگوشیوں سے منع کردیا گیا تھا مگر پھر بھی وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا وہ کون سی سرگوشی تھی؟ قرآن نے دوسری جگہ کہیں اس کا ذکر کیا ہے تیسری جگہ ارشاد ہے وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ (الآیۃ)
جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس کے لئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون ہمارے رسولؐ کی اتباع کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے، تحویل قبلہ سے پہلے کون سا قبلہ تھا؟ اور اس کا حکم کون سی آیت میں ہے۔

اعتراض ۳: چونکہ حدیثوں میں تقدیم و تاخیر ہے ایک ہی لفظ کو کسی راوی نے مقدم اور کسی نے مؤخر، کسی نے گھٹا دیا اور کسی نے زیادہ کردیا یعنی روایت بالمعنی ہے اور یہ جائز نہیں اس لئے حدیثیں مانی نہیں جا سکتیں۔

جواب ۳: اگر واقعی روایت بالمعنی ہی کی وجہ سے حدیث رسولؐ چھوڑی جاتی ہے تو آؤ میں بھی قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر نقل بالمعنی بتائے دیتا ہوں، اللہ پاک جادوگروں کے کلام کو نقل بالمعنی ہی سے بیان فرماتا ہے سورۃ شعراء میں ارشاد ہوتا ہے فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ (خدائی نشانی) دیکھ کر جادوگر ایسے متاثر ہوئے کہ سب کے سب سجدے میں گر پڑے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے اس کا

مضمون کو سورۃ طٰہٰ میں یوں فرمایا فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی یعنی جادوگر سجدے میں گر گئے اور بآواز بلند کہا ہم تو ہارون اور موسیٰ کے پروردگار پر ایمان لے آئے، صرف لفظی فرق ہے دونوں آیتوں کا مفہوم ایک ہے، وہ تو جادوگروں کا قول منقول تھا اب اپنے نبی کے ایک ہی قول کو مختلف انداز میں نقل فرماتا ہے سورۃ نحل میں فرمایا۔ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ سورۃ قصص میں یوں کہا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ سورہ طٰہٰ میں یوں فرمایا۔ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى۔ ناظرین اب آپ ہی پر انصاف کا دارومدار ہے بات تو اتنی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے واپس ہوئے تو رات کی تاریکی میں راستہ بھول گئے دور سے کچھ روشنی معلوم ہوئی آپ نے اپنے اہل سے فرمایا یہیں ٹھہرو میں آگ دیکھ رہا ہوں یا تو آگ لاؤں گا یا راستہ پوچھ لوں گا، یہ تو نبی کے کلام کی نقل تھی اب آیئے خود باری تعالیٰ ایک ہی امر کی تلقین موسیٰ علیہ السلام کو چند مواضع پر کئی طرح کرتا ہے سورہ طٰہٰ میں فرمایا وَاضْمُمْ یَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ یعنی تم اپنا داہنا ہاتھ اپنی دبائیں، بغل میں دے تو دیر نکالو) وہ بلا کسی عیب (برص) کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا اسی مضمون کو سورۃ قصص میں یوں فرمایا۔ اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ سورۃ نمل میں یوں ذکر ہے۔ وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اب بتاؤ کیا قرآن بھی چھوڑ دو گے،

طریقہ نقل قرآن ہی نے بتایا

محدثین کرام نے حدیث کی اسناد قرآن ہی سے سیکھی ہے اخبرنا، انبانا کے ذریعہ نقل حدیث کا طریقہ قرآن ہی سے سیکھا ہے سورۃ تحریم میں فرمایا۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے ایک

بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی کو تبلا دی اور حضور کو اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ وحی کے)، اس کی خبر کر دی آپ نے اس ظاہر کر دینے والی بی بی کو تھوڑی سی بات تو جتلا دی اور بعض باتوں سے اعراض کر گئے، بی بی نے پوچھا کہ اس خبر کو آپ تک کیسے پہونچی؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو بڑے خبر رکھنے والے نے خبر کر دی۔

طریقہ جانچ قرآن ہی سے اخذ ہے

محدثین کرام نے راویوں کی جانچ پڑتال کا طریقہ بھی قرآن ہی سے اخذ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (الآیہ حجرات) جب تمہارے پاس کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لائے تو پرکھ لیا کرو اس سے انہوں نے راویوں کی جانچ کا طریقہ ہم کو بھی سکھا دیا ہے پھر یہ کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں نے غلط باتیں اکٹھی کر دی ہیں، ناظرین اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک پیشگوئی اسی طرح ثابت ہو کر رہی جس طرح آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا تھا بعض تو ایسی ہیں جو آپ ہی کے عہد مبارک میں پوری ہوئیں اور بعض کا وقوع عہد خلافت میں ہوا اور بعض ایسی بھی ہیں جو محدثین کے چل بسنے کے بعد ظاہر ہوئیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ غیب کی خبر اللہ ہی کو ہے کَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ وہ غیب کسی کو ظاہر نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جس سے وہ خوش ہو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کا رسولؐ جھوٹا نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی وحی کی ہوئی بات لوگوں تک پہونچاتا ہے نمونہ کے طور پر دو چار یہاں بتائے دیتا ہوں۔

۱:۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وسلم یَدْخُلُ عَلٰی اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُہٗ وَکَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَطْعَمَتْہُ وَجَعَلَتْ تَفْلِیْ رَاْسَہٗ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ وَھُوَ یَضْحَکُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا یُضْحِکُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِیْ عُرِضُوْا عَلَیَّ غُزَاۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یَرْکَبُوْنَ ثَبَجَ ھٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْکًا عَلَی الْاَسِرَّۃِ (الحدیث بخاری جلد اول ص ۳۹۱) ام حرام بھی صلے اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ ہوتی ہیں حضور اکثر ام حرام کے گھر جایا کرتے تھے وہ ان کو کچھ کھلاتیں پلاتیں پھر آپ سو جاتے یا چلے آتے

ایک روز آپ ان کے یہاں سوئے ہوئے تھے یکایک مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے ام حرام نے وجہ دریافت کی فرمایا میری امت کے وہ غازی دکھلائے گئے جو سمندر میں جہاد کے لئے سفر کرینگے وہ اپنے جہازوں پر اس طرح بیٹھے ہوں گے ام حرام نے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول میرے لئے دعا کر دیں کہ اللہ مجھے بھی انہیں میں سے بنائے آپ ان کے لئے دعا کرکے سو گئے پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے ام حرام نے سبب پوچھا فرمایا میرے سامنے وہ جماعت پیش کی گئی جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے گی پھر ام حرام نے دعا کی درخواست کی فرمایا تم پہلے گروہ میں سے ہو۔ آپ کی یہ پیش گوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں پوری ہوئی فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ۔ اپنے شوہر عبادہ بن صامت کے ہمراہ عہد معاویہؓ میں جزیرہ طرس کی لڑائی میں شامل ہوئیں جہاد کی واپسی میں جب جہاز سے اتریں تو ان کے لئے سواری لائی گئی، اس سے گر کر شہید جنت کو سدھاریں، دوسری روایت میں ہے کہ ان کو جنت کی بھی خوش خبری مل گئی تھی أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا (بخاری جلد ا صفحہ ۴) میری امت کا پہلا گروہ جو سمندر میں جہاد کے لئے جائے گا بے شک وہ جنت کا حقدار ہوگا اور دوسرا گروہ وہ تھا جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوا یہ لڑائی بھی حضرت معاویہ کے زمانہ میں ہوئی جب کہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کے لئے ۵۲ھ ہجری میں بھیجا تھا، دیکھو بخاری پارہ ۱۱ صفحہ ۴۰۹ باب ماقیل فی قتال الروم۔

(۲) آپ کی پیش گوئی تھی، إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (بخاری پ ۱۰ ص ۳۷۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، جب یہ خبر حضرت معاویہؓ کو شام میں پہونچی تو انہوں نے اس کو پسند نہیں اور لڑائی کا سامان طرفین سے ہوگیا قریب تھا کہ دونوں جماعتوں میں تصادم ہو جائے کہ حضرت معاویہؓ نے صلح کا پیغام عبدالرحمٰن بن سمرہ و عبداللہ بن عامرؓ کی معرفت بھیجا، وہ دونوں حضرت حسنؓ کے پاس روانہ ہوئے اور صلح کا پیغام دیا حضرت حسنؓ نے فرمایا اگر میں واپس چلا جاؤں اور وہ پیچھے سے حملہ کر دیں تو اس کا ضامن کون ہوگا، ان دونوں نے کہا اس کے ضامن ہم ہیں، بالآخر صلح کر لیتے ہیں

ف ۱: اس سے معلوم ہوا کہ یزید مسلمان اور جنتی ہے ۱۲

اسی وقت حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ بے شک میں نے ابا بکرہ سے کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز خطبہ دے رہے تھے اور حسن بن علیؓ آپ کے پہلو میں کھڑے تھے ایک مرتبہ آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے، اور ایک بار اُن کی طرف متوجہ ہو کر فرما رہے تھے اِنَّ اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ بلاشک میرا یہ بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ ایک دن دو بڑی بڑی مسلمانوں کی جماعتوں میں صلح کرائے گا اس طرح خدا کے رسولؐ کی پیش گوئی (حدیث) بعینہٖ سچی ثابت ہوئی

(۳) آپ نے فرمایا لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ الحدیث (صحیح بخاری) قیامت سے پیشتر دو جماعتوں میں سخت جنگ و جدال ہو گا اور دونوں کے دونوں مسلمان ہوں گے چنانچہ حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان عرصہ تک تنازع رہا، اس کے شواہد میں معرکہ صفین پیش نظر رہے جسمیں دونوں اپنے کو خلافت کا حقدار ٹھہراتے رہے۔

(۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ كَيْفَ بِكَ اِذَا لَبِسْتَ سِوَارَیْ كِسْرٰی (بیہقی) تیری کیا شان ہو گی جب تجھے کسریٰ بن ہرمز کے کنگن پہنائے جائیں گے، سراقہ وہی سراقہ ہیں جن کو کفار نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو جان سے مار ڈالنے کے لئے آمادہ کیا تھا اور انعام بھی مقرر کئے تھے سراقہ نے چند نوجوان کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو آپ سے فرمایا دشمن یہاں تک آپہونچا جواب ملا اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ خوف کی کوئی بات نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے ادھر سراقہ اپنے گھوڑے کی باگ تیز کرتے ہوئے بالکل نزدیک پہنچ گئے خدا کی شان کہ یک لخت اُن کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے وہ بہت ہی پریشان ہوئے اور آپ کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا اور گویا ہوئے اے محمدؐ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اب مجھ سے ایسی حرکت نہ ہو گی بلکہ جو شخص میرے پیچھے آپ کی گرفت کے لئے آرہا ہے اس کو بھی واپس کر لوں گا مجھے اس بلا سے نجات دلائیے آپ نے دعا فرمائی وہ نجات پا گئے پھر سراقہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ جب آپ مکہ پر فاتح کی حیثیت سے آئیں گے تو شاید میں آپ کی فوج سے مارا جاؤں اس لئے ایک دستاویز لکھ دیجئے کہ میں اس وقت اس کو دکھلا کر آپ کی فوج میں امن سے رہ سکوں آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا لکھ دو، حکم کی تعمیل کی گئی، سراقہ نے اس کو اپنے گلے کا تعویذ بنا لیا جب مکہ

فتح ہوا تو سارے کے سارے قید کئے جا رہے تھے اس وقت سراقہ نے حضورؐ کا دیا ہوا امن نامہ دکھلایا، لوگوں کو بہت تعجب ہوا، اور ان کو پکڑ کر حضورؐ کے دربار میں لائے آپ نے فرمایا میرا ہی دیا ہوا ہے سب ہوں نے ان کو اپنے دامن میں لے لیا اور سراقہ سے فرمایا کیف بِكَ إِذَا لُبِسْتَ سُوَارَيْ كِسْرٰى اب دیکھئے یہ پیشین گوئی ٹھیک اسی طرح ظاہر ہوتی ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۱ھ میں ایران فتح ہوا، ایران کے بادشاہ کے خزانے اونٹوں پر لاد کر حضرت عمرؓ کے دربار میں لائے گئے سراقہ رضی اللہ عنہ بھی اس فتح میں پیش پیش تھے بیہقی کی دوسری روایت میں ہے کہ سراقہ کو جب ہرمز کے کنگن پہنائے گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ جس نے کسریٰ بن ہرمز جو اپنے کو رب الناس کہلاتا تھا کے کنگن چھین کر سراقہ اعرابی مدلجی کو پہنائے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کنگن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق پہنائے گئے اور حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک زندہ رہے فتح ایران کے چند سال بعد ۲۴ھ میں دنیا سے کوچ کر گئے۔

(۵) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الْعِشَاءَ فِیْ آخِرِ حَیَاتِہٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ أَرَأَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَۃِ سَنَۃٍ مِنْھَا لَا یَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ عَلٰی ظَھْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ (بخاری کتاب العلم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی اہم بات بتانی مقصود ہوتی تو پہلے اکثر سوال کے طریق پر کلام کو شروع فرماتے اپنی آخری حیات میں صحابہ کرام کو عشاء کی نماز کے بعد فرمایا کہ اس تاریخ، اس مہینے کو نوٹ کر لو، کیوں کہ سو سال کے اندر اندر سب دنیا کو خیرباد کہدو گے، یعنی تم میں کا ایک بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا، چنانچہ آپ کا سچا فدائی عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ سو سال کے آخری دن بعد عصر اس دنیا سے رحلت کر جاتا ہے سچ ہے ؎

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آنہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

(۶) آپ نے فرمایا تھا کہ الخلافۃ ثلٰثون سنۃ ثم تکون ملکا (احمد، ابوداؤد، ترمذی) یعنی خلافت راشدہ[1] تیس ۳۰ سال تک رہے گی

---

[1] خلفائے راشدہ پانچ ہوئے ہیں حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن رضی اللہ عنہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی چھ مہینے رہی امام نودی نے اپنی کتاب تہذیب الاسماء جلد اول صفحہ ۱۵۱ میں ذکر کیا ہے تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۰۷ میں، اسی طرح امام ابن قتیبہ کی کتاب الامامت والسیاست مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۵ میں دیکھو، اسی طرح کل تاریخوں میں مرقوم ہے، ۱۲ منہ

اس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فوت ہو جانے کے بعد حضرت حسن خلیفہ ہوئے جوں ہی خلافت کو تیس سال پورے ہوئے حضرت معاویہؓ کے سپرد کر کے دست بردار ہو جاتے ہیں۔

(۷) اِنَّكُمْ سَتَفْتَحُوْنَ اَرْضًا يُذْكَرُ فِيْهَا الْقِيْرَاطُ فَاسْتَوْصُوْا خَيْرًا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا فَاِذَا رَاَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ عَلٰى مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا (مسلم) ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عنقریب اس ملک کو فتح کر لو گے جہاں سکہ قیراط ہے تم وہاں کے لوگوں سے بھلائی کے ساتھ پیش آنا کیونکہ ان کو ذمہ اور رحم کے حقوق حاصل ہیں پھر ابوذرؓ سے فرمایا جب تم دو آدمیوں کو ایک اینٹ برابر زمین پر جھگڑتے دیکھنا تو وہاں سے چلے آنا۔ اس حدیث میں دو پیش گوئیاں ہیں، اول فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے مصر کو فتح کیا تو عمرؓ کے پاس خط لکھا کہ یہاں کے باشندوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا ان کے ساتھ رحم، اچھا برتاؤ کرو، یہ سن کر حضرت عمرو بن عاصؓ سب قیدیوں کو رہا کر دیتے ہیں ذمہ اور رحم اس لئے فرمایا تھا کہ مصر آپ کا دادیہال اور سسرال تھا کیونکہ حضرت ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام اور ماریہ قبطیہ ام ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصر کی باشندہ ہیں، بیہقی اور ابو نعیم میں مصر کا لفظ صراحۃً موجود ہے،

دوم اِذَا رَاَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ عَلٰى مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا فتح مصر میں ابوذرؓ موجود تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ ربیعہ اور عبد الرحمٰن بن شرحبیل اینٹ برابر زمین کے لئے جھگڑ رہے ہیں، اسی وقت ابوذر وہاں سے چلے آتے ہیں، دیکھا چند ہی سال کے بعد مصر بھی فتح ہوا، اور اس کے سارے واقعات سچے ثابت ہوئے، سچ کیوں نہ ہو جب کہ صادق المصدوق کا ارشاد ہے

(۸) دشمنوں کے حملے کی خبر سن کر مدینے کے ارد گرد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق خندقیں کھودی جانے لگی، آپؐ بھی صحابہ کرام کے ہمراہ مٹی ڈھونے میں مصروف تھے اور زبان مبارک سے یہ رجز ادا کر رہے تھے وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اسی اثنا میں ایک بڑا پتھر نمودار ہوا جس پر کدال کا

بالکل اثر نہ ہوتا تھا آپ کو جب خبر ہوئی تو کدال دست مبارک سے تھاما، اور تین ضربیں لگائیں، پہلی میں ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا فرمایا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِنِّي اُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الشَّامِ مجھے ملک شام کے خزانے عطا کئے گئے خدا کی قسم میں وہاں کے سرخ سرخ پتھروں کو دیکھ رہا ہوں پھر دوسری ضرب لگائی ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا فرمایا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِنِّي اُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْفَارِسِ وَاللّٰهِ اِنِّي لَاُبْصِرُ قَصْرَ الْمَدَائِنِ الْاَبْيَضَ مجھے ملک فارس کے خزانے یا کنجیاں عطا کی گئیں، واللہ میں مدائن کے سفید محلوں کو دیکھ رہا ہوں تیسری ضرب لگائی، پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا اور فرمایا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِنِّي اُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْيَمَنِ وَاللّٰهِ اِنِّي لَاُبْصِرُ اَبْوَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَكَانِي السَّاعَةَ مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا کی گئیں واللہ میں اس وقت یہاں سے شہر صنعا کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں (بیہقی وابو نعیم) یہ سارے ممالک خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں فتح ہوئے مگر غور کرنے کی بات کہ اسلام اس وقت بالکل غربت وکمزوری کی حالت میں تھا پھر اس وقت ان ممالک کی فتوحات کی پیش گوئی کرنا سوائے اللہ کے نبی کے دوسرے کے لب ہلا نہیں سکتا،

(۹) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ. وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا اَمْثَالَكُمْ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ ذَكَرَ اللّٰهُ اِنْ تَوَلَّيْنَا اُسْتُبْدِلُوا بِنَا ثُمَّ لَا يَكُونُوا اَمْثَالَنَا فَضَرَبَ عَلٰى فَخِذِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وَقَوْمُهُ وَلَوْ كَانَ الدِّينُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ اَهْلِ الْفَارِسِ (رواہ الترمذی مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۸۰)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کی مجلس میں سیرت محمدؐ کی یہ آیت تلاوت فرمائی اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا اَمْثَالَكُمْ اگر تم اللہ کے حکم سے روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے، صحابہ کرامؓ نے دریافت فرمایا وہ کون حضرات ہیں جن کو اللہ نے ذکر فرمایا کہ اگر ہم روگردانی کرلیں تو وہ ہم سے بہتر قوم لے آئے گا، آپ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ران پر ہاتھ رکھ بتایا کہ یہ اور اس کی قوم لَوْ كَانَ الدِّينُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنَ الْفُرْسِ،، اگر دین ثریا تک بھی چلا جائے جب بھی فارس کے لوگ اسے ڈھونڈ لائیں گے یعنی اسلام قریب المرگ بھی ہو جہالت پھیل گئی ہو اس وقت دین کا جہاں بھی کچھ چرچا ہو گا فارس کے باشندے اسے ڈھونڈ لائیں گے، اب اس پیشین گوئی کے

مطابق امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم کے سوانح پر غور کرو کہ وہ سب حضرات ملک فارس کے باشندے ہیں، بخاری کے جامع ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، بخارا مسلم کے ابوالحسن مسلم بن حجاج، نیشاپور ابوداؤد کے جامع ترمذی کے ابوعیسٰی محمد بن سورہ قریہ، بوغ نسائی کے جامع ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب، نسا، ابن ماجہ کے ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ ربعی، قزوین کے باشندے ہیں اور یہ سب مقام فارس ہی میں واقع ہیں۔

(۱۰) يُوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيْكَتِهٖ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثٍ مِنْ حَدِيْثِيْ فَيَقُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ اِسْتَحْلَلْنَاهُ وَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (ابن ماجہ باب تعظیم حدیث رسول اللہ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص اپنے تخت (مسند) پر بیٹھا ہوا ہو گا جب اس کو کوئی حدیث میری حدیثوں میں سے سنائی جائے گی تو وہ کہے گا بس ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ ہی فیصلہ کرنے والی ہے پس جو کچھ ہم اس میں حلال پا دیں گے صرف اسی کو حلال جانیں گے اور جو کچھ اس میں حرام پاویں گے اسی کو حرام جانیں گے خبردار (سن رکھو) جو کچھ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے حرام کیا ہے وہ مثل اس کے ہے جو خدا تعالیٰ نے حرام کیا ہے،

اس پیش گوئی کے مطابق ہم مولوی عبداللہ چکڑالوی وغیرہ کو پاتے ہیں جو اپنی مسند پر بیٹھ کر احادیث نبویہ سے انکار کرتے اور ان کی توہین کرتے ہیں اور صرف کتاب اللہ کو بیان شرائع کے لئے کافی خیال کرتے ہیں اور اپنے بے اصول و بے قاعدہ اجتہاد سے جیبی بن آوے ہانک دیتے ہیں

(۱۱) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَيْنَا أَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صلے اللہ علیہ وسلم اِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَا إِلَيْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ جَاءَهُ آخَرُ فَشَكَا إِلَيْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ جَاءَهُ هَلْ رَأَيْتَ الْحِيْرَةَ قُلْتُ لَمْ أَرَهَا وَقَدْ أُنْبِئْتُ عَنْهَا قَالَ فَإِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ قُلْتُ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَفْسِيْ فَأَيْنَ دُعَّارُ طَيِّئٍ الَّذِيْنَ قَدْ سَعَّرُوا الْبِلَادَ (الحدیث) (بخاری پارہ ۱۴)

عدی بن حاتم طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے فاقہ کی شکایت کی دوسرا آیا اور اس نے

ڈاکوؤں کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ اے عدی اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم دیکھ لوگے کہ ایک بڑھیا حیرہ ،، سے اکیلی چلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی وہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتی ہوگی عدی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل ہی میں کہا کہ طے کے ڈکیت کدھر جائیں گے جنہوں نے تمام بستیوں کو اجاڑ رکھا ہے،

پھر فرمایا وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوْزُ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ قُلْتُ كِسْرَى ابْنِ هُرْمُزَ قَالَ كِسْرَى ابْنِ هُرْمُزَ اگر تیری عمر لمبی ہوئی تم کسریٰ کے خزانے کو کھولو گے ہیں نے کہا کسریٰ بن ہرمز فرمایا کسریٰ بن ہرمز۔

پھر فرمایا وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْأَ كَفِّهٖ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهٗ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَقْبَلُ مِنْهُ اگر تیری عمر دراز ہوئی تم دیکھو لوگے کہ زکوٰۃ کا مال لوگ در در لئے پھریں گے مگر اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا، عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایسی بڑھیا کو بھی دیکھا جو کوفہ سے تن تنہا حج کو آئی تھی اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ تھا میں خزائن کسریٰ کی فتح میں تو شامل ہی تھا۔ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيٰوةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ اَبُو الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم يُخْرِجُ مِلْأَ كَفِّهٖ اور تیسری بات بھی اے لوگو تم دیکھ لوگے امام بیہقی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کی سلطنت میں تیسری بات بھی پوری ہوگئی وہ وقت ایسا تھا کہ زکوٰۃ نکالنے والے کو تلاش کرنے پر بھی فقیر نہ ملتا تھا اور وہ اپنا مال واپس گھر سے جایا کرتا تھا۔

(۱۲) لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ (بخاری ص ۵۰۹ پ ۱۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری امت میں تیس ۳۰ دجال (فریبی)، کذاب (نہایت جھوٹے) نہ ہولیں ہر ایک ان میں سے یہ دعویٰ کرے گا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اس حدیث کے مطابق ہم اپنے زمانے میں مرزا قادیانی کا دعویٰ دیکھتے ہیں جن کی ایک بات بھی صحیح نہیں۔ گذشتہ اقساط میں ۱۲ پیشین گوئیاں درج کی جاچکی ہیں اب اس کے آگے ناظرین کرام مطالعہ فرمائیں اسی کے ضمن میں دوسری حدیث پیش کرتا ہوں اس کے بعد آگے قدم بڑھاؤں گا۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَأَیْتُ فِیْ یَدَیَّ سِوَارَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ فَاَھَمَّنِیْ شَانُھُمَا فَاُوْحِیَ فِی الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْھُمَا فَنَفَخْتُھُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُھُمَا کَذَّابَیْنِ یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ فَکَانَ اَحَدُھُمَا الْعَنْسِیُّ وَالْاٰخَرُ مُسَیْلَمَۃُ صَاحِبُ الْیَمَامَۃِ (بخاری پ ۱۲)

صحابہؓ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خواب کی کیفیت بیان فرمائی، فرمایا کہ میں نے آج نیند میں اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھے مجھے اس سے بہت ہی نفرت ہوئی اور بہت شاق گذرا اسی وقت حکم الٰہی ہوا کہ تم ان دونوں کو پھونک دو میں نے ویسا ہی کیا فوراً دونوں مجھ سے دور ہو گئے، پھر اس کے بعد اس کی تاویل بیان فرمائی کہ دو کنگن سے مراد یہ ہے کہ دو کذاب مدعی نبوت میرے بعد ہی نکلیں گے۔ راوی نے کہا کہ وہ مسلیمہ اور عنسی ہے نیز نفخ سے پتہ چلا کہ وہ دونوں ہلاک ہوں گے اور کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکیں گے عنسی کا عروج آپؐ کی آخری حیات میں ہوا، اور مقام صنعا میں اس کے بہت سے معتقد ہو گئے صنعا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عامل باذان سے ظلماً ان کی بیوی تلف ہو گئی اور یہی اس کے موت کا سبب بنی، جب عنسی نے مرزبانہ کو اپنے گھر میں بند کر دیا اور جبراً اس سے نکاح کر لیا تو داویہ نامی ایک آدمی نے کسی موقع سے اس کے گھر میں گھس کر اس کو موت کے گھاٹ اتار اور مرزبانہ کو نکال کر لے آیا، بالآخر معمولی سے جھڑپ کے بعد اس کے معتقدوں کا بھی کام تمام ہو گیا، اسی طرح مسلیمہ کذاب کا عروج خلافت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوا، اور اس کے پیروؤں کی تعداد غالباً ایک لاکھ سے زیادہ تھی مسلمانوں سے سخت لڑائی ہوئی اس کو وحشی نے اسی طریق سے مارا جس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا وحشی نے اس کے بعد کہا کہ میں نے حالت کفر میں مسلمانوں کے خیر الناس کو قتل کیا تو حالت اسلام میں ایک شرارالناس کو بھی جہنم رسید کر دیا، حضرات اگرچہ یہ پیشن گوئی نہیں تھی تاہم یہ حدیث کے صحیح و ثابت ہونے کا واضح ثبوت ہے اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ آپؐ کو خواب میں بھی وحی آیا کرتی تھی، قرآن نے تو صاف صاف بتا دیا ہے جیسا کہ فرمایا لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ الرُّؤْیَا (الآیہ) پس میرے دوستو! کیا اتنی واضح اور روشن دلیل کے بعد بھی احادیث نبویہ حجت نہ تسلیم کی جائیں گی۔

(۱۳) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ

الحِجَازِ تُضِیُٔ اَعنَاقَ الاِبِلِ بِبُصرٰی (بخاری ج۲ باب خروج النار و مسلم ج۲ ص ۳۹۳)
قیامت نہیں آنے گی جب تک حجاز میں ایسی آگ رونما نہ ہو جو بُصری کے اونٹوں پر اپنی روشنی ڈالے یہ پیش گوئی صحیحین میں مرقوم ہے اور ۶۵۴ سال کے بعد ثابت ہوئی یہ آگ پہلی جمادی الثانی ۶۵۴ھ ہجری میں حجاز سے نمایاں ہوئی دوسرے روز بڑے زوروں کا زلزلہ آیا، شدت و حرارت کی روز افزوں ترقی ہوتی رہی اس کا شعلہ بحر مواج سے مقابلہ کر رہا تھا اس کی روشنی بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی حتےٰ کہ بُصری کے بدوؤں نے بھی اپنے اپنے اونٹوں کی شناخت اسی روشنی کی بدولت کی حالانکہ حجاز اور بصری کے درمیان کافی دوری ہے اس کی لپیٹ سے کتنے ہی انسان و نباتات جھلس گئے، جمادات پگھل پڑے چرند و پرند کے بھاگنے کا ٹھکانا نہ تھا، روز بروز اس کی ہر طرح زیادتی ہی نظر آ رہی تھی، اس کا رُخ شہر مدینہ کی جانب بڑھتا گیا، جمعہ کی شب کو باشندگانِ مدینہ نے مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہی میں بڑے گریہ و زاری اور تضرع کے ساتھ گائی باوجود اس شدت و حبس کے مدینہ طیبہ بالکل مامون رہا اور اس کا کچھ اثر نہ ہوا اسی شب بصری بدوؤں نے آگ کی روشنی میں اپنے اپنے اونٹوں کی شناخت کی اس کے علاوہ اس آتش فشانی کی کیفیت لکھنے والوں نے مختلف انداز میں تحریر کی ہے۔

(۱۴) قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وسلم لَا تَقُومُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرکَ صِغَارَ الاَعیُنِ حُمرَ الوُجُوہِ ذُلفَ الاُنُوفِ کَاَنَّ وُجُوھَھُمُ المَجَانُ المُطرَقَۃُ (بخاری باب قتال الترک جلد اول و مسلم ج۲ ص ۳۹۵) قیامت نہ ہوگی جب تک کہ تم ان ترکوں سے جنگ نہ کرلو گے جو چھوٹی آنکھوں والے، سُرخ چہرے والے، پست ناک والے ہونگے اُن کے چہرے ڈھال جیسے چوڑے ہوں گے، بخاری و مسلم دونوں میں یہ روایت موجود ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی تھی کہ تم ترکوں سے ضرور مقابلہ کرو گے پھر اُن کے حلیہ سے بھی متنبہ فرما دیا تھا چنانچہ ۶۵۶ھ ہجری میں ہلاکو خان کے لشکروں نے خراسان و عراق پر سخت خونریزی اور لوٹ مار کی اس کو بھی ایشیا کوچک میں شکست عظیم ہوئی۔

(۱۵) اُترُکُوا التُّرکَ مَا تَرَکُوکُم فَاِنَّھُم اَوَّلُ مَن یَسلِبُ اُمَّتِی مُلکَھُم (طبرانی ابو نعیم بروایت ابن مسعودؓ) امام طبرانی ؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا تھا، کہ ترکوں کو نہ چھیڑنا جب تک کہ وہ تم سے چھیڑ نہ کریں کیونکہ یہی وہ قوم ہے جو سب سے پہلے میری امت سے اُن کا ملک چھین لے گی، اب دیکھئے یہ واقعہ ساتویں صدی ہجری میں حدیث کے مطابق ظاہر ہوا، اور ان ہی ترکوں نے سلطنت عباسیہ کا خاتمہ کیا اور مستعصم باللہ خلیفہ بغداد مارا گیا کتب خانہ دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا، کہا جاتا ہے کہ مہینوں تک اس کا پانی سیاہ ہو کر بہتا رہا مقام غور ہے کہ سات سو برس پہلے جس واقعہ کا اظہار آپ نے اپنے صحابہؓ سے کر دیا تھا ٹھیک اسی طرح اس کے مطابق ظاہر ہوا اس لئے اس سے الفاظ حدیث کی صحت کا کمال یقین حاصل ہوا

(۱۶) خُذُوهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَنْزِعُهَا يَابَنِي أَبِي طَلْحَةَ مِنْكُمْ إِلَّا ظَالِمٌ (استیعاب ابن عبد البر فتح مکہ ۲۰ رمضان ۸ھ جس وقت کہ مکہ پر مسلمان قابض ہوئے، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی کلید طلب فرمائی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شیبہ کے گھرانے سے کلید لاکر بیت اللہ کھولا اس کے بعد اس کو واپس دینے سے انکار کر دیا حضرتؐ نے علیؓ سے فرمایا کہ اسلام کسی کی حق تلفی کے لئے نہیں آیا ہے اس کا حق تلف نہیں کیا جاسکتا مختصر یہ کہ آپ نے شیبہؓ کو بیت اللہ کی چابی دیتے وقت فرمایا کہ تم یہ کنجی سنبھالو، ہمیشہ ہمیش کے لئے، تم سے وہی شخص چھینے گا جو ظالم و بدمعاش ہوگا، ہزاروں کی تعداد میں حاجیوں کا گروہ ہر سال بیت اللہ کی زیارت کے لئے مکہ شریف جاتا ہے، کوئی دریافت کرے کہ کیا خاندان ابوطلحہ کی نسل باقی ہے یا نہیں؟ بیت اللہ کی کنجی اُن کے ہاتھ میں ہے یا نہیں؟ یقیناً اثبات میں جواب پائے گا، دوستو اگر رسول عربیؐ کا کلام غلط ہوتا تو کچھ دیر کے لئے تسلیم کر لیا جاتا مگر نہیں انہوں نے ایک حرف بھی خواہش نفسانی سے نہیں کہا حضرات آج تک ۱۳۰۱ھ ہجری کا عرصہ گذر رہا ہے مگر آج تک ۸ھ ہجری کی پیشگوئی برقرار ہے کیا اب بھی ہم احادیث نبوی سے روگردانی کریں گے؟ کلا و حاشا۔

(۱۷) مسند امام احمد میں اور مسلم (جلد ۲ صفحہ ۳۹۲) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے طول عبارت کے ساتھ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا لَتُفْتَحَنَّ قُسْطَنْطِينِيَّةُ یعنی آپ نے لوگوں کو فتح قسطنطنیہ کی بشارت دی تھی، اسی طرح ابوداؤد (جلد ۲ صفحہ ۲۳۵) میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمَلْحَمَةُ الْكُبْرٰى فَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ الحدیث ۸۵۵ھ ہجری (۱۴۵۲ء عیسوی)

میں محمد فاتح سلطان نے فتح کیا، یعنی کتاب مسند سے چھ صدیوں اور سال ہجرت سے ساڑھے آٹھ صدیوں کے بعد حضورؐ کے ارشاد کے مطابق لوگوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، مگر قربان جایئے محدثین کی صداقت و دیانت پر کہ انہوں نے کس وثوق کے ساتھ نبی اکرمؐ کے اس فرمان کو دفتر حدیث میں جگہ دی جو ان سے کئی صدیوں کے بعد سچی ثابت ہوئیں۔

(۱۸) تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً (بیہقی و حاکم و طبرانی) آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت میں تہتر فرقے بن جائیں گے، دیکھئے آج تیرہ سو سال سے زیادہ اس پیشین گوئی کو ہو رہے ہیں لیکن اسی طرح یہ حدیث بتا رہی ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا، کیا آپ غور نہیں کرتے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے آغاز تک وہی واحد اور جامع نام سب کا رہا جیسا کہ قرآن حکیم نے بتلایا هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا، لیکن خروج خوارج کے بعد نئے نئے فرق رونما ہوئے جیسے منکر حدیث و قادیانی، بریلوی وغیرہ وغیرہ، اور سب کو ان ہی ناموں پر ناز ہے، یہ پیشین گوئی حقیقت میں نصف النہار کی طرح ہدایت و صداقت کے ساتھ بین اور روشن ہے۔ اگر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ دوستو! انصاف کے رو سے اُن کو حقیقت کی کسوٹی پر پرکھو تو تمہیں اس کی صداقت اچھی طرح معلوم ہو جائے گی اور تعصب کا سد باب ہو جائے گا۔

(۱۹) اسی طرح بہت سی حدیثیں پیشین گوئی کے باب میں درج ہیں لیکن دو ایک اور بھی ذہن نشین کر لیں، امام بیہقی نے بروایت عبد الرحمٰن بن عبد البارى بیان کیا ہے کہ جب کسریٰ بن ہرمز بن پرویز نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان دعوت اسلام کو پڑھ کر پھاڑ ڈالا تھا تو آپ نے خبر پاتے ہی اس ناہنجار کے حق میں فرمایا مَزَّقَ كِسْرَىٰ مُلْكَهُ یعنی کسریٰ نے اپنی سلطنت کو چاک کر ڈالا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آخری کسریٰ خلیفہ راشد حضرت عثمان ذی النورین کے لشکر سے ہلاک ہوتا ہے اور پھر اس سلطنت کا نام و نشان دنیا سے مٹ جاتا ہے،

تتمہ مضمون حدیث :- اس کے ثبوت میں ایک ایسی بین و واضح حدیث قلمبند کرتا ہوں جو کم فہم و ذی فہم دونوں کے لئے برہان قاطع ہو گی، اور حسن ظن ہے کہ منکر سنت نبویہ براہ راست

پڑا جا رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام ممالک کے بادشاہوں کے پاس اسلام کے پیغام ارسال فرمائے تھے ان میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط جو آپ نے مصر و اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے نام لکھوایا، درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى الْمُقَوْقَسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ اِثْمُ اَهْلِ الْقِبْطِ وَيَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (زاد المعاد جلد ۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خدا کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے قوم قبط کے بادشاہ مقوقس کی طرف سلام ہو اس پر جو ہدایت کا پیرو ہو، بعد ازیں یہ کہ میں تم کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں اسلام لے آؤ تو بچ جاؤ گے اور تم کو خدائے تعالیٰ دوگنا ثواب دے گا، اور اگر روگردانی کرو گے تو ساری قوم قبط کا گناہ تم پر ہوگا، اور اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ گردانیں اور ہم میں سے کوئی بھی کسی کو خدا کے سوا رب نہ مانے، پس اگر وہ (اہل کتاب) روگردانی کریں تو اے مسلمانو! تم کہو اے لوگو، تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں، اس خط کو آں حضور ؐ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی معرفت روانہ کیا، انہوں نے دربار شاہی میں عام مجمع کے سامنے بادشاہ کو مخاطب کر کے نہایت پُر اثر تقریر کی، اور اس ملک کے بادشاہ فرعون کی طغیانی و سرکشی اور اس کے انجام پر عبرت کی نصیحت کی، بادشاہ نے آں حضور ؐ کی صداقت کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ اچھا اس معاملہ پر غور و فکر کروں گا، اس کے بعد آں حضرت ؐ کے اس مبارک خط کو ہاتھی دانت کے ایک نفیس ڈبے میں بند کر کے توشہ خانوں میں نہایت ہی حفاظت سے رکھ چھوڑا، اور قاصد کو بہت کچھ تحفے تحائف دے کر واپس کیا یہ خط اسی طرح محفوظ رہا جس طرح انہوں نے رکھا تھا حتیٰ کہ اس کے ظہور کا وقت آیا، اور عیسائیوں کی ایک خانقاہ سے خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خان صاحب کی خدمت میں پہونچا، انہوں نے اس

کا فوٹو چھپا کر تمام اطراف واکناف میں شائع کرایا چنانچہ مجھے بھی جناب مولانا واستاذنا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی مدظلہٗ نے دکھلایا، خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے پاک خلیل سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کا نقش دکھایا اور ہم کو اس کے پاک کلمات کے یاد کرنے والوں اور لوگوں تک پہنچانے والوں سے بنایا، یہ نقش احادیث نبویہ کی صحت پر اس طرح شہادت دیتا ہے کہ اس کے الفاظ بالکل وہی ہیں جو کتب حدیث میں حفاظ سے مروی ہیں، اور اس کی دوسری شہادت احادیث نبویہ کی صحت پر یہ ہے کہ صحیح روایتوں میں روایت ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف حکمرانوں د بادشاہوں، کے نام خط لکھوانے شروع کئے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مشورہ دیا کہ عجمی بادشاہ بے مہر خط نہیں پڑھتے تو آپ نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا نقش تین سطروں میں اوپر نیچے لکھوایا، سب سے نیچے سب سے اوپر اللہ، وسط میں رسول، اور سب سے نیچے محمد تھا، بعینہٖ اسی طرح اس فوٹو میں ہے جس طرح آپ نے بنوایا تھا، ان دونوں شہادتوں سے ہماری تصدیق ہوتی ہے،

مسلمانو اگر یہ حدیثیں وحی الٰہی نہ ہوتیں، تو اس طرح آپ کے فرمان کے مطابق نہ ثابت ہوتیں یقیناً یہ خدا کی بتلائی ہوئی باتیں ہیں رسول کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے، تمام پیشین گوئیاں اپنے وقت پر ظاہر ہوئیں اور ہوں گی، دراصل سچے رسول کے پرکھنے کی یہی ایک کسوٹی ہے،

آخر میں یہ عاجز خدا سے دعا کرتا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں اور ہمارے تمام بھائیوں کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر کامل طور سے ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین ٭ (اخبار محمدی دہلی جلد ۱۸ ش ۲۲،

۱؎ یہ نقش الخ مبارک دفتر اخبار محمدی دہلی سے صرف چار آنے قیمت پر آپ طلب فرما سکتے ہیں،

مفتی فضیلۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف۔

اسلام میں سنت نبوی کا مقام

مترجم:۔ سیف الرحمٰن بی۔ اے۔

سابق مفتی دیار مصر فضیلۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف کا فتویٰ اسلام میں سنت نبوی کا مقام نہایت رفع و اعلیٰ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کی شمع فروزاں سے بے اعتنائی کر کے کبھی جادہ مستقیم پر گامزن نہیں ہو سکتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ قرآن پاک کی ہدایت کے خد و خال کی نشاندہی کی، اگر ہم سنت نبوی کو یہ کہہ کر دیں کہ ہمیں کتاب مقدس کی ہدایت کے ہوتے ہوئے کسی اور ہدایت یا رہنمائی کی ضرورت نہیں تو سخت غلطی ہے جو سراسر گمراہی کا موجب ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کی تعلیمات اور قرآن کریم کی تعلیمات دونوں الگ الگ اور متضاد نہیں جن کا اجتماع ناممکن ہو بلکہ دونوں کی تعلیمات اور ہدایت حقیقتاً ایک ہی ہے کیونکہ سنت نبوی کو قرآن کریم سے الگ نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا اور کچھ فرمایا وہ کتاب اللہ کی روشنی میں فرمایا، اس امر کی خود قرآن کریم شہادت دیتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوحٰى ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اندریں حالات سنت نبوی کی پیروی، کتاب الٰہی کی پیروی اور سنتِ نبوی کا انکار کتاب اللہ کے انکار کے مترادف ہے دونوں کی پیروی کے مجموعہ کا نام اسلام ہے اگر دونوں میں کسی ایک کو ٹھکرا دیں تو ہم اسلام کے جادۂ مستقیم سے کوسوں دور ہو جائیں گے اور ضلالت کے گڑھے میں جا گریں گے بعض لوگوں نے ائمہ کی تقلید کے جال میں پھنس کر سنت نبوی کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ ہمارے امام صاحب اس حدیث کو بہتر جانتے تھے جب انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا تو ہم کیسے کریں۔ در حقیقت یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا انکار اور سنت نبوی سے روگردانی ہے ان کی قیامت کے روز آنکھیں کھلیں گی جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمانوں کے زمرہ میں

شامل کئے جائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ الٰہی! یہ میرے اُمتی کہلانے والے تیری مقدس کتاب اور میری سنت کو پس پشت پھینک کر اپنے علماء کی پیروی میں مگن رہے اس طرح بعض لوگوں نے یہ کہہ کر سنت نبوی سے منہ موڑ لیا کہ آج چودہ سو سال کا ایک طول عرصہ گذر جانے کے بعد ہمیں کیسے معلوم ہو کہ یہ حدیث تاجدار مدینہ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہے یہ کام سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے کیا اور کرنے کو فرمایا۔ اس کے برعکس قرآن کریم محفوظ ہے اور قطعی الثبوت، اس میں شک و شبہات کی گنجائش نہیں اس میں تغیر و تبدل کی جرأت نہ کسی سے ہوئی اور نہ ہو گی۔ بریں وجہ ہم قرآن پاک پر عمل کرتے ہیں اور حدیث کی پیروی واجب نہیں سمجھتے، حدیث ظنی ہے یہ شکوک و شبہات سے بالاتر نہیں۔

دراصل یہ لوگ منکرین حدیث ہیں جو مختلف قسم کے بھیس بدل کر عوام کے سامنے آتے رہتے ہیں ائمہ حدیث نے اپنے اپنے وقت میں ان کو مدلل اور مسکت جواب دے کر خاموش کر دیا اور بتایا کہ قرآن کریم کی پیروی سنت نبوی کی پیروی کے بغیر ناممکنات میں سے ہے اور سنت نبوی کی پیروی حقیقتاً قرآن کریم کی پیروی ہے بلکہ قرآن پاک اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (نساء)

آج پھر ایک طبقہ انکار حدیث اور انکار سنت نبوی کے لئے بہانے تراش رہا ہے یہ کہتے ہیں کہ دنیاوی افسروں اور حکام کی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دو حیثیتیں تھیں ایک حیثیت سے آپ پیغمبرانہ عہدہ جلیلہ پر فائز تھے اس لحاظ سے آپ کے احکام کی پیروی اللہ کی پیروی ہے اور دوسری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی حیثیت تھی جس کا مطلب یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملک اور معاشرہ کے رسم و رواج کے مطابق کچھ کام سرانجام دیئے، ان کی حیثیت بس ایک ملکی رواج سے زیادہ نہ ہو گی، ایسے امور کو سنت سنت کہہ کر ورد کرنا جہالت اور دیوانہ پن ہے ایسی سنتوں کی پیروی کوئی موجب ثواب نہیں اور ایسی سنتوں کا ترک کرنا موجب گناہ نہیں

دراصل ان لوگوں کے ذہن میں انکار حدیث کا بھوت سوار ہے اسی لئے وقتاً فوقتاً نئے نئے شگوفے کھلاتے رہتے ہیں۔ ورنہ ایک پختہ ذہن اور راسخ العقیدہ مؤمن ایسی باتیں کبھی ذہن میں لا ہی نہیں سکتا، ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی واقعی دو حیثیتیں۔

تھیں تو پھر آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت کیوں نہ فرمائی اگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو حیثیتوں کے قائل ہوتے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات و سکنات تک کی پیروی میں عشق کی بازی کیوں لگاتے؟ پھر ہمارے پاس کونسا معیار ہو گا جس کی رو سے ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ یہ حکم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبرانہ حیثیت سے فرمایا اور یہ حکم ملکی رسم و رواج کے مطابق ہے یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے رسول خدا ہونے کی حیثیت سے فرمایا اور یہ حکم حضرت محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے دیا، یا یہ کام رواجی ہے اور یہ کام شرعی حیثیت کا حامل ہے!؟ اصل بات یہ ہے کہ سنت نبوی کے دشمن اسے ختم کرنے کے درپے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سنت نبوی کی شمع فروزاں کے محافظ ہر زمانہ میں بھیجتا رہا ہے اور قیامت تک یہ شمع یونہی فروزاں رہے گی۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔

چنانچہ درج ذیل فتویٰ میں محترم جناب حسنین محمد مخلوف سابق مفتی دیار مصر نے سنت نبوی کے تارک کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ (سیف الرحمٰن بی اے)

اللہ تعالٰے نے خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام دے کر مبعوث فرمایا، دین اسلام وہ دین ہے جس کے متعلق ارشاد خداوندی ہے إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ۔ اللہ کے نزدیک (قابل قبول)، دین اسلام ہی ہے۔ نیز یہ اللہ تعالٰے کا پسندیدہ دین ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا نیز فرمایا وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ جو شخص اسلام کے ماسوا کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے وہ دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں اسے خسارہ ہی خسارہ ہو گا۔

اللہ تعالٰے نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل فرمایا۔ یہ لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہے، اور روشنی ہے، اس میں ہدایت کے اور اسلام اور کفر میں امتیاز کرنے والے دلائل موجود ہیں یہ کتاب الٰہی تدریج آہستہ آہستہ نازل ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالٰے نے اس کے ذریعے اپنے دین کی تکمیل کر دی اور فرمایا اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ) اور اپنی نعمت (قرآن کریم، تم پر مکمل بھیج دیا،

اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سے چمٹے رہنے کا حکم فرمایا۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (عمران) تم اللہ کے دین کو اکٹھے ہو کر مضبوطی سے تھام لو اور ٹوٹے ٹوٹے مت بنو۔

نیز اپنی اور اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ہر اس کام میں حکم دیا جو اس کی طرف اس کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا، چنانچہ فرمایا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (المائدہ) اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔ وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (النور) اگر تم اس (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرو گے تو ہدایت یافتہ ہو گے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے تو صرف احکام الٰہی لوگوں تک پہنچانا ہے رہا ہدایت کا معاملہ تو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَا اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًا جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے تو در حقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے منہ پھیر لیتا ہے (تو کوئی بڑی بات نہیں) ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر کمربستہ ہو جاتا ہے اور اس کی (مقرر کردہ) حدود سے تجاوز کرتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ میں داخل کرے گا اور اس میں سے باہر آنے کی امید ہرگز نہیں ہو گی بلکہ اس میں ہمیشہ اور ابدالآباد کے لئے رہے گا، پھر وہاں پر کوئی آرام و آسائش کا سامان نہیں میسر ہو گا بلکہ ذلیل اور رسوا کرنے والے عذاب میں بند ہو گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر کی پیروی کریں، آپ کی منہیات سے باز رہیں اور آپ کے اقوال و افعال کی پوری پوری پیروی کریں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال و افعال وحی الٰہی کے ماتحت سرزد ہوتے ہیں جیسے فرمان ایزدی ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم) یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا تکلم اور گفتگو ہمیشہ وحی الٰہی کے مطابق ہوتی تھی۔

اسلامی شریعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور اوامر ونواہی کو اصول ثانی کی حیثیت حاصل ہے کیونکہ پہلا بنیادی اصول کتاب الٰہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بتدریج کلمہ کلمہ اور آیت آیت کی شکل میں نازل ہوئی ہے اس لئے تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اسلام ان دو اصولوں پر قائم ہے، جب تک ان دونوں پر ایمان نہ لایا جائے اور تمام حالات اعمال اور اعتقادات میں ان کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے اس وقت تک کسی کا ایمان درست نہیں ہوگا۔ مسلمانوں نے اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے جو قرآن پاک کی کسی آیت یا کلمہ قرآن کا انکار کرتا ہے یا ایسی سنت کا انکار کرتا ہے جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہو، جیسے کوئی شخص سفر کے ماسوا عصر کی چار رکعت سنت کا انکار کرتا ہے اور جیسے کوئی عصر کی نماز میں قرات بالجہر پر یقین رکھتا ہے حالانکہ یہ بات قطعی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عصر کی نماز میں چار رکعت سنت ہیں اور اس کی فرض نماز میں قرأت سری ہے۔

بریں وجہ ہم نے یہ فتویٰ صادر کیا ہے کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کو خواہ قول ہو یا فعل جو قطعی الثبوت ہو، ترک کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ سنتوں کی حیثیت اسلام کے ثابت اور متحقق ہونے کے لئے اصول ثانی کی نہیں اور اس کو ترک کرنا جائز تصور کرتا ہے تو ایسا شخص بالاجماع دین اسلام سے خارج ہے اور اللہ کا نافرمان ہے کیونکہ جہاں اس نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہاں اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو بھی لازم ٹھہراتا ہے۔

دین اسلام امت محمدیہ کے لئے انفرادی اور اجتماعی طور پر حق، ہدایت، علم نور، فضیلت اور کمالات لے کر آیا اور اللہ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام دے کر تمام روئے زمین کے لوگوں کے لئے جو قیامت تک ہونے والے ہیں مبعوث فرمایا، ایسے نبی کے احکام اور اوامر ونواہی کی تعلیم میں حیلہ سازی کرنا واضح گمراہی اور صریح کفر ہے اس لئے ان دونوں اصولوں کی ترغیب دلانا ضروری ہے تاکہ لوگوں کو ان کا علم ہو جائے اور اسلام میں ان کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ دونوں (قرآن وسنت) اسلام کے بنیادی اصول ہیں اور ان میں کوتاہی برتنے والے کو ہر ممکن طریقہ سے انتباہ کیا جائے تاکہ حق اور دین اسلام کا قیام ہو اور کفر، گمراہی اور فساد کی جڑ کاٹی جائے، اللہ ہی ان امور کی توفیق دینے والا ہے اور راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

اس عقیدہ کی نشرو اشاعت تمام اسلامی ممالک میں ضروری ہے، رہا ہدایت کا معاملہ تو وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

فضیلۃ الشیخ احسنین محمد مخلوف سابق مفتی دیار مصر

ماخوذ از اخبار العالم الاسلامی بابت ۴ دسمبر ۱۹۷۰ عدد نمبر ۶.۵

منقول از محدث لاہور جلد ۹ ش ۷۔ ۸

سوال:۔ اگر بعد ختم نماز جمعہ چند مسلمان داخل مسجد ہوں تو اُن کو نماز جمعہ بجماعۃ ثانیہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ جائز بلکہ واجب ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ الاٰیۃ حدیث ۔ اَلْجُمُعَۃُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَۃٍ اِلَّا اَرْبَعَۃً عَبْدٌ اَوِ امْرَأَۃٌ اَوْ صَبِیٌّ اَوْ مَرِیْضٌ رواہ ابوداؤد من حدیث طارق ابن شہاب (الصحابی الصغیر) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رواہ الحاکم من حدیث طارق ھذا عن ابی موسٰی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصححہ غیر واحد (التلخیص الحبیر)

وجہ استدلال یہ ہے کہ نماز جمعہ جب فرض ہے اور اس کی شرط جماعت ہے جو حدیث بالا میں مذکور ہے تو دوبارہ جماعۃ جمعہ بھی اسی دلیل سے ثابت ہے ہاں اگر اکیلا کوئی شخص بعد نماز جمعہ آوے تو بوجہ عدم شرط جمعہ ظہر پڑھے گا چنانچہ بعض روایات متعاف میں صراحتاً بھی آیا ہے۔

ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ ٹیا محل دہلی،

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد سکتہ فرماتے اور اس میں اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ الخ (دعائے افتتاح) پڑھتے جیسا کہ کتب احادیث میں مذکور ہے لہٰذا عیدین کی نماز میں بھی تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے افتتاح پڑھنی چاہیئے، اس کے بعد تکبیر زوائد، بکر کہتا ہے کہ ایسا نہیں بلکہ تکبیر تحریمہ الزوائد متواتر بلا فصل کہنی چاہئیں اور اس کے بعد دعائے افتتاح اس لئے کہ امام ابن القیم زاد المعاد جلد اول صـ۱۲۲ میں نماز نبوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کَانَ یَبْدَأُ بِالصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ یُکَبِّرُ فِی الْاُوْلٰی سَبْعَ تَکْبِیْرَاتٍ مُتَوَالِیَۃٍ بِتَکْبِیْرَۃِ الْاِفْتِتَاحِ

زید اس کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ مندرجہ ذیل حوالہ کے خلاف ہے:

نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۱۳ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَالْاَوْزَاعِیُّ وَاِسْحٰقُ وَاَبُوْطَالِبٍ وَاَبُوْالْعَبَّاسِ اِنَّ السَّبْعَ فِی الْاُوْلٰی بَعْدَ تَکْبِیْرَۃِ الْاِحْرَامِ اَیْ بَعْدَ سَکْتَۃِ تَکْبِیْرَۃِ الْاِحْرَامِ

تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص ۳۷۶ ج ۱ تَکْبِیْرَاتٌ غَیْرُ تَکْبِیْرَۃِ الْاِحْرَامِ کَمَا فِی رِوَایَۃٍ۔

اب سوال یہ ہے کہ زید کا قول صحیح اور سنت کے مطابق ہے یا بکر کا؛

اس کے جواب میں حضرت مفتی اہلحدیث صاحب فرماتے ہیں یہ زوائد تکبیرتین تحریمہ کے ساتھ ملحق ہیں میرے ناقص علم میں اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وغیرہ پڑھنے کا محل ان کے بعد ہے اس کے خلاف کوئی صریح حدیث ہو تو اطلاع دیجئے، شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی۔

آہ! جس کے اسم مبارک کی یاد سے زخم تازہ ہوتا ہے، خطیب ہند مولانا محمد صاحب (نور اللہ مرقدہ) صلوۃ محمدی عیدین کی نماز کی ترکیب میں فرماتے ہیں وضو کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا رفع الیدین کر کے سینہ پر ہاتھ باندھے اور اللّٰھم باعد یا اور کوئی شروع کی دعا پڑھ کر قرأت سے پہلے ٹھہر ٹھہر کے سات تکبیریں اور کہے اس ترتیب اور ترکیب کا حوالہ مطلوب ہے۔ راقم محمد واجد اللہ عفی عنہ اللہ۔ مدرسہ اہلحدیث، بیر گاچھی مالدہ

جواب:۔ تکبیراتِ عیدین میں یہ تو بعض روایات ضعاف میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز میں ماسوائے تکبیر تحریمہ کے بارہ تکبیریں کہیں، دار قطنی ص ۱۸۱ ج ۱ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ بِسَنَدَیْنِ وَالْبَزَّارُ فِیْ مُسْنَدِہٖ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ بِلَفْظِ کَانَ یُکَبِّرُ ثَلٰثَ عَشَرَۃَ تَکْبِیْرَۃً۔ مجمع الزوائد ص ۲۰۴ ج ۲ گو یہ روایات ضعاف ہیں مگر مختلف اسانید سے ایک دوسرے کو قوت ہوتی ہے جس سے اصل مسئلہ کا اثبات ہوتا ہے لیکن یہ تفصیل صراحۃً اب تک نہیں معلوم ہوئی کہ یہ بارہ تکبیرتین تحریمہ کے متصل بلا فصل کہتے تھے یا بالفصل اور نہ ہی یہ کسی روایت میں نظر سے گذرا کہ عیدین کی نماز میں تحریمہ کے بعد دعائے استفتاح بھی کرتے تھے یا نہیں ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام قاعدہ کلیہ نماز میں وارد ہے کہ تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان سکتہ فرماتے، دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں اس سکتہ میں اللھم باعد بینی الخ پڑھتا ہوں، متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۷۵ اس قاعدے و حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے دستور العمل سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد دعاء استفتاح پڑھ کر پھر تکبیراتِ زوائد کہنی چاہئیں۔ بنابراں قول زید کا صحیح ہے۔ رہا قول حافظ ابن القیمؒ کا تو اول تو انہوں نے اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث صریح نہیں پیش کی نیز ان کے قول کے بموجب دعاء استفتاح کا بھی ثبوت نہیں ہوتا۔ اور اثر سے جو تمام تکبیرات میں حمد و ثنا و درود نقل کیا ہے۔ یہ بھی ایک قول غریب ہے بہر حال راجح زید کا قول ہے اس لئے کہ وہ سنت محمدیہ کے مطابق ہے لہٰذا واللہ اعلم!

(الراقم ابوسعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ دہلی)

(اخبار محمدی دہلی جلد ۱۹ش ۱۲)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے والدین نے زید سے کہا کہ ہم اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح تیرے ساتھ کر دیں گے۔ لیکن زید کو قرائن سے معلوم ہو گیا کہ میرے ساتھ وعدہ صرف کھانے کیلئے کیا ہے۔ نکاح نہیں کرنے دیں گے۔ اس وجہ سے زید نے ہندہ سے زنا کیا۔ ہندہ حاملہ ہو گئی پھر والدین نے حمل میں قبل وضع حمل پانچ ماہ زید سے ہندہ کا نکاح کر دیا۔

کیا شرعاً یہ نکاح صحیح ہے؟ قرآن و حدیث سے جواب ہو۔

الجواب:۔ امام احمدؒ کے نزدیک یہ نکاح حرام ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ زانی کو حد لگانی واجب ہے۔ جب تک حد نہ لگائی جائے اور توبہ صحیحہ نہ ہو تب تک نکاح صحیح نہیں۔ اور یہ حمل زنا کا ہے۔ اور ولد ولد الزنا ہو گا۔ حاملہ من الزنا کا نکاح حالتِ حمل میں صحیح اسوجہ سے بھی نہیں کہ یہ عموم وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ میں داخل ہے۔ اخراج اس کا محض قیاس ہے۔ اور نیز زانیہ سے نکاح کرنے والا زانی ہوتا ہے۔ اور جب تک حمل موجود ہے حکم زنا بھی موجود ہے حکم زنا بھی موجود ہے۔ بناء علیہ یہ نکاح حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

ابو اسحٰق نیک محمد عفی عنہ امرتسر ؒ ھو موفق نکاح زانیہ بزانی میں سلف کا اختلاف ہے فمن قائل بجوزہ ومانع مگر بعد توبہ صحیحہ نکاح صحیح ہے۔ امام احمدؒ بعد توبہ صحت کے قائل ہیں

عہ یعنی حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے عدت میں نکاح درست نہیں۔

(نیل الاوطار) اور توبہ صحیحہ شرعی حد پر منحصر نہیں۔ قصہ افک صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض کو فرمایا تھا فَاِنْ كُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي اِلَيْهِ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ۔ الحدیث صحت نکاح کی دلیل یہ ہے کہ سورہ نور کی آیت کی منع کی دلیل میں علت منع وصف زنا ہے۔ قضیہ مشروط ہے۔ اور بعد توبہ وصف زنا زائل ہے۔ بحکم حدیث نبوی ع اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (سنن ابن ماجہ وغیرہ) اور عورت کی عدت اصطلاح شرع میں اس مدت کا نام ہے جس میں عورت فراق زوج یا وفات زوج یا سید کے بعد نکاح یا وطار سے رکی رہتی ہے فتح الباری نیل الاوطار سبل السلام از قرآن و حدیث میں انہی مواقع میں عدت عورت کا ذکر آیا ہے اِسْتِبْرَاءِ اس میں داخل ہے۔ عدت کا تعلق اصل میں زوج یا سید سابق سے ہے۔ سورہ احزاب کی آیت فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا۔ بھی امر مذکور کی دلیل ہے۔ نظر براں اُولَاتُ الْاَحْمَالِ کے عموم میں حامل مِنَ الزنا کا دخول محل نظر ہے۔ قطعی نہیں، صرف احتمال ہے۔ جیسا کہ خروج قیاسی کہا گیا دخول بھی قیاسی ہے اور اَلْعِبْرَةُ لِعُمُومِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوصِ السَّبَبِ بھی قیاس ہے نص یہ بھی نہیں۔ نیز عموم ہر چیز کا اپنے نوع میں ہوتا ہے نہ غیر میں اور اس عموم کی تصریح صرف مُطَلَّقہ اور متوفی عنہا (جس کا خاوند مر گیا) میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَلِلْمُتَوَفَّى عَنْهَا فَقَالَ هِيَ لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَلِلْمُتَوَفَّى عَنْهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِي (نیل الاوطار) اور نکاح زانیہ بعد توبہ زنا نہیں کما تقدم۔ اور اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ الآیۃ اور حدیث لَا يُحَرِّمُ الْحَلَالُ الْحَرَامُ (سنن ابن ماجہ وغیرہ) بھی دلیل مجوزین ہے۔ خلاصہ یہ کہ صورت مسولہ منصوصہ نہیں کتاب و سنت سے استنباط ہے ایسے مسائل میں ترک احوط (بہتر) ہے۔ مخلص تجدید نکاح ہو سکتا ہے۔ مگر حمل مذکور صحیح النسب نہ ہوگا۔ هذا والله اعلم وعلمه اتم واحكم

راقم ابو سعید محمد شریف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ دہلی۔

(اخبار محمدی دہلی جلد نمبر ۹ انٹ نمبر ۱۴)

ع٥ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ تھا ہی نہیں۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کہتا ہے کہ سبح اسم ربک الاعلیٰ وغیرہ کی بعض آیتوں کا جواب جو احادیث سے ثابت ہے مقتدی کے لئے بھی جائز ہے جس طرح امام کے لئے اور حوالہ فتاویٰ نذیریہ سے دیتا ہے اس کے برخلاف عمرو کہتا ہے کہ مقتدی کو بالکل جائز نہیں۔ اب آپ فرمائیے کہ ان دونوں میں کس کا قول سنت کے مطابق ہے؟ اور براہ کرم بالدلیل ارشاد ہو۔ فقط والسلام بینوا بالدلیل وتوجروا بالدلیل

الجواب صورت مسئولہ میں سنت کی تصریح نہ زید کے پاس ہے نہ عمرو کے دونوں کے دلائل قیاسیہ ہیں، زید خارج نماز کی حدیث پر نماز کو اور امام پر مقتدی کو قیاس کر کے جواز کا قائل ہے یہی فتاویٰ نذیریہ میں ہے اور عمرو سنت کی عدم تصریح کے باعث عدم جواز کا قائل ہے چونکہ عمرو کی دلیل عدمی ہے اور زید کی وجودی، اور مقامات مذکورہ کے محل کا مقتضی بھی وجودی کا موید ہے لہذا اگرچہ قیاس ہے لیکن عدم سے بہتر ہے مگر مقتدیوں کا غل وشور بالکل باطل ہے اس کا قیاس امام نہ ہو گا، جیسے تقریر تحریمہ قراۃ تکبیرات انتقالات سلام امام جہرا کہتا ہے اور مقتدی سرا فافہم وتدبر۔ ھذا واللہ اعلم۔

راقم ابوسعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ عربیہ دہلی۔

الجواب صحیح، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ امام ہر قسم کی اقتدا کے لئے بنایا جاتا ہے ان مخصوص باتوں کے علاوہ جن کو شریعت نے منع کر دیا ہے مقتدی امام کے ہر قول وفعل کی اقتدا کرے، اسی عموم کے ماتحت وہ امام کے تحت امام کے ساتھ سورتوں کا جواب بھی دے، واللہ اعلم بالصواب سید تقریظ احمد اڈیٹر اخبار محمدی دہلی۔

جواب صحیح اور درست ہے، علیہ اللہ مبارک پوری مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی۔

استفتاء - کیا مندرجہ ذیل صفات کا امام امامت کے لائق ہے۔

(۱) زناکار (۲) جواری (۳) اپنی عورتوں کو سینما لے جاتا ہو اور خود جاتا ہو اپنی عورت کا حمل ہر تیسرے مہینے میں ادویات سے گراتا ہو۔

کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہو سکتی ہے۔

الجواب - ایسے شخص کو ہرگز امام نہ بنائیے کیونکہ امام اچھے آدمی کو بنانا چاہیئے، رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے (ائمتکم خیارکم الحدیث)، سید تقریظ احمد اڈیٹر اخبار محمدی دہلی۔ جلد ۱۹ ش ۵۔

قرآن مجید کے الہامی کتاب ہونے کا ثبوت

اہل منطق کا ایک مسئلہ ہے قضایا قیاساتہا معہا ہے یعنی وہ قضایا کہ اپنی صدق کے وجوہات اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ یہی حال قرآن مجید کا ہے قرآن مجید اپنی صداقت کے ادلہ اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ تواریخ کے مطالعہ سے کہ اہل عرب اپنی زبان دانی اپنی فصاحت و بلاغت کے سامنے دوسرے لوگوں کو عجم یعنے گونگا کہتے تھے۔ جب اپنے جلسوں و محفلوں میں قصائد پڑھتے تو اس کو پہلے سے سوچتے و مرتب نہ کرتے تھے بلکہ بوقت تقریر شعر برجستہ پڑھتے جاتے تھے غرض یہ کہ وہ لوگ علم و ہنر میں اپنا ثانی دنیا میں نہ رکھتے تھے۔

ایسے وقت میں قرآن مجید ایک اُمّی شخص پر نازل ہونا شروع ہوا۔ قرآن مجید کو سنتے ہی اہل عرب چکرا گئے۔ لیکن چونکہ قرآن مجید نے ان کی مذہبی و اخلاقی باتوں کی اصطلاح و خدا پرستی کی طرف بلانا شروع کیا اور پتھروں و مکڑیوں کی پرستش و آباؤ اجداد کے رسم و رواج پر چلنے سے منع کیا اس واسطے وہ سب کے سب اس کے مخالف ہو کر تکذیب کرنے لگے۔ کسی نے کہا کہ یہ محمد کا بنایا ہوا کلام ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ شاعرانہ ترنگ ہے۔ غرض یہ کہ جتنے منہ اتنی ہی باتیں جب اہل مکہ نے اس قسم کے شکوک پیدا کرنے شروع کیے اور کلام اللہ ہونے کے منکر ہوئے اور کلام محمد کہنے لگے تو خداوند عالم نے فرمایا کہ اگر تم قرآن مجید کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام کہتے ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر کا بشر مقابلہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا تم سارے مل کر اس قسم کا کلام بنا دو محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں جھوٹے پڑ جائیں گے چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل) یعنے اہل مکہ و تمام روئے زمین کے انسان و جن سب مل کر اگر قرآن مجید کے مثل بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک ان کے سامنے پورے قرآن مجید کی تحدی پیش کر کے کہا گیا کہ اگر تم سے ہو سکتا ہے تو اس کے مثل بنا لاؤ۔ آخر جب وہ عاجز آگئے تو دس صورتوں کی تحدی کی گئی۔ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ۔ یعنی اگر پورے قرآن کے مثل نہیں لا سکتے تو دس ہی صورتیں سب مل کر بنا لاؤ تاکہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ جھوٹا ہو جائے۔ جب دس صورتوں کے بنانے سے بھی

قاصر و عاجز ہوئے تو ایک ہی سورت کی تحدی کی گئی، چنانچہ فرمایا وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ (سورۃ بقرہ)

یعنی اے مکہ والو! اگر تم کو قرآن مجید کے کلام ربانی ہونے میں شک ہے تو جاؤ اس کے مثل ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ آخر وہ ایک سورت بھی نہ بنا سکے، باوجودیکہ ان کی عربی زبان تھی اور نہایت ہی فصیح و بلیغ تھے جب ایک سورت بھی نہ بنا سکے تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ باوجود اس کے مثل بنانے سے قاصر ہونے سے بھی تکذیب سے باز نہیں آتے تو فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ یعنی اے منکرین قرآن تم پر حجت ختم کر چکا اب تمہارا ٹھکانہ سوائے جہنم کی آگ کے اور کچھ نہیں، چنانچہ آج تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گذرا قرآن مجید برابر ڈنکے کی چوٹ سے کہہ رہا ہے کہ جس کو میرے الہامی ہونے میں شک ہو وہ آ کر میرا مقابلہ کرے، باوجودیکہ آج عیسائی و آریہ و دیگر اقوام اسلام کے مخالف ہیں اور علم کے مدعی ہیں لیکن قرآن کریم کے مقابلہ سے عاجز ہیں اگر کسی بشر کا کلام ہوتا تو اب تک تو کبھی کا مقابلہ ہو چکتا۔ قرآن کریم کے الہام ربانی ہونے کا یہ بھی بین ثبوت ہے کہ باہم آیات کا اختلاف نہیں ہے چنانچہ فرمایا

قرآن کریم کے الہامی کتاب ہونے کی یہ بھی واضح دلیل ہے کہ بندوں کی تمام ضروریات کو کافی و وافی ہے بخلاف دیگر کتب آسمانی منسوخہ مثل بائبل وغیرہ یا جعلی کتابیں مثلاً وید وغیرہ اگر ان کو تھوڑی دیر کے لئے انسان اپنا دستور العمل بھی بنا لے تو ان سے ضروریات بشری کا پورا ہونا مشکل ہے نہ ان کتابوں سے ضروریات بشری ہی پوری ہو سکتی ہیں نہ خالق و مخلوق کے باہم تعلقات چل سکتے ہیں بخلاف قرآن مجید کے۔ قرآن مجید نے خالق و مخلوق کے باہم تعلقات کو خوب واضح طرح سے بیان کیا ہے اسی طرح ضروریات بشری مثلاً تہذیب الاخلاق و تدبیر المنزل و سیاست مدنیہ کو اچھی طرح بیان کیا ہے قوانین فوجداری و دیوانی کو مشرح بیان کیا ہے قوانین فوجی و جنگی سے قرآن مجید مالا مال ہے الغرض ان سب باتوں پر نظر ڈالنے سے انسان حلیم الطبع بے ساختہ یہ شعر اپنی زبان سے کہے گا ؎

نظیر اس کی نہیں جمتی جہاں میں نظر کر دیکھا ؏ بھلا کیوں ہو نظیر اس کی کلام پاک رحماں ہے

محمد یونس مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب مرحوم دہلی۔

(اخبار محمدی جلد ۱۹ ش ۲)

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سنت پڑھ رہا ہے اور فرض نماز کھڑی ہو گئی اس کا ارادہ چار رکعت ادا کرنے کا ہے ابھی پہلی رکعت میں ہی دو رکعت کے بعد سلام پھیرے یا چار کے بعد۔ مع حوالہ کتب جواب مرحمت کریں۔

جواب :- بعد اقامت اس کو فوراً سنت ترک کر دینی چاہیئے اس امر پہ یہ حدیث دلیل ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قائم کی جائے نماز (اقامت) کوئی نماز (درست) نہیں مگر فرض سنت ترک کر کے فرض میں شامل ہو جائے، فجر کی سنت ہو یا اور کوئی بعد اقامت سنت پڑھنے والا مجرم ہے۔ (مولانا) احمد اللہ

نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے،

(شیعہ کو جواب)

بشیر حسین سلمہٗ! بعد دعا کے معلوم ہو کہ خط تمہارا آیا حالات سے مطلع ہوا تم نے جو لکھا ہے کہ کوئی قرآنی آیت ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے بارے میں لکھو، تو اولاً ہر چیز کا حکم قرآن میں بالتفصیل نہیں مثلاً نماز میں صبح کی دو رکعت ظہر و عصر چار چار مغرب کی تین، اس کے متعلق قرآن میں کہیں نہ ملے گا اب یہ حکم حدیث کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے اس لئے واجب العمل ہے، قرآن نے تو اتنا بتایا ہے کہ ہم مسلمانوں کو مجرموں کی شکل میں دیکھنا نہیں چاہتے مجرم کیونکہ ہاتھ باندھے یا جوڑے ہوئے حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اس کو خداوند عالم اپنے سامنے گوارا نہیں کرتا ہے کہ بندے جب میری درگاہ میں آئیں تو دنیاوی طریقہ سے ہاتھ باندھے ہوئے میری عبادت نہ کریں اس لئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنا دیں، اب رہ گیا یہ کہ قدرت کے طریقہ پہ ہم کو بھی یہ ہی عمل کرنا چاہیئے اگر وہ ہم سے سخاوت کو چاہتا ہے تو سخاوت کریں، اگر علم کو چاہتا ہے تو علم حاصل کریں یہاں تک کہ اگر اس نے اپنے متعلق یہ کہہ دیا ہو کہ میری قدرت کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں تو ہم کو بھی یہی چاہیئے کہ ویسے ہی ہاتھ ہم بھی رکھیں چنانچہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ رسول کو خدا فرماتا ہے کہ اے رسول ان سے کہہ دو کہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جب

اللہ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں تو پھر اللہ ہی کے طریقہ کو اختیار کریں تاکہ وہ راضی ہو لہذا جب ہم خدا کے سامنے نماز میں کھڑے ہوں تو ہاتھ کھلے ہونے چاہئیں۔

تیسرے یہ کہ اسلام فطرتی مذہب ہے یعنی جو ہماری فطرت اور طینت ہے وہی مذہب اسلام ہے تو اب ہم کو اپنے جسم کے اعضاء پر غور کرنا چاہیے چنانچہ سر بلند ہے پیر نیچے ہیں ہاتھ لٹکے ہوئے ہیں جب ہاتھ رانوں پر لٹکے ہوئے ہیں تو پھر نماز میں ہم خلاف فطرت کیوں کریں اس لیے ضروری ہے کہ موافق ہی اس کی درگاہ میں جائیں تاکہ بناوٹ نہ ہو اس وجہ سے نماز میں ہاتھوں کا کھولنا ضروری ہے۔

چوتھے یہ کہ اہل سنت کی کتابوں میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا جائز ہے اور ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے میں شیعہ اور سنی دونوں متفق ہیں اور ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فقط سنیوں میں ہی پایا جاتا ہے اور ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا دونوں مذہبوں میں ہے تو پھر وہ چیز کہ جس پر دونوں کا اتفاق ہو زیادہ بہتر ہے یا وہ کہ جس پر دونوں کا اتفاق ہو زیادہ بہتر ہے یا وہ کہ جس پر صرف ایک مذہب کا اتفاق ہو۔ اہل سنت کی کتابوں سے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا واجب ہے اور رسول خدا بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے قَوْلُ مَالِكٍ الْعَزِيْمَةُ فِي الْاِرْسَالِ وَالرُّخْصَةُ فِي الْوَضْعِ وَالْاَخْذِ كَانَ النَّبِيُّ صلے اللہ علیہ وسلم كَانَ يَفْعَلُ كَذَالِكَ وَكَذَا اَصْحَابُهٗ حَتّٰى تَنْزِلَ الدَّمُ عَنْ رُؤُسِ اَصَابِعِهِمْ (کنز الدقائق ص۲۵ مطبوعہ نولکشور لکھنو) - ترجمہ:- امام مالک: جو چار یعنی امام ابو حنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام مالک) نے کہا ہے کہ واجب ہے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا اور اجازت ہے۔ کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور ان کے صحابی بھی ایسا کرتے اور اتنی اتنی دیر تک ہاتھ کھول کر نماز پر ہتے کہ انگلیوں کے پوروں میں خون جھول آتا ہے۔

الجواب اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اما بعد مجیب کا کلام عجیب ہے کہ ایک امر کو پہلے تسلیم کر چکا ہے کہ یہ قرآن میں بالتفصیل نہیں لہذا اس کا حدیث سے ثبوت لازم ہے پھر اپنے غلط قیاس سے اس کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش کی اور ثابت نہ ہو سکا۔ مجیب کو لازم تھا کہ جب قرآن میں تصریح نہ تھی تو حدیث صریح پیش کرتا جو نہ کر سکا اسے جناب اللہ تعالیٰ پر مخلوق کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ عابد کو معبود پر قیاس لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ - لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ معاذ اللہ! کیا وہ نماز پڑھتا ہے جو اس کے ہاتھوں پر قیاس کیا۔ اتنی دور گئے اور اللہ

تعالیٰ کا حکم وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ الآیۃ کا خیال نہ کیا کہ ضم کا حکم ہے فافہم وتدبر پھر أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ کا مطلب بھی غلط بتایا گیا ہے۔ اس سے پہلے ایک واقعہ نقل کر کے منکرین کو وعید فرمائی كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ۔

خلاصہ کہ ہم مجرموں یعنے کافروں کو مسلموں کی طرح جنت میں داخل کر کے آرام نہ دیں گے، بلکہ جہنم میں داخل کر کے عذاب کریں گے، اور بس، اس میں ہاتھ چھوڑنے یا باندھنے کا ذکر بالکل باطل خیال ہے اور بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ اول تو متشابہات سے ہے نیز اس سے دائمی داد و دہش مراد ہے نہ کہ ہاتھ لٹکا کر کھڑے رہنا یا چلنا پھرنا وغیرہ مجیب نے قرآن مجید میں تدبر ہی نہیں کیا، یونہی سُنی سنائی باتوں کو نقل کر دیا۔

جن کا نہ سر ہے نہ پیر ہاتھ باندھ کر دربار میں کھڑے ہونا اعلیٰ درجہ کا ادب و تہذیب ہے اور ہاتھ لٹکانا ایک گونہ سوء ادبی اور بد تہذیبی ہے جیسے کشتی گیر مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے مگر سیدھے کو الٹا سمجھنا آپ کی سمجھ کا پھیر ہے اور کچھ نہیں، اے جناب، پھر آپ نے وہی غلط قیاس شروع کر دیا، فطرۃ کا ذکر کر کے بھی آپ کو کچھ حاصل نہ ہوا، آپ کا قیاس ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ فطرۃ نے تو آپ کو شکم مادر سے ننگا اور خون وغیرہ سے آلودہ اور سر نیچے پاؤں اوپر کی طرف زمین پر اوندھا پیدا کیا پھر آپ کسی منہ سے اللہ کے سامنے نہا دھو با وضو کپڑے پہن کر قبلہ رو سر اوپر اور پاؤں نیچے کر کے کھڑے ہوتے ہیں اور خط و حجامت و ناخن تراشی وغیرہ بھی نہ تھی، پھر آپ اسی ہیئت سے برہنہ نماز کیوں نہیں پڑھتے بلکہ ہر وقت ایسے ہی کیوں نہیں رہتے، فطرت کے خلاف کس لئے کرتے ہیں، ہاتھی کے دانت صرف دکھانے ہی کے لئے ہیں نہ کھانے کے لئے نیز قیام میں تو آپ نے ہاتھ لٹکائے مگر رکوع اور سجود اور قعود میں کہاں رکھیں گے، پھر ان کے لئے کیا دلائل ہوں گے وہ بھی تو سوچے ہوتے۔ اے جناب بناوٹ نہیں یہ سنتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے جس کا ثبوت تمام کتب صحاح وغیرہ میں موجود ہے اور سلف اور خلف اور تمام صلحاء امت کا عمل درآمد ہے اگر آپ کو روزِ روشن میں کڑاکے کی دھوپ کے وقت بھی سورج نظر نہ آئے تو قصور کس کا ہے یہ بھی آپ نے غلط لکھا ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے میں شیعہ و سنی دونوں متفق ہیں، کتب حدیث و شروح حدیث اہل سنت و کتب فقہ ہدایہ شرح وقایہ سعایہ کنز الدقائق وغیرہ میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا سنت ہے ہاں امام مالکؒ کی

طرف لوگوں نے عدم وضع منسوب کیا ہے خود ان سے مؤطا میں منقول نہیں، پھر آپ کی منقولہ عبارت میں بھی وضع اور اخذ کو رخصت و ثابت بتایا ہے اور آپ اس کو بناوٹ بتاتے ہیں، لہٰذا یہ بھی آپ کے خلاف ہے اور احادیث صحیح اور آثار صحابہ و تابعین و صلحاء امت کے مقابلہ میں ایک مرجوحہ و بے اصل روایت جس کی کوئی سند بھی نہیں جو امام مالکؒ کی طرف منسوب ہے کوئی چیز نہیں اور تمام امت کے عمل و روایات کے بھی خلاف ہے لہٰذا باطل ہے اور وَضْعُ الْیَدَیْنِ عَلَی الصَّدْرِ فِی الصَّلٰوۃِ سُنَّۃٌ (نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے) ھٰذا ھو المدعی

(ابوسعید محمد شرف الدین عفی عنہ ناظم مدرسہ سعیدیہ دہلی ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۵۸ھ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وظیفہ یا مشاہرہ یا تنخواہ لے کر کسی مسجد کا امام بننا یا تنخواہ مشاہرہ وغیرہ دیکر امام مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو اس کی کیا دلیل ہے اور اگر جائز نہیں تو اس کی کیا دلیل ہے؟ بینوا بالادلۃ القاطعۃ توجروا عند اللہ فی الدنیا والآخرۃ۔

الجواب: عہد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس نماز پڑھایا کرتے تھے پھر خلفاء راشدین پھر حکومت اسلامی میں سلاطین اسلام اس وجہ سے (سوائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اور اسماعیلی کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ کے بھی فتح الباری) کبھی اس امر میں وظیفہ و تنخواہ کی نہ ضرورت پیش آئی نہ ذکر ہی ہوا، صدیق اکبرؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو فرمایا کہ میں اور میرے اہل و عیال میری محنت (تجارت کرباس) سے گذر اوقات کرتے تھے، اب چونکہ میں مسلمانوں کے کام (انتظام خلافت) میں مشغول ہوں لہٰذا میں اور میرے اہل و عیال بیت المال سے کھائیں گے (صحیح بخاری)، اس پر صحابہ کرامؓ نے مشورے سے آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا، (فتح الباری) اس اجماع صحابہ سے ثابت ہوا کہ انتظام خلافت و امامت میں اگر منتظم کو تنخواہ کی ضرورت و حاجت ہو کہ بلا اس کے اس کا کام نہیں چل سکتا یا ناقص رہتا ہے تو اس کی تنخواہ مقرر کرنی بھی جائز ہے اور اگرچہ صدیق اکبرؓ کے ذمہ دونوں کام (انتظام خلافت اور جماعت نماز) تھے مگر چونکہ دونوں میں افادہ و اصلاح اہل اسلام ہے اور دونوں امر دینی ہیں لہٰذا دونوں کی علت جامعہ ایک ہے اور حکم بھی ایک کہ اگر کہیں نماز باجماعت کے انتظام میں منتظم کو وظیفہ و تنخواہ کی ضرورت ہو کہ بلا اس کے

خورد ونوش وغیرہ کا کام نہیں چل سکتا یا ناقص رہتا ہے تو اس کا وظیفہ مقرر کرنا بھی جائز ہے اور اگر وہ کامل سرمایہ دار ہے کہ بلا تنخواہ اس کے اور اس کے اہل وعیال کے خورد ونوش وغیرہ ضروریات سب چل سکتے ہیں تو پھر اس کو تنخواہ لینا جائز نہیں رہا اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم تو قسم اول میں تو کلام نہیں کہ جائز ہے دوسری قسم کے امام کے پیچھے نماز تو ایک روایت کے مطابق ہو جائے گی۔ مگر اس کو امام نہ بنایا جائے بحکم حدیث نبوی اِجْعَلُوا اَئِمَّتَکُمْ خِیَارَکُمْ دارقطنی بیہقی۔ وَفِی رِوَایَۃٍ اِنْ سَرَّکُمْ اَنْ تُقْبَلَ صَلٰوتُکُمْ فَلْیَؤُمَّکُمْ خِیَارُکُمْ (اخرجہ الحاکم)

اور یہ بھی واضح رہے کہ جو امام بلا تنخواہ نماز پڑھائیگا وہ کسی کے دباؤ میں نہ رہے گا بحکم حدیث نبوی اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ (جامع ترمذی وغیرہ) شرع کے مطابق تعین اوقات نماز و حاضری وغیرہ ہر امر میں وہ مختار ہوگا۔ اور اگر متولیان مسجد کسی کو امام نماز مقرر کرکے اپنے نوکر کی طرح اس کو اپنے دباؤ میں رکھیں کہ تبدیل اوقات ایجاز و عدم ایجاز صلوٰۃ وغیرہ کسی امر میں اس کا دخل نہ ہو ہر وقت یا علاوہ وقت نماز کے بھی اس کی حاضری ضروری ہو یا خدمت مسجد یا حفاظت و درس تدریس وغیرہ بھی اس کے ذمہ لازم ہو تو پھر وہ صرف امام ہی نہیں بلکہ مزدور واجیر ہے اور بحکم حدیث نبوی اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ الحدیث (سنن ابن ماجہ و مسند ابو یعلی) اس کی تنخواہ واجب ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

ابو سعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ عربیہ دہلی۔ ۲۲ رمضان ۱۳۵۱ھ اخبار محمدی دہلی جلد ۹ اسر ۲

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں :۔

(۱) وتروں میں دعاء کے لئے جو رفعیدین ہاتھوں کو اٹھایا جاتا ہے اس کا کیا ثبوت ہے۔

(۲) وتروں میں دعاء قنوت بسند صحیح کونسی ثابت ہے، اس کے الفاظ کیا ہیں ؟ مع حوالہ کتاب بیان فرمائیں۔

(۳) جب سجدہ تلاوت نماز میں کیا جائے تو رفعیدین و تکبیر کہنی چاہیئے یا نہیں ؟ یا بغیر رفعیدین و تکبیر سجدہ میں چلا جائے۔

(۴) تکبیرات عیدین و نماز جنازہ میں رفع الیدین کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضوان اللہ سے ثابت ہے یا نہیں ؟

(۵) سجدہ تلاوت کے لئے جہت قبلہ اور وضو شرط ہے یا نہیں ؟ اور مس قرآن و تلاوت قرآن با وضو کرنا شرعی حکم ہے یا نہیں۔

الجواب: عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ کَانَ عُمَرُ یَقْنُتُ بِنَا فِی الصَّلٰوۃِ الْغَدَاۃِ وَیَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی

يخرج اصبعيه انتهى وكان ابو هريرة يرفع يديه فى قنوته فى شهر رمضان وعن الاسود ان عبد الله ابن مسعود كان يرفع يديه فى القنوت الى صدره انتهى۔ وعن ابى قلابة ومكحول انهما كانا يرفعان ايديهما فى قنوت رمضان انتهى۔ وعن سعيد بن المسيب ثلاثة مما احدث الناس اختصار السجود ورفع الايدى فى الدعاء ورفع الصوت۔ وعن الوليد بن مسلم سالت الاوزاعى عن رفع اليدين فى قنوت الوتر فقال لا ترفع يديك وان شئت فاشر باصبعك انتهى۔ ما فى قيام الليل وقيام رمضان وكتاب الوتر للمروزى وفيه آثار اخرى مختلفة۔

الحاصل رفعیدین قنوتِ وتر میں صحابہ تابعین سے آثار مروی ہیں اور اختلاف بھی ہے نیز اس رفع یدین میں اجمال ہے کہ آیا اس رفع سے مد یدین للدعا ہے جیساکہ اہل حدیث کا آج کل عمل ہے یا حنفیہ کی طرح رفعیدین مثل تکبیر تحریمہ صرف ہاتھ اٹھانا ہے ہر فریق اپنے موافق توجیہ کرتا ہے ابراہیم نخعی کی توجیہہ حنفیہ کے موافق ہے جس کی تفسیر وکیع نے کی ہے کہ رافع یدیہ قریبا من اذنیہ قال ثم یرسل یدیہ انتہی ما فی کتاب الوتر المذکور اور فاشر باصبعک کا لفظ بھی اسی کا مؤید ہے اور مطلق دعا کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اہلحدیث کے عمل کا مؤید ہے والامر سہل واسع لا حجر فیہ واللہ اعلم جزء رفع یدین امام بخاری میں بھی حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے رفع یدین قنوت ثابت ہے۔

(۲) حسن ابن علیؓ کہتے ہیں کہ عقلت عن النبى صلى الله عليه وسلم دعوات كان يدعو بهن وامرنى ان ادعو بهن اللهم اهدنى الحديث آگے وہی دعا ہے جو اہلحدیث پڑھتے ہیں مگر صیغے سب مفرد ہی کے ہیں، اور یہ حدیث ابن عباسؓ اور محمد بن حنفیہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے، کذا فی قیام اللیل المذکور جمع کے صیغے حضرت عمرؓ سے مروی ہیں۔ عن عمر ابن الخطاب انه كان يقنت بالسورتين اللهم اياك نعبد واللهم نستعينك اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات والف بين قلوبهم واصلح ذات بينهم وانصرهم على عدوك وعدوهم اللهم العن الكفرة اهل الكتاب الذين يكذبون رسلك ويصلون اولياءك اللهم خالف بين كلمتهم وزلزل اقدامهم وانزل بهم باسك الذى لا ترده عن القوم المجرمين۔ بسم الله الرحمن الرحيم اللهم انا نستعينك ونستغفرك ونثنى عليك ولا نكفرك ونخلع ونترك من يكفرك

(وفی روایۃ من یفجرک) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد ونرجو رحمتک ونخاف عذابک الجد ان عذابک بالکفار ملحق انتہی ما فی قیام اللیل۔

اس میں اور بھی اس قسم کے آثار ثابت ہیں حصن حصین میں بھی ہیں اور سب صحیح قابل عمل ہیں۔

(۳) نماز میں بوقت سجدۂ تلاوت رفع یدین کی تصریح مستحضر نہیں، اور غالباً ہے بھی نہیں ایسے ہی تکبیر کی تصریح بھی مستحضر نہیں، مگر حدیث ابن مسعودؓ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکبر فی کل رافع وخفض وقیام وقعود (رواہ احمد والنسائی والترمذی وصححہ) سے تکبیر ثابت ہوتی ہے لہٰذا کہنی چاہیئے۔

(۴) مرفوع روایت معلوم نہیں آثار ہیں عن نافع عن ابن عمر انہ قال یرفع یدیہ فی کل تکبیرۃ علی الجنازۃ وفی روایۃ اخریٰ ان عبد اللہ بن عمرؓ کان اذا صلی علی الجنازۃ رفع یدیہ انتہی (جزء رفع الیدین امام بخاری) عید کی بابت زاد المعاد میں ہے کان ابن عمرؓ مع تحریہ للاتباع یرفع یدیہ مع کل تکبیرۃ انتہی ص۱۲۲ مطبوعہ مصر جزء رفع الیدین میں قیس ابن حازم اور نافع ابن جبیر اور عمر ابن عبد العزیز اور مکحول اور وہب ابن منبہ اور امام زہری وغیرہ سے بھی ثابت ہے ایسے ہی عیدین کی نماز کی تکبیرات میں رفع یدین کا ابراہیم نخعی کا بھی ایک اثر ہے، رواہ الطحاوی فی معانی الآثار اور بس۔ وفد تجیب سے بھی ثابت ہے کہ وہ جب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا ہم فریضہ صدقات لائے ہیں حضورؐ نے فرمایا ان کو واپس لیجا کر وہیں کے فقراء پر تقسیم کر دو انہوں نے عرض کی ہم تو وہاں کے فقرا کو دیکر لائے ہیں ان سے جو بچا ہے وہ لیکر آئے ہیں پھر حضورؐ نے سکوت فرمایا انہوں نے آپ سے مسائل دریافت کئے آپ نے ان کو تعلیم دی اور جائزہ بھی دیا صحابہ اور حضورؐ ان سے بہت خوشی ہوئے زاد المعاد علمہا عند ربی لا یضل ولا ینسی (قرآن)

(۵) سجدۂ تلاوت میں جہت قبلہ اور وضو کی شرط گو ثابت نہیں لیکن اولویت ہے صحیح بخاری میں ہے ان ابن عمرؓ یسجد علی غیر وضوء انتہی اور فتح الباری میں بیہقی سے بسند صحیح ابن عمرؓ سے مروی ہے قال لا یسجد الرجل الا وھو طاھر انتہی فتح الباری میں اس کو طہارتِ کبریٰ پر محمول کیا ہے۔ یا صغریٰ حالت اختیار میں اور عدم حالتِ ضرورت میں، مگر اولویت پر عمل اولیٰ ہے، ابو عبد الرحمٰن سلمی سے بھی عدم طہارت اور عدم توجہ الی القبلہ مروی ہے مگر جہت قبلہ اولیٰ ہے اور نماز میں تو جہت لازم

ہے۔مسِ قرآن کے بارے میں مرفوع حدیث ہے لَا یَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاھِرٌ (رواہ الطبرانی)

لہٰذا بلا وضو مس منع ہے قرأۃ بلا وضوء کے بارے میں امام بخاریؒ نے امام نخعیؒ سے جواز نقل کیا ہے

مرفوع حدیث سے بھی جواز ثابت ہے جو بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضورؐ نے خواب سے اُٹھ کر پہلے چند

آیات قرآنیہ پڑھیں پھر وضو کیا لہٰذا وضوء اولی ہو انہ شرط اور لازم: احمد اللہ سلمہ غفرلہ پھاٹک حبش خاں دہلی

۲۸ رمضان ۱۳۶۱ھ اخبار محمدی جلد ۱۹ ش ۱۹

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں زید

مرحوم آٹھ کمرے مکانات اور ۱۳ ۔ ہم اسو روپے کا قرضدار رہ کر وارثوں میں تین لڑکے دو لڑکیاں چھوڑ

کر انتقال کر گئے اپنے حین حیات میں بہت عرصہ قبل زید مرحوم جب اپنا قدیمی رہائشی مکان مبلغ نو ہزار

روپے میں فروخت کئے تھے اس وقت انہوں نے دین اسلام کی تعلیم و تبلیغی جذبہ کے تحت نیت کرلئے

تھے کہ ان روپوں میں سے تقریباً انیس سو روپے کا کوئی جائداد خرید کر وقف کر دونگا تاکہ اس کی آمدنی

سے دین اسلام کا تعلیمی و تبلیغی کام انجام دیا جاتا رہے، قدیمی رہائشی مکان فروخت کرنے کے بعد

انہوں نے ایک جائداد چودہ کمروں کا مبلغ ۱۰½ ہزار روپے میں خریدا۔ اور وہ مذکورہ انیس سو روپے

ملا کر ۰۰ ۵ ہم روپے دیدیا، کیونکہ زید مرحوم کے پاس روپیہ کم تھا یہ جائداد خریدنے کے بعد ہی زید مرحوم

نے ایک وصیت نامہ سپرد قلم فرمایا جس میں ان چودہ کمروں میں تین کمرے وقف کرنے کی وصیت

لکھی تھی لیکن اس جائداد کو قبضہ و دخل حاصل کرنے میں چار کمرے سے زید مرحوم کو دست بردار ہونا پڑا اور ہزاروں

روپے زید مرحوم کے خرچ ہو گئے۔ تب جاکر دس کمرے زید مرحوم کو ملے اس کے بعد اپنی ناداری و بیماری کی وجہ

سے علاج و دیگر اخراجات کے لئے انھوں نے دو کمرے فروخت کر دیئے۔ اب صرف آٹھ کمرے رہ گئے

زید مرحوم کے انتقال کے بعد ان کا چھوٹا لڑکا جائداد مذکور آٹھ کمرے پر ناجائز قبضہ کر کے تین کمرے

فروخت کر دیا اور تقریباً نصف روپے سے زیادہ ضائع کر دیا۔ جو رقم اس کے پاس ہے اس رقم سے نہ

والد صاحب مرحوم کا قرض ادا کرنا چاہتا ہے اور نہ بھائی بہنوں کو دینا چاہتا ہے، لہٰذا سوال یہ ہے کہ باقی

پانچ کمروں میں صرف ایک کمرہ فروخت کر دیا جائے تو زید مرحوم کا قرض ادا ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔ باقی

چار کمرے میں کتنا وقف کرنا جائز ہے؟ اور وارثوں میں جو دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جن کو کچھ بھی نہ

ملا ہے کتنا کتنا حصہ دیا جائے۔ بدلائل قرآن و حدیث جلد جواب باصواب سے آگاہ فرمایا جائے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں ان تمام قصوں کے بعد زید نے اپنے مرنے پر جس قدر ترکہ چھوڑا ہے سب سے پہلے اس ترکہ سے قرض ادا کیا جائے گا قرض ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے اس کے ثلث میں وصیت جاری کی جائے گی اس کے بعد مالبستی ہے ترکہ مندرجہ ذیل طریقہ پر ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا اور جس نے اپنے حصہ شرعی سے زائد ناجائز قبضہ کر رکھا ہے یا فروخت کر دیا ہے وہ اس قدر کا خود ذمہ دار ہے۔

مسئلہ ۸ زید

پسر	پسر	پسر	دختر	دختر
۲	۲	۲	۱	۱

یعنی ترکہ کے ۸ سہام میں سے دو، دو سہام ہر سہ لڑکے کو اور ایک ایک سہام ہر دو لڑکی کو ملے گا

محمد عبد الغنی غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح - عبد السلام بستوی، مدیر الاسلام اردو بازار دہلی - مہر دار الافتاء، مدرسہ ریاض العلوم دہلی، ، جلد ۱۸ ش ۷

سوال : قصص الانبیاء میں لکھا ہے اور بہت مولویوں سے سنا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور سے ہیں یہ حدیث کیسی ہے اور کیا صحیح ہے یا غلط

جواب : یہ حدیث نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور سے ہیں قصص الانبیاء، حدیث کی کتاب نہیں بلکہ معتبر تاریخ بھی نہیں اس لئے اس کی روایت قابل اعتبار نہیں۔

اخبار اہلحدیث امرتسر جلد نمبر ۳۳ ش نمبر ۱۲

سوال : یزید اور شمر ابدی جہنمی ہیں یا نہیں اور آخر بہشت میں جاوینگے یا نہیں

جواب : کسی کا جنتی یا جہنمی ہونا خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اخبار اہلحدیث جلد نمبر ۳۳ نمبر ۱۲ :

سوال : اسلام کا ایک فرقہ حضرت عائشہ رض کو لعنت کرتا ہے نعوذ باللہ وہ ابدی جہنمی ہے یا نہیں۔

جواب : جو شخص حضرت عائشہ رض کو یا کسی اور صحابی یا صحابیات کو گالی دے اس کے ایمان کی خیر نہیں۔

باقی علم خدا کو ہے کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، (اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۳۲ ش ۱۲)

سوال :۔ ایک مسلمان قبروں پر جا کر ان سے مرادیں بیٹا، کشائش رزق، شفائے مرض مانگتا ہے کیا وہ جہنمی ہے یا نہیں۔

جواب :۔ اہل قبور سے مدد مانگنے والا مشرک اور مشرک جہنمی ہے جب تک توبہ نہ کرے اولاد دینا مشکل حل کرنا رزق دینا سب خدا کے کام ہیں، دوسرا کوئی نہیں کر سکتا، اس لئے خدا کے سوا کسی اور سے طلب کرنا شرک ہے۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۳۳ ش ۱۲)

قبروں پر پختہ عمارت بنانا یا میلہ و عرس کا انعقاد۔

جناب محمد امیر ملک ڈسٹرکٹ جج جہلم کا فیصلہ

ترجمہ و ترتیب: جناب ابو سلمان راغب شیخوپوری ایم اے ایل ایل بی

چند ماہ قبل موضع کوٹلہ ایمہ تحصیل جہلم میں دو گروہوں کے درمیان ایک نزاع رونما ہوا، وجہ نزاع یہ تھی، کہ گاؤں کے قبرستان میں ایک بزرگ نامی سید میراں چراغ علی شاہ صاحب کی قبر تھی جس پر شاہ صاحب مرحوم کے ورثا، پختہ قبر تعمیر کر کے اس پر میلہ منعقد کرنا چاہتے تھے، دوسرا فریق دعویدار تھا کہ وہ بشمول اہل گاؤں قبرستان کے مالک ہیں لہٰذا اُن کی اجازت کے بغیر قبرستان میں نہ کوئی عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے نہ قبر پر میلہ و عرس منایا جاسکتا ہے کیوں کہ اسلام قبروں پر ایسے افعال کی اجازت نہیں دیتا۔ معاملہ طول پکڑ گیا اور انجام کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ قبرستان میں پختہ عمارت بنانے اور اس پر میلہ لگانے سے روکنے والوں کو فریق ثانی کے خلاف۔ قانونی چارہ جوئی کرنا پڑی، معاملہ جناب نبی احمد صاحب سول جج جہلم کی عدالت میں برائے حکم امتناعی تا فیصلہ مقدمہ پیش ہوا مگر عدالت نے اسے منظور نہ کیا اور مقدمہ ۲۶ اپریل ۷۶ء کو خارج کر دیا گیا۔

مدعیان نے اس حکم کے خلاف جناب محمد امیر ملک صاحب ڈسٹرکٹ جج جہلم کی عدالت میں اپیل دائر کر دی جو برائے سماعت منظور ہوئی، ازاں بعد عدالت نے جو فیصلہ دیا وہ اسلامی فتاوی کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جانے کے قابل ہے یہ فیصلہ کتاب و سنّت کے مطابق ہے آئین پاکستان کی صحیح تعبیر و تشریح ہے فقہ اسلامی کے صحت

مندرانہ درست اور عمیق شعور و ادراک پر مبنی ہے اور ہر مسلمان کے لئے رہنما ہے، لہٰذا قارئین الاسلام کے استفادہ کے لئے اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ (ادارہ) بعدالت جناب محمد امیر ملک ڈسٹرکٹ جج جہلم متفرق دیوانی اپیل نمبری ۵۹ سال ۱۹۷۶ء تاریخ دعویٰ ۲۰ ارمئی ۱۹۷۶ء

مدعیان: ۱۔ منظور الٰہی ولد احسان الٰہی: ۲: بشیر احمد ولد میاں محمد، ۳۔ عبد الغنی ولد میاں عبد المنان قوم گوجر ساکنان کوٹلہ ایمہ تحصیل جہلم۔

بنام

مدعا علیہم: ۱۔ محمد یوسف ولد غلام رسول۔ ۲۔ محمد اعظم ولد محمد: ۳۔ لال خاں نمبردار۔

۴۔ سید ولایت حسین شاہ ولد سید مہتاب شاہ۔ ۵۔ مسماۃ ارشاد بیگم بنت محمد شاہ۔

فیصلہ

۱۔ منظور الٰہی وغیرہ مدعیان و اپیل کنندگان نے محمد یوسف وغیرہ مسئول الیہان و مدعا علیہم کے خلاف ایک دعویٰ اس امر کی توثیق کے لئے دائر کیا ہے کہ زیر دعویٰ زمین پیمائش ۷ کنال اٹھارہ مرلے، خسرہ نمبر ۲۷۴ کھیوٹ نمبر ۹۸ کھتونی نمبر ۲۷۴ جمع بندی برائے سال ۷۰۔۱۹۶۹ء موضع کوٹلہ ایمہ ایک قبرستان ہے اور اہل اسلام گاؤں کے قبضہ میں ہے اور استدعا کی ہے کہ مدعا علیہم کو اس میں عمارت بنانے یا قبرستان کی بے حرمتی کرنے یا اس میں میلہ و عرس منانے سے روکنے کے لئے حکم امتناعی جاری کیا جائے، فریقین دعوےٰ نے اپنے اپنے دلائل پیش کئے، مدعیان نے بدیں غرض کہ تا فیصلہ دعویٰ قبرستان کی اصل حالت برقرار رکھی جائے، ضابطہ دیوانی کے حکم نمبر ۳۹ قاعدہ ۱، ۲، کے بموجب ایک درخواست گذاری جسے فاضل سول جج چوہدری نبی احمد سول جج جہلم نے بحکم مجریہ ۲۶ اپریل ۱۹۷۶ء مسترد کر دیا،

لہٰذا اب یہ دیوانی اپیل نمبر ۵۹ سال ۱۹۷۶ء میں اس حکم کے خلاف دائر کی گئی ہے۔

۲۔ دوران کارروائی ولایت حسین شاہ اور مسماۃ ارشاد بیگم نے عدالت سے استدعا کی کہ ان کو بھی مقدمہ میں فریق بنا لیا جائے، فاضل سول جج نے ان کی درخواست بحکم مجریہ ۲۶ اپریل ۱۹۷۶ منظور کر لی۔ اس حکم کے خلاف نظر ثانی کی استدعا، نمبر ۳ سال ۱۹۷۶ء کے تحت دائر کی گئی۔

۳۔ تجویز کیا جاتا ہے کہ اسی فیصلہ میں اپیل اور نظر ثانی کی استدعا دونوں کو نمٹا دیا جائے۔

۴ نیز یہ کہ لازمی حقائق و واقعات تسلیم شدہ ہیں اس لیے مقدمہ کا قطعی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا عدالت کے ابتدائی اختیار سماعت کو استعمال کرتے ہوئے اس مقدمہ کو اس عدالت کی فائل میں منتقل کرتا ہوں۔

۵ منظور الٰہی وغیرہ مدعیان کا دعویٰ ہے کہ جائیداد دعویٰ ایک قبرستان ہے جو اہل گاؤں کی ملکیت ہے اور ان کے قبضے میں ہے۔ یہ شاملات زمین ہے جس کے مدعیان اور دیگر افراد مالک ہیں مدعیان کے آباؤ اجداد جو مسلک اہلحدیث سے تعلق رکھتے تھے ان کی قبریں اس قبرستان میں ہیں۔ تقریباً ایک ماہ سے مدعا علیہم بلا اجازت مدعیان و دیگر مالکان گاؤں اس قبرستان میں عمارت تعمیر کرنے اور وہاں میلہ منعقد کرنے پر آمادہ ہیں جو کہ مدعیان کے عقائد کے خلاف ہے۔

۶ مدعا علیہم نے دعویٰ میں ابتدائی اعتراضات کے خلاف دلائل پیش کئے کہ ولایت حسین شاہ اور سماۃ ارشاد بیگم جو کہ صاحب قبر سید میراں چراغ علی شاہ کے وارث ہیں مقدمہ کے ضروری فریق ہیں اور یہ کہ دعویٰ ناقابل فہم و پائیدار نہیں ہے اور یہ کہ مدعیان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور وہ دعویٰ دائر کرنے کے مجاز نہیں بخلاف آں مدعا علیہم چار دیواری پر صرف چھت ڈالنا چاہتے ہیں چونکہ سید میراں چراغ علی شاہ کی قبر کے گرد اگرد پچاس سال سے ۴/۵ فٹ اونچی چار دیواری جس میں لوہے کا گیٹ نصب ہے، موجود ہے اس لئے مدعیان کا اپنا عمل ہی اُن کے اس دعویٰ کی نفی کرتا ہے اور ان کی اس نالش کو مانع ہے مدعا علیہم سید میراں حیدر شاہ جن کا قرار ٹھیلیانوالہ گاؤں میں ہے کے لواحقین میں سے ہیں اور سید چراغ شاہ کی قبر اس متنازعہ قبرستان میں ہے جو چار دیواری سے گھری ہوئی ہے اور اس پر صرف چھت ڈالنا مقصود ہے،

۷۔ یہ حقیقت کہ متنازعہ زمین ایک قبرستان ہے فریقین تسلیم کرتے ہیں لہٰذا مدعیان کا یہ دعویٰ کہ یہ زمین گاؤں کی شاملات ہے یا یہ کہ عمارت تعمیر کرنے کے لئے مدعیان یا دیگر مالکان کی اجازت لینا ضروری ہے بے بنیاد ہے زمین ایک دفعہ بطور قبرستان خاص کر دی جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے قطعی نذر کے طور پر مستقل وقف جائداد بن جاتی ہے۔

لہٰذا قبرستان اب جملہ مسلمانوں کے استعمال کے لئے ہے، اس بارے میں کسی دلیل و ثبوت کے پیش کرنے یا سوال اٹھانے کی ضرورت نہیں، میرا یہی فیصلہ ہے۔

۸۔ فاضل سول جج نے موقعہ کا معائنہ کیا اور یہ مشاہدہ فرمایا کہ متنازعہ قبر کے گرد اگرد ۴/۵ فٹ اونچی چاردیواری موجود تھی اور اس میں لوہے کا گیٹ نصب تھا اور (مدعا علیہم کی طرف سے) یہ اقرار کیا گیا کہ قبر پر کوئی میلہ منعقد کرنے کی ہرگز کوئی نیت نہیں لہذا دعویٰ کا یہ متنازعہ پہلو بھی طے ہوا۔

۹۔ اب صرف یہ مسئلہ باقی رہ جاتا ہے کہ متنازعہ قبر واقعتاً کس کی ہے اور فریقین کے اگر کوئی حقوق اس قبر سے وابستہ ہیں تو کیا ہیں؟ لہذا آیئے مدعا علیہم کے لئے ایک کمزور ترین پہلو لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ متنازعہ قبر سید چراغ علی شاہ، مدعا علیہم کے جد امجد کی ہے، قبر مع چاردیواری موجود ہے، مدعا علیہم بحیثیت وارثان و پسماندگانِ سید چراغ علی شاہ اور بایں صورت ملک کے سب مسلمان یہ حق رکھتے ہیں کہ قبرستان کی زیارت کریں اور فاتحہ پڑھیں لیکن کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی قبر خواہ وہ اس کے والد یا کسی اور مسلمان کی ہو، پر کسی قسم کی عمارت تعمیر کریں، ہمیں بحیثیت مسلمان، قرآن پاک سنت نبوی۔ اجماع امت اور قانون ساز اداروں کے منظور کردہ ملکی آئین میں دیئے گئے اصولوں کی اتباع لازم ہے، قرآن پاک کے مطابق مسلمان کو زمین میں دفن کرنا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ کسی دوسری شرط کی قید نہیں شہرہ آفاق مسلمان عالم و مصنف امام بخاریؒ کی ایک مستند حدیث ریکارڈ پر لائی گئی ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ اسے صحیح تسلیم نہ کیا جائے اور وہ حدیث یہ ہے، قبر زمین سے صرف تقریباً ایک فٹ (ایک بالشت) اونچی ہونا چاہیئے اور اس پر کسی قسم کی کوئی عمارت تعمیر نہ کی جائے اور نہ اسے عبادت گاہ کے طور پر استعمال کیا جائے نہ مزار تعمیر کئے جائیں اور نہ اسے عبادت گاہ کے طور پر استعمال کیا جائے مزارات کی تعمیر اسلامی معاشرہ میں مابعد کی سماجی تاریخی اختراع ہے لیکن کتاب و سنت سے اس کی کوئی ایسی تقدیس ثابت نہیں حتی کہ آئین پاکستان میں بھی قبروں پر مزارات تعمیر کرنے کی کوئی شق نہیں ہے آئین پاکستان میں دیئے گئے پالیسی کے بنیادی اصولوں میں بھی یہ تحریر ہے کہ اسلام ریاست کا سرکاری مذہب ہے اور مسلمانوں کو اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور نظریات کے مطابق بسر کرنا ہو گی، آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۳۱ میں یہ بھی تحریر ہے کہ ایسی تمام سہولتیں فراہم کی جائیں گی جن سے شہریان قرآن و سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھنے کے اہل ہو سکیں، لہذا صورتِ حال بطریق احسن واضح ہے کہ ہر مسلمان کا حق ہے کہ اسے زمین میں دفن کیا جائے اور یہ کہ قبر کی زیارت بغرض فاتحہ

خوانی کر سکے، لیکن اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قبر کو مزار یا عبادت گاہ میں تبدیل کرے یا اسے میلہ گاہ بنائے، میرا یہی فیصلہ ہے۔

۱۰:۔ نتیجہ یہ ہے کہ دعویٰ کی ڈگری جاری کی جاتی ہے، مدعیان کے اس حق کی توثیق کی جاتی ہے کہ متنازعہ زمین اہل اسلام کا قبرستان ہے مدعا علیہم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس میں کوئی میلہ منعقد کریں یا کسی قبر پر کسی قسم کی کوئی ایسی عمارت تعمیر کریں، جس سے قبرستان کی اصل صورت تبدیل ہو اور وہ از روئے قرآن ناجائز مداخلت کے مترادف ہے کیونکہ یہ ایسے امور ہیں جن کا جواز اسلامی شریعت اور ملکی آئین میں ثابت نہیں اور بالآخر نتیجہ یہ ہے کہ نظر ثانی کی استدعا منظور کی جاتی ہے اور فاضل سول جج جہلم کا حکم جس میں ولایت حسین شاہ اور مسماۃ ارشاد بیگم کو فریق بنایا گیا ہے، غیر مؤثر قرار دیا جاتا ہے۔

ضابطہ دیوانی کے حکم نمبر ۹ ۳ قواعد ۱ اور ۲ کے تحت کی گئی استدعا و پر بھی کارروائی تکمیل پذیر ہے کیونکہ اصل دعویٰ پر کارروائی مکمل ہو چکی ہے اور حسب حال اپیل پر بھی ضروری کارروائی مکمل ہو گئی ہے اخراجات کا حکم نہیں دیا جاتا۔ ؍ مجریہ ۲۳ جون ۱۹۷۶ء دستخط ڈسٹرکٹ جج جہلم

سوال:۔ کیا ہر مسلمان کے لئے کسی امام کی تقلید خصوصاً امام ابوحنیفہ ہی کی تقلید ضروری ہے اگر کوئی شخص کسی امام کی اقتدا نہ کرے تو کیا اس کی نجات ہو جائے گی، بعض کہتے ہیں کہ آیتہ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتَابُ مُوْسٰىٓ اِمَامًا وَّرَحْمَةً۔ سے امام کی اطاعت ثابت ہو رہی ہے، کیا یہ صحیح ہے اور امام سے مراد ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام ہی ہے:

جواب:۔ کسی امام کی تقلید نہ فرض ہے نہ واجب، نجات کے لئے تقلید شرط نہیں، بلکہ توحید وسنت کی اتباع شرط ہے، قرآن کریم نے ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید کا نہ حکم دیا ہے نہ اشارہ کیا ہے بلکہ ہر امت کا امام اس کے نبی کو قرار دیا ہے ہمارے امام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام نبیوں کے بھی امام ہیں: اہلحدیث سوہدرہ جلد ۱ ش ۱۷

سوال:۔ یہاں ایک برانی مولوی صاحب ہیں جو کہتے ہیں ہمارے چار مذہب ہیں، کیا واقعی مذہب چار ہیں، ہم اہلحدیث (یعنی اصل اہل سنت) اُن سے خارج ہیں (ایضاً)

جواب:۔ مولوی صاحب کو شدید غلطی ہوئی ہے مسلمانوں نے تو ۷۲ مذہب بنا لئے ہیں چار

مذہبوں والا معاملہ اب ختم ہے مخبر صادق صلعم فرما گئے ہیں، میری امت بہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی، سبھی جہنم میں جائیں گے ہاں وہ فرقہ جو مَاۤ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ میرے اور میرے صحابہ کے مذہب پر قائم رہے گا وہ جنّت میں جائے گا۔

اسلام ایک ہی مذہب ہے جسے جماعت اہلحدیث نے اختیار کر رکھا ہے، اصل اسلام قرآن کریم احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ یا اجماع امت ہے، کیونکہ صحابہ فرمان الٰہی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ، تم بہترین امت ہو کے پہلے مخاطب ہیں جماعت اہل حدیث انہیں ہر سہ اصل الاصول کی پابندی ضروری سمجھتی ہے اور یہ بات ہم نہیں کہہ رہے فقہا حنفیہ خود ہی کہہ گئے ہیں، کتاب نور الانوار صٹ پر لکھا ہے اِعْلَمْ اَنَّ اُصُوْلَ الشَّرْعِ ثَلٰثَۃٌ اَلْکِتَابُ وَالسُّنَّۃُ وَاِجْمَاعُ الْاُمَّۃِ وَالْاَصْلُ الرَّابِعُ الْقِیَاسُ فَمَا دَامَ کَانَ الْحُکْمُ مَوْجُوْدٌ فِیْ وَاحِدٍ مِنَ الثَّلٰثَۃِ لَمْ یَحْتَجْ اِلَی الْقِیَاسِ (ترجمہ) یقین جانو۔ کہ شریعت کے اصول تین ہیں، قرآن کریم سنّت رسول کریم، اور امت کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا یاں چوتھا اصول قیاس (اجتہاد فقہ) بھی ہے، مگر جب تک کوئی حکم شرعی پہلے تینوں اصولوں میں مل جائے تو چوتھے اصول قیاس کی طرف جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ہر مقلّد بزرگوں کے اسی فرمان کو حرز جان بنائے تو تمام اختلافات ایک دن میں مٹ سکتے ہیں۔ ہاں اگر بکرانی مولوی صاحب کی چاروں مذہبوں سے مراد حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہے تو یہ ارشاد بھی باطل ہے اس لئے کہ ان ہر چہار مذاہب کے بعض قیاسات میں شدید اختلافات ہے اور کوئی کسی کی نہیں مانتا پھر وہ مذہب اس کا کیسے ہوگیا، مثلاً تین مذہب رفع یدین آمین وغیرہ کے قائل ہیں، مگر چوتھا مذہب میں نہ مانوں پر عامل ہے تو یہ ہم مذہبی کیا ہوئی، یہ ہم مذہبی لا مذہبی کے الفاظ بھی خود ساختہ ہیں مگر ان لوگوں پر بے حد تعجب ہے جو کتاب و سنّت پر چلنے والوں کو خارج از مذہب اور انہیں پس پشت ڈالنے والوں کو اصل مذہب والے قرار دے رہے ہیں؟

چند ضروری سوالات از جمیع علماء

اہل حدیث: نمبر ۱ — احناف دیوبند اور جماعت اہل حدیث کے عقائد میں مساوات ہے یا نہیں؟

نمبر ۲ تقلید کے معنی اگر بلادلیل بات ماننے کے ہیں تو علماء مقلدین جو اپنے مسائل پر دلیل لاتے ہیں وہ مقلد ہیں یا غیر مقلد اگر وہ غیر مقلد ہیں تو پھر آپ ان کو مقلدین کیوں کہتے ہیں یا تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کسی عالم کی حسن ظن کی بنا پر پیروی کرنا حالانکہ ہم مقلدین کے نزدیک یہی معنی تقلید کے ہیں تو یہ معنے کر کے جماعت اہل حدیث بھی مقلد ہے کیونکہ وہ بھی اپنے اپنے عالموں کے مسائل وغیرہ میں پیروکار ہیں، اور صحابہ اور تابعین بھی اپنے زمانہ میں ایک دوسرے سے ہر ایک مسئلہ کی دلیل قرآن و حدیث سے دریافت نہیں کرتے تھے، دیکھو آثار صحابہ پھر آپ لوگ مقلد کیوں نہیں ہیں اور ہم مقلد کیوں ہیں

نمبر ۳:۔ مذاہب اربعہ مقلدین آپ کے نزدیک ناجیہ ہیں یا نہیں اگر ہیں تو پھر انکو مشرک کیوں کہا جاتا ہے اور تقلید کو شرک فی الرسالت کیوں سمجھا جاتا ہے، بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل، السائل شیخ عبد الحکیم کھنٹیلوی ہے پوری مدرسہ مصباح العلوم کھنڈیلہ۔

اہلحدیث | جواب نمبر ۱ ۔ بقول مولٰنا رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم اہل حدیث اور مقلدین کے عقائد میں فرق نہیں ہے، ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم ص ۲۱

نمبر ۲:۔ ان سب سوالوں کا جواب با ثواب مولٰنا نذیر حسین محدث، دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب معیار الحق میں ملتا ہے جس میں تصریح ہے کہ تقلید چار قسموں پر ہے، اول تقلید مطلق یعنی عام، دوم تقلید شخصی یعنی ایک ہی عالم کی بات پر ہمیشہ عمل کرے، سوم ایک ہی عالم کی بات کا ماننا وجوب شرعی سمجھے، چہارم۔ اس عالم یا مجتہد کے فتوے کے مقابلے قرآن و حدیث کی نصوص کو چھوڑ دے قسم اول اور دوم جائز لکھی ہیں، قسم سوم اور چہارم ممنوع۔

نمبر ۳۔ تقلید کی چاروں قسموں مذکورہ بالا کو دیکھ کر خود ہی فیصلہ کریں کہ اہل حدیث کونسی تقلید کو شرک فی الرسالت یا شرک فی الوھیت کہتے ہیں۔ (اہلحدیث امرتسر جلد نمبر ۴۳ش ۳۹)

باب فرقہ الناجیہ سے متعلق سوالات کے جوابات

مولانا عبد القادر حصاری

سوال اول کا جواب یہ ہے کہ حدیث افتراق امت سند کے لحاظ سے حسن یا صحیح ہے ضعیف نہیں ہے، اگر اس کا کوئی طریق سند ضعیف ہے تو اس حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا، صحت حدیث کے

لئے اس کے تمام طرق پر غور کرنا اور نفس مسئلہ جو اس حدیث سے ظاہر ہے اس کو دیگر احادیث صحیحہ کی رو سے جانچنا ضروری ہے، سو اس اعتبار سے یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اور قابل حجت ہے امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بیان کرنے والے چار صحابی ذکر کئے ہیں ابو ہریرہؓ عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ عوف بن مالک۔ اور شارح سفر السعادت نے گیارہ اور بتائے ہیں پس یہ حدیث کل پندرہ صحابہ سے مروی ہے اور مجموعی طرق کے اعتبار سے صحیح ہے اور دیگر احادیث صحاح اس کی مؤید ہیں۔

حدیث ابو ہریرہؓ کو امام ترمذیؒ نے حسن قرار دیا ہے اور حافظ سخاویؒ نے اس کی صحت کو مقاصد حسنہ میں تسلیم کیا ہے اور علامہ شاطبیؒ نے کتاب الاعتصام ص۱۶۳ جلد ۲ میں اس کی صحت کو برقرار رکھا ہے اور امام ذہبیؒ نے اس کو شرط مسلم پر بتایا ہے (مستدرک حاکم جلد ا ص۱۲۸)، موضوعات کبیر ص۲۱ میں ہے قَالَ الْحَاكِمُ اَنَّهُ حَدِيْثٌ كَبِيْرٌ فِي الْاُصُوْلِ کہ یہ حدیث اصول دین کے لحاظ سے بہت بڑی ہے اور تذکرۃ الموضوعات ص۱۵ میں حدیث افتراق امت نقل کی ہے جس میں جملہ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي وارد ہے اس پر یہ لکھا ہے حسن صحیح رَوَى عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَسَعْدٍ وَابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَ جَابِرٍ وَغَيْرِهِمْ یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے جو ابو ہریرہ سعد ابن عمر انس وجابر وغیرہ سے مروی ہے۔ تنقیح الرواۃ ص۴۱ ج۱ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور روایت معاویہ کو بھی حسن کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ رَوَاهُ اَيْضًا الْحَاكِمُ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ وَفِيْهِ زِيَادَةٌ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي الْيَوْمَ یعنی اس حدیث کو امام حاکم نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ جملہ زائد ہے مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي الْيَوْمَ" یعنی وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس عقیدہ وعمل پر قائم رہا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام عہد نبویؐ میں قائم تھے عوف بن مالک کی روایت پر امام حاکم فرماتے ہیں۔ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے (مستدرک جلد ۴۔ ص۴۳۰) اور ابو ہریرہ کی حدیث پر یہ لکھتے ہیں: هٰذِهِ اَسَانِيْدُ تُقَامُ بِهَا الْحُجَّةُ فِي تَصْحِيْحِ هٰذَا الْحَدِيْثِ یعنی یہ سندیں ایسی ہیں کہ اس حدیث کو صحیح کہنے پر ان سے حجت لی جا سکتی ہے۔ امام ذہبی نے بھی ان حدیثوں پر سکوت فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان کا بھی اس پر صاد ہے اور پھر وہ حدیث صحیح جس پر یہ جملہ وارد ہے لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِي قَائِمِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ (رواہ البخاری ومسلم) یعنی میری

امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ تاقیامت حق پر قائم رہے گا جس کو مخالفین کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے اس کی مؤید ہے عزیزی نے سراج منیر میں علامہ علقمی سے حدیث افتراق امت نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے امام بیہقی نے بھی اس کو حسن صحیح کہا ہے (تاریخ اہل حدیث عربی ص ۹۸) اس تصریح سے یہ واضح ہوا کہ اس حدیث کے مجموعہ اسناد کا اعتبار کیا جائے تو یہ حدیث حسن صحیح ہے؛

سوال دوم کا جواب: دخول نار سے مراد یہ ہے کہ وہ گمراہ فرقے جو اپنے عقائد و اعمال کی رو سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے خلاف ہیں اور ان کے عقائد و اعمال میں بدعت پائی جاتی ہے اور اس بدعی عقائد و اعمال کے اعتبار سے ہی وہ فرقہ ناجیہ سے علیحدہ شمار ہیں، ان کے اوصاف اور ان فرقوں کی ہیئت کذائی گروہ ناجیہ کے بالکل منافی ہے وہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ چنانچہ ابوداؤد اور مسند احمد کی روایت جو حضرت معاویہ سے مروی ہے اس میں یہ صراحت ہے:۔ اِثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَوَاحِدٌ فِی الْجَنَّۃِ یعنی بہتّر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا، دوزخ اور جنت کے تقابل سے تمام تاویلیں بے کار ہوگئیں اور اس سے ثابت ہوگیا کہ اس دخول سے مراد حقیقی جنت اور دوزخ میں جانا ہے پس جو شخص جنت کا داخلہ منظور کرانا چاہتا ہے، اس کو چاہیئے کہ مسلک سنت کو لازم پکڑے اور بدعت سے کلی پرہیز کرے۔ حدیث ناطق ہے مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ) یعنی جو شخص میرے طریقہ کو پسند کرتا ہے وہ میرے ساتھ محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ میرے ساتھ جنت میں گا۔ تنقیح الرواۃ میں اس حدیث کے تحت یہ لکھا ہے۔ مَعْنٰی حُبِّ السُّنَّۃِ اَلْعَمَلُ عَلٰی وَفْقِ السُّنَّۃِ۔ سنت کی محبت یہ ہے کہ سنت پر عمل کرنا چاہیئے۔

سوال سوم کا جواب: باقی رہا یہ سوال، کہ حدیث کُلُّھُمْ فِی النَّارِ سے دخول خلود ہے، یا بغیر خلود سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے کہ جن فرقوں کے عقائد و اعمال حد شرک و کفر کو پہنچ گئے ہیں ان کے لئے تو خلود فی النار ہے اور جن کے عقائد و اعمال حد شرک و کفر کو نہیں پہنچتے، ان کے لئے خلود نہیں ہے صرف ابتداءً دوزخ میں جائیں گے اور سزا بھگت کر انتہاءً نجات

پا جائیں گے

سوال چہارم کا جواب: دیگر یہ جو فرمایا گیا ہے۔ کہ اگر غیر خلود مراد ہے تو فرقہ ناجیہ اور غیر ناجیہ میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دخول نار کے مختلف اسباب اور موجبات ہیں، مثلاً ایک غیر مسلم کا دوزخ میں داخلہ اور سبب سے ہے۔ اور ایک مسلمان چور، سود خوار، زانی، عاق والدین، قاتل نفس وغیرہ گنہگار کا داخلہ اور موجب ہے۔ بعض لوگ غیر اسلام دین رکھنے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے، ان کے لئے جہنم کا طبقہ اور ہوگا اور جو مسلمان گنہگار جائیں گے۔ ان کا طبقہ جہنم میں اور ہوگا۔ کفار کے لئے تو خلود ہے اور مسلمان فساق کے لئے خلود نہیں ہے۔ حالانکہ دونوں گروہ دوزخ میں داخل ہیں لیکن اعتبار اور حیثیت کا فرق ہے۔ چنانچہ ابن کثیر میں ہے کہ طبرانی میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے کہنے والوں میں سے بعض لوگ بسبب اپنے گناہوں کے جہنم میں جائیں گے۔ پس لات وعزیٰ کے پجاری ان سے کہیں گے کہ تمہارے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے کہنے کے لئے تمہیں کیا نفع دیا؟ تم تو ہمارے ساتھ ہی جہنم میں جل رہے ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ان سب کو وہاں سے نکال لے گا اور نہر حیات میں غوطہ دے کر انہیں ایسا کر دے گا جیسے چاند گرہن سے نکلا ہو۔ پھر یہ سب جنت میں جائیں گے۔ وہاں انہیں جہنمی کہا جائے گا۔ (ابن کثیر اردو ص ۲ پ ۱۴)

اب دیکھیئے، کفار مشرکین اور گنہگار مسلمین جہنمی کہلائے ہیں لیکن اسباب دخول میں اور ان کی میعاد میں فرق ہے اور دوزخ میں ان کے درجات وطبقات میں بھی فرق ہے اسی طرح کفار اور منافقین کے درجات اور طبقات میں بھی فرق ہے، پس اسی طرح فرقہ ناجیہ کے بھی دو حصے ہیں، ایک وہ جو مطلقاً ہی دخول نار سے محفوظ ہوں گے وہ تو وہ لوگ ہیں جو من حیث الاعتقاد، اور من حیث العمل بطریق نبویؐ وصحابہ پورے پابند رہے، جیسے صحابہ کرام ومحدثین تھے، دوسرے وہ لوگ ہیں جو تقصیراتِ اعمال سے گنہگار اور مجرم ہیں ان کو اللہ چاہے تو بخش دے اور چاہے تو کچھ میعاد تک عذاب کرے اور پھر نکال لے۔

اور غیر ناجیہ فرقہ کے لوگوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اپنے عقائد اور اعمال کے اعتبار سے کفار مشرکین کے جرم تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ تو ان کے ہمراہ مطلق دائمی جہنمی ہوں گے۔ اور جو حد کفر تک نہیں پہنچے۔ صرف احداث اور افتراق سے گنہگار ہو گئے ہیں تو ان کو گنہگار مسلمانوں کی طرح میعادی عذاب ہوگا لیکن گنہگار مسلمان کا جرم یہ ہے کہ اس نے ایک چیز کو۔۔۔ گناہ جان کر پھر خواہش نفس سے عمداً وہ گناہ کیا، اور ایک غیر مشروع کو مشروع ٹھہرایا اور ایسا کام کیا جس

کا ثبوت شرع میں نہ تھا اور پھر اس کے کرنے کا ثواب اللہ سے چاہا۔ حالانکہ اللہ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اس کے ثواب دینے کا وعدہ نہیں کیا۔ یہ ابتداءً ناجیہ نہیں ہے لیکن انتہاءً ناجیہ ہے کیونکہ گنہگار مسلمانوں کی حد میں داخل ہے اور اس سے یہ گناہ کیا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی جماعت اہل اتفاق کا طرز عمل چھوڑ کر یہود وغیرہ گمراہ اقوام اہل افتراق کا طریقہ اختیار کر لیا اور حکم الٰہی تھا۔ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ کہ دین کو اکٹھے ہو کر اتفاق سے بصورت جماعت قائم رکھو اور اس میں باہم تفرقہ پیدا نہ کرو۔ نیز ارشاد ہے۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ تم ان لوگوں کیطرح نہ ہو جاؤ جو فرقہ فرقہ ہو گئے اور انہوں نے باوجود دلائل شرعیہ کے پھر اختلاف کیا اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

مسلمانوں میں جو گنہگار ہیں، وہ بھی دوزخ کی سزا کے مستحق ہیں۔ اب ان کو کفار کے مقابلہ میں جو ناجیہ کہیں گے کیونکہ انتہاءً نجات پائیں گے۔ اور جو ابتداءً نجات پا کر جنت کو گئے ہیں، ان کے مقابلہ میں دوزخی کہہ سکتے ہیں اور غیر ناجیہ بھی۔ صرف اعتبارات اور حیثیات مختلف ہیں بس۔

از جناب شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے جوابات سنیئے۔ انہوں نے حدیث سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً ج ۱ ص ۲۴ و ۲۵ پر لکھ کر یہ سوال کیا ہے کہ جمیع فرقوں کے فی النار ہونے سے کیا مراد ہے؟ خلود یا غیر خلود؟ اور ناجیہ کے ناجی ہونے سے کیا مراد ہے؟ کیا مطلقاً ہی جہنم میں نہ جائیں گے۔ یا بعض گنہگار جائیں گے، اس کا جواب شاہ صاحبؒ نے مختلف علماء سے کئی طرح نقل کیا ہے،

اوّل یہ کہ مراد دخول من حیث الاعتقاد ہے، فرقہ ناجیہ کو اعتقاد کی جہت سے دخول نار بالکل نہیں ہوگا، اگرچہ کچھ میعاد تک تقصیرات اعمال کی جہت سے دخول نار ہوگا،

دوم۔ جواب جو مختار امام غزالی ہے جس کو محدثین اور محققین نے بھی پسند کیا ہے کہ مراد ناجیہ سے وہ لوگ ہیں کہ جن کو من حیث الاعتقاد اور من حیث الاعمال دخول نار مطلق نہ ہوگا اور وہ ابتداء ہی میں ہی داخل بہشت ہوں گے اور تفسیر فرقہ ناجیہ کی جو یہ ہے کہ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ یعنی جو لوگ اس عقیدہ و عمل پر ہیں اور میرے صحابہ ہیں وہ ناجی ہے، اس گروہ پر خوب چسپاں ہے

کیونکہ عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ میں عقیدہ اور عمل میں کوئی بدعت ظاہر نہ ہوئی تھی۔

تیسرا جواب یہ دیا کہ تمام فرقے باطل پر ہیں، اگرچہ ان کا ایک عقیدہ باطل ہے یا دو عقیدے ایک عمل باطل ہے یا دو عمل اور فرقہ ناجیہ وہ ہے کہ جن کے عقیدہ اور عمل میں کوئی بطلان نہ ہو۔ اور پھر جواب اول کو ارجح اور اقوی قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ تعریف فرقہ ناجیہ کی یہ عبارت اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی مَآ اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ دلالت کرتی ہے ایسی چیز پر کہ وہ فرقہ ناجیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کے درمیان مشترک ہے اور یہ بدیہی امر ہے کہ سوائے عقائد کے دوسری کوئی چیز مشترک نہیں ہو سکتی، لہٰذا عقائد کی رو سے یہ فرقہ ناجیہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث افتراق میں جب سلسلہ کلام شروع فرمایا تو یہ فرمایا کہ میری امت پر ایک دور ایسا آئے گا کہ وہ بنی اسرائیل کی روش پر چلنے لگیں گے اور بالکل ان کے مطابق ہو جائیں گے، حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے ناجائز فعل کیا ہے تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا برا فعل کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر فرقے ہو گئے تھے، میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی اور وہ سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ سلامت رہے گا صحابہ نے کہا کہ وہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (مشکوٰۃ)

اس میں ماں سے بدکاری کرنے کا ذکر کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ میری اُمت کی عملی حالت نہایت حیا سوز ہو جائے گی اور بنی اسرائیل کے افتراق سے یہ ظاہر کر دیا کہ میری امت کئی فرقوں میں بٹ جائے گی

سوال پنجم کا جواب:۔ دیگر سوال یہ ہے کہ صحابہ کا سوال فرقہ ناجیہ کے متعلق تھا تو جواب میں صرف مَآ اَنَا عَلَیْهِ کافی تھا کیونکہ شریعت الٰہی کا کامل نمونہ اور اسوۂ حسنہ صرف آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال ہی تمام امت کے لئے حجت ہے۔ اور کسی کا قول وفعل خواہ صحابی ہو یا تابعی، حجت شرعیہ نہیں ہے۔ پھر اپنے ساتھ صحابہ کو فرقہ ناجیہ کی تعریف میں شامل کیوں کیا گیا ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ تعریف میں واصحابی کے الفاظ سے اصحاب کا کوئی جداگانہ طریقہ مراد نہیں ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا طریقہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق کے سوا کوئی اور طریق تھا کہ اس کے مستقل طور پر بیان کرنے کی ضرورت ہوتی۔ بلکہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا طریقہ بالکل واحد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے جوابی ذات کے ساتھ اپنے صحابہ کو رکھا ہے تو اس کی معقول وجہ اور ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ سائل نے اس دورِ فتن کی جماعت حقہ کی تعیین اور تعریف طلب کی ہے جس کی برائی کی آپؐ نے خبر دی تھی۔ تب آپؐ نے جواب میں صرف کتاب و سنت پر عمل کرنا معیار نہیں بتلایا، حالانکہ حقیقت میں معیار یہی ہے لیکن یہ جواب اس نازک دور پُر فتن کے مناسب حال نہ تھا کیونکہ اس دورِ فتن میں ہر باطل فرقہ کا یہ دعویٰ ہو سکتا تھا کہ ہم ہی کتاب و سنت کے حامل اور عامل ہیں۔ چنانچہ اب اس زمانہ میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اس لئے آپؐ نے اس زمانہ کے مناسب حال تعریف فرمائی اور یہ واضح کر دیا کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جس کا تعامل کتاب و سنت پر اس عملی تصویر اور مکمل نقشہ کے مطابق ہو جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے باہمی تعامل سے تیار کیا ہے۔ آپؐ نے صحابہ کے تعامل کو بھی اپنے ساتھ ذکر کیا، تا کہ امت کو صحابہ کا وقار و احترام بھی ملحوظ رہے اور ان سے بغض و عناد رکھ کر ان پر زبان درازی نہ کریں رسولؐ اور صحابہ کے درمیان عملی اور مذہبی تفریق نہ کریں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں جو اپنے نبی کی اقتداء کرتے ہیں اور ان پر فدا کار اور جاں باز ثابت ہوتے ہیں اور وہ مقاصد شریعت جو نبی نے بیان کئے ہوئے ہیں، ان کو بلا واسطہ نبی سے سمجھا ہوتا ہے۔ جن کو انھوں نے اپنے اقوال و افعال سے دوسرے لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے اور وہ اپنے نبی کریمؐ اور دیگر لوگوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں جن پر نبی کو پورا اعتماد حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے آپؐ نے فرقہ ناجیہ کی تعریف میں صحابہ کے تعامل کو بھی ساتھ رکھا۔

اب اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول و فعل کے سمجھنے میں شبہ پیدا ہو تو صحابہ کے تعامل میں اس کا نمونہ دیکھ لیا جائے کیونکہ صحابہ کا مجموعی عمل بھی عین شریعت تھا اور وہ نورِ نبوت سے کامل طور پر منور تھے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک موقع پر حیوانات کے کلام کرنے کے مسئلہ میں یہ فرمایا تھا۔ اٰمَنْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ کہ میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ حیوانوں کے کلام کرنے پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اس وقت موجود ہی نہ تھے تو ان کی غیر حاضری میں یہ بیان فرمانا اس مسئلہ کی مزید تصدیق اور ان پر کامل اعتماد ظاہر کرنے کے لئے تھا، اور اسی بناء پر عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ۔ میں صحابہ کے اوصاف اور تعامل حمیدہ کی تعریف کی ہے اس لئے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا عملی نمونہ تھے۔

تھے جس طرح کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم تعلیم وہدایت الٰہی کے عملی نمونہ تھے۔ پس جب عہد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا شریعت کا عملی نقشہ کھینچنے میں اشتراک تھا تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کو اپنے عملی نمونہ پیش کرنے میں ساتھ بیان کرنا عین انصاف تھا۔

نیز یہ واضح ہو کہ اقوال صحابہ کے حجت ہونے میں تو اختلاف ہے۔ بعض حجت قرار دیتے ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں لیکن صحابہ کے مجموعی تعامل کو جس کو اجماع صحابہ کہتے ہیں، اہلسنت کے نزدیک بالاتفاق حجت ہے كَمَا لَا يَخْفَىٰ عَلَىٰ أَهْلِ الْعِلْمِ بلکہ علامہ ابن حزم باوجود اہل ظاہر ہونے کے طائفہ اہل حق کے اجماع کے حجت قطعی قرار دیتے ہیں، چنانچہ ج اص ۱۴۲ پر خدمت لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ نقل کر کے یہ فرماتے ہیں فَصَحَّ إِنَّ أَهْلَ كُلِّ عَصْرٍ لَا يَخْلُوا مِنْ أَنْ يَكُوْنَ فِيْهِمْ قَائِلٌ بِالْحَقِّ فَإِذَا صَحَّ إِجْمَاعُهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ فَهُوَ حَقٌّ مَقْطُوْعٌ بِذَالِكَ إِذَا تَيَقَّنَ أَنَّهُ لَا مُخَالِفَ

یعنی یہ صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی زمانہ اہل حق سے خالی نہیں ہے جب طائفہ اہل حق کسی شئی پر اتفاق کرلیں تو وہ حق قطعی ہے بشرطیکہ یہ یقینی طور پر ظاہر ہو جائے کہ اہل حق تمام اس چیز پر متفق ہیں اور کوئی ان کا مخالف نہیں ہے، یہی مطلب لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَىٰ ضَلَالَةٍ کا ہے۔

اخبار الاعتصام جلد ۹ ش ۸

فرقہ ناجیہ اور اصحاب تقلید

(مولانا عبدالقادر حصاری)

۱۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو میری ملاقات جمعیۃ اہل حدیث کے حسب ذیل اکابر علماء کرام سے ہوئی، جناب حضرت مولانا المحترم محمد داؤد صاحب غزنوی صدر الجمعیۃ، جناب مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف جناب داعی اتفاق مولانا محمد اسحاق صاحب مدیر الاعتصام مداللہ ظلالہم علی رؤس المسترشدین ان بزرگان ملت سے شرف زیارت حاصل کرنے پر جو نور میرے دل پر قصور میں پیدا ہوا، اس کا سرور اب تک سینہ میں بھرپور رہے۔

فللہ الحمد نزادہ اللہ فیوضہم دبرکاتہم۔

اثنائے ملاقات میں بعض مضامین پر گفتگو ہوئی تو حضرت مولانا مدیر الاعتصام نے فرمایا کہ مقلدین کو آپ نے فرقہ ناجیہ سے خارج قرار دیا ہے، یہ میرے لئے محل تامل ہے کیونکہ

مذاہب اربعہ میں بڑے بڑے اولیاء اور فقہاء گزرے ہیں جن کی بزرگی اور تقویٰ علماء میں مسلم ہے،
کمترین نے اس وقت تو جو مناسب حال تھا، جواب دیا لیکن وہ مجمل اور مختصر تھا، اب مضمون ہذا میں اس اجمال کی تفصیل کرتا ہوں اور جناب مدیر سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس خادم العلماء کے مضمون ہذا کو اخبار میں درج فرما کر دل بے قرار کو استقرار بخشیں، تمام اسلامی دنیا پر یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکا ہے کہ تقلیدی مذاہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی زمانہ مشہود لہا بالخیر کے بعد کے ہیں، جناب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنی اپنی تصنیف میں اس کی صاف تصریح کر دی ہے۔ حجۃ اللہ و تفسیر مظہری ملاحظہ ہو۔

دوئم یہ کہ تقلید شخصی اور تعیین مذہب کو واجب جان کر اس کا التزام کرنا شریعت اسلامی سے ثابت نہیں ہے یہ چیز بعد میں پیدا ہو کر فرقہ بندی کا موجب ہو گئی ہے،

مسلم الثبوت مع شرح بحر العلوم صـ ۶۲۸ میں ہے۔ اِذْ لَا وَاجِبَ اِلَّا مَا اَوْجَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالْحُكْمُ لَهُ وَلَمْ يُوْجِبْ عَلٰى اَحَدٍ اَنْ يَّتَمَذْهَبَ بِمَذْهَبِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ فَاِيْجَابُهٗ تَشْرِيْعُ شَرْعٍ جَدِيْدٍ

یعنی کوئی چیز واجب نہیں ہوتی مگر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ واجب کرے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی پر واجب نہیں کیا ہے کہ وہ اماموں میں سے کسی امام کا مذہب پکڑے۔ پس اس کو اپنے پر واجب ٹھہرانا اپنی طرف سے نئی شرع ایجاد کرنا ہے۔

جناب علامہ ملا علی قاری، وغیرہ اکابر حنفیہ نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کو حنفی، شافعی وغیرہ بننے کا حکم نہیں دیا ہے۔ یہ قصور ائمہ اربعہ کا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس سے منع فرما کر بری الذمہ ہو چکے ہیں۔

دیکھئے، کسی عالم سے یا امام سے مسئلہ پوچھنا، یا کسی امام کے قول پر اس کو درست سمجھ کر عمل کرنا اور چیز ہے۔ اور ایک امام کا انتخاب کر کے اس کی تقلید بالوجوب کرنا اور اس کا التزام کر لینا اور اس کے نام پر فرقہ بنانا اور اپنے امام کے تمام مسائل جمع کر کے ان کو مستند سمجھ لینا اور اپنی کتابیں جدا رکھنا اور ان پر ہمیشہ فتویٰ دینا اور چیز ہے۔ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بٹوارہ کر کے ان میں سے اپنے اپنے اماموں کے اقوال کے موافق تلاش کرنا اور باقی کو متروک کر دینا اور چیز ہے۔ مقلدین کا یہی تعامل ہے۔ لیکن،

سلف میں یہ طریقہ تھا کہ جس سے اتفاق پڑتا تھا اس سے خدا اور رسول ﷺ کا حکم دریافت کر لیتے تھے۔ اور جو بے علم ہوتا عالم سے پوچھ لیتا تھا۔ کسی ایک کا التزام نہ رکھتے تھے، کیونکہ جب سب مبتین احکام ہیں اور علم میں ایک کو دوسرے پر فوقیت ہے اور خطا بھی غیر نبی سے ممکن ہے تو پھر ایک کا التزام کیوں کیا جائے۔ ہاں، اگر کوئی شخص قرآن و حدیث پر دارومدار رکھ کر ائمہ کے اقوال سے استفادہ کرتا رہتا ہے۔ یا اب کرتا ہے اور کثرت موافقت کی وجہ سے کسی امام کیطرف منسوب ہے یا کسی اور تعلق تلمیذ کے سبب سے حنفی شافعی نام سے موسوم کیا گیا ہے اور وہ اس فرقہ بندی کو پسند نہیں کرتا۔ البتہ مسائل غیر میں کسی منصوصہ میں کسی امام کے مسائل کو لے لیتا ہے لیکن قصداً محض حسن ظنی پر بنا رکھ کر اس کے اقوال اور مذہب کا التزام نہیں کرتا۔ تو وہ صحیح ہے۔ لیکن ایسا آج کون ہے؟۔

باقی رہا یہ امر کہ ان مذاہب میں بڑے بڑے اولیاء ہوئے ہیں سو اس کے متعلق امام شعرانی میزان کبریٰ جلد ۱، صـ۲ مصری میں فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْوَلِیَّ الْکَامِلَ لَا یَکُوْنُ مُقَلِّدًا اِنَّمَا یَأْخُذُ عِلْمَہٗ مِنَ الْعَیْنِ الَّتِیْ اَخَذَ مِنْہَا الْمُجْتَہِدُوْنَ۔

یعنی جو شخص ولی کامل ہے وہ کسی کا مقلد نہیں ہوتا بلکہ وہ اس علم چشمہ سے حاصل کرتا ہے جس سے مجتہدین نے کیا ہے۔

علامہ شیخ کروی اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:۔ اِنَّ الطَّرِیْقَۃَ الْمَشَائِخِ الصُّوْفِیَّۃِ عُمُوْمًا وَطَرِیْقَۃَ الْاَکَابِرِ النَّقْشَبَنْدِیَّۃِ خُصُوْصًا اِتِّبَاعُ السُّنَّۃِ وَعَدَمُ التَّقْلِیْدِ بِمَذْہَبٍ مُعَیَّنٍ ــــ یعنی طریقہ مشائخ صوفیہ کا عموماً اور طریقہ اکابر نقشبندیہ کا خصوصاً اتباع سنت تھا اور وہ کسی مذہب متعین کے مقلد نہ تھے۔

اور ملا جیون تفسیر احمدی میں اولیاء کا تعامل یہ بیان فرماتے ہیں۔
یَجُوْزُ لَہٗ اَنْ یَعْمَلَ بِمَذْہَبٍ ثُمَّ یَنْتَقِلَ اِلٰی اٰخَرَ کَمَا نُقِلَ عَنْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَوْلِیَاءِ وَیَجُوْزُ لَہٗ اَنْ یَعْمَلَ عَلٰی مَذْہَبٍ وَفِیْ اُخْرٰی عَلٰی اٰخَرَ کَمَا ہُوَ مَذْہَبُ الصُّوْفِیَّۃِ یعنی یہ جائز ہے کہ مقلد ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جائے جیسے بہت سے اولیاء اس طرح کرتے رہے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک مسئلہ میں کسی مذہب پر عمل کرے اور دوسرے میں دوسرے مذہب پر جیسا کہ صوفیہ کا طریقہ تھا۔ میں کہتا ہوں کہ یہی وجہ ہے کہ طائفہ صوفیہ اور مشائخ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے چنانچہ

هٰذَا الْحَدِيْثُ يَزِيْدُ بْنُ رَبِيْعَةَ مَجْهُوْلٌ وَّلَا يُعْرَفُ لَهٗ سَمَاعٌ عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ فَكَانَ مُنْقَطِعًا فَلَا يَصِحُّ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ وَاَيْضًا حُكِيَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مُعِيْنٍ اَنَّهٗ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ وَضَعَتْهُ الزَّنَادِقَةُ وَهُوَ اَعْلَمُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ۔

ناظرین:۔ غور کیجئے خبر واحد تو صحیح ہوتے ہوئے بھی قابل استدلال واحتجاج نہ ہو اور ایک منقطع باطل اور موضوع حدیث خبر واحد کی عدم حجیت پر قابل استدلال بن جائے علمائے حنفیہ کا یہ فعل کیا تعجب خیز وحیرت انگیز نہیں ہے؟ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۔

ثانیاً:۔ صاحب اصول شاشی نے جس حدیث تَكْثُرُ لَكُمُ الْاَحَادِيْثُ بَعْدِيْ الخ سے خبر واحد کی عدم حجیت وابطال پر استدلال کیا ہے خود وہ کتاب اللہ کے حکم عام کے معارض ومخالف ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (ترجمہ) رسول جو تم کو دیں اس کو لیلو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو اس آیت کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث بسند صحیح ومعتبر ملے اُس کو بلاچون وچرا عمل کرنا چاہیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اعلیٰ درجہ کے مفسر اور مترجم قرآن تھے اور آپ جو کچھ کہتے تھے وحی الٰہی سے کہتے تھے پس آپؐ نے قرآنی آیات کا جو معنی و مطلب بیان فرمایا وہی حق اور صواب ہے اس کو چھوڑ کر محض اپنے فہم ناقص کی بنا پر قرآن کے احکام وآیات پر عمل کرنا مومن کی شان نہیں مختصر یہ کہ صاحب اصول شاشی کے اصول ۷۔ عدم حجیت خبر واحد کی بنیاد جس چیز پر ہے خود وہ باطل اور فاسد ہے کیونکہ کتاب اللہ کے معارض ومخالف ہے۔

ثالثاً:۔ صاحب اصول شاشی کا یہ اصول کہ خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز نہیں ہے خود اُن کے امام کے مسلک کے خلاف ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کے علاوہ امام شافعی امام احمد اور امام مالک (رحمہم اللہ علیہم اجمعین) کے مسلک کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان ائمہ کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ يَجُوْزُ تَخْصِيْصُ الْكِتَابِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ عِنْدَنَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمَالِكٍ وَقَالَ قَوْمٌ لَا يَجُوْزُ اَصْلًا اور مولوی عبدالحی صاحب امام الکلام میں لکھتے ہیں، ذَكَرَ ابْنُ الْحَاجِبِ فِيْ مُخْتَصَرِ الْاُصُوْلِ

و نیز فی شرحہ اَنَّ تخصیص عام القراٰن بالمتواتر جائز اتفاقًا و اما بالخبر الواحد فقال بجوازہ الائمۃ الاربعۃ۔ مختصر یہ کہ جو مسلک آپ کا ہے وہ خلاف ابوحنیفہ ہے پھر اس پر ہیں مقلد آپ یہ اچھا لطیفہ ہے،

ناظرین کرام :۔ علمائے احناف کا اصول "خبر واحد کی عدم حجیت" ناقابل تسلیم ہے کیونکہ اس چیز کی بنیاد جس چیز پر ہے وہ موضوع اور باطل ہے اس کے علاوہ کتاب اللہ کے بھی خلاف ہے ائمہ اربعہ کے مسلک سے بھی خلاف ہے جیسا کہ ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا :۔ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اخبار محمدی جلد ۱۸ شمارہ ۱۹

سوال :۔ اسلام میں حسب نسب ہے یا نہیں یعنی ایک ذات دوسری ذات سے اشرف اور دوسری ادنیٰ ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کونسی اونچی ہے۔

جواب :۔ اسلام میں نسبی فخر کوئی شئی نہیں البتہ قومی امتیاز تو ہے جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا بڑائی کا باعث عند اللہ صرف ایک چیز ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ الآیۃ۔ اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۳۳ شمارہ ۱۲

سوال :۔ اسلام میں مساوات ہے یا نہیں، اور مساوات کی تعریف کیا ہے،

جواب :۔ مساوات بوجہ اتم موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک کو اس کا پورا حق دیکر عدل و انصاف ملحوظ رکھنا، مثلاً چند ایک مہمانوں کو جو مختلف طبقات کے ہیں لڑکے، جوان بوڑھے) روٹی دیتے وقت بے دانت بوڑھے کو اس کے موافق نرم غذا (دودھ وغیرہ) اور جوانوں کو ان کے لائق اور بچوں کو ان کے مناسب غذا دینا، یہ نہیں کہ بے دانت کو بھی سوکھی روٹی دی جائے۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۳۳ شمارہ ۱۲)

سوال :۔ قرآن شریف کا ایک حرف پڑھنے سے جو دس نیکیاں ملتی ہیں اگر قرآن شریف پڑھ کر فوت شدگان کو بخش دیا جاوے تو پھر پڑھنے والے کے پاس بھی وہ نیکیاں رہ جاتی ہیں یا نہیں اور اگر ایک پارہ پڑھ کر آٹھ متوفیان کو بخشا جائے تو ان کو حصہ برابر ثواب ملیگا اور کیا متوفیان جن کو پڑھ کر ثواب بخشا گیا ہے تو وہ بھی پڑھنے والے کے حق میں دعا کرتے ہیں یا نہیں۔

جواب :۔ محدثین قرآن خوانی کا ایصال ثواب نہیں مانتے، حنفیہ مانتے ہیں اس کی تقسیم

جیسی خدا چاہئے ہو جاتی ہے یہ کام ہمارا نہیں، اسی لئے محدثین کہتے ہیں کہ قرآن پڑھ کر یا نفل پڑھ۔ حمد و صلوۃ کے ساتھ میت یا میتوں کے لئے دعاء مغفرت کرے تو اچھا ہے۔

اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۳۲ شمارہ ۷

سوال: اہل حدیث کس کو کہتے ہیں۔ کیا عوام بھی اہل حدیث کہلانے کے مستحق ہیں۔

جواب: جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ مجھ پر دین میں اصل اطاعت قرآن اور حدیث صحیح کی فرض ہے چاہے وہ کسی عالم۔ محدث یا مجتہد کی رائے کے موافق ہو یا مخالف، وہ اہل حدیث ہے۔ عوام بھی اس عقیدے کے لحاظ سے اہل حدیث میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اخبار اہل حدیث امرتسر جلد ۳۳ سنہ ۴

سوال: اگر کسی مسئلہ کا ثبوت قرآن و حدیث سے نہ ملے۔ اس کا شریعت میں کیا حکم ہے۔

جواب: جس مسئلہ کا حکم قرآن و حدیث میں کسی وجہ من الوجوہ نہ ملے وہ شرعی نہ ہوگا۔ اخبار اہل حدیث امرتسر جلد ۳۳ ۴

مثال کے لئے بریلوی اور دیوبندی اختلاف دیکھو پھر کیا اس وجہ سے ہم کسی غیر واجب کو واجب قرار دے لیں تقلید شخصی ایک غیر واجب امر ہے۔ فقہاء نے خود اس کی تصریح کی ہوئی ہے رد المختار ملاحظہ ہو۔ لَيْسَ عَلَى الْإِنْسَانِ الْتِزَامُ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ اخبار اہلحدیث جلد ۳۳ ۴۔

سوال: اسلام کے ۷۳ فرقوں میں سے کچھ فرقے کیا ابدی جہنمی مثل یہود و نصاری ہوں گے اگر یہ صحیح ہے تو وہ کون ہیں اور جنتی گروہ کون ہیں۔

جواب: حدیث میں آیا ہے کہ کل دوزخ میں جاویں گے صرف ایک جنتی رہے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال پر فرمایا مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ یعنی جس طریق پر میں اور میرے صحابہ ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فرقہ قرآن و حدیث کا پابند بطریق صحابہ کرام ہو وہ نجات پاجاوے گا۔ دوسرے گروہ جہنم میں جائیں گے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر جلد ۳۳ ص ۱۲

محفل میلاد کا انعقاد کتاب و سنت سے ثابت نہیں

مفتی اعظم سعودی عرب کا مفصل فتویٰ

تحریر سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز مدظلہ العالی، رئیس العام لادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد بریاض

ترجمہ: جناب مولانا محمد مدنی متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سعودی عرب بخ حضرت مولانا حافظ عبدالغفور رئیس الجامعۃ العلوم الاثریہ جہلم

جریدہ عکاظ عربیہ ۲۸-۲-۹۶ھ شمارہ ۳۵۰۶ میں یہ خبر شائع ہوئی۔

تحریر موعد الاحتفال بالمولد النبوی الشریف عالم اسلام اتوار کے روز ربیع الاول کے چاند نظر آئے پر محفل میلاد منعقد کرے گا اور دار الافتاء نے بیان جاری کیا ہے تاکہ تم لوگ۔۔ میلاد النبی کی مجالس منعقد کرو۔

جریدہ کا یہ بیان کہ دار الافتاء نے ایسا بیان صادر کیا ہے محض جھوٹ اور افتراء پردازی ہے چنانچہ ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد کی انتظامیہ نے اس جھوٹے بیان کی تکذیب کردی اور اسے تمام مقامی اخبارات میں شائع کرا دیا اور میلاد النبی اور دوسرے بدعتی میلادی پر گراموں کی اہمیت کی وجہ اور بعض لوگوں کے اس بارہ میں مشتبہ ہونے کی وجہ سے ہم نے اسے دوبارہ سہ بارہ شائع کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے تاکہ پورا عالم اسلام اسی قسم کے بدعات سے اجتناب کرے اور اپنے اعمال کو کتاب و سنت کے سانچہ میں ڈھالے اور یہ دار الافتاء کی تحریر کا اصل ہے:

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد اور ان کے میلاد کی محفل ناجائز ہے کیونکہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے۔ نہ تو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا اور نہ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا اور نہ ہی تابعین رحمہم اللہ نے یہ امور سرانجام دیئے، حالانکہ وہ کتاب و سنت کے بہت بڑے عالم تھے اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے مکمل محبت رکھنے والے ان کی شریعت کی پوری متابعت کرنے والے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سند

صحیحہ کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کوئی ہمارے کام (دین) میں نئی بات داخل کرے جو اس میں پہلے نہ تھی وہ مردود ہے، قابل قبول نہیں ہے اور دوسری حدیث میں اس طرح آیا:۔
عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اسے خوب اپنے دانتوں سے چمٹ جاؤ اور اپنے آپ کو نئے نئے کاموں سے بچاؤ۔ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، ان دونوں حدیثوں میں بدعت کے پیدا کرنے اور اس پر عمل کرنے سے بہت سختی سے ڈرایا اور منع کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں فرمایا ہے۔ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

جو کچھ تمہیں رسول ﷺ دے اسے پکڑو اور جس سے روکے رک جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

ان لوگوں کو اس امر کی مخالفت کرنے سے بچنا چاہیئے کہ انہیں فتنہ یا دردناک عذاب نہ آئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول بہترین نمونہ ہیں اس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہے۔

اور فرمایا:۔ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

اور سبقت کرنے والے مہاجرین سے پہلے لوگ اور انصار اور جنہوں نے ان کی اتباع کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے، اور فرمایا:۔ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

اور اس معنے میں آیات بہت زیادہ ہیں اور ان میلادوں جیسا نیا کام نکالنا۔ اس سے یہ

سمجھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے دین کو مکمل نہیں کیا اور رسول کریمؐ نے امت کو وہ چیز نہیں پہنچائی کہ اس پر عمل کرے حتیٰ کہ ان متاخرین نے شریعت الہیہ میں نئی چیزیں ایجاد کر دیں یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ ان کو اللہ کے قریب کر دیں گی یہ یقینی طور پہ بہت بڑی خطرناک بات ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر اعتراض ہے کہ انہوں نے دین کو ناقص رہنے دیا تھا اور ہم نے اس کمی ونقص کو پورا کر دیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے دین کو مکمل کر دیا اور ان پر نعمت کو پورا کر دیا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلاغ کا حق ادا کر دیا اور تمام ان راہوں کو جو جنت تک پہنچتی ہیں اور ان طریقوں کو جو جہنم سے دور کرتے ہیں، امت پر واضح کر دیئے جیسا کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس رسول کو بھی مبعوث فرمایا اس پر ذمہ داری عائد کی کہ جو کچھ بھی وہ اللہ کی طرف سے جانتا ہے لوگوں کی بھلائی کے لئے سب کچھ بتادے اور برائی کے راستوں سے انہیں ڈرادے۔ (مسلم)

یہ تو حقیقت ہے کہ ہمارے نبیؐ افضل الانبیاء، اور خاتم الرسل ہیں تمام انبیاء ورسل سے تبلیغ ونصیحت میں کامل ترین ہیں اگر محافل میلاد کا انعقاد اس دین سے ہوتا جو دین اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا تو رسول کریمؐ اسے امت کے لئے واضح فرمادیتے یا اپنی مبارک زندگی میں کرتے یا ان کے صحابہ رضا اسے کرتے۔ جب اس طرح نہیں ہوا بلکہ صحابہ رضا کے بعد بھی مدت مدید تک اس کا نام و نشان بھی نہیں آتا تو معلوم ہوا کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تو محدثات، بدعات ہیں جن سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ڈرایا تھا اور اس کی وضاحت سابقہ آیات واحادیث سے ہو چکی ہے اور اسی معنی ومفہوم کی اور بہت سی آیات اور احادیث ہیں جیسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر خطبہ جمعہ اور دیگر خطبات میں فرمایا کرتے تھے۔

فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صلے اللہ علیہ وسلم وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔ رواہ مسلم

بے شک بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہتر راستہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔ اور برے کام محدثات ہیں اور ہر نیا کام بدعتہ ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، مسلم۔

آیت اور احادیث اس بارہ میں بہت زیادہ ہیں علماء کرام کی کثیر جماعت نے ان میلادوں کے انکار کی وضاحت کر دی ہے ان مذکورہ دلائل اور دیگر دلائل کثیرہ پر عمل کرتے ہوئے امت مسلمہ کو اس بدعت سے بچنے کی دعوت دی، بعض متاخرین نے کتاب وسنت کی مخالفت کی اور اس کی اجازت دے دی جب کہ اس میں منکرات نبی اکرمؐ کی ذات میں غلو (زیادتی) اور عورتوں مردوں کا میل جول اور کھیل تماشہ کے آلات کا استعمال اور دیگر امور جن کا شریعت مطہرہ انکار کرتی ہے شامل نہ ہو اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ میں لوگوں کے مابین تنازعہ ہو جائے اسے کتاب اللہ اور سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دو جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔

اے ایمان والو اللہ اور رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو اور اگر کسی شئی میں تم میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور فرمایا، یہ بہتر اور احسن طریقہ ہے، اس مسئلہ محفل میلاد نے ہم نے کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا تو ہم نے پایا کہ ہمیں کتاب اللہ، رسول کریمؐ کی اتباع کا حکم دیتی ہے یعنی جو تمہیں اللہ کا پیغمبر حکم دے اس کی۔ اتباع کرو اور جہاں سے روکے رک جاؤ اور مزید خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے اس کا دین مکمل کر دیا ہے، اس محفل میلاد کا دین اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور اس میں ہمیں اتباع الرسول کا حکم ہے،

تو ہم نے سنت رسول کی طرف رجوع کیا تو ہم نے پوری چھان بین کرنے کے بعد پایا کہ نہ تو رسول کریم نے عمل کیا نہ اس کا حکم دیا اور نہ ہی ان کے صحابہ کرامؓ نے اس فعل کیا تو ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ دین کامل سے نہیں ہے بلکہ من گھڑت بدعت ہے اور یہود و نصاریٰ کے میلوں اور ان کی عیدوں کی تشبیہ ہے اور اس سے ہر اس آدمی کے لئے واضح ہو جاتا ہے جسے ذرہ بھر بھی حق و انصاف کے طلب کرنے میں بصیرت اور رغبت ہے کہ محفل میلاد کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ان کا بدعات و محدثات کے ساتھ تعلق ہے جن کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے ترک کرنے کا اور ان سے بچنے کا حکم دیا ہے، عقل مند کو لائق نہیں کہ۔

کثیر لوگوں کے اس فعل اور اکثر ممالک میں اس بدعات کے جاری ہونے سے دھوکہ میں پڑ جائے۔ حق کثرت سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ وہ تو شرعی دلائل سے پہچانا جاتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے متعلق فرمایا ہے وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ اور انہوں نے کہا کہ ہرگز جنت میں نہیں داخل ہوں گے مگر جو یہود ہوگا یا عیسائی، یہ ان کی خواہشات ہیں کہہ دیجئے اپنی دلیل لائیے اگر تم سچے ہو، اور فرمایا۔ وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ اور تم زمین میں رہنے والی اکثریت کی اطاعت کروگے تو وہ تم کو اللہ کی صراطِ مستقیم سے گمراہ کردیں گے،

یہ پر محافل بدعت ہونے کے ساتھ دوسری برائیوں پر بھی مشتمل ہوتی ہیں جیسے عورتوں مردوں کا اختلاط، گانے، بجانے کے آلات کا استعمال اور بھنگ اور نشے کی چیزوں کا استعمال وغیرہ پر بھی مشتمل ہوتی ہیں، اور ان میں ان تمام سے بڑی برائی کہ شرک اکبر بھی ہوتا ہے اور یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے علاوہ اولیاء کی مدح میں غلو، اور ان سے استغاثہ فریاد رسی اور مدد طلب کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ وہ غیب جانتے ہیں اور اسی طرح کے کفریہ امور جن کو لوگ نبی کریمؐ اور دیگر نام نہاد اولیاء کی محافل میلاد میں کرتے ہیں، حالانکہ نبی کریمؐ سے صحیح حدیث حضرت عمرؓ اس طرح روایت ہے کہ فرمایا إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ دین میں غلو کرنے سے بچو تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو کرنے نے تباہ و برباد کردیا (ھلاک کردیا) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری تعریف کرتے ہوئے مجھے حد سے نہ بڑھا دینا چاہیئے جیسے عیسائیوں نے ابن مریم کو حد سے بڑھا دیا، میں تو صرف بندہ ہوں پس تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔" (بخاری) عجیب و غریب بات ہے کہ اکثر لوگ ان بدعات و محافل بدعیہ سے خوش ہوتے ہیں اور ان میں حاضر ہونے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں حالانکہ

وہ ان بدعات میں مشغول ہیں اور خیال نہیں کرتے کہ وہ بہت بڑے گناہ میں لگے ہوئے ہیں بے شک یہ ان کے ضعف ایمان، قلت بصیرت کی واضح دلیل ہے اور ان کے دلوں پر گناہ اور نافرمانیوں کی دبیز میل چڑھ گئی ہے بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے معافی کی بھیک مانگتے ہیں۔

یہ بھی انہی بدعات سے ہے کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ میلاد کی محفل میں خود

حاضر ہوتے ہیں اس لیئے سلام پڑھتے ہوئے اور خوش آمدید کہتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ بہت بڑی جہالت اور بدترین لاعلمی ہے حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت سے پہلے اپنی قبر سے نہیں نکلیں گے نہ کسی آدمی سے ملیں گے اور نہ ہی کسی کے اجتماع میں تشریف لائیں گے بلکہ وہ قیامت تک قبر میں مقیم رہیں گے اور ان کی روح قدس اعلیٰ علیین میں اپنے رب کے پاس ہے جیسے کہ سورۃ مومنون میں آتا ہے ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تُبْعَثُوْنَ، پھر بے شک اس کے بعد تم مر جاؤ گے اور یقیناً تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے؟

نبی کریم نے فرمایا کہ میں پہلا ہوں جس کی قیامت کے دن پہلے قبر پھٹ جائے گی اور میں پہلا سفارش کرنے والا ہوں اور پہلا ہوں جس کی سفارش قبول ہو گی، ان پر ان کے رب کی افضل صلوٰۃ وسلام ہو۔ یہ آیت کریمہ اور حدیث شریف اور رجوان کے معنی میں دیگر آیات واحادیث ہیں تمام کی تمام اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم اور دیگر تمام مردے اپنی قبروں سے قیامت کے دن نکالے جائیں گے، یہ ایسا امر ہے جس پر پوری امت مسلمہ کے علماء کرام کا اجماع ہے تمام مسلمانوں کو ان امور سے متنبہ ہو جانا چاہیئے اور جاہل اور بے وقوف لوگوں کی پیدا کی ہوئی بدعات وخرافات سے اجتناب کرنا چاہیئے کہ ان کی کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی۔ یہ محض ان کی نفسانی خواہشات کا نتیجہ ہے۔ اللہ مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے (وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ)

باقی رہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کا مسئلہ تو یہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کا افضل ترین ذریعہ ہے اور بہت بڑا عمل صالحہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

ترجمہ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر صلوٰۃ اور سلام پڑھو، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مجھ پر ایک بار صلوٰۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت کرتے ہیں اور شریعت کے مطابق یہ تمام اوقات میں جائزہ ہے اور ہر نماز کے آخر میں تاکیداً ہے بلکہ تمام اہل علم کے نزدیک ہر نماز کے آخری تشہد میں واجب ہے خواہ نماز فرضی ہو یا نفلی اور اکثر مواقع پر سنت مؤکدہ ہے اذان کے بعد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کرنے کے بعد اور جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات، جیسے کہ اس پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

(اخبار الاسلام ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء)

اسلام میں سنّت کا مقام

(مولانا ابوالحسن محمد یحییٰ
حافظ آبادی گوجرانوالہ)

اسلام میں سنّت (حدیث) کا وہی مقام ہے جو کتاب اللہ کا ہے سنّت نبویہ بھی قرآن پاک کی طرح بذریعہ وحی نازل ہوئی ہے چنانچہ سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ یعنی پیغمبر خدا اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ وہ وحی آسمانی سے بولتے ہیں، اس آیت کا ترجمہ مولانا رومؒ یوں فرماتے ہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس طرح قرآن مجید نے اس کو واضح تر کر دیا۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ ۵ سورہ نساء)
یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اطاعت کرے وہ در حقیقت خداوند کریم کی طاعت کرے گا، دوسرے الفاظ میں ترجمہ یہ ہوا کہ جس نے حدیث پر عمل کیا اس نے قرآن پر بھی عمل کیا۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

حدیث پاک کے وحی خفی ہونے اور منزل من اللہ ہونے پر یہ روایت اظہر من الشمس یعنی روز روشن سے زیادہ واضح ہے، آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ عَنْ حَسَّانٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ جِبْرَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ (دارمی ص۷۷) یعنی حضرت حسانؓ فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح قرآنی وحی لے کر آتے ایسے ہی سنّت کی وحی لے کر آتے۔

اس حدیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ جس طرح قران پاک بذریعہ وحی منزل من اللہ ہے ایسے ہی حدیث پاک بھی منزل من اللہ ہے، مزید تفصیل کے لئے عہد نبوت کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر اوقات حاضر رہتے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے وہ لکھ لیتے اس پر عوام الناس نے اعتراض کیا کہ ہر بات نہ لکھا کرو فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَكَلَّمُ فِي

الرضاء والسخط الحدیث، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ خوشی میں کلام فرماتے ہیں، اور بعض دفعہ ناخوشی میں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ آپ ہی فرمادیجئے کہ کون سی بات لکھوں اور کونسی نہ لکھوں، اس پر محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ اکتب ما اقول فواللہ ما یخرج منہ الاحق (الحدیث) یعنی میری ہر بات لکھ لیا کرو، کیونکہ اللہ کی قسم میری زبان سے ہر وقت حق ہی نکلتا ہے، بعض احادیث میں تو سنت کے مطابق فیصلہ کو کتاب اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ کتاب الحدود مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۳۰ میں ایک طویل حدیث ہے،

ان رجلین اختصما إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال احدھما اقض بیننا بکتاب اللہ فقال الآخر اجل یا رسول اللہ فاقض بیننا بکتاب اللہ (الحدیث) یعنی دو آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلہ کرانے کیلئے حاضر ہوئے، ایک نے کہا کہ ہمارا فیصلہ قرآن پاک سے کیجئے دوسرے نے تائید کی کہ کتاب اللہ ہی کے مطابق فیصلہ کیجئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَقْضِیَنَّ بَیْنَکُمَا بِکِتَابِ اللّٰہِ (الحدیث) یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تمہارا فیصلہ کتاب اللہ سے کروں گا، اب جو فیصلہ آپ نے فرمایا، وہ اپنے فرمان یعنی حدیث پاک سے فرمایا، جس کا قرآن پاک میں ذکر تک نہیں اس ارشاد نبوی سے معلوم ہوا کہ حدیث کو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ فرما رہے ہیں، ایسے سینکڑوں واقعات کتب حدیث میں مرقوم ہیں، لیکن اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان پر اکتفاء کیا جاتا ہے، وَفِیْ ذَالِکَ کِفَایَۃٌ لِمَنْ لَہٗ دِرَایَۃٌ۔

الاستفتاء

مولانا عبید اللہ عفیف فیروز پوری لاہور

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے حدیث اس مسئلہ میں کہ حنفیہ عمل بالحدیث کے قائل ہیں یا نہیں، کتب فقہ حنفیہ میں جو احادیث مذکورہ ہیں ان کی حیثیت استناد کیسی ہے؟ بینوا بالدلیل

آپ کا شاگرد، عنایت اللہ صدیقی بلتستانی لاہور۔ اقول وباللہ التوفیق، حنفیہ عمل بالحدیث کی نعمت سے محروم ہیں کیوں کہ حنفی بھائی مقلد ہیں اور مقلد کے لئے اپنے مقلد (مقتدیٰ وامام) کی تقلید اصول، فروع میں مکلف ہونے سے لے کر تادم واپسیں ضروری اور فرض ہوتی ہے اور مقلد کسی وقت بھی نار تقلید کو اتار پھینکنے کا مجاز نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے اس کے امام کا قول ہی شرعی حکم ہے اور بس، اما المقلد فمستندہٗ قول مجتھدہٖ (مسلم الثبوت ص۲ رشیدیہ دہلی) یعنی مقلد کے لئے (قرآن وحدیث کے علی الرغم) اس کے امام کا قول ہی شرعی دلیل ہے اور بس، چونکہ حنفی بھائیوں نے تقلید کے لیے حضرت امام ابو حنیفہ کو چنا ہوا ہے اور ایسی صورت میں حدیثوں پر عمل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے ان قابل احترام بزرگوں نے تقلید شخصی کے تحفظ کے لئے ایسے ایسے فرضی اور خانہ ساز اصول ترتیب دے رکھے ہیں جن کی اوٹ میں پوری بے باکی کے ساتھ احادیث صحیح کا برملا انکار کر دیتے ہیں، چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی مرحوم نے فتاویٰ عزیزی کے اندر ان نو اصولوں کا ذکر فرمایا ہے اور یوں انکار حدیث کی شناعت سے بچے رہنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے اور وہ فرضی اشکلے اور ڈھکوسلے یہ ہیں!

انکار حدیث اور نو فرضی اشکلے

(۱) خاص۔ خاص کے بارہ میں حکم کہ وہ صاف طور پر بیان کیا ہوا ہے تو اس معنی کے سوا دوسرا کوئی معنے نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) زیادت کتاب پر بمنزلہ نسخ کے ہے تو یہ زیادت نہ ہوگی مگر آیت صریح یا حدیث مشہور صریح سے،

(۳) حدیث مرسل (جو کہ ضعیف ہوتی ہے) مانند حدیث مسند کے ہے۔

(۴) ترجیح نہ ہو گی کسی حدیث کو بسبب کثرت راویوں کے بلکہ ترجیح بسبب فقہ راوی کے ہو گی۔

(۵) جرح قابل قبول نہ ہو گی مگر جب اس کی تفسیر کی جائے،

(۶) امام ابن ہمام نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روایت کو امام بخاری اور مسلم نے اور ان لوگوں نے جو ان کے مانند ہیں صحیح کہا ہو تو ہم لوگوں پر واجب نہیں کہ ہم لوگ اس کو قبول کریں۔ (اللہ رے تیری لن ترانیاں)۔

(۷) کہا بعض صاحب فتاویٰ نے کہ جب کسی مسئلہ میں قول امام اعظم اور صاحبین کا ہو اور اس میں کوئی حدیث بھی ہو اور اس حدیث کے بارہ میں حکم صحت دیا گیا ہو تو واجب ہے کہ امام اعظم اور صاحبین کے قول کی اتباع کی جائے نہ حدیث (صحیح) کی۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ ذٰلِكَ الْجُرْاَۃِ۔

(۸) جس روایت کو راوی غیر فقیہ نے روایت کیا ہو اور وہ ایسی روایت ہو کہ اس میں رائے کو دخل ہو سکے تو اس کو قبول کرنا واجب نہیں،

(۹) عام قطعی ہے مانند خاص کے تو تخصیص نہیں ہو سکتی عام میں خاص کے ذریعے، فتاویٰ عزیزی صفحہ ۲۸۹ صفحہ ۲۹۰۔ صفحہ ۲۹۱۔ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی۔

امام کرخی اور کتاب اللہ کا انکار

امام کرخی کی تلخی کا یہ عالم ہے کہ موصوف نے تقلید کے نشے میں قرآن وحدیث کے انکار سے بھی گریز نہیں فرمایا، فرماتے ہیں، اَلْاَصْلُ اِنَّ کُلَّ اٰیَۃٍ تُخَالِفُ قَوْلَ اَصْحَابِنَا فَاِنَّھَا تُحْمَلُ عَلَی النَّسْخِ اَوْعَلَی التَّرْجِیْحِ وَالْاَوْلٰی اَنْ تُحْمَلَ عَلَی التَّاوِیْلِ مِنْ جِھَۃِ التَّوْفِیْقِ۔ اصول کرخی ملحق باصول بزدوی صفحہ ۳۷۳ نور محمد کراچی)

یعنی جو آیت قرآن پاک ہمارے ائمہ کے قول کے خلاف ہو گی یا تو ہم اسے منسوخ قرار دیں گے یا اس کی تاویل کریں گے،

امام کرخی اور انکار حدیث

اَلْاَصْلُ۔ اِنَّ کُلَّ خَبَرٍ یَجِیْءُ بِخِلَافِ قَوْلِ اَصْحَابِنَا فَاِنَّہٗ یُحْمَلُ عَلَی النَّسْخِ اَوْعَلٰی اَنَّہٗ مُعَارِضٌ بِمِثْلِہٖ ثُمَّ صَارَ اِلٰی دَلِیْلٍ اٰخَرَ اَوْتَرْجِیْحٍ فِیْہِ بِمَا یَحْتَجُّ بِہٖ اَصْحَابُنَا مِنْ وُجُوْہِ التَّرْجِیْحِ اَوْیُحْمَلُ عَلَی التَّوْفِیْقِ۔

اصول بزدوی صفحہ ۲۷۳ مطبوعہ نور محمد کراچی یعنی ہر وہ حدیث جو ہمارے اماموں کے خلاف پڑتی ہے ہم اس کو منسوخ قرار دیں گے یا اس کا معارض تلاش کریں گے یا اس کی ہمیں ایسی توجیح کرنی ہو گی جس سے ہمارے اماموں کا مسلک محفوظ ہو جائے اور بظاہر انکار حدیث سے بھی بچ جائیں ،

امام کرخی اور انکار اقوال صحابہ رض

اَلْاَصْلُ - اِنَّ الْحَدِیْثَ اِذَا وَرَدَ عَنِ الصَّحَابِیِّ مُخَالِفًا بِقَوْلِ اَصْحَابِنَا فَاِنْ کَانَ لَا یَصِحُّ فِی الْاَصْلِ یَقِیْنًا مُعْوِنَۃَ تَجَاوُبِہٖ اِنْ کَانَ صَحِیْحًا فِیْ مَوْرِدِہٖ فَقَدْ سَبَقَ ذِکْرُ اَقْسَامِہٖ اِلَّا اَنَّ اَحْسَنَ الْوُجُوْہِ وَاَبْعَدَھَا عَنِ الشُّبَہِ اَنَّہٗ اِذَا وَرَدَ حَدِیْثُ الصَّحَابِیِّ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِ الْاِجْمَاعِ اَنْ یُحْمَلَ عَلَی التَّاوِیْلِ اَوِ الْمُعَارَضَۃِ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ صَحَابِیٍّ مِثْلِہٖ ۔ اصول بزدوی صفحہ ۳۷۵۔ کسی صحابی کی کوئی حدیث اگر مذہب حنفی کے خلاف ہو تو حدیث اگر صحیح نہیں تو جواب کی ضرورت نہیں اگر صحیح ہو تو اس کے رد کرنے اقسام (اور صورتیں) گزر چکی ہیں یعنی یا تو اس کی تاویل کی جائے گی یا منسوخ کہا جائے گا یا اس کا معارض تلاش کیا جائے گا۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی کا طرز عمل

اس اصولی انکارِ حدیث کے ثبوت کے بعد عملی طور پر انکارِ حدیث کے نمونے پیش کرنے کی ہم چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے، تاہم حضرت شیخ الہند کے غلو تقلید کی داد دیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے ،۔

بَابُ الْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا کی شرح میں موصوف اختلاف مذاہب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام حنیفہ نے اس مسئلہ میں جمہور کی مخالفت کی ہے اور بہت سے علمائے امت نے ان کے رد میں رسائل تصنیف کئے ہیں اور امام شافعیؒ کے مسلک کو ترجیح دی ہے ،

وَتَرَجَّحَ مَوْلَانَا الشَّاہُ وَلِیُّ اللّٰہِ الْمُحَدِّثُ الدَّھْلَوِیُّ (الحنفی) فِیْ بَعْضِ رَسَائِلِہٖ مَذْھَبَ الشَّافِعِیِّ مِنْ جِھَۃِ الْاَحَادِیْثِ وَالنُّصُوْصِ وَکَذَالِکَ قَالَ شَیْخُنَا (محمود الحسن) مد ظلہ بِتَرْجِیْحِ مَذْھَبِہٖ وَقَالَ الْحَقُّ وَالْاِنْصَافُ اِنَّ التَّرْجِیْحَ لِلشَّافِعِیِّ فِیْ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ وَنَحْنُ مُقَلِّدُوْنَ یَجِبُ عَلَیْنَا تَقْلِیْدُ اِمَامِنَا اَبِیْ حَنِیْفَۃَ (تقریر ترمذی ص۳۷) مطبوعہ محمد سعید کراچی ، حضرات شیخ الہند فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ حنفی نے بھی احادیث صحیحہ اور نصوص واضحہ کی بنا پر امام شافعیؒ کے مسلک کو ترجیح دی ہے اور پھر خود (شیخ الہند) فرماتے ہیں کہ حق اور انصاف بھی یہی ہے ،

کہ امام شافعیؒ کا مسلک راجح ہے، بایں ہمہ ہم چونکہ حنفی مقلد ہیں اس لئے احادیث صحیحہ اور نصوص واضحہ کے علی الرغم، ہم پر امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے، وَا اَسفا علیٰ جُرأتِہٖ ؎

نہ رکھ تقلید کی کچھ سند پھر اس پر اڑتے ہیں عجب دانا مقلد ہیں کہ بے ہتھیار لڑتے ہیں،

ان اغلوطات، مخترعات، خانہ ساز قواعد اور ہٹ دھرمیوں کی نشان دہی سے حنفیہ کے ان خالی خولی دعاوی کا نہ صرف پول کھل جاتا ہے بلکہ ان کی حدیث دشمنی اور حامل شریعت اور مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نام نہاد عقیدت، اور وابستگی کی حقیقت بھی طشت از بام ہو جاتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اصول فقہ کے موجودہ دفائر دراصل انکار حدیث کے اسفار اور ماخذ ہیں چنانچہ مولانا مودودی صاحب نے بھی بعض احادیث کے انکار میں اسی لٹریچر سے دھوکہ کھایا ہے۔

فقہاء

احادیث کتب حنفیہ کی حیثیت استناد

جواب جزء ۲: واضح ہو کہ کتب فقہ حنفی کے اندر ہمارے ان واجب الاحترام فقہاء عظام نے اپنے قیاسات اور آراء کی تائید اور تشبیہ میں جن احادیث اور روایات کو درج فرمایا ہے وہ اکثر یا تو موضوع اور خانہ ساز ہیں یا ضعیف اور متکلم فیہا ہیں، جیسے حضرت فقہاء محدثین اور علمائے اصول حدیث نے وضاحت فرمائی ہے،

احادیث عراق ناقابل قبول ہیں

بانی اصول فقہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کُلُّ حَدِیْثٍ جَاءَ مِنَ الْعِرَاقِ وَلَیْسَ لَہٗ اَصْلٌ فِی الْحِجَازِ فَلَا یُقْبَلُ وَاِنْ کَانَ صَحِیْحًا۔ (تدریب الراوی)

ہر وہ حدیث جو اہل عراق سے مروی ہو اور اہل حجاز کے ہاں اس کی اصل نہ ملے وہ اگرچہ صحیح بھی ہو پھر بھی قابل قبول نہیں،

فقہاء حنفیہ کا کورا پن

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ هٰؤُلَاءِ اَصْحَابُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ لَیْسَ لَهُمْ بَصَرٌ بِشَیْءٍ مِنَ الْحَدِیْثِ مَا هُوَ اِلَّا الْجُرْأَةُ (قیام اللیل مروزی ص ۱۲۳)

یہ ہیں اصحاب ابی حنیفہ رحمہ جن ہیں ماسوائے جرأت و جسارت کے حدیث میں کچھ مہارت نہیں ہے

فقہاء کوفہ اور جابر کذاب

حضرت امام وکیع (حنفی) کی تصریح کچھ اس طرح ہے۔ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى سَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا لَوْلَا جَابِرُ الْجُعْفِيُّ لَكَانَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ بِغَيْرِ حَدِيْثٍ وَلَوْلَا حَمَّادٌ لَكَانَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ بِغَيْرِ فِقْهٍ (ترمذی شریف صفحہ ۵ ج ۱)

حضرت امام وکیع (حنفی) فرماتے ہیں کہ اگر جابر جعفی (کذاب بقول امام ابوحنیفہ) نہ ہوتا تو اہل کوفہ حدیث سے قطعاً محروم رہتے اور اگر حماد نہ ہوتے تو اہل کوفہ فقہ سے بھی ناآشنا ہوتے۔ (وضاحت) حضرت امام وکیع جو حضرت امام شافعیؒ کے استاذ محترم ہیں شہرۂ آفاق فقیہہ، نامور محدث اور عامل بالحدیث تھے مگر احناف کو دعویٰ ہے کہ وہ حنفی بزرگ تھے اس لئے میں نے موصوف کو دُوْشُمْنًا دَتَخْسِنًا کے تحت حنفی لکھ دیا ہے ورنہ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْحَنَفِيَّةِ خَرْطُ الْقِتَادِ۔

مقلدین حنفیہ کو صحیح اور غیر صحیح حدیث میں امتیاز نہ تھا

الاصلاح الایضاح کے مولف علامہ ابن کمال پاشا حنفی رقم طراز ہیں:۔

وَالطَّبَقَةُ السَّابِعَةُ وَهِيَ طَبَقَةُ الْمُقَلِّدِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى مَا ذُكِرَ وَلَا يُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْغَثِّ وَالسَّمِيْنِ وَلَا يُمَيِّزُوْنَ بَيْنَ الشِّمَالِ وَالْيَمِيْنِ يَحْفَظُوْنَ مَا يَجِدُوْنَ كَحَاطِبِ لَيْلٍ فَالْوَيْلُ لَهُمْ وَلِمَنْ قَلَّدَهُمْ كُلَّ الْوَيْلِ ۔ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ صفحہ ۸ کراچی نافع کبیر مقدمہ جامع صغیر صفحہ ۲

فقہا حنفیہ کا ساتواں طبقہ ان مقلدین پر مشتمل ہے جنہیں نہ تو اپنی نقل کردہ (روایات) پر قدرت ہوتی ہے نہ غث وسمین میں فرق کر سکتے ہیں اور نہ دائیں بائیں میں امتیاز انہیں جو کچھ مل جاتا ہے بس اندھا دھند یاد کرنے چلے جاتے ہیں پس ان کے لئے مع ان کے لائی لگ ٹولے کے سخت خرابی ہو

ہدایہ کالقرآن اور اوہام کا طوفان

علامہ ابوالحسنات لکھتے ہیں:۔ کہ حضرت علامہ شیخ عبدالقادر حنفی نے ہدایہ کے اوہام کثیرہ کا اپنی کتاب عنایہ میں خوب پوسٹ مارٹم کیا ہے اصل الفاظ یہ ہیں فی طبقات القاری قَدْ وَقَعَ فِي الْهِدَايَةِ اَوْهَامٌ كَثِيْرَةٌ قَدْ نَقَلَهَا الْعَلَّامَةُ الْفَهَّامَةُ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْحَنَفِيُّ الْقُرَشِيُّ فِي كِتَابِهِ المسمی بالعنایۃ۔ الفوائد البہیہ مِنّا عبدالحی۔ یعنی ھدایہ کالقرآن میں بہت سی ایسی وہمی روایات اور مسائل ہیں جن کو علامہ فھامہ شیخ عبدالقادر حنفی نے اپنی عنایہ نامی تصنیف میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

کتب حنفیہ اور من گھڑت حدیثیں رکن الاسلام حضرت امام زادہ حنفی کی تحقیق انیق بھی پڑھتے چلیے موصوف کنز العباد و مطالب المومنین وغیرہ کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فَاِنَّ هٰذِهِ الْكُتُبَ مَمْلُوَّةٌ مِّنَ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ مَعَ فِيْهَا مِنَ الْاَحَادِيْثِ الْمُخْتَرَعَةِ وَالْاَخْبَارِ الْمُخْتَلِفَةِ۔ نافع کبیر ص۱۳ نافع کبیر، کنز العباد مطالب المومنین اور ایسی دوسری کتب رطب و یابس سے بھری پڑی ہیں علاوہ ازیں ان میں بناوٹی اور اختراعی احادیث اور اخبار مختلفہ بھی بکثرت موجود ہیں۔

کنز العباد کی احادیث کا سماع حرام ہے علامہ جمال الدین مرشد حنفی کا بے لاگ تبصرہ یہ ہے ممدوح کنز العباد پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فِيْهِ اَحَادُ سَمْجَةٌ مَوْضُوْعَةٌ لَا يَحِلُّ سِمَاعُهَا۔ نافع کبیر ص۱۳ اس کتاب کے اندر ایسی بودی نکمی اور خانہ ساز حدیثیں ہیں جن کا سننا بھی حرام ہے چہ جائیکہ ان سے استدلال لایا جائے۔

حضرات حنفیہ کی حدیث کیساتھ سرد مہری حضرت امام شاہ ولی اللہ حنفیؒ علم حدیث سے متعلق حنفیہ کی بے توجہی اور بے اعتنائی کا اس طرح اشکار فرماتے ہیں وَاشْتِغَالُهُمْ بِالْحَدِيْثِ قَلِيْلٌ قَدِيْمًا وَّحَدِيْثًا۔ الانصاف مع ترجمہ کشاف صفحہ ۱۷، محمد حسن نانوتوی حنفیؒ ان الفاظ کا یوں ترجمہ کرتے ہیں حنفی علماء کا مشغول ہونا علم حدیث پہلے اور حال میں کم رہا ہے، ایضاً مِنْهَا مَا اشْتَهَرَ عَلٰى اَلْسِنَةِ الْفُقَهَاءِ وَالصُّوْفِيَّةِ وَالْمُوَرِّخِيْنَ وَغَيْرِهِمْ وَلَيْسَ لَهُمْ اَصْلٌ فِيْ هٰذِهِ الطَّبَقَاتِ الْاَرْبَعِ حجۃ اللہ البالغہ ص۱۳۵ ج ا مصری اس عبارت کا حنفی ترجمہ یہ ہے فقہا اور صوفیہ اور مورخین کی زبانوں پر ان کی شہرت ہے اور ان چاروں طبقوں میں ان کی کچھ اصل نہیں ان میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن کو ایسے لوگوں نے موضوع کہا ہے جو بے دین تھے اور زبان عربی میں خوب ماہر تھے آیات کاملہ صفحہ ۲۰۷ ج ا۔

روایات حنفیہ اور زنادقہ علم حدیث کی غیر متداول کتب سے حدیث لینے سے منع کرتے ہوئے سرخیل حنفیہ حضرت ملا علی قاری موضوعات میں لکھتے ہیں، اِنَّ نَقْلَ الْاَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ لَا يَجُوْزُ اِلَّا مِنَ الْكُتُبِ الْمُتَدَاوَلَةِ لِعَدَمِ الْاِعْتِمَادِ عَلٰى غَيْرِهَا مِنْ وَضْعِ الزَّنَادِقَةِ وَاِلْحَاقِ الْمَلَاحِدَةِ۔ (موضوعات کبیر صفحہ ۷۸ مجتبائی دہلی)

علم حدیث کے مشہور متداول ذخیروں (صحاح ستہ وغیرہا) سے باہر کی حدیثوں کو نقل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ کتب صحاح کے علاوہ دوسری کتابیں قابل اعتماد نہیں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زندیقوں اور ملحدوں نے بہت سی حدیثیں وضع کر کے غیر مشہور کتابوں میں سمو دی ہیں۔

شارحین ہدایہ محدث اور مخرج نہ تھے

حضرت ممدوح حنفی کتب کی حقیقت اور اصلیت کے متعلق لکھتے ہیں لا عبرۃ بنقل النہایۃ ولا بقیۃ شراح الہدایۃ فانہم لیسوا من المحدثین ولا اسندوا الحدیث الی احد من المخرجین (موضوعات کبیر ص۱۲۰) وعمدۃ الرعایۃ صفحہ ۱۳، نہایہ اور ہدایہ کی دوسری شرحوں کی نقل کردہ حدیثوں کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ شارحین محدث نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے ان روایتوں کے اصل ماخذوں کا حوالہ دیا ہے،

جامعین کتب حنفیہ حدیث میں سہل انگار تھے

حضرت مولانا عبدالحی صاحب حنفی جو دراصل ترجمان حنفیہ کہلانے کے مستحق ہیں قابل اعتماد کتب حنفیہ کی استنادی حیثیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں فکم من کتاب اعتمد علیہ اجلۃ الفقہاء مملوء من الاحادیث الموضوعۃ ولا سیما الفتاوی فقد وضح لنا بتوسیع النظر ان اصحابہم وان کانوا من الکاملین لکنہم فی نقل الاخبار من المتساہلین (نافع کبیر ص۱۳) ہمارے بڑے بڑے فقہا نے بہت سی ایسی کتابوں پر اعتماد کر رکھا ہے جو من گھڑت اور ناسیتی حدیثوں سے اٹی پڑی ہیں خصوصاً کتب فتاوی اور یہ حقیقت ہمیں کثرت مطالعہ سے واضح ہوئی کہ اگرچہ ان کتابوں کے مولف اپنے دفن فقہا ہیں کامل تھے، تاہم اخبار واحادیث کی نقل میں اناڑی اور سہل انگار تھے،

کتب حنفیہ موضوعات کا پلندا ہیں

علامہ عبدالحی صاحب کا اعلان حق پڑھیئے اور ایمان تازہ کیجیئے:- ان الکتب الفقہیۃ وان کانت معتبرۃ فی نفسہا بحسب المسائل الفرعیۃ وکان مصنفوہا ایضاً من المعتبرین والفقہاء الکاملین لا یعتمد علی الاحادیث المنقولۃ فیہا اعتماداً کلیاً ولا یجزم بورودھا وثبوتہا قطعاً بمجرد وقوعہا فیہا فکم من احادیث ذکرت فی الکتب المعتبرۃ وھی موضوعۃ ومختلفۃ،

اگرچہ فقہی ذخیرے فروعی مسائل میں معتبر ہیں اور ان کے مولف بھی قابل اعتبار اور کامل فقیہ تھے تاہم ان کی نقل کردہ احادیث پر محض اس لئے کہ وہ احادیث ان کی کتابوں میں،

موجود ہیں کلی طور پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا (کہ وہ صحیح ہونگی) کیونکہ ان کتابوں کے اندر بہت سی ایسی حدیثیں مندرج ہیں جو خود ساختہ اور مختلف فیہا ہیں۔

فقہاء حنفیہ حدیث میں ماہر نہ تھے۔ حضرت ابوالحسنات موصوف لکھتے ہیں: وَمِنَ الْفُقَهَاءِ مَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَظٌّ إِلَّا ضَبْطُ الْمَسَائِلِ الْفِقْهِيَّةِ لَا يَدْرُونَ الْمَهَارَةَ فِي الرِّوَايَةِ الْحَدِيثِيَّةِ (عمدۃ الرعایہ ۱۳) فقہاء کرام میں بہت سے ایسے بزرگ بھی تھے جن میں ماسوائے فقہی مسائل کے ضبط کے روایت حدیث میں قطعاً مہارت نہ تھی۔

ہدایہ کی حدیثیں بے ثبوت ہیں علامہ لکھنوی حنفی فقہاء حنفیہ کی حدیث دانی کا پول یوں کھولتے ہیں۔ الْأَقْوَى إِلَى صَاحِبِ الْهِدَايَةِ مِنْ أَجِلَّةِ الْحَنَفِيَّةِ وَالرَّافِعِيِّ شَارِحٍ مِنْ أَجِلَّةِ الشَّافِعِيَّةِ مَعَ كَوْنِهِمَا مِمَّنْ يُشَارُ إِلَيْهِمَا بِالْأَنَامِلِ وَيَعْتَمِدُ عَلَيْهِمَا الْأَمَاجِدُ وَالْأَمَاثِلُ قَدْ ذَكَرَا فِي تَصْنِيفِهِمَا لَا يُوجَدُ لَهُ أَثَرٌ عِنْدَ خَبِيرٍ بِالْحَدِيثِ اور فاضل حنفیوں کے علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ اور شافعیوں کے علامہ رافعی اگرچہ گنتی کے جلیل القدر فقہاء میں سے دو بزرگ ہیں اور بڑے بڑے نامور علماء اور فقہاء ان دونوں پر اعتماد کرتے چلے آرہے ہیں لیکن جلالت فقہ مذہب کے باوصف حقیقت حال یہ ہے کہ ان ہر دو بزرگوں نے اپنی کتابوں کے اندر ایسی من گھڑت اور بناوٹی حدیثیں لکھ ڈالی ہیں جن کا کسی بھی عام حدیث کے ہاں کچھ کھوج اور نشان نہیں ملتا۔

حنفی فقہاء کے فرضی مسائل چونکہ فقہاء حنفیہ کے فرضی مسائل کا ذکر چل نکلا ہے لہذا ترجمان حنفیہ علامہ عبدالحی حنفیؒ کے ریمارکس پیش خدمت ہیں ان پر بھی ایک نظر ڈالتے چلئے اور ان بے سروپا اور نام نہاد مجتہدات کی صداقت کی داد بھی دیتے چلئے فرماتے ہیں۔ والخامسة لو یدل دلیل شرعی لاکتاب ولاحدیث ولا اجماع ولا قیاس مجتہد جلی اوخفی لابالصراحت ولابالدلالۃ بل ھی مخترعات المتأخرین الذین یلدون طرق اباءھم ومشائخھم المتقدمین وحکمہ الطرح والجرح (نافع کبیر ص۹ دہلی) فقہ حنفی کے مسائل کی پانچویں قسم وہ ہے جن کی دلیل قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ اجماع میں نہ کسی مجتہد کے قیاس جلی میں نہ خفی میں صراحت کیساتھ نہ دلالت کیساتھ بلکہ یہ مسائل دراصل ان متاخرین کے ڈھکوسلے اور اٹکلے ہیں جو اپنے اباء اور مشائخ کے بھٹ مقلد ولائی لگ تھے اور یہ مسائل ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے چاہیں

مقلدین حنفیہ میں جانچ پرکھ نہ تھی:۔ مولانا اعزاز علی دیوبندی حنفی فرماتے ہیں :۔ الطبقۃ السادسۃ المقلدین الذین لایقدرون علی ماذکروا لایفرقون بین الغث والسمین ولا یمیزون الشمال عن الیمین بل یجمعون مایجدون کحاطب اللیل فالویل لھم ولمن قلدھم کل الویل (تمہید التمارق مقدمہ کنز الدقائق صفحہ ۹ مطبع کراچی) فقہاء حنفیہ کا چھٹا طبقہ ان مقلدین پر مشتمل ہے جنھیں ذکر کردہ اقوال میں جانچ پرکھ کی مقدرت ہے اور نہ رطب و یابس میں فرق معلوم ہے اور نہ چپ و راست میں امتیاز اور رات کے اندھیرے میں لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی مانند انہیں جو مہیا ہو جاتا ہے جمع کرتے چلے جاتے ہیں، خدا ان کو مع ان کے ٹولے کے غارت کرے، ان بزرگوں کے علاوہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فتاوی امدادیہ فقہاء کی ان کمزوریوں کا رونا رویا ہے ان تصریحات واضح اعلانات اور حنفی بزرگوں کے برملا اعترافات سے یہ بات محقق ہو جاتی ہے کہ ہمارے حنفی علماء حدیث میں بے بضاعت اور کم مایہ تھے اور جو روایات ان فقہاء نے اپنے مجتہدات کی تائید میں فقہی دفاتر میں درج فرمائی ہیں محققین حنفیہ کے مطابق موضوع اور مختلف فیھا ہیں اور بقول علامہ جمال الدین مرشد حنفی کے ان کا سماع بھی حرام ہے، شریعت کے احکام کا مدار ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔ لعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ۔

تقلید کا آخری سانس

سوال: تقلید کی چار دیواری سے نہ نکلنے دینے کی کوشش عجب عجب پردہ داریوں سے نئی نئی صورتوں میں انوکھی انوکھی کی جا رہی ہیں جن میں سے ایک جو اس وقت عام زبانوں پر چڑھ گئی ہے اور جسے بہت زور کے ساتھ عوام میں جاری کی جا رہی ہے اور جسے ایک زبردست دلیل تقلید کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے وہ مع جواب سنئے،

جواب: - اہلحدیث کے عوام سے ملتے ہی ان سے کہتے ہیں کہ جب تم نے اپنا نام اہلحدیث رکھا ہے اور حدیث پر عامل ہو تو جتنے مسائل شرعیہ ہیں اُن سب کی حدیثیں تم نے دیکھ لی ہیں جو حدیث جس عمل کی تم سے طلب کی جائے تم پیش کر سکتے ہو، اہلحدیث جماعت مذہبی مکار نہیں جیسے ان کے مسائل ٹھوس ہیں جیسے ان کا عقیدہ غیر متزلزل ہے جیسے ان کے مذہب کی بنا مضبوط ہے ان کا قول بھی جھوٹ سے مکر سے دغا سے فریب سے دجل سے دغل سے پاک ہوتا ہے یہ صاف جواب دیتے ہیں کہ صاحب بعض حدیثیں ہم نے خود دیکھی ہیں بعض علماء سے سنی ہیں اصولاً ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں پس ان حضرات کی باچھیں کھل جاتی ہیں آڑے ہاتھوں لیتے ہیں اور ظفریافتہ لہجے میں کہتے ہیں پھر تم اہل حدیث کہاں کے تم تو ان علماء کے مقلد ہوئے جو تمہیں مسائل بتلاتے ہیں پھر اس سے تو یہ صدہا درجہ بہتر ہے کہ تم ان علماء کی تقلید چھوڑ ہمارے امام کی تقلید کر لو۔

یہ ہے وہ غبار جو آج کل عوام کے چہرے پر ملا جاتا ہے یہ ہے وہ اندھا کرنے والی پٹی جو روشن آنکھوں پر باندھی جاتی ہے لیکن ہماری طرف سے انہیں جواب ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ جماعت کے جن حضرات کے سامنے یہ دلیل پیش کی جائے وہ بھی یہی جواب دیں پھر دیکھیں کہ تقلیدی جادو کے بنائے ہوئے سانپوں کو اژدھائے موسوی کس طرح یک لقمہ ہضم کر جاتا ہے

ان سب سے کہئے کہ جناب حنفی ہیں تقلید امام ابو حنیفہ رح کے وجوب کے مدعی ہیں اپنا نام حنفی رکھ چھوڑا ہے تو کیا جن مسائل کو آپ مانتے ہیں جن کاموں کو آپ کرتے ہیں ان سب میں امام ابو حنیفہ رح کا جو فرمان ہے وہ سب اقوال آپ نے دیکھ لئے ہیں، ہر ہر مسئلہ کی سند امام صاحب رح سے آپ نے معلوم کر لی ہے اپنے عمل کے اور اپنے مسائل کے اقوال امام آپ پیش فرما سکتے ہیں،

ظاہر ہے کہ عوام نہ اس منصب پر ہیں نہ اُن میں اتنی صلاحیت ہے اس لئے اس کا صحیح جواب یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بعض مسائل پر اقوالِ امام ان حضرات نے دیکھے ہوں باقی اکثر مسائل اپنے علماء سے سُنتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام مسائل صرف اپنے زمانے کے علماء سے ہی سُنتے ہوئے ہیں تو کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ تم حنفی کہاں رہے مقلدِ امام ابوحنیفہ رح کیسے ہو گئے تم اپنے ان موجودہ علماء کے مقلد ہوئے نہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پھر اس سے تو بہتر ہے کہ آپ اپنے زمانے کے علماء کی تقلید چھوڑ دیں اور براہِ راست حدیث رسول ؐ پر عمل کریں اس لئے کہ اب تو آپ تقلیدِ امام سے تو آزاد ہو گئے اور جب اتنے بڑے امام کی تقلید کوئی چیز نہ رہی تو آج کل کے علماء کی تقلید کس گنتی میں ہے آؤ سب مل کر پکار اُٹھیں۔

ما بلبلیم نالاں گلزارِ ما محمدؐ

ما عاشقیم بے جاں دلدارِ ما محمدؐ

ہم بوجہ کم علمی کے اپنے علماء سے حدیث رسول سنکر اس پر عمل کریں تو اہل حدیث کہلوانے کے مستحق نہ رہیں اور آپ بوجہ اسی کم علمی کے اپنے علماء سے اقوالِ امام سُنکر اُن پر عمل کریں تو آپ اہل فقہ کہلوانے کے مستحق کیسے ٹھہر جائیں ہم احادیثِ رسول کا سوال کر کے اس کا جواب اپنے علماء سے پاکر اُن حدیثوں پر عمل کرنے سے محمدی نہ بن سکیں تو آپ اسی طرح اپنے علماء سے اقوالِ امام سن کر ان پر عمل کر کے حنفی کیسے بن جائیں

برادران ۔ بات یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں جیسے تم کسی مولوی صاحب سے قولِ امام دریافت کرتے ہو کیا اچھا ہو کہ بجائے اس کے قولِ امام الائمہ حضرت پیغمبر خدا احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دریافت کر لیا کرو آخر یہ تو بتلاؤ ۔ قولِ امام کے حق ہونے پر اور حدیث رسول ؐ کے باطل ہونے پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے قولِ امام جو امتی ہیں اور حدیث رسول ؐ جو نبی ہیں ان میں کیا آپ کے نزدیک کوئی فرق ہی نہیں؟ کس قدر اندھیر ہے کہ قولِ امام ؒ سے تسکین ہو جائے اور حدیث رسول سے نہ ہو حنفی کہلوا کر خوش ہو جاؤ اور محمدی نام سُنکر ناراض ہو جاؤ سُنو، سُنو، جتنا فرق حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں اور آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے،

اتنا ہی فرق قولِ امام اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں پس ہماری منشاء تو یہ ہے

کو دینا سب کی سب جس طرح کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنی ہے کہنا بھی آپ کا ماننے نسبت بھی آپ کی طرف کہے ہم سے یہ صریح ظلم برداشت نہیں ہو تاکہ کلمہ پڑھتے وقت تو حضور کا نام آئے اور عمل کرتے وقت کسی اور ہی کا نام آئے ہم تو اس کے قائل ہیں کہ جس کا کھائے اُسی کا گائے جس کے اُمتی ہیں اُسی کے تابع فرمان بن کر رہیں،

محترم بھائیو۔ ہم اماماں دین کے دشمنوں کو خدا کا دشمن سمجھتے ہیں ہم امامانِ دین کی بے حرمتی بے ادبی کرنے والوں کو رحمتِ رحیم سے محروم سمجھتے ہیں لیکن ہم ان کا رتبہ مرتبہ رسول کے برابر کر دینا بھی پسند نہیں کرتے جیسے کلام خدا اور کلام رسول کے ماننے کے ہم مکلف ہیں ایسے ہی اگر کسی امتی کے کلام کے ماننے کا مکلف اپنے تئیں کر لیں تو پھر امتی اور نبی میں ہم نے کیا فرق رکھا۔

بھائیو آؤ ایک منصفانہ کلام سن لو خدائے تعالےٰ عزوجل نے اپنی بات ماننے کا ہمیں حکم دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تابعداری کرنے کا ہمیں حکم دیا کیا اس طرح امام صاحب نے بھی اپنی رائے قیاس کے ماننے کا ہمیں حکم دیا بلکہ کہیں فرمایا ہے، کہ میری رائے قیاس کو مانو اور کسی کی نہ مانو، میرے مقلد بن کر رہو میرے سوا کسی کی تقلید نہ کرو یا کرو تو تین اماموں میں سے ہی ایک کی کرو تم اپنے تئیں حنفی کہلواؤ محمدی نہ کہلواؤ اگر کہیں آپ کی نگاہ سے یہ حکم گذرا ہے تو ہمیں بھی بتلا دیجئے ورنہ بن رکھے امام صاحب نے تو صاف فرما دیا ہے کہ اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ، حدیث کے مقابلہ پر میرے قول کو ترک کر دو ہرگز اس پر عمل نہ کرو اُسے نہ مانو اُس پر عمل عقیدہ نہ رکھو بس جو امام صاحب نے فرمایا ہے وہی ہماری طرف سے آپ کو دعوت ہے اللہ بس باقی ہوس۔ اخبار محمدی دہلی جلد ۱۷ نمبر ۱۲

فقہ حنفی مالکی اور شافعی اور حنبلی کی ابتداء

کتب تاریخ کے کھنگالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد ابو جعفر منصور خلیفہ عباس دوم میں ۱۴۵ھ کے بعد از میلاد میں فقہ حنفی اور فقہ مالکی کی کتابیں وضع ہوئیں اور رفتہ رفتہ یہ بڑھتی گئیں اور جو آیا اُس نے ان زیادتی کی۔

یہاں تک کہ عالمگیر کے زمانہ میں فتاویٰ عالمگیری لکھا گیا اور دین خدا کو آرا کی شکل میں پیش کرنے کی بنا جو ۱۴۵ھ میں ڈالی گئی تھی اُس نے آج بلند اور بظاہر خوشنما شکل میں مکمل ہو کر قرآن حدیث کو بس،

پشت ڈال دیا اور خدا کا یہ فرمان پورا ہوگیا، یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ یعنے اپنے ہاتھوں کتابیں تصنیف کرتے ہیں اور پھر انہیں دینِ خدا کی کتابوں کے نام سے مشہور کر دیتے ہیں،

جواب: ان کی دیکھا دیکھی ۳۰۱ھ بعد از میلاد میں شافعیوں نے بھی اپنی فقہ کی کتابوں کی باقاعدہ تصنیف شروع کی اور اُن دو عمارتوں کے مقابلے میں یہ تیسری عمارت بھی کھڑی کر دی گئی حنبلی گو پیچھے رہ گئے تھے لیکن آخری ان سے بھی صبر نہ ہو سکا اور فوراً ہی اس کے بعد ان کی توجہ بھی اس جانب ہوئی اور اسے بھی بلندی تک پہنچایا گیا ان چاروں مذاہب کی فقہ میں جہاں حدیث و قرآن کا صحیح لحاظ ہر ہر موقعہ پر نہ کیا گیا وہاں خود اُن ائمہ کی نصوص کا خیال بھی کچھ ضروری نہ سمجھا گیا بلکہ اُن کے اقوال سے سینکڑوں حصے زیادہ بعد والوں کے اقوال اور مصنفین کے قیاسات کو جمع کیا گیا اور کل مجموعہ کا نام فقہ رکھا گیا رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اب حدیث و قرآن پر عمل لامذہبی ٹھہرا اور ان مخترعات اور قیاسات پر عمل ہی مسلمانی ٹھہری لطف تو یہ ہے کہ جہاں حدیث و قرآن کا ان کتبِ فقہ میں احترام نہ کیا گیا جہاں اُن کتابوں کا صرف اقوالِ ائمہ پر ہی انحصار نہ رکھا گیا وہاں خود ان چاروں مذاہب کی فقہ میں آپس میں وہ اختلاف اور کارزار گرم رہا ہے کہ گویا دو مقابل سلطنتیں آپس میں بھڑ گئی ہیں۔

دل فریبوں نے کہی جب بھی نئی بات کہی
ایک نے دن کہا اور دوسرے نے رات کہی

فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی

اخبار محمدی دہلی جلد ۷ نمبر ۱

سوال: اگر مقلد کی یہ تعریف ہے کہ وہ قولِ امام کو بلا دلیل کے مان لے تو صاحبین اور بعض دیگر حنفیہ علماء نے حضرت امام سے کیوں اختلاف کیا۔

جواب: واقعی سوال قابل غور ہے مقلدین اس کے جواب ہیں کہ صاحبین خود مجتہد فی المذہب تھے اس لئے اُنکو اختلاف کرنے کا حق تھا اس مسئلہ کی تفصیل ہمارے رسالہ تقلید شخصی اور سلفی میں ملتی ہے

فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۹۸

سوال: کیا واقعی اب ہر قسم کے اجتہاد کا دروازہ بند ہے؟

جواب: اجتہاد ملکہ کسبی ہے اس لئے یہ بند نہیں خود حنفیہ کی تصریح ہے کہ شیخ ابن ھمام

شارح ہدایہ درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا تھا، فتاوی ثنائیہ

بشر فیہ: اجتہاد جاری ہے اور قرب قیامت رہے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر میں جو خطبہ دیا اس میں فرمایا تھا

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوۃ ص۲۳۳ جلد ۱) اور دوسری روایت یوں ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَضَّرَ اللهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ وَرُبَّ حَامِلٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ الحديث رواه الشافعي والبيهقي في المدخل واحمد والترمذي وابو داود وابن ماجه والدارمي مشکوۃ ج ا ص۳۵ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ (مشکوۃ ص۵۸۳ ج۲)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ صحابہؓ نے آپ کے حکم سے تابعین کو احکام شریعت پہنچائے انہوں نے آگے اپنے شاگردوں کو، علیٰ ھذا القیاس تاقیامت یہ سلسلہ رہے گا اور ہر زمانہ میں پہلوں سے بھی بعض افقہ ہوں گے اور قیامت تک بسبب تفقہ حق پر رہیں گے پس ثابت ہوا کہ قیامت تک اجتہاد جاری رہے گا اس لئے کہ تمام جزئیات کتاب وسنت میں منصرح نہیں پس سوائے اجتہاد کے کوئی چارہ نہیں اور یہ امر بدیہی ہے کوئی جاہل مطلق ہی اس سے انکار کر سکتا ہے فافہم وتدبر اور مقلدین کا دعویٰ انقطاع اجتہاد رجماً بالغیب اور قول باطل بلا دلیل ہے (فتاوی ثنائیہ)

سوال: اگر کوئی مقلد کسی مذہبی پیشوا سے یہ سوال کرے کہ اس مسئلہ میں آپ مجھے دلیل سے سمجھائیں تو کیا وہ تقلید سے باہر ہو جائے گا۔

الجواب: تقلید کی تعریف میں چونکہ دلیل کا عدم علم داخل ہے اس لئے صورت مرقومہ تقلید کے برخلاف ہے۔

سوال: آج کل دنیا میں مسلمانی مذہب چار ہیں اور اہلحدیث پانچواں مذہب کہاں سے نکل آیا یہاں کے حنفی پیش امام کہتے ہیں اس واسطے آپ قرآن وحدیث کے ساتھ جواب دیں۔

الجواب: مسلمانی مذہب تیرہ سو ۱۳۰۵ برسوں سے چلا آیا ہے جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا

پیغام سنایا تھا اگر چار مذہب چوتھی صدی میں پیدا ہوئے ہیں ان سب سے پہلے اہلحدیث تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل حدیث مذہب پرانا ہے اور یہ نئے ہیں ان کو چاہیئے کہ نئی بات چھوڑ کر اہل حدیث بن جائیں۔ فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۲۱۲

سوال:۔ اللہ اور رسول کی بات چھوڑ کر غیر خدا کی غیر رسول کی بات ماننا کفر اور شرک ہے یا نہیں غیر نبی کی تقلید کرنے والے کو کیا آنحضرت صلعم کی شفاعت ہوتے کی کسی دلیل سے ثبوت ہے جب بدعتی کو حوض کوثر سے آنحضرت صلعم ہانکے دینگے تو پھر ان کی شفاعت کیسی مقلدین کے اندر بدعتی ہے یا مشرک رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہوئے غیر نبی کی تقلید کرنے والا کیا مسلمان ہو سکتا ہے؟

الجواب:۔ قرآن شریف میں مومن کی علامت یہ بتائی گئی ہے، مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (پ ۲۲۔ ع ۱۶) کسی ایماندار مرد یا عورت کو جائز نہیں کہ اللہ اور رسولؐ کے حکم کے بعد ان کو کوئی اختیار ہو اس آیت نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اللہ یا رسولؐ کی بات چھوڑ کر غیر خدا کی بات ماننی ایمان کے خلاف ہے اسی میں سب کچھ آگیا۔

تشریح:۔ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تنویر العینین میں فرماتے ہیں، لَيْتَ شِعْرِيْ كَيْفَ يَجُوْزُ الْتِزَامُ تَقْلِيْدِ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ مَعَ تَمَكُّنِ الرُّجُوْعِ اِلَى الرِّوَايَاتِ الْمَنْقُوْلَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّرِيْحَةِ الدَّالَّةِ عَلٰى خِلَافِ قَوْلِ الْاِمَامِ الْمُقَلَّدِ فَاِنْ لَّمْ يَتْرُكْ قَوْلَ اِمَامِهٖ فَفِيْهِ شَائِبَةٌ مِنَ الشِّرْكِ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ حَدِيْثُ التِّرْمِذِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّهٗ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم عَنْ قَوْلِهٖ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ یعنی کاش میری سمجھ میں یہ بات آجاتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف صریح روایات کے مقابلہ میں کسی شخص معین کی تقلید کیسے جائز ہو سکتی ہے جب کہ وہ روایات صراحت کے ساتھ مقلد امام کے قول کے خلاف آرہی ہیں ایسی حالت میں امام کے قول کو نہ چھوڑنا اور احادیث صحیحہ صریحہ کو رد کر دینا اس میں ضرور شرک کی بو آتی ہے جیسا کہ عدی بن حاتم نے کہا تھا یا رسول اللہ درویشوں اور علماء کو رب بنانے کا مطلب کیا ہے (ہم نے تو کبھی ان کو رب نہیں بنایا) تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ رب بنانا یہی ہے کہ جس حلال کو ان لوگوں نے حرام

کردیا اس کو تم نے حرام ہی جان لیا اور جس حرام کو حلال کردیا اس کو تم بھی حلال ہی جاننے لگے درویشوں اور علماء کا بھی یہی رب ٹھہرانا ہے

دیگر یہ۔ عمل تقلیدی کسی ایک حجت شرعیہ میں سے نہیں ہے یعنی عمل بقول اس کے کرنا کہ جس کا قول بلادلیل شرعی کے حجت نہ ہو اس کو عمل تقلیدی کہتے ہیں، اور تقلید کی تعریف یہ ہے،

اَلتَّقْلِيْدُ اَلْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ. مُتَعَلِّقٌ بِالْعَمَلِ وَالْمُرَادُ بِالْحُجَّةِ حُجَّةٌ مِنَ الْحُجَجِ الْاَرْبَعِ كَذَا فِي كُتُبِ الْاُصُوْلِ الْحَنَفِيَّةِ وَغَيْرِهَا كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْمَاهِرِ بِالْاُصُوْلِ۔

پس تقلید کی تعریف سے سب اصطلاح مقلدین کے واضح ہوا کہ عمل تقلیدی دلائل اربعہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجماع صحابہ و مجتہدین اور قیاس صحیح مجتہد مسلم الاجتہاد سے خارج ہے اور یہ عمل تکلیفی شرعی اصلا نہیں اور جو عمل بلا ادلہ اربعہ کے پایا جاوے وہ عمل تکلیفی شرعی نہیں وہ شرعاً مردود اور باطل ہے پس عمل تقلیدی بھی مردود اور باطل ہوا الحمد للہ کہ بے اصل شرعی ہونا تقلید کا بموجب اصطلاح مقلدین کے ثابت ہوا اور یہ مقلدین پر سخت حجت ہے، اِلٰی اٰخِرہٖ۔

العاجز محمد نذیر حسین عافاہ اللہ فی الدارین۔ فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۱۰۰

سوال بابت تقلید

سوال:۔ اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں کہ عرصہ چند یوم کا ہوا کہ ایک مولوی صاحب ہمارے قصبہ میں تشریف لائے وہ فرماتے تھے کہ تقلید واجب بالفرض ہے اس واسطے کہ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ قرآنی آیت سے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیسرے کے حکم ماننے کے واسطے بھی حکم دیا گیا ہے اور یہ ارشاد باری تعالیٰ کا عام حکم ہے اور ائمہ اربعہ کی طرف اشارہ بھی ہوسکتا ہے پس اللہ کا حکم یعنی قرآن اور رسول کا امر یعنی حدیث کے ماننے کے ساتھ ہی ساتھ امام وحاکم کا بھی حکم ماننا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو امام کی بیعت نہ کرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ امام کی بیعت بھی کرنی واجب ٹھیری جب امام کی بیعت کی جائے گی تو اس کی تقلید بھی کرنی پڑے گی یعنی امور دین میں ان کے حدیث وقرآن سے استنباط کئے ہوئے احکام ماننے پڑھیں گے جب ان کا حکم مانا گیا تو گویا ان کی تقلید کی گئی جب امام کا حکم

مانا گیا تو بھی مقلد ٹھہرا جب مقلد ہونا ثابت ہوا تو جس کو چاہیئے وہ اپنا امام تسلیم کرے اور اس کے استنباط کئے ہوئے مسائل پر عمل کرے ہم احناف کے جدامجد باپ دادا نے امام ابوحنیفہ رحمہ کو اپنا امام تسلیم کیا اور ان کی بیعت کی اور ان کے مقلد بنے زمانہ گذرتا گیا جب ہم ان کے مکان میں پیدا ہوئے تو فطرتاً انہوں کا ہی مذہب اختیار کرنا پڑا اور آباء کی بیعت کو ہم نے اپنی بیعت سمجھ کر آباء کے امام کی تقلید کرنے لگے جیسے صحابہ رض کی اولاد آنحضرت ﷺ کے بعد جو پیدا ہوئی انہوں نے حضور سے بیعت نہ کی لیکن اپنے باپ دادا کی بیعت شدہ پر ہی اکتفاء کی۔

الجواب:۔ الجواب بعون الوہاب، صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ

(۱) تقلید شخصی قطعاً ناجائز ہے قرآن مجید کی آیت اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے تقلید کا استنباط قطعاً غلط ہے کیونکہ آیت ھذا میں مِنْكُمْ کا الفاظ ظاہر ہے جو تم میں سے امیر ہو اس کی اطاعت کرو نہ یہ کہ تقلید کرو آیت فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ نے تقلید کی جڑ کاٹ دی، تقلید کے معنی ہیں بغیر کسی دلیل کے کسی کی بات مان لینا اور اطاعت کے معنی دلیل کے ساتھ ساتھ کسی کا کہنا ماننا ہے امام وقت کی بیعت کر لینے سے لازم نہیں آتا کہ تقلید کرے بلکہ امام وقت اگر قرآن وحدیث کے خلاف کوئی حکم دے تو وہ اس کا حکم چھوڑ دیا جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ جب کہ صحابہ کرام رض نے خدا اور رسول کے فرمان کے مقابلہ میں کسی کی تقلید نہیں کی تو کسی دوسرے کی تقلید کب روا جائز ہو سکتی ہے یہ بات بھی غلط ہے کہ صحابہ رض کی اولاد نے رسول اللہ کی بیعت نہ کی تھی تو انہوں نے بعد کے لوگوں کی تقلید کی اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ رض کے بعد کے لوگوں اور خود صحابہ رض نے خدا اور رسول کے فرمان کے مطابق امام وقت ابوبکر صدیق و امام وقت عمر فاروق و امام عثمان غنی و امام علی مرتضٰے رضی اللہ عنہم کی اتباع و اطاعت کی،

فتاوی ستاریہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۳

سوال یہ ہے (۲) آپ اہل حدیث لوگ کہتے ہو کہ ہم غیر مقلد ہیں کسی امام کی نہیں ملتے یہ بات غلط ہے ایک وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ امام مولانا عبدالوہاب صاحب دہلی کی بیعت کرنے کرانے کے قائل ہو اگر کوئی نہیں کرتا تو اسکو جاہل اور کافر کہا جاتا ہے جیسا کہ فتاوی ستاریہ ص ۹۷ میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے جب امام اس زمانہ کی تقلید و بیعت کرنی جائز ہے تو ائمہ اربعہ کی کیوں ناجائز

مَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا ۔ دوسرا اہلحدیث امام مولانا عبدالوہابؒ کے بیعت ہیں اگر ان کے استنباط کئے ہوئے مسائل پر عمل ہوا تو ان کی تقلید ہو گئی جب تقلید کی گئی تو نام آپ کا مقلد ہوا جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کی گئی تو نام آپ کا مقلد ہوا جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرنے سے حنفی ہو جاتا ہے اور مالک سے مالکی اور شافعی سے شافعی حنبلی وغیرہ ایسا ہی آپ لوگ بھی وہابی بن گئے اور یہ پانچواں مذہب بنا اب اسلام میں یہ مذہب ہوئے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، صدری وہابی چودھویں صدی کی ایجاد باقی سوال ٹھیرا اہل حدیث مذہب کا تو ائمہ اربعہ خود بھی اہل حدیث تھے جب وہ ہمارے امام اہلحدیث ہیں تو ان کے مقلد بھی اہلحدیث ہو گئے ،

جواب :۔ (۲) مولانا عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ خدا کے فضل سے اپنے وقت کے امام تھے انہوں نے کبھی نہیں لکھا اور نہ کہا کہ جو میری بیعت نہیں کرے گا وہ کافر مرے گا یہ صریح جھوٹ اور تہمت ہے فتاویٰ ستاریہ کا حوالہ ص۹۷ دیا ہے وہ صریح بلکہ جو حدیث شریف میں ہے وہی ہے یعنی جو بغیر بیعت کئے مر گیا وہ جہالت کی موت مرا یہ لکھا اور صحیح لکھا کیونکہ حدیث کے مطابق لکھا اور یہ کوئی مولانا مرحوم کی بات نہیں بلکہ خدا و رسولؐ کا فرمان ہے اور اللہ و رسول کا حکم ماننا عین ایمان ہے پھر یہ تقلید کہاں سے ہوئی تقلید تو وہ کہ اللہ و رسول ایک کام کا حکم دیں کرو اور امتی میں سے کوئی کہے کہ نہ کرو، اب خدا اور رسول کے حکم کو چھوڑ کر امتی کا حکم ماننا بس یہ تقلید ہے اور حرام ہے فتاویٰ ستاریہ جلد صفحہ ۱۰۲،

سوال :۔ (۳) اگر تقلید واجب نہ ہوتی تو محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانیؒ جیسے برگزیدہ اولیاء حنبلی مقلد کیوں ہوتے اور مولانا عبدالحی حنفی، ملا علی قاری حنفی وغیرہ حنفی مقلد کیوں ہوئے غیر مقلد یعنی اہل حدیث کیوں نہیں ہوگئے کیا ان کو بدعت ہوتے اور تقلید شخصی کرنے کا علم سوجھا ہی نہ تھا اب کراچی والوں کو سوجھا ہے جو کہتے ہیں کہ مقلد اندھے کے مانند ہیں بغیر نبوت غیر کی تقلید کرتے ہیں وغیرھا مولانا صاحب غصہ میں اگر کہہ گئے کہ یہ اہلحدیث نہیں اہل جنبیث ہیں اور ان لوگوں کا دلی مقصد یہ ہے جو ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث کا پاک نام رکھ کر اپنی قید میں پھنساتے ہیں اپنے مرید بناتے ہیں کچھ وقت کے بعد ان کی باقاعدہ تقلید کی جائے گی جیسے ائمہ اربعہ کی کہانی ہے بس ان کے مقید و بیعت کنندوں کی اولاد بھی ان کی تقلید کرے گی اور امام مولانا عبدالوہاب

صاحب دہلی کے نام سے لوگ پکاریں گے وہابی مقلد اگر ایسا نہیں ہے تو امام مولانا عبدالوہاب صاحب کی بیعت کیوں کرائی اور کی جاتی ہے اگر انہیں امام کی بیعت اور مستنبط مسائل کا ماننا لازمی ہے تو ائمہ اربعہ کے مسائل ماننا کیوں لازم نہیں ہے بینوا توجروا بحکم فہو جوابنا

جواب: (۳) تقلید نہ واجب ہے نہ جائز بلکہ منع ہے اور ناجائز ہے جیسا کہ اماما ن دین بھی خود فرما گئے لا تقلدونی ولا تقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولا النخعی وخذوا الاحکام من حیث اخذوا من الکتب والسنۃ یعنی ہم میں سے کسی کی بھی تقلید نہ کرنا یہ فرما کر انہوں نے اپنا پلہ صاف کر لیا،

فتاویٰ ستاریہ جلد ۴، صفحہ نمبر ۱۰

سوال (۱) اگر امام مولانا عبدالوہاب صاحب دہلی کے مستنبط مسائل پر عمل کرنا ضروری ہے تو ائمہ اربعہ کے مسائل استنباط شدہ پر عمل کرنا فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ کے ناموں سے مروج ہیں ان پر عمل کرنا کیوں ضروری نہیں ہے سو اس کا کیا جواب ہے براہ کرم جواب مدلل ہونا چاہئے قرآن وحدیث اور صحیح معتبر کتابوں سے مع حوالہ صفحہ کے ساتھ،

(**نوٹ**):۔ مذکورہ بالا سوالوں کے جواب دو ہفتہ میں دینا چاہئے کیونکہ مولوی حنفی صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر اس مدت میں (تربت) جواب نہ دیا گیا تو دال میں کالا کالا ہے،

جواب (۱):۔ ہم مولانا عبدالوہاب مرحوم کے کردہ مسائل کو مانتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے قرآن وحدیث سے ہی مسائل پیش کئے ہیں اپنی طرف سے نہیں بتائے ائمہ کے زمانہ میں قرآن وحدیث ایک جگہ جمع نہ تھے، اس وجہ سے انہوں نے قیاس سے بھی فتوے دیئے اس بنا پر ان کے وہ مسائل جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوتے ہیں ہم اہل حدیث رد کر دیتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث کے خلاف کسے باشد کوئی ہو کسی کی بات نہیں ماننی چاہئے بلکہ فرمان نبوی ؐ اگر موسیٰ بھی (بغرض محال) زندہ ہو کر آجائیں تو قرآن وحدیث کے مقابلہ میں موسیٰ کی بات چھوڑ کر حدیث رسول ؐ ہی کی اتباع کریں گے تو نجات ہے ورنہ نہیں فقط، (فتاویٰ ستاریہ عبدالقہار جلد ۴ صفحہ ۱۰۴)

سوال:۔ جس نے اپنی اولاد کو قرآن شریف پڑھایا اس کو آخرت میں ایسی ٹوپی ملے گی جس کی روشنی سورج سے بہت گنا ہو گی تو کیا تاج والے کا جسم کا یا بدن بھی سورج سے زیادہ روشن ہو گا اور جس نے قرآن کا درس دیا ان کو بھی ملیگا یا نہیں،۔

الجواب :۔ حدیث کے الفاظ میں تاج کی روشنی کا ذکر ہے بدن کی روشنی کا نہیں لہٰذا یہ غیر ثابت ہے درس دینے والے کا ذکر بھی حدیث شریف میں نہیں ہے امید ہے اس کو بھی ملے گا،

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۸۳)

(یہ حدیث مشکوٰۃ شریف ص۱۸۶ باب فضائل القرآن فصل ثانی میں معاذ جہنی کی روایت سے مروی ہے

سوال :۔ قانون فطرت کا متبع خدا کی وحدانیت کا قائل اور اس کی ہستی کا مقر برگزیدہ مرسلان ایزدی کا معترف محض اس بنا پر کہ وہ اپنا طریقہ عبادت طریق اسلامیہ سے جدا رکھتا ہے مشرک کافر دوزخی کہا جاسکتا ہے یا نہیں،

الجواب :۔ قرآن مجید کا منکر دو طرح سے ہے ایک اسکو منزل من اللہ نہ جاننے والا دوسرا اپنے حق میں واجب العمل نہ جاننے والا یہ دونوں کافر ہیں،

قرآن کریم کے متعلق مغربی دنیا کی رائے

قرآن عالم اسلامی کا ایک مشترکہ قانون ہے جو معاشرتی، ملکی، تجارتی، فوجی، عدالتی، تعزیری معاملات پر حاوی مذہبی ضابطہ جس نے ہر چیز کو باقاعدہ بنایا، مذہبی رسوم سے لے کر حیات روزمرہ کے افعال روحانی نجات سے جسمانی صحت، اجتماعی حقوق سے انفرادی حقوق، شرافت سے، نائب اور دنیاوی سزا سے لے کر اخروی عقوبت تک تمام امور کو سلک ضابطہ میں منسلک کردیا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر انسان کی رہنمائی کے لئے نازل فرمایا تمام مذہب عالم میں مکمل دستو العمل ہونے کا فخر اسلام اور صرف اسلام ہی کو حاصل ہے جس پر ستر کروڑ انسان فخر کررہے ہیں مغرب کے نامور علماء کی ایک بڑی جماعت اسلام کو دنیا کا سب سے برگزیدہ اور مکمل مذہب مانتی ہے اور جس کی تعریف میں رطب اللسان ہے ان میں سے چندہ مستشرقین کے خیالات جو بجائے خود ایک ضخیم کتاب کی صورت ہوگی اس لئے بہ اختصار درج کئے جاتے ہیں،

ڈاکٹر موریس :۔ جو فرانس کے مشہور ماہر علوم عربیہ ہیں جنھوں نے بحکم گورنمنٹ فرانس قرآن کریم کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا تھا اپنے ایک مضمون میں جو ،،لاباروں فرانس روماں میں شائع ہوا تھا ایک اور فرانسیسی مترجم قرآن موسیو سالان رمیناتش کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش

اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے اس کی فصاحت و بلاغت کے آگے سارے جہان کے بڑے بڑے انشاء پرداز و شاعر سر جھکا دیتے ہیں، ایک اور جگہ فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو تنقید الکلام مصنفہ سید امیر علی باب پ دے) روم کے عیسائیوں کو جو کہ ضلالت کی خندق میں گر پڑے تھے کوئی چیز نہیں نکال سکتی تھی بجز اُس آواز کے جو غارِ حرا سے نکلی۔

پروفیسر اڈوالڈ مونتے: اپنی تالیف اشاعت مذہب عیسوی اور اس کے مخالف مسلمان (صکا و ۱۸ اپیرس ۱۸۹۰ء) میں لکھتے ہیں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب تمام کا تمام ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے جو معقولیت کے امور مُسلّمہ پر مبنی ہے اور یہ وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی اور جلال جبروت کمال تیقّن کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی،

ریونڈ آر یکسویل کنگ: اپنی تقریر "دین اسلام" میں جو ۱۷ جنوری ۱۹۱۵ء کو قدیم پریسبائٹرین چرچ نیو نارڈز میں کی گئی فرماتے ہیں،

اسلام کی آسمانی کتاب قرآن ہے اس میں نہ صرف مذہب اسلام کے اصول و قوانین درج ہیں، بلکہ اخلاق کی تعلیم روزمرہ کے متعلق ہدایت اور قانون ہے اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف سب توریت و انجیل سے لیا گیا ہے مگر میرا ایمان ہے کہ اگر الہامی دینا میں الہام کا وجود ممکن ہے تو قرآن شریف ضرور الہامی کتاب ہے بلحاظ اصول اسلام مسلمانوں کو عیسائیوں پر فوقیت ہے،

موسیو اوجین کلاقل: نامور فرانسیسی متشرق ہیں جنھوں نے مسلمانوں اور یہودیوں، عیسائیوں کے مذہب کی تحقیق میں عمر صرف کردی ۱۹۰۱ء کے فرانسیسی اخبارات میں مضمون شائع کرتے ہیں کہ قرآن مذہبی قواعد و احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ ایک عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام پیش کرتا ہے،

کونٹ ہنری دی کاسٹری: اپنی کتاب "اسلام" جس کا ترجمہ مصر کے مشہور مصنف احمد فتحی بک زاغلول نے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا لکھتے ہیں کہ عقل بالکل حیرت زدہ ہے کہ اس قسم کا (قرآن) کلام اس شخص کی زبان سے کیونکر ادا

ہو اجو بالکل اُمّی تھے تمام مشرق نے اقرار کیا کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوع انسانی لفظاً و معناً ہر لحاظ سے نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کو اپنی رسالت کی دلیل کے طور پر لائے، چونا چال ایک ایسا مہتمم بالشان راز چلا آتا ہے کہ اس طلسم کو توڑنا انسانی طاقت سے باہر ہے،

انگلستان کا نامور مورخ ڈاکٹر گبن اپنی تصنیف انحطاط و زوال سلطنت روما کی جلد ۵ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں قرآن کی نسبت بحر اطلانتک سے لیکر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی کہ وہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

مسٹر مارماڈیوک پکھتال نے۔ نے "اسلام اینڈ ماڈرنزم" پر لندن میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ قوانین جو قرآن میں درج ہیں اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سکھائے وہی اخلاقی قوانین کا کام دے سکتے ہیں اور اس کتاب کی سی کوئی اور کتاب صفحہ عالم پر موجود نہیں ہے، گذشتہ چند سالوں میں مسلمانوں نے کسی شیخ الاسلام یا مجتہد کے فتوے کی اندھی تقلید میں قرآن کے اصلی مدعا کو خبط کر دیا ہے حالانکہ اس قسم کے تمامی امور کو قرآن نے بہت مذموم قرار دیا ہے (شیدایان تقلید و مقلد مولوی صاحبان غور کرو دیکھو کہ، کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا،

الکس لوازون نے فرانسیسی فلاسفر اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" میں لکھتے ہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو فصاحت و بلاغت شریعت کا، دستور العمل دنیا کے سامنے پیش کیا یہ وہ مقدس کتاب (قرآن) ہے جو اس وقت تمام دنیا کے لئے حصہ میں معتبر اور مسلّم سمجھی جاتی ہے جدید علمی انکشافات ہیں جن کو ہم نے بزور علم حل کیا ہے یا ہنوز زیر تحقیق ہیں وہ تمام علوم اسلام و قرآن میں سب کچھ پہلے ہی سے پوری طرح موجود ہیں،

موسیو سیدلو فرانسیسی خلاصہ تاریخ عرب صفحہ ۵۹ و ۶۳ و لم ۶ میں لکھتے ہیں اسلام بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہے اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کو تاریک ضمیر بتلاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں ہم بزور دعوی کرتے ہیں کہ قرآن میں تمام آداب و اصول حکمت فلسفہ موجود ہیں،

موسیو گاسٹن کارہ[۱۰]

نامور فرنچ مستشرق کے مضمون کا ترجمہ اسی زمانہ کے بیروت کے مشہور اخبار البلاغ ۱۳ صفر ۱۳۴۰ھ نے شائع کیا ہے لکھتے ہیں کہ اسلام حقیقت میں ایک طرح کا اجتماعی مذہب ہے جس کو دنیا کی ۱/۳ حصہ آبادی نے حق تسلیم کرلیا ہے اس عاقلانہ مذہب کے قانون (قرآن) میں وہ تمام فوائد و مصالح موجود ہیں جن سے زمانہ حال کا تمدن بنا ہے اسلام ہی نے دنیا کی عمرانی ترقی کے لئے ہر قسم کے ذرائع یورپ کو بہم پہنچائے اگرچہ کوئی ہم میں سے اعتراف نہ کرے مگر امر واقعہ یہی ہے اور سوال کرتا ہے کہ روئے زمین سے اگر اسلام مٹ گیا مسلمان نیست و نابود ہو گئے قرآن کی حکومت جاتی رہی تو کیا دنیا میں امن قائم رہ سکے گا پھر خود ہی جواب دیتا ہے ہرگز نہیں،

نامور جرمن فاضل[۱۱]

اور مستشرق جو ایکر دی تولف، جرمن کے رسالہ دی ہائف بابت سنہ ۱۹۱۲ میں اسلام اور حفظ صحت، پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کو حفظ صحت کے اعتبار سے ساری دنیا کی آسمانی کتابوں میں خاص امتیاز حاصل ہے اسلام نے صفائی طہارت اور پاکیزگی کے صاف و صریح ہدایت نافذ کرکے جراثیم ہلاکت کو مہلک صدمہ پہنچایا ہے،

محقق عمانویل ڈی اٹش اسرائیلی[۱۲]

کوارٹرلی ریویو جلد ۱۲۷ سنہ ۱۸۶۷ میں زیر عنوان اسلام تحریر فرماتے ہیں یہی عرب لوگ، قرآن کی مدد سے، یورپ کو انسانیت کی روشنی دکھانے آئے جنھوں نے یونان کی مردہ عقل اور علم کو زندہ کیا اور مغرب و مشرق کو فلسفہ طب اور ہئیت اور دلچسپ فن سکھانے کے لئے آئے اور علوم جدیدہ کے بانی ہوئے،

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ[۱۳]

اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام"، صفحہ ۳۷۹ و ۲۸۱ میں لکھتے ہیں مدارس میں قرآن کی تعلیم دی جائے تو کچھ کم ترقی کا ذریعہ نہیں ہوسکتا، افریقہ کو ایک یہ بھی فائدہ ہوا کہ بجائے اپنی رائے سے حکومت کرنے کے انتظام سلطنت کے لئے ایک ضابطہ اور دستور العمل مل گیا مسلمانوں کی تاثیر اور طرز اسلام سے افریقہ کے ملک میں اتنے بڑے بڑے شہر قائم ہوگئے کہ یورپ کو اولاً ان باتوں کا یقین نہ آیا،

مسٹر ایچ ایس لیڈر [۱۴]:- بعنوان "عربوں کا احسان تمدن پر" اور نیبل سرکل لندن میں فرماتے ہیں کہ قرآن حدیث کی تعلیم دینی و دنیوی ترقیوں کا سرچشمہ ہے عرب بحیثیت فاتح قوم امن و ترقی بخش قوم کی شان اختیار کرنے لگے تو اس کے لئے قرآن حدیث کی جانب رجوع کرنا ہوگا،

مسٹر ای ڈی ماریل [۱۵]:- نے ۱۹۱۲ء میں رائل سوکا آف آرٹس میں ایک لیکچر شمالی مائجیریا پر دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن نے نظام تہذیب و تمدن پیدا کیا، شائستگی کی روح پھونکی سول گورنمنٹ کا نظام اور حدود عدالت کے قیام میں (اسلام) بڑا معاون ثابت ہوا ہے جہاں ابھی تک اسلام کی روشنی نہیں پہنچی لوگوں کے فائدہ کیلئے یہ بہت ضروری ہے کہ حکومت برطانیہ اس کو (اسلام) قائم رکھ کر اس کو مضبوط اور طاقتور بنانے کی کوشش کرے

خان جاک ویک [۱۶]:- مشہور فلاسفر جرمن نے مقامات حریری، تاریخ ابوالفدا اور معلقہ طرفہ عربی تصانیف کا لاطینی میں ترجمہ کیا ہے اور اُن پر حواشی لکھے ہیں لکھتا ہے کہ تھوڑی عربی جاننے والے قرآن کا تمسخر اڑاتے ہیں اگر وہ خوش نصیبی سے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معجز نما قوت بیان سے تشریح سنتے تو یقیناً یہ شخص بے ساختہ سجدہ میں گر پڑتے اور سب سے پہلی آواز اُن کے منہ سے یہ نکلتی کہ پیارے نبیؐ پیارے رسول خدا ہمارا ہاتھ پکڑ لیجئے اور ہمیں اپنے پیروؤں میں شامل کر کے عزت اور شرف دینے میں دریغ نہ فرمائیے،

لندن کا مشہور ہفتہ وار اخبار [۱۷] بیز الیسٹ "۱۳ اپریل ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں لکھتا ہے قرآن کی حسن و خوبی سے جن کو انکار ہے وہ عقل و دانش سے بیگانہ ہے،

مشہور مسیحی پادری [۱۸] ڈین وینٹلی" نے "مشرقی کلیسا" کے صہ ۲۷۹ میں لکھا ہے قرآن کا قانون بے شبہ بائبل کے قانون سے زیادہ موثر ثابت ہوا ہے،

ایک عیسائی فاضل [۱۹]:- داؤد آفندی محاعص نے بیروت کے مسیحی اخبار الوطن ۱۹۱۱ء میں دنیا کا سب سے بڑا ہیرو کون

پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے جب کوئی مسلمان قرآن وحدیث کا یکسوئی سے مطالعہ کرے یا اُس پر تدبر کی نظر ڈالے تو اُن میں دین و دنیا کے فلاح و بہبوری کے تمامی اسباب پائے گا،

مسٹر رچرڈسن [۲۰] نے قانون ازالہ غلامی انڈیا کونسل میں پیش کرتے وقت ۱۸۱ء میں فرمایا غلامی کی مکروہ رسم کے اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہندو شاستر قرآن سے بدل دیا جائے،

کرنل آنگرسال امریکہ [۲۱] کے ایک مشہور دھریہ ہیں جن کو اسلام اور عیسائیت تو کجا دنیا کے کسی مذہب سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے اس فہرست میں اُن کو خاص طور پر شریک کیا جاتا ہے فرماتے ہیں کہ ہندسے کا رواج، الجبرا، علم المثلثات کے کرہ، علم پیمائش ستاروں کے نقشے زمین کا حجم، اعوجاج طریق شمس، سال کی صحیح مدت آلات ہیئت وغیرہ مختلف قسم کے کلاک، علم الکیمیا، علم المائعات، علم المناظر وغیرہ جنھوں نے اس قدر ایجادات و اختراعات کیں اور علوم و فنون اس قدر نشو و نما دی وہ عیسائی نہ تھے ہم کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ موجودہ سائنس کا سنگ بنیاد پیروان اسلام ہی کو رکھنے کا فخر حاصل ہے جو کسی مفید کام کے لئے عیسائیت یا کلیا کے منت پذیر نہیں ہیں ۔

ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ [۲۲] کے مصنف اور مشہور مستشرق جناب ایس پی جناب اس کاٹ لکھتے ہیں ہم کو چاہیئے کہ اس غیر معمولی مذہب (اسلام) کی سرعت ترقی اور اس کے دوامی اثرات کی قدر کریں کہ جو کہ ہر جگہ امن و امان دولت و حشمت فرح و سرور اپنے ساتھ لے گیا،

مشہور فرانسیسی مورخ والیٹر [۲۳] تہذیب اسلام پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے یادر ہے! اور جاوردو!

اگر تم کو ماہ جولائی میں جب کہ رمضان المبارک کا مہینہ اُس مہینہ میں آئے، چار بجے صبح سے دس بجے شام تک (تخمینہ) آپ پر کھانے پینے کی ممانعت کا قانون عاید کر دیا جائے کسی قسم کی تمار بازی ہو سب سے منع کر دیا جائے اپنی آمدنی کا ۲½ فی صدی حصہ محتاجوں میں

تقسیم کردیں اگر آپ ۸۰ عورتوں کی رفاقت کا لطف اٹھانے ہوں اور ان میں سے ۷۹ کو یک لخت کم کر دی جائیں تو کیا آپ ایمانداری سے یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ اسلام مذہب عیش پرست ہے، میں پھر کہتا ہوں کہ وہ لوگ جاہل، ضعیف العقل ہیں جو مذہب اسلام پر اتہامات و الزام عائد کرتے ہیں یہ سب بیجا اور صداقت سے معرا ہیں۔

بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو ۲۴

ان سے کون ناواقف ہے مسجد دوکنگ میں جماعت مسلمین کے روبرو ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء میں تقریر کرتے ہوئے کہا (از اسلامک ریویو جنوری ۱۹۲۰ء) قرآن کریم غیر مسلموں سے رواداری کا برتاؤ سکھاتا ہے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذہب کم و بیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں مگر، اسلام اس باب میں سب سے آگے ہے بنی نوعِ انسان کی خدمت تعلیم اسلام کا سرمایۂ ناز ہے اسی لیے اسلام نے تمام عالمگیر اخوت کا اصول دنیا کے روبرو پیش کیا ہے دنیا اس اصول کی پیروی کرنے سے خوشحال ہو سکتی ہیں،

مہاتما گاندھی ۲۵

اپنے مضمون میں جو (خدا ایک ہے) کے موضوع سے، آپ ہی کے اخبار ینگ انڈیا میں شائع ہوا فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ برابر تامل نہیں ہے ہندو مسلم اتحاد اور موپلوں کے بلوہ پر گاندھی جی نے ایک مضمون اپنے اخبار میں لکھا کہ پیغمبر اسلام کی تمام زندگی کے واقعات مذہب میں کسی سختی کو روا رکھنے کی مخالفت سے لبریز ہے جہاں تک مجھ کو علم ہے کسی مسلمان نے آج تک زبردستی مسلمان بنانے کو پسند نہیں کیا اسلام اگر اپنی اشاعت کے لئے قوت اور زبردستی کو استعمال کرے گا تو تمام دنیا کا مذہب باقی نہ رہ جائے گا یہ ہے وہ اسلام" ماخوذ از پیام امن،۔

آج کل جو لوگ محض ضد اور اندھی تقلید اور زعم باطل کی وجہ سے انصاف سے ہٹ کر مقدس برگزیدہ اسلام پر جا و بیجا الزام تراشنے میں جو مشغول ہیں اُن کو چاہئے کہ میدانِ علم میں آنکھ کھولیں اور دیکھیں کہ مشاہیر عالم کے آراء کیا ہیں اور خود اپنے ہاں کے نامور اہلِ قلم چندر پال و مسٹر بھوپندر ناتھ ماسوا اسلام کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں دورِ حاضرہ کی عالمگیر شخصیت کا،

انسان مہاتما گاندھی کے ذریں ارشاد کو بہ نظر غائر دیکھو کہ صداقت اسلام کے وہ کس قدر دلدادہ ہیں کیا وہ طبقہ جو اسلام پر اعتراض والزام دھرتا ہے یہ جاہل ضعیف العقل وعقل ودانش سے بیگانہ نہیں اس کا جواب فرانس کا مورخ والیٹر و لندن کا مشہور اخبار ہفتہ وار رائیٹر الیسٹ ۱۲ اپریل ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں دیکھ چکا ہے کہ بے شک اسلام کو الزام دینے والا جاہل وضعیف العقل عقل ودانش سے بیگانہ ہے، (محمدی دہلی، فتاوی ثنائیہ جلد ا صفحہ ۸۷)

سوال: آپ نے کتاب حضرت محمد رشی علیہ السلام جو لکھا ہے اور ہندؤں کی مذہبی کتاب سام وید کی عبارات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رشی (رسول) ہونا ثابت کیا ہے سوال یہ ہے کہ کیا وید بھی زبور، توریت، انجیل کی طرح کتب آسمانی میں سے ہے اگر نہیں تو مذکورہ وید کی عبارتوں سے ثابت کرنا اس کتاب کو آسمانی کتب کا درجہ دینا ہوا یا نہیں، کیونکہ نبی و رسول کے متعلق بشارات آمد سوائے آسمانی کتب کے دیگر کتب میں ہرگز نہیں ہو سکتیں، لہذا اگر یہ بھی دیگر اگلی آسمانی کتابوں سے ہے تو اس کا ثبوت قرآن مجید واحادیث سے ہونا چاہیئے،

الجواب: ہمارا اعتقاد ہے کہ وید مجموعی طور پر الہامی نہیں لیکن بعض کلام اس میں کسی صاحب باطن و درج ہو تو ممکن ہے جس کلام سے محمد رشی لکھا گیا ہے وہ کشفی معلوم ہوتا ہے اگر اس جواب سے آپ کی تشفی نہیں ہوئی تو سمجھئے کہ محمد رشی معتقدین وید کے لئے الزامی دلیل ہے جیسے انجیل توراۃ موجودہ کے حوالے الزامی ہیں،۔

وید اور اس کے تراجم اور تفاسیر

اسلام پیارا، اسلام، نورانی اسلام، ایک تبلیغی مذہب ہے اور اس حیثیت سے دیگر مذاہب کی تسلیم کردہ الہامی کتابوں سے واقفیت رکھنا اس کے مبلغین کے لئے فرض کفایہ ہے ہمارے ملک ہندوستان کے عام باشندے وید کو الہامی کتاب مانتے ہیں اور اس ملک میں فریضہ تبلیغ کے ادا کرنے کے لئے مسلمانوں کا وید سے واقف ہونا ضروریات دین ہے لیکن آج کتنے مسلمان ہیں جو اس دینی ضرورت کے پورا کرنے والے ہیں ہمارے اندازے میں آٹھ کروڑ میں بمشکل دس بیس صد یا پچاس مسلمان ایسے نکلیں گے جنہوں نے چار ویدوں یا ان کے ایک معتدبہ

حصے کا مطالعہ کیا ہو،

آج جب کہ ہمارے ملک میں کانگریس کا صرف اثر بلکہ حکومت قائم ہوتی جارہی ہے اور سندھی یا ہندی کا سلسلہ بھی مستقل طور سے قائم ہو چکا ہے مسلمانوں کے لئے پہلے سے زیادہ ضروری ہوگیا ہے کہ وہ ویدوں کا مطالعہ کریں جس سے نہ صرف اشاعت اسلام میں مدد ملے بلکہ اغیار کے حملوں کی مدافعت بھی کما حقہ ہو سکے اسی واسطے اس عاجز کی دلی آرزو رہے کہ مسلمانوں میں کم از کم ایک چھوٹی سی جماعت جس کی تعداد چند سو تک پہنچتی ہو ایسی تیار ہو جائے جو ویدوں سے خاص طور پر واقفیت رکھتی ہو ہمارے بہت سے نوجوانوں کے لئے ایک ایسی جماعت کے افراد بن جانا کوئی مشکل نہیں ہے بلکہ اس کام کے لئے سنسکرت کا جاننا چنداں ضروری نہیں رہا ہے وجہ یہ ہے کہ جب تک ویدک دھرم ایک تبلیغی مذہب نہیں کہا جاتا تھا اس وقت تک وید کے پیرا اس شخص سے جو وید کا مطالعہ کرنا چاہئے یہ کہنے کا ایک حد تک حق رکھتے تھے کہ جناب پہلے سنسکرت پڑھ آئیے تب اس مقدس کتاب کو ہاتھ لگایئے گا لیکن اب جب کہ ویدک دہرم تبلیغی مذہب کی شان ہی یہ ہے کہ وہ کسی ایک زبان جاننے والے کے لئے مخصوص نہیں ہوتے بلکہ اُن کی کتب مقدسہ کے ترجمے ہر زبان میں پڑھے جا سکتے ہیں اور پڑھے جاتے ہیں ۔

غرض کہ سنسکرت کا نہ جاننا ہمارے نوجوانوں کے لئے وید کے مطالعہ کا مانع نہ ہونا چاہیئے بلکہ اُن میں سے جو افراد انگریزی یا ہندی سے ایک اچھی حد تک واقف ہوں انہیں ویدوں کو ضروری ہی پڑھنا اور اپنے دیگر بھائیوں کو پڑھانا چاہیئے کیونکہ انگریزی میں بہت پہلے سے اور آج کل ہندی میں بھی ویدوں کے متعلق بہ کثرت لٹریچر فراہم ہو چکا ہے ، اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے پیروان وید کا جدید ترین فرقہ (آریہ سماج) اگرچہ انگریزی تراجم اور اکثر ہندی تراجم کو مستند نہیں مانتا لیکن ان کے اس انکار سے انکے مستند ہونے میں فرق نہیں آسکتا یہ تراجم ہنداؤوں کے کثیر طبقہ (سناتن دھرمیوں) کے نزدیک مستند ہیں اور مستند رہیں گے اور اگر کوئی چھوٹا سا طبقہ ان کی صحت سے انکار کرے تو اسے چیلنج دیا جا سکتا ہے کہ ترجمہ میں غلطی ثابت کرے ۔

البتہ ایک امر ہے جو انگریزی یا ہندی دال مسلمان نوجوانوں کو شوق رکھنے پر بھی ویدوں کے مطالعہ میں مانع آسکتا ہے اور آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عزیز مفید کتابوں کے ناموں اور پتوں

سے ناواقف ہیں اور اسی وجہ سے وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے یہ مضموں ہم اسی غرض سے لکھ رہے ہیں کہ ان کتابوں کا تذکرہ ایکجا کیا جائے تاکہ شائقین اُن سے فائدہ اٹھا سکیں ان کتابوں کے پڑھنے سے پہلے جو جو معاملات طالب علم کو ہونے چاہئیں ان کو بھی اس مضمون میں فراہم کر دیا گیا ہے ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ جو لوگ انگریزی یا ہندی نہیں جانتے وہ ویدوں کو پڑھیں ان کے لئے ہم نے ویدوں کے ضروری حصص کا ترجمہ اُردو میں کر لیا ہے خدا وہ دن بھی کرے کہ یہ انتخابات کتابی شکل میں طبع ہو کر تمام شائقین کے ہاتھوں تک پہنچ سکیں۔

شُرتی اور سمرتی کا بیان

واضح ہو کہ برادرانِ ہنود کی کتبِ مقدسہ کی دو قسمیں ہیں ایک شُرتی یعنی الہامی کتابیں، دوسرے یعنی کتاب روایات عام ہندوؤں یعنی سناتن دھرمیوں کے نزدیک تو بہت سی الہامی کتابیں ہیں لیکن فرقہ آریہ سماج الہام کو صرف چار ویدوں میں محدود مانتا ہے،

رگ[۱] وید　　سام[۲] وید　　یجر وید[۳]　　اتھرو[۴] وید

یہ چاروں نظم میں ہیں اگرچہ یجر اور اتھرو وید میں کہیں کہیں نثر کے فقرے بھی پائے جاتے ہیں، وید کی نظم کا ہر شعر منتر یا رچا کہلاتا ہے منتروں کے ایک بڑے مجموعے کو وید کہتے ہیں مجموعہ کے لئے سنسکرت میں سنگھتا کا لفظ ہے اور کبھی کبھی وید کے بعد سنگھتا کا لفظ بھی ملا دیتے ہیں۔

مثلاً۔ رگ وید سنگھتا، یجر وید سنگھتا۔ یعنی مجموعہ رگ وید مجموعہ یجر وید وغیرہ وید سنگھتاؤں کے بعد ہندوؤں کی مقدس ترین کتابیں وہ ہیں جو برہمن گرنتھ کہلاتی ہیں یہ کتابیں وید کی عمدہ ترین تفسیریں ہیں سناتن دھرمی ان گرنتھوں کو الہامی بلکہ ویدوں کے ہی جزءِ لاینفک کے طور پر مانتے ہیں لیکن آریہ سماجی اُن کو شرتی کا درجہ نہیں دیتے بلکہ سمرتی کے درجہ میں رکھتے ہیں یعنی ان کو غیر الہامی مقدس کتابیں سمجھتے ہیں،

برہمن گرنتھ اگرچہ متعدد ہیں لیکن ان میں چھ زیادہ مشہور ہیں، (۱) تیتریہ برہمن ۔

(۲) کوشیتکی برہمن یہ دونوں برہمن رگ وید کے متعلق ہیں،

(۳) ٹانڈیہ مہا برہمن یہ سام وید کے متعلق ہے چونکہ اس میں ۲۵۔ ابواب ہیں اس لئے اس کو پنچ وِنش برہمن بھی بولتے ہیں۔

(۴) شت پت برہمن۔

(۵) تیتر یہ برہمن یہ دونوں یجر وید کے متعلق ہیں۔

(۶) گوپتھ برہمن۔

(۷) یہ اتھروید کے متعلق ہے۔

برہمن گرنتھوں کے خاص خاص فلسفیانہ اور صوفیانہ حصص آرنیکوں اپنشدوں کے نام سے مشہور ہیں اس لئے سناتن دھرمیوں کے نزدیک وید گویا چار طرح کی کتابوں کو کہتے ہیں، یعنی سنگھتا، برہمن برہمن، آرنیک اور اپنشد ان کے نزدیک سمرتیاں ہیں ہندوؤں کے ہر طبقہ میں اپنشد بڑی مقبول اور خوب پڑی جانے والی کتابیں ہیں عام طور پر ان کو ویدوں کا عطر سمجھا جاتا ہے،

سمرتیوں میں اگرچہ منوسمرتی بہت مشہور ہے لیکن ہم اس کا ذکر نہیں کریں گے، کیونکہ ویدوں سے، اس کا تعلق دور ہے قرب کا نہیں ہے ویدوں سے قریب کا تعلق رکھنے والی وہ سمرتیاں ہیں جو شروت سوتر کے نام مشہور ہیں شروت کے معنے ہیں وہ کتاب جو شرتی سے تعلق رکھے اور سوتر سوت یا تاگے کو کہتے ہیں شروت سوتر بھی متعدد ہیں لیکن ان میں سے چند مشہور سوتروں کے نام یہ ہیں،

(۱) اشولائن (۲) شانکھاین یہ دونوں رگوید کے متعلق ہیں، (۳) آپستمپ (۴) بودھاین، (۵) کاتیاین یہ تینوں یجروید کے متعلق ہیں (۶) لاٹیاین سام وید کے متعلق ہے (۷) کوشک (۸) ویتان یہ دونوں اتھروید کے متعلق ہیں۔

ویدسنگھتاؤں کی ضخامت اور اُن کے مختلف نسخے

آج کل لوگ عموماً ویدک ینترالیہ اجمیر کے چھپے ہوئے وید دیکھتے جاتے ہیں یہ وید سنگھتائیں معمولی کتابی سائز پر جو ساڑھے چھ انچ چوڑا اور دس انچ لمبا ہوتا ہے چھپی ہیں ہر صفحہ میں ۲۹ سطریں ہیں اور ہر وید کے صفحات کی تعداد حسب ذیل ہیں،

رگ وید ۶۹۹ صفحات، سام وید ۱۱۲ صفحات، یجروید ۱۵۹، اتھروید ۲۹۸: میزان کل چار ویدوں میں بارہ سو چھتیس صفحات :۔

یہ ضخامت ان ویدوں کی ہے جو آج کل عام طور پر ملتے ہیں اور جو ہر ایک وید

کی مشہور ترین قسم ہے ورنہ ایک ایک وید کئی طرح کا ملتا ہے کہتے ہیں،
کہ قدیم زمانہ میں صرف سام وید صرف ایک ہزار طرح کا یا ایک ہزار شاخوں کا ملتا تھا چاروں ویدوں
کی ایک ہزار ایک سو اکتیس شاخیں مشہور ہیں گویا باقی تین ویدوں کی ملا کر ۱۳۱ شاخیں (شاکھائیں تھیں)
یہ شاخیں اس طرح سے پیدا ہو گئیں ہونگی کہ ایک گھرانا ایک وید کو کسی طرح سے پڑھتا ہوگا دوسرا گھرانا
اسی وید کو ذرا فرق سے پڑھتا ہوگا تیسرے گھرانے میں کچھ اور فرق ہوگا ایک استاد کسی طرح پڑھاتا ہوگا
دوسرا کسی طرح پھر اُن کے شاگردوں اور شاگرد در شاگردوں میں اختلاف ہوا ہوگا۔

آج کل بھی بہت سے ویدوں کی کئی کئی شاخیں چھپی ہوئی ملتی ہیں رگ وید پہلے ۲۱ قسم کا ملتا
تھا اب اس کی صرف ایک قسم یعنی شاکل شاکھا (شاخ) ملتی ہے رگ وید کی ایک دوسری شاخ یعنی
واشکل شاکھا کی نسبت معلوم ہوا کہ اس میں اور شاکل میں بہت کم فرق تھا یعنی واشکل میں شاکل سے
چند گیت زائد تھے اور بعض کی ترتیب مختلف تھی یہ زائد گیت آج کل بھی ملتے ہیں اور شاکل نسخہ میں عموماً
بطور ضمیمہ شائع کردئے جاتے ہیں اس طرح گویا رگ وید کی دو شاکھائیں اس وقت موجود ہیں۔

سام وید کی آج کل جو شائع عام طور پر پائی جاتی ہے وہ رانائنی شاکھا ہے سام وید کی ایک دوسری
شاخ کوتھمی ہے رانائنی اور کوتھمی شاخوں میں تھوڑا ہی فرق تھا آج کل کوتھمی شاخ کا صرف ایک حصہ
پایا جاتا ہے ایک تیسری شاخ سام وید کی جے متی ہے غالباً اس شاکھ کا بھی کچھ حصہ موجود ہے،

یجروید کی بھی متعدد شاخیں تھیں جن میں سے اب پانچ چھ شاخیں ملتی ہیں، اول مادھینندنی جو
عام طور پر ملتی ہے دوم کانوی یہ بھی بمبئی وغیرہ میں چھپ گئی ہے مادھینندنی اور کانوی شاخوں میں
بہت تھوڑا فرق ہے جرمنی کے پروفیسر ویبر نے غدر ہندوستان سے چند سال پیشتر دونوں شاخوں
کو یکجائی طور پر شائع کیا تھا یجروید کی یہ دونوں شاخیں شکل یعنی کہلاتی ہیں شکل یجروید کو واجسنی
سنگھتا بھی کہتے ہیں۔

یجروید کی تیسری شاخ تیتری سنگھتا کہلاتی ہے یہ گورنمنٹ پریس میسور اور دیگر مقامات میں
چھپی ہے اس شاکھا کی ضخامت مادھینندنی ساکھا سے تقریباً تین گنی ہے چوتھی شاخ کٹھ اور پانچویں میتر
اینی کہلاتی ہے ان دونوں شاخوں کو پروفیسر شروڈر نے ۱۸۹۰ء کے پس و پیش وائنا دارالسلطنت
آسٹریا سے شائع کیا تھا یجروید کی ایک بمتی شاخ کے کچھ حصص بھی غالباً پائے جاتے ہیں تیتری کٹھ

متیزائینی وغیرہ شاخیں کرشن یعنی سیاہ یجر وید کہلاتی ہیں،

کرشن یجر وید کا رواج دکھن ہیں اور شکل یجر وید کا رواج شمالی ہندوستان ہیں زیادہ ہے اتھر وید کی کسی زمانہ میں نو شاخیں تھی جن ہیں سے صرف شونک شاکھا ہی آج کل عام طور پر ملتی ہے اس وید کی ایک دوسری شاخ یعنی پپلاد شاکھا کا دنیا میں صرف ایک نسخہ کشمیر میں تھا اس واسطے یہ شاکھا کشمیر شاکھا بھی کہلائی جانے لگی ہے اس نسخہ کے کئی ورق گم ہیں پروفیسر مارلین بلوم فیلڈ اور پروفیسر رچاڈر گاربے کی حسن سعی سے یہ نسخہ ۱۹۰۱ء میں کرد موفوٹو گرافی سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے فاضل محترم کے اس مضمون کی یہ ابتدائی قسطیں ہیں مضمون بہت کافی طویل اور معلومات سے پڑھے جو اہل حدیث کی کئی اشاعتوں سے نکلا ہے مناسب تھا کہ ہم یہ مضمون سارا نقل کرتے مگر فتاویٰ کی محدود ضخامت ہمیں اس کے چھوڑنے پر مجبور کر رہی ہے، جو صاحب سارا مضمون پڑھنا چاہیں وہ اہل حدیث مرحوم ۵۷ء و ۵۸ء کے فائل ملاحظہ فرمائیں،

کیا وید الہامی ہیں :-

اس علمی بحث کی تفصیلات کے لئے ۹ رجب ۵۸ھ سے اہل حدیث کے فائلوں کو ملاحظہ فرمایئے افسوس کے ساتھ اس بحث کو بھی توجہ عدم گنجائش کے یہاں درج نہیں کر سکے فقط،

سوال :- کیا کتاب اور شریعت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں،

جواب :- کتاب کے دو معنی ہیں ایک آسمانی وحی جو الہامی لفظ میں انبیائے کرام پر نازل ہوتی تھی جیسے قرآن، توراۃ وغیرہ اس کے علاوہ انبیاء کے قلب پر مضمون القا ہوتا تھا جیسے وہ اپنے لفظوں میں بیان کرتے تھے اسی کو حدیث انبیاء کہتے ہیں ان معنی سے کتاب خاص ہے اور شریعت عام ہے جو دونوں کو شامل ہے دوسرے معنی کتاب کے ہیں شریعت الٰہیہ جو دونوں حصوں کو شامل ہے ان معنی سے کتاب اور شریعت ایک ہی چیز ہے،

تشریح :- یہی سنت نبوی کا مفہوم ہے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی سیرت نبوی ج ۳ ص ۴۷ پر لکھتے ہیں کتاب اصولی احکام ہیں اور سنت ان اصولی احکام کی عملی تشریح اور بیان ہے کتاب براہ راست وحی الٰہی کا نتیجہ اور سنت ملکۂ نبوی ہے کتاب بلفظ وحی ہے اور سنت بالمعنی پیغمبر کی وحی اور ملکہ نبوت دونوں کے احکام واجب الاتباع ہیں وحی اور ملکۂ نبوت پر ایک علمی مقالہ اہلحدیث ۶ ربیع الثانی ۳۵ھ میں دیکھئے، (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۹)

سوال:۔ زید کا دعویٰ ہے کہ کوئی شخص ہندو ہو یا عیسائی سکھ ہو یا یہودی غرض کسی مذہب کا، آدمی ہو اور اپنے مذہب پر پختہ رہے نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے غرض کہ اسلام کی کوئی بات بھی نہ مانتا ہو مگر اتنا کہدے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں تو اس کی نجات لازمی ہے نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ نجات کیلئے نہیں ہیں کیا یہ عقیدہ از روئے قرآن وحدیث صحیح ہے،

جواب:۔ یہ عقیدہ صحیح نہیں توحید باری والے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کی تصدیق کے بعد اسلام کے کسی حکم کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے حدیث شریف میں ہے بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ (و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و حج البیت و صوم رمضان۔) (بخاری مسلم) یعنی اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے خدا کی وحدانیت کی شہادت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسالت کی گواہی نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا، (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۱)

سوال:۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کو حکم دیا کہ جاؤ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جس شخص نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا جنت میں داخل ہو گیا تو بعد حضرت عمرؓ کے کہنے کے آپؐ نے، حضرت ابوہریرہؓ کو منع کر دیا اب مسائل کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے سے حکم دیا تھا یا وحی الٰہی کے ذریعہ سے؟

جواب:۔ نبیؐ کوئی حکم شرعی اپنی رائے سے نہیں دیتا یہ حکم بھی وحی الٰہی سے تھا قرآن پاک میں ارشاد ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے دینی امور میں وہ جو بھی کہتے ہیں سب اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے، فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۱

توضیح البیان:۔ یہ اعلان خوش خبری کیلئے اور طبعی طور پر تھا۔ آپ کی بہت سی گفتگو خوش خبری اور طبعی طور پر تھی جیسا کہ کھجوروں کو پیوند کرنے کا حکم وحی والٰہی نہیں تھا اسی طرح چونکہ اس اعلان کا نتیجہ اچھا نہیں تھا اسلئے حضرت عمرؓ کے کہنے پر اعلان روک دیا فافہم و تدبر علی محمد سعیدی۔

سوال:۔ جغرافیہ دان جو بیان کرتے ہیں کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے کیا اسکی بابت قرآن شریف وحدیث میں ذکر ہے۔

جواب:۔ آیت قرآنیہ وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُھَا جَامِدَۃً وَّھِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ دیکھنے والے تو پہاڑوں کو جامد دیکھ رہے ہیں، (ایک دن آنے والا ہے کہ یہ پہاڑ) یا دلوں کے مثال اڑیں گے،

کی ایک تفسیر یہ بھی مضارع حال اور مستقبل دونوں زمانوں کو شامل ہے،

تشریح دشرفیہ؛ اگر زمین سورج کے گرد گھومتی تو پھر سورج سورج ہمارے سر پہ دکھائی نہ دیتا۔

وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ۔

تعاقب (اہلحدیث ۱۰ر شعبان ۱۳۵۱ھ ہجری جواب میں بیان کیا گیا ہے کہ زمین حول الشمس گھومتی ہے اس کی دلیل آیت قرآنیہ وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۔ بیان کی گئی ہے زمین گھومتی ہے یا آسمان یہ مبحث حکماء کا ہے، فیثاغورث اور بطلیموس دو یونانی حکماء کے درمیان اختلاف ہے کہ زمین گھومتی ہے یا آسمان ایک زمین گھومنے کے قائل ہیں دوسرا آسمان جس قول کی تائید پر ہدایت الحکمت والا نے لکھا ہے، اِنَّ الْفَلَكَ يَتَحَرَّكُ عَلَى الْاِسْتِدَارَةِ دَائِمًا۔ قانون قدرت الٰہی دونوں قول کے خلاف نعرہ احتجاج بلند کرتا ہوا بانگ دہل پکارتا ہے، وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔ جس سے معلوم ہوا کہ چاند سورج اپنے اپنے محور میں متحرک ہیں بندہ کے خیال میں زمین یا آسمان کے متحرک ہونے کا ثبوت قرآن کریم سے نہیں ملتا آیت تَرَی الْجِبَالَ میں احوال قیامت کا بیان ہے جبال کی صورت اول بیان کی گئی ہے، وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ جب جبال کی حالت عہن منفوش کی طرح ہو جائے گی تو وھی تمر مر السحاب کا ہونا اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے علاوہ بریں مرور دو در ایک چیز نہیں دونوں علیحدہ علیحدہ شے ہیں جبال کی جمادت ثقالت و ضخامت کے باوجود ہوں قیامت کی وجہ سے سحاب کی صورت پر فضائے آسمان پر نظر آنے کا بیان ہے فطرت الٰہی یا قانون قدرت کا کرشمہ کا بیان مقصود بالذات نہیں واللہ اعلم،

(الراقم میر عبداللہ) بنگالی گوردی۔

اہلحدیث اس امر میں بحث کا مدار یہ ہے کہ تَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً میں تَجْرِي کا صیغہ جو فعل مضارع ہے بمعنی مستقبل ہے یا بمعنی حال حضرات مترجمین دونوں طرف گئے ہیں امام غزالیؒ جیسے باریک بین بزرگوں نے اس امر کی تصریح کی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ میں جن امور کا انکشاف ہو اور قرآن شریف سے اس کا تائیدی اشارہ ملتا ہو تو انکار نہیں کرنا چاہئے ہمارا بھی یہی مسلک ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۱۲)

مسئلہ خلق قرآن کے متعلق

مسئلہ خلق قرآن کے متعلق میرے عنایت فرما کچھ کہتے رہتے ہیں لہٰذا میں اعلان کرتا ہوں کہ مسئلہ خدا ہیں ہیں وہی عقیدہ رکھتا ہوں جو امام بخاریؒ کا ہے۔ (ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۹)

از مولانا محمدؒ صاحب مرحوم:۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کی عزت دو چند دو بالا کرے،

تشریح:۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي تَخْلِيقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْخَلَائِقِ وَهُوَ فِعْلُ الرَّبِّ وَأَمْرُهُ فَالرَّبُّ بِصِفَاتِهٖ وَفِعْلِهٖ وَأَمْرِهٖ وَكَلَامِهٖ هُوَ الْخَالِقُ الْمُكَوِّنُ غَيْرُ مَخْلُوقٍ وَمَا كَانَ بِفِعْلِهٖ وَأَمْرِهٖ وَتَخْلِيقِهٖ وَتَكْوِيْنِهٖ فَهُوَ مَفْعُولٌ مَخْلُوقٌ مُكَوَّنٌ۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۱۱۰)

مقصد امام المحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ آسمان و زمین اور جملہ خلائق اللہ تعالیٰ کے فعل اور امر سے عالم تکوین میں آئی اس لئے یہ سب کچھ مخلوق قرار پائے پس رب تعالیٰ اپنی صفات اپنے فعل اپنے امر اور اپنے کلام کی رو سے خالق ہے غیر مخلوق پس جس طرح وہ خود غیر مخلوق ہے اسی طرح اس کی صفات بھی غیر مخلوق ہے اسی طرح اس کی صفات بھی غیر مخلوق ہیں اور امر و کلام اس کی صفات ہیں لہٰذا یہ غیر مخلوق ہیں اور تخلیق و تکوین کے نتائج میں جو کچھ عالم کون میں ہے وہ مخلوق ہے پس بقول علامہ ابن حجر شارح بخاری اَنَّ ذَاتَهٗ وَصِفَاتِهٖ غَيْرُ مَخْلُوْقَةٍ وَالْقُرْاٰنُ صِفَتُهٗ هُوَ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ (حوالہ مذکور کا حاشیہ) بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات جس طرح غیر مخلوق ہے یہ عقیدہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جسکی طرف مولانا مرحوم نے اشارہ فرمایا ہے۔ (از مولانا ظفر عالم صاحب میرٹھی صدر مدرس دار الحدیث مالیگاؤں)

حدیث بالا کے ماتحت فرقہ ناجیہ کی تشریح از قلم حضرات مولانا ابو تمیم محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹیؒ

حضرت! فرقہ ناجیہ" کا تصور و خیال ایک حدیث شریف سے اٹھتا ہے جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی ایک فرقہ کے سوائے دیگر سب دوزخ میں جائیں گے اس ایک فرقہ کے قائم رکھنے میں حکمت خداوندی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ساری امت گمراہ نہ ہو جائے اور دین محمدی محرف نہ ہو جائے نیز یہ کہ اس فرقہ حقہ سے دوسروں پر حجت پوری ہوتی رہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں، فَاِنَّ لِلّٰہِ طَائِفَۃٌ مِنْ من عِبَادِہٖ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ حُجَّۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ (حجۃ اللہ مصری جلد اول صفحہ ۱۵۳)

یعنی خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک گروہ ہے جن کو وہ شخص جو اُن کا ساتھ چھوڑ دے کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور وہ زمین میں خدا کی حجت ہیں۔

اگلے دین اسی سبب سے محرف ہو گئے کہ اختلاف کے وقت اُن میں کوئی فرقہ بھی سنن انبیاء پر قائم نہ رہا تھا یہ امر اس شخص پر بہت آسان ہے جو تاریخ یہود و نصاریٰ اور اُن کی کتابوں کا مطالعہ گہری نظر سے کرے اور ان کے باہمی اختلافات کو فکر صائب سے سوچے،

یہ ایک فرقہ کون سا ہو گا، جن لوگوں کی آنکھ پر تحزب و تشیع کی پٹی بندھی ہے وہ حقیقت کو نہ، دیکھتے ہوئے یہی زعم کریں گے کہ وہ بس وہ فرقہ ہمارا ہی ہے باقی سب فی النار والسقر جیسا کہ اگلی اُمتوں کے اختلافات کی نسبت ان کے مزعومات کا ذکر کیا فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ۔ (مومنون پ ۱۸)

یعنی انبیائے علیہم السلام کے بعد اُن کی اُمتوں نے دین (واحد) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہر فرقہ اپنے عندیئے پر نازاں ہو رہا ہے لیکن قربان جائیں اُس رسول پاک صلعم کے کہ آپ نے اس فرقہ ناجیہ کی حقیقت پر کوئی پردہ نہیں رہنے دیا اور اس کی تعیین کے لیے ہمیں بھول بھلیوں میں نہیں چھوڑ گئے کہ ہر کوئی اپنے مزعومات و تخیلات و توہمات پر ڈینگیں مار سکے چنانچہ حدیث مذکور الفوق کا تتمہ یوں ہے کہ۔

صحابہؓ نے عرض کی حضرت! وہ فرقہ کون سا ہو گا آپ نے فرمایا مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یعنی جو اس طریقے پر ہوں گے جس پر میں ہوں اور تم میرے اصحاب ہو،

پیارے بھائیو، حدیث کے پہلے ٹکڑے یعنی اختلاف اُمت اور مختلف فرقے بن جانے کی تصدیق واقعات نے کر دی اور اب اس کے لئے کسی حالت منتظرہ کا انتظار باقی نہیں ہے تو کیا دوسرا ٹکڑا تعیین مصداق کے سوا ہی رہے گا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ مخبر صادق کی خبر کی ایک جزو تو درست اُترے اور دوسری میں ہم ڈانواں ڈول رہیں اب تعصب کی پٹی کھول کر مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ

کے مطابق اور تعامل صحابہؓ کے موافق ہوں اُسے حق پر جانتے ہوئے اس میں شامل ہو جائیے، بس اللہ اللہ خیر سلّا۔ اس میں آپ کو کوئی تردد ہوگا نہ ہونا چاہیئے۔۔

اس حقیقت کو مکدر کرنے کیلئے قرآن وحدیث کے نصوص میں بہت کچھ کھینچ تان کی گئی ہے اور طرح طرح کی تاویلات بلکہ تحریفات سے کوشش کی گئی ہے کہ اپنے مزعومات کو قرآن وحدیث سے ماخوذ بنایا جائے لیکن حضرات! میں یہ مضمون ایک ایسے طریق پر بیان کرتا ہوں جسمیں اپنے اپنے خیال کی پیچ نہیں ہے اور وہ فرقہ بندی کی قید سے آزاد ہے حقیقت مطلوبہ کو نمایاں کرنے کے لیئے ایک اور امر کی وضاحت ضروری ہے جس پر اس کی بنیاد ہے وہ یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت مغیرہؓ سے اور صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ اور ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ رہیگا، جو حق پر ہوکر لڑتا رہے گا حتیٰ کہ خدا کا حکم آجائے اور وہ اسی حالت منصورہ پر ہوگا اس وقت میرا استدلال حدیث کے لفظ "لا تزال" (ہمیشہ رہیگا) سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے ایک جماعت کے ہر زمانے میں قائم رہنے کی بشارت سناتے ہیں اس بنا پر ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ کس فرقے کا وجود بلحاظ عقائد وعملیات کے ہر زمانے میں پایا جاتا رہا ہے یا یہ کہ کسی روش کے آثار حوادث کی پامالی سے کسی زمانہ میں بھی نہیں مٹ سکے سو معلوم ہو کہ حضرت عثمان رضہ کی خلافت کے آخری سال میں ایک یہودی الاصل شخص عبداللہ بن سبا نے آپ کے برخلاف سیاسی ایجی ٹیشن شروع کی جس سے سبائی جماعتیں بن گئیں اور اس کا انجام حضرت عثمانؓ کی شہادت سے ہوا آپ کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے اور سبائی ان کے ساتھ ہوگئے عثمانی حضرات عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کے لیئے ان کے مقابل کھڑے ہوگئے اور باقاعدہ صف آرائی سے جنگ شروع ہوگئی جنگ صفین میں اس بات پر لڑائی تھم گئی کہ ایک منصف حضرت علیؓ کی طرف سے اور ایک حضرت معاویہؓ کی طرف سے مقرر ہو جو کچھ وہ دونوں فیصلہ کریں طرفین منظور کرلیں سبائی صلح نہیں چاہتے تھے ایک بہانے سے کہ حضرت علی رضہ نے ایک انسان کو حکم مانا ہے اور خدا کو چھوڑ کر ان کو حکم بنانا شرک ہے کوئی بارہ ہزار سبائی حضرت علیؓ کی طاعت سے خارج ہوگئے اور ان کا نام خارجی ہوا لوگ حضرت علیؓ کے طرف دار تھے ان کے مقابلہ ان کا نام شیعہ علیؓ یعنی حضرت علی رضہ کی جماعت پڑا۔

اس فتنہ عظیم کے وقت ایک بڑی جماعت غیر جانبدار رہی اور انہوں نے کسی طرف بھی

حصہ نہ لیا اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقع پر فتنے میں حصہ نہ لینے کی بابت حکم دیا تھا رفتہ رفتہ اسی سیاسی فتنے نے مذہبی صورت اختلاف پکڑ لی اور ہر طرح کی عملی اور اعتقادی بدعات شروع ہو گئیں،

جس طرح ایک کثیر جماعت نے سیاسی فتنے میں حصہ نہیں لیا تھا اور ہر طرح سے فتنے سے بچتے رہے تھے اسی طرح ان بدعات کے وقت بھی ایک بھاری جماعت طرز اول اور طرز قدیم پر قائم رہی۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور اس فتنے سے پہلے صحابہؓ کے وقت میں دین کی جو حالت تھی اس پر قائم رہی اور ان کا نام اہل سنّت ہوا۔ اہل سنّت ان اہل بدعت کی (بدعی روایات کی قبولیت سے پرہیز کرتے رہے چنانچہ محمد بن سیرینؒ تابعی کا قول ہے،

فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ (مقدمہ صحیح مسلم) اس قول سے معلوم ہوا کہ امام محمد بن سیرین کے وقت تک ایک گروہ کا نام اہل سنت پڑ چکا تھا جن کی روایات قابل اعتبار سمجھی جاتی تھیں امام محمد بن سیرین تابعی ہیں۔

اپنے وقت کے امام تھے ۳۳ھ میں حضرت عثمانؓ کی خلافت میں پیدا ہوئے بڑے بڑے مشہور صحابہؓ سے روایت لی مثلاً اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ انس بن مالکؓ۔ ابوہریرہؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ معاویہؓ۔ ابوسعید خدریؓ۔ زید بن ثابتؓ، حذیفہ بن یمانؓ، ابو درداؓ، ابو قتادہؓ، امام حسینؓ اور حضرت ابو قتادہؓ اور حضرت حسنؓ (نواسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرھم۔ رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کی وفات ستتّر سال کی عمر میں ۹، شوال ۱۱۰ھ کو ہوئی اس سے صاف ثابت ہے کہ اہل سنت نام پہلی صدی ہجری ہی میں پڑ چکا تھا اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اہل سنت کا مذہب، مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی میں منحصر ہے اور جو کوئی ان چاروں کی تقلید سے خارج ہو وہ اہل سنت سے خارج ہے صریحاً غلط ہے کیونکہ پہلی صدی ہجری میں ان مذاہب اربعہ کا وجود کذائی ہرگز موجود نہیں تھا کیونکہ حنفی امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہیں آپ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں بغداد میں قید خانہ میں ظلماً زہر سے شہید کیے گئے اور مالکی امام مالکؒ کی طرف

منسوب ہیں اور آپ ۹۳ھ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے اور اسی پاک زمین میں ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے اور شافعی امام محمد بن ادریس شافعیؒ کی طرف منسوب ہیں اور آپ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں مصر میں فوت ہوئے اور حنبلی امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہیں آپ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور بغداد ہی میں ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے چنانچہ ہم ناظرین کی سہولت اور بیک نظر دیکھنے کے لئے ان کی ولادت اور وفات کی تاریخ ایک نقشہ میں لکھ دیتے ہیں،

نقشہ تواریخ ولادت ووفات حضرات ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم

نمبر شمار	نام امام	تاریخ ولادت	تاریخ وفات
۱	امام ابو حنیفہؒ	۸۰ھ	۱۵۰ھ
۲	امام مالکؒ	۹۳ھ	۱۷۹ھ
۳	امام شافعیؒ	۱۵۰ھ	۲۰۴ھ
۴	امام احمدؒ	۱۶۴ھ	۲۴۱ھ

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ پہلی صدی ہجری میں مذاہب اربعہ کا وجود ہی نہیں تھا، تو ان کی تقلید کہاں تھی۔

کہ جو شخص ان کی تقلید سے خارج ہے وہ اہل سنت سے خارج ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ معاذ اللہ صحابہ و تابعین اہل سنت نہیں تھے اور یہ کہ ان سے پیشتر جس قدر ائمہ اہل سنت نہیں۔ تھے یہ کیسی غلط اور بے معنی بات ہے کہ ائمہ اہل سنت اہل سنت نہ تھے ان ائمہ اربعہ رحمہ سے پیشتر ہی مشہور و مروج ہو چکا ہے اب نفی کے کیا معنی۔

نیز یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا (الحدیث) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے میرا زمانہ سب سے بہتر ہے پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے حضرت عمرانؓ صحابی کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے ذکر کے بعد دو،

دفعہ (دو زمانوں کا) ذکر کیا یا تین دفعہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ وتابعین واتباع تابعین بہترین امت ہیں اور انہی کو قرون ثلاثہ کہتے ہیں اور چونکہ آنحضرت صلعم نے ان کی خیریت کی شہادت دی ہے اس لئے انہیں مشہود لہا بالخیر کہتے ہیں،

ان تین زمانوں کی حدیں بھی سن لیجئے دپیارے بھائیو!) میں پھر عاجزی سے کہتا ہوں کہ میں کوئی بھی بات اپنی طرف سے بنا کر نہیں کہتا جو کچھ کہتا ہوں صحیح کتابی حوالہ سے کہتا ہوں اور خدا کے فضل سے وہ بات ہوتی بھی حق اور درست اور مطابق واقعہ اور عقل و دین میں مقبول ہے) واللہ الموفق،

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سنہ ۱۱ھ تک رہا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سنہ ۱۱ھ میں ہوئی)۔

(۲) صحابہؓ کا زمانہ سنہ ۱۱۰ھ تک رہا کیونکہ آخری صحابی ابو طفیل سنہ ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے،

(۳) تابعینؒ کا زمانہ سنہ ۱۸۰ھ تک رہا۔

(۴) اتباع تابعین کا زمانہ سنہ ۲۲۰ھ تک رہا،

نوٹ:۔ ان زمانوں کی مذکورہ بالا تحدید فتح الباری (ج ۱۴ صفحہ ۳۵۳) اور تدریب الراوی، (صفحہ ۲۰۹ و ۱۵ سنہ ۲ ھ) میں مذکور ہے اس سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ قرونِ خیار کی میعاد سنہ ۱۸۰ھ تک یا زیادہ سے زیادہ سنہ ۲۲۰ھ تک ہے اور بہر چہار مذہب کی تقلید اس میعاد تک نہیں تھی، کیونکہ چوتھے امام احمدؒ کی وفات سنہ ۲۴۱ھ میں ہوئی ہے اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام احمدؒ کی تقلید اُن کی زندگی میں، واجب کی جاتی تھی پس جس طریق پر قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر گذرے وہی طریقہ حق اور موجب نجات ہے،

اور وہ کیا تھا بغیر ایچ پیچ اور کھینچ تان کے اور بغیر کسی خاص شخص کی تقلید کے قرآن وحدیث پر عمل کرنا چنانچہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں،

اِعْلَمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا قَبْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ غَيْرَ مُجْمَعِيْنَ عَلَى التَّقْلِيْدِ الْخَالِصِ لِمَذْهَبٍ وَاحِدٍ بِعَيْنِهٖ (حجۃ اللہ مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۱۵۲)

اس بات کو جانے رکھو کہ امتِ محمدیہ کے) لوگ چوتھی صدی (ہجری) سے پیشتر بعینہٖ کسی خاص مذہب کی تقلید پر جمع نہیں تھے،

ان تاریخی حوالوں کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جماعت اہلحدیث کو اہل سنت کا مصداق قرار دینا میرا اپنا اختراع و ایجاد نہیں ہے بلکہ ائمہ محدثین انہی کو قرار دیتے آئے چنانچہ امام ترمذیؒ حضرت قرہ بن ایاسؓ صحابی کی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ (البخاری) قَالَ عَلِیُّ بْنُ الْمَدِیْنِی ھُمْ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ (ترمذی ج۲ ص۴۲) امام بخاریؒ نے کہا کہ (میرے استاد) علی بن مدینی نے کہا کہ وہ اصحاب حدیث ہیں اسی طرح حافظ ابن حجرؒ حضرت مغیرہؓ والی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں،

اَخْرَجَ الْحَاکِمُ فِیْ عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنْ اَحْمَدَ اِنْ لَمْ یَکُوْنُوْا اَھْلَ الْحَدِیْثِ فَلَا اَدْرِیْ مَنْ ھُمْ۔ امام حاکم نے اپنی کتاب علوم الحدیث میں امام احمد سے بسند صحیح نقل کیا کہ آپ نے فرمایا اگر ان سے مراد اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ کون لوگ مراد ہیں،

اور حضرت پیران پیر صاحبؒ فرقہ ناجیہ کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ ان کا نام تو بس اصحاب الحدیث اور اہل سنت ہی ہے (غنیہ ص۲۱۲ مترجم فارسی)

اسی طرح امام ابن حزم قرطبی فرماتے ہیں، وَاَھْلُ السُّنَّۃِ الَّذِیْنَ نَذْکُرُھُمْ اَھْلُ الْحَقِّ وَمَنْ وَرَاءَھُمْ فَاَھْلُ الْبَاطِلِ فَاِنَّھُمْ اَلصَّحَابَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَکُلُّ مَنْ سَلَکَ نَھْجَھُمْ مِنْ خِیَارِ التَّابِعِیْنَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ ثُمَّ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ وَمَنِ اتَّبَعَھُمْ مِنَ الْفُقَھَاءِ جِیْلًا فَجِیْلًا اِلٰی یَوْمِنَا ھٰذَا وَمَنِ اقْتَدٰی بِھِمْ مِنَ الْعَوَامِ فِیْ شَرْقِ الْاَرْضِ وَغَرْبِھَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اور اہل سنت جن کو ہم اہل حق کے نام سے یاد کریں گے اور ان کے سوا کو اہل باطل کہیں گے پس تحقیق وہ اہل سنت تو صحابہ ہیں اور نیک تابعین میں سے ہر وہ جو ان کے طریق کی پیروی کرے پھر ان کے بعد اصحاب حدیث ہیں اور ہمارے اس زمانہ تک جس قدر فقہاء یکے بعد دیگرے جو بھی ان کے پیرو ہوئے دنیا کے مشرق مغرب تک وہ سب عوام بھی جنھوں نے ان کی پیروی کی ان سب پر خدا کی رحمت ہو۔

اس حوالہ سے معلوم ہو گیا کہ لقب اہل سنت کے پورے مستحق اہل حدیث ہی ہیں اور انہی کی بابت آنحضرت صلعم کلی نجات کی بشارت سنا رہے ہیں وللہ الحمد۔

دفع دخل

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ جماعت اہلحدیث تھوڑے عرصہ سے قائم ہوئی ہے یہ بات بالکل غلط اور تاریخی ناواقفیت کی وجہ سے ہے ہم فقہ کی ایک معتبر اور مشہور کتاب کے حوالہ سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جماعت اہلحدیث خدا کے فضل سے قدیمی گروہ ہے، بلکہ ہر چار مذاہب کے قائم ہونے سے بھی پہلے کی ہے چنانچہ شامی شرح درمختار میں ہے، حُکِیَ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ خَطَبَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ الْحَدِیْثِ اِبْنَتَهٗ فِیْ عَهْدِ اَبِیْ بَکْرِ الْجُوْزَجَانِیْ فَاَبٰی اِلَّا اَنْ یَّتْرُکَ مَذْهَبَهٗ فَیَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ وَیَرْفَعُ یَدَیْهِ عِنْدَ الْاِنْحِنَاءِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ فَاَجَابَهٗ فَزَوَّجَهٗ (شامی جلد ۴ ص ۲۹۳) حکایت کی گئی ہے کہ قاضی ابوبکر جوزجانی رحہ کے عہد میں ایک حنفی نے ایک اہلحدیث سے اسی کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو اس (اہلحدیث) نے انکار کر دیا مگر اس صورت میں کہ وہ (حنفی اپنا) مذہب چھوڑ دے اور امام کے پیچھے (سورہ فاتحہ) پڑھا کرے اور رکوع جاتے وقت رفعیدین بھی کیا کرے مثل اس کے (اہلحدیث کے دوسرے کام بھی کیا کرے)، پس اس (حنفی) نے اس بات کو منظور کر لیا تو اس (اہل حدیث) نے اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دیدی۔ اب قاضی ابوبکر جوزجانی رح کا زمانہ دیکھنا چاہیئے کہ کونسا زمانہ ہے آپ تیسری صدی کے قاضی ہیں اور ابوسلیمانؒ کے شاگرد ہیں اور وہ بلاواسطہ امام محمدؒ کے شاگرد تھے (الفوائد البہیہ ص۱۲) اس حوالہ سے صاف ظاہر ہوا کہ، تیسری صدی میں بھی مستقل ایک گروہ موجود تھا جن کو لوگ اصحاب الحدیث یا اہل حدیث پکارتے تھے اور اُن کے امتیازی مسائل میں سے قرأت خلف الامام اور رکوع جاتے وقت رفعیدین بھی تھے

کیا اس میں بھی انہی مسائل کی وجہ سے اہل حدیث سے عداوت نہیں کی جاتی جس کے جواب میں ہماری طرف سے صرف یہی مظلومانہ آواز ہے ؎

کشتی بہ تیغ ستم والہانِ سنت را
نکردہ اند بجز پاسِ حق گناہ دگر

ھذا واللہ الہادی وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولنا خاتم النبیین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین الی یوم الدین۔

نیاز مند درگاہِ کریم محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۹۔

س:۔ عامل بالحدیث جو کہ تقلید شخصی کا قائل نہیں جس کے اعتقاد کا مدار فقط حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو اور وہ خود کو ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کی جانب منسوب نہیں کرتا بلکہ خود کو اہل حدیث کہلاتا ہے کیا یہ بدعت نہیں اور اس سے ایک نیا فرقہ اسلام میں پیدا نہیں ہوتا خدائے پاک نے ہم کو قرآن مجید میں مسلم اور مسلمان کے پیارے لقب سے یاد کیا ہے اتنا بس نہیں کیا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تابعین یا تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی نے آپ کو اہلحدیث کہلایا ہے پھر یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے،

جواب:۔ اہلحدیث میں جو لفظ حدیث ہے اس کا مضاف الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس معنی اس لقب کے یہ ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنے والے یہی معنی مسلم ہیں دیگر فرقوں کی نسبتیں اس طرف نہیں آپ خود دیکھ لیں حنفی اور شافعی کے کیا معنی ہیں ان بزرگوں کی طرف منسوب ہیں اس لئے یہ لقب ایک جدید فرقہ پیدا کرتے ہیں اہلحدیث کا لقب جدید فرقہ پیدا نہیں کرتا رہا یہ سوال کہ یہ لقب پہلے نہ تھا اب کیوں رکھا گیا اسکا جواب یہ ہے کہ اسلام میں جب مذاہب مختلف ہوئے تو ایک فریق اس وقت بھی ایسا تھا جس کا یہی دعویٰ تھا کہ ہم مذہبی امور میں کسی اور کی ہدایت نہ سنیں گے نہ عمل کریں گے بلکہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بصورت قرآن وحدیث ہماری نصب العین رہے گی چونکہ قرآن مجید امت میں مشترک تھا اور حدیث ہی مابہ الامتیاز چیز تھی اس لئے اس گروہ نام کا اصحاب الحدیث یا اہلحدیث مشہور ہو گیا پس یہ اہلحدیث عملی امتیازی لقب ہے مسلمان مذہبی لقب ہے درحقیقت دونوں کا مصداق ایک ہے،

تشریح:۔ یہ نام مرفوع حدیث اور صحابہ کرام سے ثابت ہے،

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ یَجِیْءُ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ وَمَعَھُمُ الْمَحَابِرُ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ لَھُمْ اَنْتُمْ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ اِلٰی قَوْلِہٖ اِنْطَلِقُوْا اِلَی الْجَنَّۃِ اَخْرَجَہُ الطَّبْرَانِیُّ (القول البدیع السخاوی ص ۱۸۹)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اہلحدیث کہا دیکھو اصابہ ج ۲ ص ۷۶ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۹ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی اہلحدیث کہا گیا ہے دیکھو تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۲۷ و ج ۹ ص ۱۵۴)

حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا اَنْتُمْ خُلُوْفُنَا وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ بَعْدَنَا کتاب الشرف للخطیب ط(۲۱) امام شعبی تابعیؒ جنھوں نے سو صحابہؓ کو دیکھا اور ۴۸ صحابیوں سے حدیثیں پڑھیں تھیں وہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ اہلحدیث تھے (تذکرہ الحفاظ ج ا ص۷۲) حدیث مرفوع لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ الخ جس طائفہ حقہ کی بابت حضورؐ نے پیشگوئی فرمائی ہے ابن مدینی جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس سے اصحاب الحدیث مراد ہیں رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح مشکوٰۃ ص ۵۸۳۔

ایک ضروری سوال۔ ایک مخلص دوست نے سوال کیا ہے کہ اہل حدیث کیوں کہلاتے ہیں چونکہ سوال وجواب عام ناظرین اور جماعت اہلحدیث سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اخبار کئے جاتے ہیں آپ لکھتے ہیں۔

مولانا: دام فیوضکم۔۔ السلام علیکم۔۔ آپ کا اور مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی وغیرہم کا دعویٰ ہے کہ ہم اہلحدیث ہیں۔

اہل حدیث کون تھے میرے ان کے خیال میں اہلحدیث وہ لوگ تھے جو کہ کسی خاص مجتہد کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ مسئلہ کو پہلے قرآن مجید حدیث شریف صحابہ کرام کے عمل سے تلاش کرتے پھر مجتہدین کی عرق ریزی سے فائدہ اٹھاتے پھر اپنا دماغ خرچ کرتے،

نوٹ:۔ اصل مسئلہ مذہب بھی یہی ہے اصغر بھی اسی کو قابل عمل یقین کرتا ہے،

کیا وہ اہل حدیث کہلائے۔ میرے خیال میں اس درجے کے علماء نے اپنے آپ کو اس نام سے بالکل نہیں گردانا بلکہ دوسرے علماء نے واسطے شناخت ان کا نام ایسا رکھ دیا کیونکہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے مقابلہ میں ان کا نام اہلحدیث رکھا انہوں نے اپنے نام کے ساتھ یہ لفظ بالکل نہیں لگایا،

کیا عامی لوگ بھی اہل حدیث کہلا سکتے ہیں:۔ جوہری وہ ہے جو کہ ہر ایک قسم کے جوہر سے پوری مہارت رکھتا ہو ہر فرد جوہری نہیں ہے مولوی وہ ہے جو کہ علوم شرعیہ عربی فارسی سے واقف ہو ہر آدمی مولوی نہیں کہلا سکتا بالکل اسی طرح اہلحدیث وہ ہے جو کہ مذکورہ تعریف پر پورا اترے جسکو قرآن مجید پڑھنا نہیں آتا یا بالکل ان پڑھ ہے وہ اہلحدیث کس طرح ہو سکتا ہے،

آج کل کے اہل حدیث دان پڑھ یا معمولی/ کیا ہیں یا لیاقت کے آدمی کیا ہیں:۔ حضرت مولانا

آپ معاف فرمائیں گے اگر حضور آپ کے پیروؤں کو آپ کا مقلد کہے جو کہ دراصل صحیح ہے کیا وجہ سوال کا جواب یہ ہے کہ میں قرآن مجید کو نہیں جانتا اور نہ ہی حدیث شریف کو لہٰذا میرے لئے ضروری ہے کہ میں آپ کے علم پر بھروسہ کروں اور آپ سے فتویٰ طلب کر کے اس کے مطابق عمل کروں۔ بس اسی کو مقلد کہتے ہیں لہٰذا اس بات سے بخوبی ثابت ہوا کہ عامی لوگ مقلد ہوتے ہیں خواہ آپ کے یا مولوی ابراہیم صاحب کے یا آپ کے شہر کے قاضی کے۔

کیا آپ کا مقلد اچھا ہے یا ائمہ اربعہ کا؟ میرے خیال میں ائمہ اربعہ کا مقلد آپ کے مقلد سے اچھا ہے کیونکہ وہ عالم بے بدل فاضل اجل تھے اُن کے علم میں اور تقویٰ میں کسی کو کلام نہیں انہوں نے اپنی زندگیاں فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خرچ کر دیں اور اپنے مرشد کامل و پیر اکمل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیلئے فقہ تدوین کی اور نہایت جانفشانی دیانت داری اور ہر طرح کی مصیبت جھیلنے سے ہر ایک مسئلہ کی بال کی کھال نکالی اور کتابیں تصنیف کیں تاکہ عامہ مسلمین ان کی تصنیفات سے مستفید ہوویں اور جو کچھ کیا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کیا اور آپ بھی اُن ہی بزرگوں کے خوشہ چین ہیں۔

نتیجہ لہٰذا صاف ثابت ہوا کہ عام مسلمین کا مقلد ہونا ضروری ہے اور ائمہ اربعہ رح کا مقلد موجودہ عالموں کے مقلدوں سے اچھا اور افضل ہے،

مذاہب خمسہ؛ مذاہب اربعہ لکھا جاتا تھا تو کہا جاتا تھا کہ ان چاروں اماموں کے مقلدین نے اہل سنت والجماعت کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے اور یہ تقسیم نہایت ہی بری ہے وغیرہ وغیرہ لیکن جب سے ایک گروہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم اہلحدیث ہیں اور ہم ہی اصل مسلمان ہیں اُس سے ہمارے پانچ گروہ ہو گئے ہیں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اہلحدیث اس قسم کے الزام میں جیسے کہ ایک حنفی پر تشنیع کی جاسکتی ہے بالکل اتنی ہی کا اہلحدیث بھی مستحق ہے سر مو فرق نہیں ہے لہٰذا بالکل واضح ہو گیا کہ مذکورہ بالا۔ پانچ گروہوں میں شامل ہونے والا اہل سنت والجماعت کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنے والا ہے

ہم کو کیا کہلانا چاہیئے اس بات میں ہم کو کسی اور شخص، عالم، مجتہد، بادشاہ امیر کی تابعداری نہیں کرنی چاہیئے بموجب اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ ط اب دنیا کی ساری کتابوں کو الگ کر دیجیئے کہ قرآن کریم ہمارا نام کیا رکھتا ہے آیئے قرآن مجید کو کھولئے اور پڑھیئے۔ (۱) وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی

وَرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (۱۶-۹۱)
(۲) قُلْ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (۶-۱۶۳) (۳) فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۱۰-۷۳)
(۴) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ (۲۲-۷۷)

قرآن مجید میں شاید پچاس دفعہ مسلمین کا لفظ آیا ہے اگر اور زیادہ فہرست دوں تو بہت لمبی ہو جاوے گی در خانہ اگر کسی ہست یک حرف بس است مولانا! آپ عالم فاضل ہیں۔ بلکہ باریک بین ہیں میرے خیال میں یہ بھی ایک ٹھوکر ہے جو کہ ہم نے کھائی ہے اور فرقہ فرقہ مبارک اسلام کو دیا ہے کوئی حنفی کوئی حنبلی وغیرہ وغیرہ۔

نتیجہ:۔ ہم کو مسلمان کہلانا چاہیئے اور شرع میں مقدم قرآن مجید پھر حدیث شریف پھر صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال پھر ائمہ مجتہدین کی محنت اور جانفشانی کی قدر کرنی چاہیئے اور دعا مانگنی چاہیئے۔ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔ آمین والعلام (احقر العباد غلام حسین کلرک محکمہ نہر)

اہل حدیث:۔ کچھ شک نہیں کہ مذہب سچا وہی اسلام ہے جس کی تعلیم حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دی اور اپنے سامنے عمل کرتے اس کو دیکھا وہ کیا تھا قرآن اور سنت نبی علیہ السلام اصل دین بس یہی دو ہیں اور بس ان ہی دو کی وجہ سے ہمارا نام مسلمان تھا یعنی تابعدار آج اگر اس صورت اور شکل کو دیکھنا ہو کہ اسلام جو کچھ حضور علیہ السلام سکھا گئے تھے کہاں ہے تو اس کی پہچان صاف ہے کہ ہر ایک فرقہ کے انتسابات کو دیکھا جائے کہ وہ کس کس طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے یعنی جو فرقہ اسلام کی ماہیت میں ایسے کچھ اجزاء داخل کرتا ہے جن کا دخول نہ حضور کے حکم سے ہوا نہ حضور کے زمانہ میں تھا تو سمجھا جائیگا کہ وہ فرقہ اسلام میں بوجہ چند باتیں اضافہ کرنے کے جدید اور جو فرقہ اپنے اندر کسی زائد بات کو یہاں تک کہ اپنی نسبت کو بھی داخل نہیں کرتا وہی اسلام کا نمونہ اور وہی قدیم ہے آج جس فرقہ کا نام اہل حدیث ہے

اس کا دعویٰ ہے،

اصل دیں آمد کلام معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ بر جان مسلم داشتن

یہ فرقہ نہ تو اپنی نسبت کسی غیر کی طرف کرتا ہے نہ کرنا جائز جانتا ہے اس فرقہ کا نام (اہلحدیث) بھی اسی بنا پر ہے کہ یہ لوگ سوائے قرآن پاک کے کسی اور کلام کو حجت شرعی نہیں جانتے ہاں یہ بات میں صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ اس فرقہ کا نام جو اہلحدیث بولا جاتا ہے یہ نام مسلمان کی طرح مذہبی اسم یا لقب نہیں بلکہ عملی طریق کا اظہار ہے اس لیے کوئی شخص اگر قرآن و حدیث پر عمل کرے اور اپنی نسبت کسی غیر کی طرف نہ کرے تو گو وہ اہلحدیث نہ کہلائے تاہم وہ اہلحدیث کی اصطلاح میں اہلحدیث ہے گو وہ اپنا نام مسلمان ظاہر کرے اور مسلمان کے سوا کوئی دوسرا نام اپنے اوپر بولنا پسند نہ کرے اس سے ثابت ہوا کہ اہلحدیث مذہبی نام نہیں مذہبی نام صرف مسلمان ہے اور یہ نام عملی ہے اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ ایک شخص جس کا نام والدین نے ابراہیم رکھا ہے اُسکو علمی زندگی کے لحاظ سے اس کو مولوی ابراہیم کہا جاتا ہے اگر وہ اپنے دستخطوں میں صرف ابراہیم لکھے تو بھی وہ مولوی ابراہیم ہے،

عام و خاص میں کیا فرق:۔ ردالمختار میں شامی نے لکھا ہے حنفی وہ ہے جسے مذہب حنفی میں بصیرت اور واقفی ہو جس کو مذہب سے واقفی نہیں اُس کا اپنے آپ کو حنفی یا شافعی کہنا ایسا ہے جیسے وہ اپنے آپ کو نحوی یا منطقی کہنے لگے (جلد ۳ مصری ص ۱۹۶) اس تعریف سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام ہندوستان میں حنفیوں کی تعداد ہزار پانسو سے زائد نہ ہوگی کیونکہ ایسے لوگ جو مذہب حنفی میں براہ راست بصیرت رکھتے ہوں اسی قدر ہونگے اللہ اعلم۔

تو کیا ہمارے حنفی بھائیوں کو یہ شمار منظور ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اپنا شمار کروڑوں تک پہنچاتے ہیں کیوں کر اس طرح کہ حنفی کی تعریف اُن کے نزدیک ایک تو یہ ہے جو علامہ شامی رحمۃ نے کی ہے اس کو اصطلاح خاص میں رکھ کر ایک اور اصطلاح بیان کرتے ہیں حنفی وہ ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کا تابع ہو عام اس سے کہ اپنی واقفیت سے ہو یا کسی دوسرے کے بتلانے سے ہو (بہت خوب) یہی اصطلاح اہلحدیث کے متعلق ہے ایک تو وہ اصطلاح وہ جو آپ نے لکھی ہے جو قرآن و حدیث کی واقف پر اطلاق باقی ہے دوسری اصطلاح یہ ہے کہ جو شخص قرآن و حدیث کے

تابعداری اپنے نفس پر واجب جان کر عمل کرتا ہو عام اس سے کہ وہ قرآن و حدیث کا خود واقف ہو یا کسی دوسرے کے بتلانے سے واقف ہوا ہو ان معنی سے وہ تمام لوگ بھی جو آج کل اہل حدیث کہلاتے ہیں اہلحدیث ہیں جیسے کہ آج کل عوام حنفی ہیں اسی اصطلاح کو ہم اور ذرا وسیع کریں تو مسلمان پر بھی اس کا اجرا ہوتا ہے مسلمان وہ ہے جو مذہب اسلام میں براہ راست واقفی حاصل کر کے، اس کا تابعدار ہو ان معنی سے مسلمانوں کی تعداد جتنی ہوگی،

عیاں راچہ بیان:۔ دوسرے معنی مسلمان کے یہ ہیں کہ جو شخص اسلام کا تابعدار ہو عام اس سے کہ خود واقف ہو یا کسی کے بتلانے سے واقف ہوا ہو رہا یہ مسئلہ کہ ائمہ اربعہ کے مقلد آج کل کے اہلحدیث سے جو علماء کو پوچھ کر عمل کرتے ہیں اچھے ہیں، قابل غور ہے کسی کی اچھائی اور برائی کا علم تو اللہ کو ہے مگر قواعد علمیہ سے جو معلوم ہو سکتا ہے یہ ہے کہ اصل مقصود حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے یہی معیار ہے اچھائی اور برائی کا پس اس اصول سے معلوم کرنا آسان ہے کہ مقلدین کو اس منزل تک پہنچنے میں کتنے وسائط طے کرنے پڑتے ہیں اور اہلحدیث کو کتنے کچھ شک نہیں آجکل کا مقلد آج کل کے علماء کو پوچھے گا ایک مرحلہ یہ ہوا پوچھے گا تو یہ کہ ہمارے امام نے اس مسئلہ کی بابت کیا ارشاد فرمایا ہے۔ تاکہ ہم اس کی پیروی کر کے اطاعت رسول کی منزل پر پہنچیں یہ دو مرحلے ہیں اہلحدیث کو حضور نبوی میں پہنچنے کے لئے صرف ایک مرحلہ ہے یعنی اپنے زمانہ کے عالم کو پوچھ کر عمل کر لینا۔ بتلائیے بلحاظ بعد و قرب مسافت کون اچھا ہے ہاں یہ خیال آپ کا کہ ائمہ اربعہ موجودہ علماء سے ہر بات میں افضل تھے واجب الایمان اور قابل تسلیم امر ہے لیکن سوال یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کا مقلد براہ راست تو ائمہ سے نہیں پوچھ سکتا آخر وہ اپنے زمانہ کے کسی عالم سے پوچھے گا کیا موجودہ زمانہ کے مقلد عالم کی، نسبت بھی یہی خیال کرنا چاہیئے کہ اہلحدیث عالم سے ہر بات میں افضل ہے جہاں تک میرا خیال ہے آپ بھی اس کے قائل نہ ہونگے، مختصر یہ کہ اہلحدیث نہ کوئی نیا فرقہ ہے نہ اس کا نام (اہلحدیث) کوئی مذہبی اسم ہے بلکہ طریق عمل کا نام ہے جو حسب ضرورت رکھ گیا اس فرقہ کے عامی آدمی بھی اپنے خیال اور اعتقاد (اتباع قرآن وحدیث) کی رو سے اہلحدیث ہیں،

کوئی شخص قرآن حدیث پر عمل کر کے اہلحدیث نہ کہلائے تو خدا کے ہاں اس کو کوئی مواخذہ نہ ہوگا اس لئے میں آپ کی دعا میں شریک ہونے کو کہتا ہوں،

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ۔

اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْنَا بِاَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِيْقَانِ آمِيْنَ۔

مزید تشریح از مولانا ابو مسعود خاں صاحب قمر بنارسی پروفیسر جنیدی کالج

جس طرح ہمیں قرآن شریف نے مسلم کہا ہے اسی طرح، یہود و نصاریٰ وغیرہ اگلے دین والوں کو بھی مسلم کا خطاب دیا گیا ہے نصرانیوں کے اولین گروہ یعنی حواریوں کا مقولہ قرآن شریف میں ہے، وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ "یعنی گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں" لیکن ان مسلمانوں کو پھر خود فرماتا ہے، وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی اہل انجیل کو خدا کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی احکام جاری کرنے چاہیئے،

ان دونوں آیتوں سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ مسلمان اپنی کتاب کی طرف بھی منسوب ہو سکتے ہیں عیسائیوں کا مسلم ہونا پھر ان کا اہل انجیل ہونا قرآنی لفظوں سے ثابت ہے ان کی کتاب کا نام انجیل تھا ہماری کتاب کا نام خود کتاب ہی میں حدیث رکھا گیا ہے،

ارشاد ہے فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ دوسری جگہ ارشاد ہے، اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا۔

مختصر۔ یہ کہ قرآن و فرمان و سنت رسول کا نام حدیث ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا الخ یعنی خدائے تعالےٰ اُسے ترو تازہ رکھے جو میری حدیث کو سُنکر یاد کر کے دوسروں کو پہنچائے پس ان دونوں کے ماننے والوں اور ان پر عمل کرنے والوں کو اہل حدیث کہتے ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرماتے ہیں عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَاءَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ مَا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَمَعَهُمُ الْمَحَابِرُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اَنْتُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ كُنْتُمْ تُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔

(تاریخ خطیب بغدادی صـ۳ وصواعق الٰہیہ وجواہر الاصول)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن آئے گا اہل حدیث، جناب باری کی خدمت میں پیش ہوں گے اور ان کے بکثرت درود لکھنے پڑھنے کی وجہ سے ان سے خدا فرمائیگا کہ تم جنت میں چلے جاؤ، حضرت امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے شرف اصحاب الحدیث کے صہ ۲۱ پر ایک روایت بیان کی ہے کہ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا رَاَى الشَّبَابَ قَالَ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَنْ نُوَسِّعَ لَكُمْ فِي الْمَجْلِسِ وَاَنْ نُفْهِمَكُمُ الْحَدِيْثَ فَاِنَّكُمْ خُلُوْفُنَا وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ بَعْدَنَا یعنی حضرت ابی سعید الخدری صحابی رضی اللہ عنہ جب نوجوانان طالب علم حدیث کو دیکھتے تو فرماتے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت مبارک ہو ہمیں اللہ کے پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے رکھا ہے کہ تمہارے لئے اپنی مجلسوں میں کشادگی کریں اور حدیثیں سمجھائیں تم ہمارے لئے ہو اور ہمارے بعد تم ہی اہل حدیث ہو اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام بھی اپنے کو اہلحدیث ہی کہتے تھے تذکرۃ الحفاظ میں امام شعبی جو پانچ سو صحابہؓ کے شاگرد تھے ایک موقع پر فرماتے ہیں،

لَوِاسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا حَدَّثْتُ اِلَّا مَا اَجْمَعَ عَلَيْهِ اَهْلُ الْحَدِيْثِ، یعنی اگر مجھے پہلے سے یہ نتیجہ معلوم ہوتا تو میں صرف وہی حدیثیں بیان کرتا جن پر اہلحدیث یعنی صحابہؓ کا اجماع ہے اس سے معلوم ہوا کہ تابعین (رضی اللہ علیہم) بھی صحابیوں کو اہلحدیث ہی جانتے اور کہتے تھے نیز کتاب حدائق الحنفیہ مطبوعہ نول کشور صہ ۱۳ ملاحظہ کیجئے تو معلوم ہو کہ حضرت سفیان بن عیینہؒ اور خود حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ بھی اپنے آپ کو اہلحدیث ہی کہا کرتے تھے مندرجہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ اہلحدیث نام عملی اور منسوب الی النبی ہے اور خدا و رسول سے ثابت ہے اور جملہ اصحاب و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے کو اہلحدیث ہی کہا کرتے تھے، پس ہم کو اپنے کو اہل حدیث ہی کہنا چاہیئے: حنفی، شافعی، وغیرہ منسوب الی الامتی ہے اس لئے محبان رسول کو رسول ہی کی طرف منسوب ہونا چاہیئے. لاغیرہ ع

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۹،

مولانا عبد العلی بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہے،

وَقِيلَ لَا يَجِبُ الِاسْتِمْرَارُ وَيَصِحُّ الِانْتِقَالُ وَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ الَّذِي يَنْبَغِي أَنْ يُؤْمِنَ بِهِ وَيُعْتَقَدَ عَلَيْهِ لٰكِنْ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَكُونَ الِانْتِقَالُ التَّلَهِّي فَإِنَّ التَّلَهِّي حَرَامٌ قَطْعًا فِي التَّمَذْهُبِ كَانَ أَوْ غَيْرِهِ إِذْ لَا وَاجِبَ إِلَّا مَا أَوْجَبَهُ اللهُ تَعَالٰى وَالْحُكْمُ لَهُ وَلَمْ يُوجِبْ عَلٰى أَحَدٍ أَنْ يَتَمَذْهَبَ بِمَذْهَبِ رَجُلٍ مِنَ الْأُمَّةِ فَإِيجَابُهُ تَشْرِيعُ شَرْعٍ جَدِيدٍ۔

(فتاویٰ نذیریہ ج۱ ص۱۵۱)

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ مذاہب مروجہ سے کسی ایک ہی مذہب کو اپنے اوپر لازم کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں ہے بلکہ (دلیل حق معلوم ہو جانے پر) ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جانا صحیح ہے، لیکن یہ انتقال محض لہو و لعب کے طور پر نہ ہونا چاہیئے (اس طرح کہ نفسانی خواہش کے لیے کسی صحیح دلیل کو چھوڑ کر کوئی اس کے خلاف ضعیف دلیل پا دیں اور اس کے پیچھے لگ جادیں) ایسا کرنا قطعاً حرام ہے مذہب کے بارے میں لہو و لعب یا دیگر امور میں بہرحال حرام ہے اور واجب صرف وہی چیز ہے جس کو اللہ نے واجب کیا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ امت میں کسی آدمی کے مذہب کو لازم پکڑنا اللہ نے ہرگز واجب نہیں قرار دیا ایسا خیال اپنی طرف سے ایک نئی شریعت گھڑنا ہے،

طوالع الانوار میں ہے: وُجُوبُ تَقْلِيدِ مُجْتَهِدٍ مُعَيَّنٍ لَا حُجَّةَ عَلَيْهِ لَا مِنْ جِهَةِ الشَّرِيعَةِ وَلَا مِنْ جِهَةِ الْعَقْلِ كَمَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ ابن الهمام مِنَ الْحَنَفِيَّةِ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَفِي كِتَابِهِ الْمُسَمّٰى بِتَحْرِيرِ الْأُصُولِ (محمد داؤد راز)

حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی اور اہل حدیث

مولانا عبد الحی لکھنوی کا فتویٰ دیکھنے سے معلوم ہوا ہے اکابرین علمائے احناف کو جماعت اہل حدیث سے کسی قسم کا اختلاف نہ تھا تعصب اور عناد تو بجائے خود چنانچہ ذیل میں مولانائے ممدوح و موصوف کا فتویٰ نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں تاکہ دیکھ لیں احناف کا تعصب اور عناد جو جماعت اہل حدیث سے ہے دور ہو یہ فتویٰ ۱۲۹۰ھ کا ہے

کا ہے شاید احناف کیلئے موجب عبرت ہو سکے وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ سوالات و جوابات متعلقہ مقدمہ آرہ جو بذریعہ وکیل عدالت چند سوالات بنارنج ۱۲ جنوری ۱۸۸۰ء میں آیا تھا حضرت مولانا لاذ سنا الحافظ الحاج ابو الحسنات محمد عبد الحی صاحب قبلہ نے جواب اسکا تحریر فرمایا تھا،

سوال نمبر ۱:۔ مسلمان ہونے کے لئے ایک مذہب حنفی شافعی وغیرہ ہونا خدا اور رسول نے شرط کیا ہے یا نہیں اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور اماموں کے وقت میں لوگ حنفی یا شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہیں اور اماموں نے اپنی اپنی تقلید کرنے کو کہا ہے یا نہیں اور پیغمبر صاحب کے بعد کئی سو برس تک مسلمان لوگ تقلید ایک امام خاص کی نہیں کرتے تھے، اور وہ مسلمان غیر مقلد اصحاب اور تابعین اچھے سچے مسلمان تھے یا اُن کے بعد کے مقلدین حنفی شافعی کہلانے والے حدیث اور قرآن کے عامل سے ناراض ہونے والے اچھے ہیں اور پیغمبر صاحب نے صحابہ اور تابعین غیر مقلد لوگ کے زمانہ کو اچھا کہا ہے یا نہیں اور اس کے بعد کے زمانہ میں جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہے یا نہیں قوی دلیل سے بیان کیجیے۔

جواب:۔ (۱) نام میرا مولوی عبد الحی ابن مولوی عبد الحلیم صاحب ساکن فرنگی محل عمر تخمیناً ۳۲ سال بقول صالح بیان کرتا ہوں حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں کیا گیا ہے اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور امام کے وقت میں حنفی شافعی وغیرہ سے مسلمان موسوم نہ تھے اماموں نے اپنے قول کی تقلید کی اجازت دی ہے اس حالت میں جب خلاف قرآن و حدیث نہ ہو مسلمان زمانہ اصحاب اور تابعین کے اچھے تھے ان لوگوں سے جو عامل مقلدین قرآن و حدیث سے ناراض ہیں اور پیغمبر صاحب نے زمانہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین کو اچھا کہا ہے اور پچھلے زمانہ میں جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہے،

سوال نمبر (۲):۔ اگر کسی ایک امام کا مقلد بادشاہ ہو یا کوئی اور مسجد بنا دے تو وہ مسجد بنانے والے کی ملکیت میں باقی رہتی ہے یا نہیں اور ہر مسجد میں ہر مسلمان اپنے طور پر مشروع پر مستحق نماز پڑھنے کا بیک وقت و بیک جماعت ہے یا نہیں

جواب (۲):۔ مسجد بنانے والے کی ملکیت میں نہیں رہتی اور اس میں مسلمان بطور شرع نماز ادا کر سکتے ہیں اور ایک وقت اور ایک جماعت سے پڑھ سکتے ہیں مگر ایک ساعت میں ایک بھی

مسجد میں دو جماعت نہیں پڑھ سکتے۔

سوال (۳):۔ جو شخص بموجب قرآن و حدیث کے نماز ادا کرے اور مسئلوں میں مقلد ایک امام خاص کا نہ ہوا ور سب اماموں کو برابر حق جان کر جس کا مسئلہ موافق سمجھے عمل کرے تو وہ مسلمان سنت جماعت ہے یا نہیں،

جواب:۔ (۳) ایسا شخص مسلمان سنت جماعت ہے بشرطیکہ قابلیت قرآن سمجھنے کی رکھتا ہو اور تخریب دین اس کو منظور نہ ہو۔

سوال:۔ (۴) آمین بالجہر کہنا نماز میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول و فعل ہے یا نہیں اور یہ اسلام کی بات ہے یا کفر کی اور حنفی کتابوں سے اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے یا نہیں اور مسلمانوں کا فعل ہے یا نہیں۔

جواب:۔ (۴) آمین بالجہر کہنا پیغمبر صاحب کا فعل ہے اور یہ اسلام کی بات ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے اور حنفی بھی اس مضمون کو لکھتے ہیں مگر اختلاف ہے اور بہت سے مسلمانان قدیم کا یہ فعل ہے،

سوال:۔ (۵) حنفیوں کی کسی کتاب میں آمین بالجہر کہنے والے کے یا اس کے ساتھ کے نماز پڑھنے والوں کی نماز کا ٹوٹنا اور کسی اور قسم کا حرج اور نقصان ہونا اس کے امام نے لکھا ہے یا نہیں،

جواب:۔ (۵) آمین بالجہر کہنے سے کہنے والے یا اس کے ساتھیوں کی نماز ٹوٹنا یا نقصان ہونا اور پہنچنا کسی کتاب معتبر حنفی میں نہیں لکھا ہے،

سوال:۔ (۶) آمین بالجہر سے ناراض ہونا مسلمان کا فعل ہے یا یہودیوں کا حدیث سے کیا ثابت ہے اور کسی امام یا عالم کے قول سے قرآن اور حدیث پر عمل نہ کرنے والا اور جو شخص پیغمبر صاحب کے حکم کو معیوب سمجھ کر خود عمل نہ کرے اور عمل کرنے والے کو برا جانے وہ از روئے قرآن و حدیث کون ہے،

جواب:۔ (۶) باوصف عالم اس امر کے کہ آمین بالجہر کہنا فعل نبویؐ ہے اس سے ناراض ہونا مسلمان کا کام نہیں ہے اور حدیث کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے اور جو قول امام کا یا کسی عالم کا یقیناً، خلاف قرآن اور حدیث کے ہو اس پر عمل کرنا اور قرآن و حدیث کو چھوڑ دینا مسلمان کا فعل نہیں

ہے اور جو شخص پیغمبر صاحب کے حکم کو باوجود اس بات کے کہ یہ حکم نبوی ہے معیوب سمجھے وہ شخص مسلمان نہیں ہے اور عالموں کو برا جاننا درست نہیں ہے،

سوال :۔ (۷) امور مذہبی میں شدآمد قدیم در رسم ورواج کو دخل ہے یا نہیں اگر ہے تو زور سے آمین کہنے والا مسلمان آہستہ آمین کہنے والے حنفیوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں،

جواب :۔ (۷) امور و احکام مذہبی میں رسم ورواج کو دخل نہیں اور زور سے آمین کہنے والا اگر منظور اس کو اتباع شریعت ہو اور فساد منظور نہ ہو تو حنفیوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے

سوال :۔ (۸) اگر کسی کو کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنے سے یا اور کسی طرح یاد الہٰی سے روکے تو روکنے والے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بڑا ظالم اور اس کے واسطے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب سخت کا حکم کیا ہے یا نہیں،

جواب :۔ (۸) جو شخص کسی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے یا یاد الہٰی سے بغیر وجہ شرعی کے روکے اس کو اللہ تعالےٰ نے ظالم کہا ہے اور عذاب سخت کا موعود ہے)

سوال :۔ کسی حاکم کا یہ حکم کہ مسلمان لوگ مسجد میں اندر نماز کے آمین بالجہر نہ کہیں دست اندازی امور مذہبی میں ہے یا نہیں اور آمین بالجہر کہنے والوں کو اس حکم امتناعی سے نقصان دینی ہے یا نہیں ہے اور مسجد میں اذن عام واسطے ہر مسلمان کے اپنے طور پر ہے یا نہیں،

جواب :۔ (۹) آمین بالجہر کو منع کرنا امور مذہبی میں دست اندازی ہے اور آمین بالجہر کہنے والوں کا نقصان دینی ہے اور مسجد میں ہر مسلمان کے واسطے بطور شرعی نماز پڑھنے کی اجازت ہے (ابو الحسنات محمد عبد الحی عفی عنہ لکھنوی) فتاویٰ ثنائیہ جلد ا صفحہ ۲۰۲

ہندوستان میں مسلکِ عمل بالحدیث تاریخ کی روشنی میں

بہت سے بھولے بھٹکے عوام اور جعلی مولویوں کا گروہ یہ کہتا رہتا ہے کہ مسلک اہل حدیث ایک نو پیدا شدہ مذہب ہے جو ابھی گذرا ماضی قریب میں پیدا ہوا تھا جس کے جوابات ہمیشہ ہمارے جماعت کے عالم قدیم اسلامی لٹریچر سے دیتے رہتے ہیں اس کی اس قدر تکرار کی گئی ہے اور اتنی کتابیں اس مضمون پر لکھی گئی ہیں کہ ہم ان کی تعداد کا اپنے ذہن میں تصور

بھی نہیں لا سکتے مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں سے کوئی نہ کوئی پیر اور مولوی بول ہی پڑتے ہیں اور اس برائے جھوٹ کا اعادہ کرتے رہتے ہیں اسلئے آج کی صحبت میں پھر ہم اس پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور ایسے لوگوں سے اللہ کا واسطہ دے کر باادب درخواست کرتے ہیں کہ جن کو مسند علم پر بیٹھ کر جماعت اہلحدیث اور علمائے محدثین پر ہمیشہ غلط اور پُر فریب الزامات لگانے کی عادت ہو چکی ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور یوم الحساب کا تصور کریں کہ جب بارگاہ الٰہی میں جھوٹے اور پر فریب الزامات کے مقدمات پیش ہونگے اور عاملین بالحدیث اور علمائے محدثین بارگاہ الٰہی میں یہ فریاد کریں گے کہ اے ہمارے پاک مولا ان ہمارے بھائیوں نے ہمارے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح طریقہ پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم پر جھوٹے الزامات لگائے بہتان بازیاں کی تھیں اور صرف تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے والوں کو یہ دستار علم دین باندھنے والے گمراہ و بیدین کہا کرتے اور اپنے رائے قیاس والے معمولات و محدثات کو عوام میں پھیلانے کے لئے لمبی لمبی تقریریں کیا کرتے تھے اور مسند تعلیم پر بیٹھ کر اپنی پُر پیچ تاویلوں اور لطیفوں اور حیلہ جوئیوں سے حدیثوں کو رد کر دیتے تھے اور اپنے احبار و رھبان کے مذاہب کو رواج دینے کیلئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا کرتے تھے آج جب کہ پریس و طباعت کی آسانیوں، سلسلہ رسل و رسائل کی سہولتوں اور دیگر آمدورفت کے ذرائع نے پونے چودہ سو سالہ اسلامی لٹریچر کو جمع کر دیا ہے کوئی بات اندھیرے میں نہیں رہی بلکہ نقلی اور عقلی علوم جواب تک نوشتوں کی شکل میں ملتے تھے قطعی طور پر اب سارے کے سارے انسان کے سامنے آچکے ہیں ہم نہیں جانتے کہ ایسا کہنے والے اور غلط الزام لگانے والے کیونکر ایسی جرأتیں، کرتے رہتے ہیں اور حقائق پر پردہ ڈالنے کی کس لئے اس قسم کی بد اعنوانیاں اور غلط بیانیاں کرتے رہتے ہیں کیا اب بھی ان کو یہ توقع ہے کہ وہ غلطی خوردہ اور فریب خوردہ لوگوں کو اپنا کر عوام کو اس کا وعدہ دیتے چلے جائیں گے اور پھر اس کو ان سے منوالیں گے ایک دانشمند اور ذی علم انسان سے تو یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ ایسی جرأت کرے بلکہ ہر ذی ہوش انسان اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آج تاریخ کا ریسرچ ہو رہا ہے اور قدیم تاریخ کا کھوج لگایا جا رہا ہے جملہ پیروایان مذاہب اپنے مذہبوں کی تحقیقات کر رہے ہیں اور اپنے اسلاف کے غلط معتقدات

و محدثات کو چھوڑ کر اپنے مذاہب کے صحیح حقائق کو تلاش کر رہے ہیں پیر پرستیاں، امام پرستیاں، خویش پرستیاں اور رواج پرستیاں ختم ہو رہی ہیں اور عنقریب مذاہب کی ان غلطیوں کا راز فاش ہو جائے گا جن کی وجہ سے اسلام کے سنز و بہتر ٹکڑے بنے اور قرآن و حدیث کی تکے بوٹیاں کی گئیں اور قرآن کریم کا یہ فرمان صحیح ہوا وَجَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ بھلا یہ کہیں ٹھکانے لگنی بات ہے کہ جو جماعت اپنے منہ سے ہر وقت اور ہر موقع پر خَيْرُ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ نکالتی ہو اور اس پر اس کا عمل بھی ہو، تو وہ جماعت کیونکر نو پیدا شدہ خیال کی جا سکتی ہے کیا یہ نعرہ آج کسی عامل بالحدیث نے وضع کیا ہے بڑے ہی شرم کی بات ہے کہ جس جماعت کا عمل کتاب و سنت پر ہو اس کو نو پیدا شدہ بتلایا جائے اور جو مذاہب کتاب اللہ کے نزول و تکمیل دین سے صدیوں بعد وضع کیا جائے اور ان کی نسبتیں صدیوں بعد کے اُمتیوں سے جوڑی جائیں ان کو اصلی و قدیم بتایا جاوے فیا للعجب ثم العجب۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کا مذہب دوسری صدی میں ان کے شاگردوں نے مدون کیا اور صدہا علماء اور فقہا کے رائے قیاس اس میں شامل کئے گئے پھر اس کی سند کا ابھی کوئی التزام نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے اس میں صدہا عالموں نے اپنی رائے و قیاس اور فتووں کو شامل کر دیا اس کو تو صحیح اسلام قرار دیا جاوے اور جس مذہب کا ڈھانچہ کتاب اللہ اور حدیث صحیح سے تیار کیا گیا ہو جس کی صحت اور سند کا التزام اس قدر حزم و احتیاط اور صحیح نقل کے ساتھ کیا گیا ہو کہ اس سے زیادہ صحت اور سند کا التزام آج تک انسانی دنیا نہ کر سکی ہو اس کو نیا جعلی اور بناوٹی مذہب قرار دیا جاوے، اَللّٰهُمَّ اشْفِ صُدُوْرَ الْعٰلَمِيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

اس مقام پر ہم نواب محسن الملک سید مہدی علی خان بہادر مرحوم کی مشہور کتاب تاریخ تقلید اور عمل بالحدیث سے تھوڑا سا نقل کرتے ہیں جو عمل بالحدیث اور جدید مذاہب کے حقائق پر روشنی ڈالنے کیلئے کافی ہے وھوہذا۔

مذاہب اربعہ کے رواج اور ترک اجتہاد کا سبب

تبع تابعین کے زمانہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم وتعلم کی صورت تو وہی تھی جو تابعین کی تھی لیکن اس وقت میں بسبب کثرت مسلمانوں کے اور شروع ہونے جھگڑے اور فساد اور جاہل ہونے خلفاءِ وقت کے اور شائع ہونے جھوٹ اور اختراع کے اور واقع ہونے اختلاف کے خدا نے لوگوں کو مسائل کے جمع کرنے اور اصول وقواعد کے منضبط کرانے اور ارکان وآداب وعبادت کی تشریح اور اجتہاد اور استنباط اور استخراج کے قاعدے ترتیب دینے والے راغب کیا اس وقت کے نیک اور پاک لوگوں کو حدیث وفقہ کی تدوین کا شوق دیا چنانچہ دوسری صدی کے اوسط سے جس شہر میں جو نامی اور عالم تھا ان میں بعض نے حدیث کی تالیف اور تدوین پر کمر باندھی اور مسائل کا جمع کرنا شروع کیا چنانچہ مکہ میں ابن جریج اور ابن عیینہ رح نے اور مدینہ میں امام مالک رح اور محمد بن عبد الرحمان ابن ابی ذئب رح نے اور کوفہ میں ثوری رح نے اور بصرہ میں ربیع ابن صبیح نے اول اول حدیث میں تالیف کی اور امام ابو حنیفہ رح اور امام مالک رح نے فقہ کی تدوین شروع کی سب سے پہلے حنفی مذہب کی بنیاد پڑی اس لئے کہ امام ابو حنیفہ رح کو خدا نے اجتہاد اور استنباط مسائل اور استخراج فروعات کی ایک خاص قسم کی استعداد دی تھی اور وہ زہد وورع میں بھی کامل تھے پس انھوں نے اپنے شہر کے امام فقیہہ ابراہیم نخعی کی احادیث واقوال وروایات پر اپنے مذہب کی بنیاد قائم کی اور انہوں کے اصول پر استخراج کرنا جزئیات مسائل کا شروع کیا چنانچہ یہ امر بخوبی اس شخص پر ظاہر ہے جس نے امام محمد کی کتاب الآثار اور جامع عبد الرزاق اور مصنف ابی بکر ابن ابی شیبہ رح کو دیکھا ہے اور پھر ابراہیم نخعی کے اقوال کو امام ابو حنیفہ رح کے مذاہب سے ملایا ہے غرض جب امام ابو حنیفہ رح نے اس طور پر فقہ کی تدوین شروع کی تب لوگوں نے ان کی طرف رغبت کی اور ان کے اصول وفروع کو پسند کر کے ان سے سیکھا اور فقہائے کوفہ نے ان کے اجتہاد کو قبول اور ان کے استخراجی مسائل پر عمل کیا اور جب قاضی ابو یوسف رح اور امام محمد رح دو شاگردان کے ہوگئے تب پہلے شاگرد کی امارت اور فقاہت کے سبب سے اور دوسرے شاگرد کے علم اور تالیف کی برکت سے امام کا مذہب سارے عراق اور خراسان وماوراء النہر میں پھیل گیا۔

حنفی مذہب کے بعد بنیاد مالکی مذہب کی پڑی امام مالک رح حدیث اور فقہ وزہد وتقویٰ میں بہت مشہور تھے ان کو احادیث نبوی بہت سی یاد تھیں اور وہ ان کے ضعف وقوت سے بھی

بخوبی واقف تھے چنانچہ انہوں نے نہایت عمدہ اور صحیح اور جامع کتاب حدیث کی لکھی جس کا نام موطا ہے اس کی مقبولیت اعلیٰ درجہ پر پہنچی اور ہزاروں آدمیوں نے امام مالکؒ سے حاصل کیں ہیں، امام مالکؒ کی اس کتاب کی برکت سے ایسا فائدہ لوگوں نے پایا کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا، پس جہاں جہاں ان کے اصحاب اور شاگرد پہنچے ان کی کتاب کو لوگوں نے دیکھا اور اُن کے مذہب پر عمل کرنا شروع کیا بعد ازاں اُن کے بعد ان کے مذہب کے اصول اور دلائل کو ترتیب دیا اور اُن کی کتاب کے خلاصے کیئے ان کے کلام اور فتووں کی شرح کی یہاں تک کہ آخر ان کا بھی ایک جدا مذہب قرار پایا اور نواح مغرب کی طرف جہاں ان کے تلامذہ زیادہ ہوئے مالکی مذہب پھیل گیا ان دونوں مذہب کی بنیاد پڑ چکی تھی کہ امام شافعیؒ پیدا ہوئے انہوں نے دونوں مذہبوں کے اصول وفروع کو دیکھ کر اور ان کے کلیات وجزئیات پر نظر کر کے ان باتوں کو جو ان مذہبوں میں ناقص تھیں پورا کیا اور نئی طور سے اصول وقواعد کو ترتیب دیا امام شافعیؒ نے سب سے اول ایک کتاب اصول کی تالیف کی اور اس میں احادیث مختلف کے جمع کرنے کے قائدے کیئے اور احادیث مرسل اور منقطع پر استناد کرنے کا بغیر پائے جانے کے اس کی شرائط کا التزام ترک کیا، انتہٰی کلامہ،

یہ تو تھا مذاہب اور تقلید کے متعلق ہمارے زمانہ کے مورخ کا بیان اب ذرا ایک پرانی تاریخ کا بیان بھی ملاحظہ کیجئے ۳۷۲ھ میں عیسٰی بن مالک نامی ایک بادشاہ بڑی سلطنت والا ابوحنیفہؒ کے کے مذہب پر تھا اور بڑے درجہ کا متعصب تھا کتاب مسعودی اس کو تمام یاد تھی لوگوں کو حنفی مذاہب اختیار کرنے کی ترغیب دیتا تھا اور کہتا تھا کہ سب کے سب امام ابوحنیفہؒ ہی کے اقوال پر عمل کرو صاحبین یعنی اُن کے شاگردوں کے اقوال پر بھی عمل نہ کرو اور اس کے حکم کے بموجب فقیہوں نے ایک ایسی کتاب اس کو بنا دی تھی کہ جس میں بجز اقوال ابوحنیفہ کے اور کسی کا بھی حکم نہ تھا اس کو بھی اس نے یاد کر لیا تھا اور بسبب تعصب اپنے مذہب کے جس قدر شافعیؒ مذہب والے اس ملک میں تھے سب کو قتل کروا ڈالا تھا انتہا ملخصاً تاریخ ابن خلکان۔

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلی کا معتبر بیان بھی ملاحظہ فرمایئے

آپ تحریر فرماتے ہیں:۔ اِعْلَمْ اَنَّ النَّاسَ کَانَ قَبْلَ الْمِائَۃِ الرَّابِعَۃِ مُجْمِعِیْنَ عَلٰی

التَّقْلِيْدِ الْخَالِصِ لِمَذْهَبٍ وَاحِدٍ بِعَيْنِهٖ ۔

ترجمہ تم اس بات کا یقین کر لو کہ مسلمان چوتھی صدی سے پہلے کسی خاص مذہب کی تقلید پر متفق نہ تھے، مختصر ان حوالہ جات سے یہ بات بخوبی روشن ہوتی ہے کہ مذاہب اربعہ کا رواج کب ہوا اور کسی طرح ہوا اب ذرا مسلکِ عمل بالحدیث کی دردناک داستان ملاحظہ ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں آپ نے مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں یہ سمو دیا تھا کہ میں دو چیزیں تمہارے لئے چھوڑ کر جاؤں گا کتاب اللہ و سنت چنانچہ فرمایا،

تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ ۔ اور قرآن مجید کا یہ حکم ہر مسلمان سن چکا تھا، کہ أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۔ اس پر تمام مسلمان اور صحابہ عمل پیرا تھے اور مسائل دینی میں صرف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجت سمجھا جاتا تھا چنانچہ ہمارے زمانے کے مشہور مورخ مولانا اکبر شاہ خاں صاحب اپنی کتاب قول حق میں تحریر فرماتے ہیں جو احقاق حق اور اظہار صداقت کے لئے مرحوم نے تصنیف فرمائی تھی گذشتہ صدی میں اگرچہ دوسرے علوم اور قرآن مجید کے سوا دوسری کتابوں کے لکھنے اور پڑھنے کی طرف مسلمان متوجہ ہو چکے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے متعلق ابھی تک یہی دستور چلا آتا تھا کہ تابعیؒ اور تبع تابعیؒ احادیث کو اپنے حافظے ہی میں محفوظ رکھتے اور زبانی ہی اپنے شاگردوں کو یاد کراتے اور لوگوں کو سناتے تھے اجتہادی مسائل میں علماء کے فتوے مختلف ہو جاتے تھے یہ اختلاف کبھی تو حدیثوں کے مطالب مختلف ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی ایک عالم ایک حدیث کو اپنے فتوے کی بنیاد قرار دیتا اور دوسرا عالم دوسری حدیث کو اختیار کرتا اس قسم کا اختلاف صحابہ کرام کے زمانہ سے موجود تھا اور اس کو مسلمانوں کے لئے رحمت بتایا گیا تھا مسلمان اس کو رحمت سمجھتے بھی تھے ایک دوسرے پر نہ معترض ہوتا اور نہ اس کو خاطی اور گنہگار خیال کبھی یہ اختلاف ایک ہی حدیث سے دو قسم کے مطالب اخذ کرنے پر واقع ہوتا تھا مثلاً ایک عالم نے ایک نتیجہ اخذ کیا اور دوسرے نے دوسرا نتیجہ نکالا اس طرح دو مختلف فتوے صادر ہوئے کہ یہ اختلاف بھی اس پہلی قسم کا اختلاف اور مسلمانوں کے لئے رحمت تھا کبھی اختلاف کی وجہ یہ ہوتی کہ ایک عالم کو ایک حدیث پہنچی تو اس نے اس حدیث کے موافق فتوی دیا اور دوسرے عالم کو وہ حدیث نہیں پہنچی تو اس نے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر فتوی صادر

کر دیا یہ اختلاف بھی مسلمانوں کے لئے رحمت اور اذیت کا موجب نہ تھا کیونکہ جو شخص حدیث کی غیر موجودگی میں رائے قیاس سے کوئی فتویٰ دیتا تو یہ شرط لگاتا کہ اگر حدیث مل جائے تو میرا فتویٰ چھوڑ دینا اور حدیث پر عمل کرنا فتویٰ دیتے وقت مذکورہ شرائط کا لگانا اس لئے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ ان لوگوں کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث جو صحابہ کرام کے ذریعہ روایت ہو کر لوگوں کو پہنچی ہیں وہ ساری کی ساری ایک جگہ مجتمع نہیں ہیں بلکہ مختلف شہروں اور مختلف عالموں تک پہنچ چکی ہیں اور دوسرے شہروں میں جانے اور دوسرے عالموں سے ملاقات کرنے سے واقفیت پڑھتی رہتی ہے کہ مدینہ دمشق قاہرہ، کوفہ، بصرہ وغیرہ صحابہ کرامؓ کے بھی قیام گاہ رہے ہیں اور ان مقامات میں ان کے شاگرد یعنی تابعی لوگ اور تابعیوں کے شاگرد تبع تابعین موجود تھے جن جن صحابیوں کی روایت کردہ احادیث لوگوں کو زیادہ یاد تھیں اور انہیں احادیث کا زیادہ چرچا تھا اور اُن ہی صحابیوں یا اُن کے شاگردوں کے اجتہادی مسائل زیادہ مروّج تھے اور انہیں پر قیاس کر کے نئے نئے اجتہاد بھی کئے جاتے تھے اور اس دوسری قسم کے تمام مسائل فروعی ہوتے تھے باوجود اس اختلاف کے کوئی تفریق اور کوئی گروہ بندی نہ تھی مدینہ والے مکہ والوں کو کوفہ والے بصرہ والوں کو کسی الگ مذہب کا متبع اور دوسرے فرقہ کا پیرو نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ لوگ اختلاف کے اس ناگزیر سبب سے واقف تھے ایک کے ذریعہ دوسرا اپنی واقفیت کو وسیع کرنا چاہتا تھا اور سب کا ایک ہی اسلام تھا جس کے عقائد نہایت صاف اور سادہ اور اعمال نہایت آسان تھے دماغ کو پریشان کرنے والی موشگافیاں اور پیچیدگیاں اعمال و عقائد میں مطلق نہ تھیں ان کا قبلہ قرآن مجید اور اس کے بعد احادیث نبویؐ اور آثار صحابہؓ تھے کتاب و سنت کے سوا وہ لوگ اسلام کے لئے اور کسی چیز کو ضروری اور لازمی نہ سمجھتے تھے،

فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱۔ صفحہ ص ۱۴۶

خواجہ حسن نظامی دہلوی کے سوالات علمائے اہل حدیث سے

خواجہ صاحب دہلوی نے مختلف فرقوں سے چند سوال کئے ہیں مثلاً شیعوں سے،

قادیانیوں سے اور علمائے اہلحدیث سے خواجہ صاحب نے جو سوالات کئے ہیں اہلحدیث کی طرف سے ان کے جوابات خواجہ صاحب کو غالباً معلوم ہوں گے چونکہ مذہب اہلحدیث اور اسلام دو مترادف لفظ ہیں اس لئے جواب سے پہلے ہماری گذارش تو یہی ہے،

نئے لوگوں کی کیجے آزمائش ضرورت کیا ہمارے امتحان کی

بہرحال خواجہ صاحب کے سوالات مع جوابات درج ذیل ہیں۔

پہلا سوال:۔ کیا فرماتے ہیں جماعت اہلحدیث کے علماء اس مسئلہ میں کہ جو مسلمان آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں مگر چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید ان کے ایمان میں کوئی فتور پیدا کرتی ہے یا نہیں!

جواب نمبر ۱:۔ اس سوال کا جواب شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی، المعروف میاں صاحب نے اپنی کتاب معیار الحق میں دیا ہوا ہے مرحوم نے مسئلہ تقلید شخص کو چند قسموں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے ایک قسم مباح بتائی ہے یعنی اس پر کوئی گناہ مرتب نہیں ہوسکتا وہ یہ ہے کہ مقلد کسی ایک امام کو محقق سمجھ کر ہمیشہ اسی کی بات مانتا رہے مگر اس تعین کو شرعی حکم نہ سمجھے بلکہ ایسے مقلد کو اگر اپنے امام کے قول کے خلاف کوئی حدیث معلوم ہو جائے تو فوراً اس کی طرف رجوع کرے اپنے امام کی بات پر اصرار نہ کرے مرحوم نے دوسری قسم کو حرام بتایا ہے یہ وہ تقلید ہے جس میں مقلد اس تعین کو حکم شرعی سمجھے،

اس فتوے میں میاں صاحب مرحوم منفرد نہیں ہیں بلکہ فقہاء حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں رد المختار شامی شرح درمختار میں بالتصریح مذکور ہے۔ لَيْسَ عَلَى الْإِنْسَانِ الْتِزَامُ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ (شامی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۵۳)

بس اس سوال کا جواب تقلید کرنے والوں کی نیت پر موقوف ہے،

سوال نمبر ۲:۔ جو مسلمان اہلحدیث کے عقائد اور اعمال سے الگ ہیں اور کسی امام کی تقلید میں اس طرح ارکان اسلام کو ادا کرتے ہیں جن میں جماعت اہلحدیث کے عقائد اور اعمال کے مقابلہ میں کچھ فرعی فرق اور اختلاف معلوم ہوتا ہے تو ایسے مقلد مسلمانوں سے مزاحمت کرنا ضروری ہے یا نہیں ایسی حالت میں کہ وہ مقلد مسلمان غیر مقلد مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کے خلاف کچھ نہ کہتا ہو،

جواب نمبر ۲۔ اس کا جواب بھی پہلے سوال کے جواب میں آگیا ہے تقلید کرنے والا پہلی دو قسموں میں سے جس قسم میں داخل ہوگا ویسا ہی حکم اس پر لگے گا فقہاء حنفیہ نے تقلید شخص کے متعلق صاف لکھا ہے کہ کوئی شخص کسی ایک امام کی تقلید اپنے اوپر لازم کرے تو بھی یہ لازم نہیں ہوتی (ردالمختار مصری جلد ۳ صت ۱۹۰)

سوال نمبر ۳۔ کیا علمائے اہلحدیث سیاسی معاملات میں اپنے عقائد کے اختلافات کا محدود رکھنا اور دوسرے فرقوں کے مسلمانوں سے متحد ہو جانا جائز سمجھتے ہیں یا نہیں،

جواب نمبر ۳۔ بے شک جائز سمجھتے ہیں کیونکہ علمائے اہلحدیث ازروئے علم منطق جانتے ہیں کہ انواع ممتازہ اپنی جنس اور جنس الاجناس میں ضرور شریک ہوتی ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ اَلْاِنْسَانُ وَالْفَرَسُ وَالْبَقَرُ مَاھُمْ کے جواب میں حیوان آتا ہے،

اگر آپ چاہئیں گے تو ہم ان علمائے اہل حدیث کے نام بتا دیں گے جو اس وقت بھی ہندوستان کی سیاسیات میں بلاتکلف شریک ہیں،

خواجہ صاحب:۔ ہم آپ کے سوالات سے فارغ ہو گئے ہیں اب ہمارا بھی ایک سوال حل کر دیجئے اگر آپ اسے حل کر دیں گے تو ہم آپ کے بہت مشکور ہوں گے پس توجہ سے سنئے:۔

آپ جو اپنی تحریر میں جملہ ہو لکھا کرتے ہیں اس کے کیا معنی ہیں اس میں تو شک نہیں کہ ھُوَ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اور الکل سے مراد کل کائنات ہے پس ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ کلّ افرادی ہے یا مجموعی۔ افرادی ہونے کی حالت میں کائنات میں سے ہر شئے اسی ھُوَ کی جو مبتدا ہے خبر بنے گی اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے ھُوَ کل شئ جو بحکم حیوان عکس القضیہ یوں بولا جائیگا کُلُّ شَئٍ ھُوَ مثلاً انسان چڑیا۔ کوا۔ طوطا، مینا وغیرہ میں سے ہر ایک اللہ کا مصداق ہوگا یعنی اللہ انسان ہے چڑیا ہے طوطا ہے اور مینا ہے،

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس قول کے قائل کے نزدیک ہر ایک جانور طوطا مینا وغیرہ الہ (معبود) ٹھہرے گا کیونکہ یہ ھُوَ (مبتدا) کی خبر ہے کل کو مجموعی کہنے کی صورت میں یہ ترجمہ ہوگا کہ کل کائنات کا مجموعہ مل کر معبود ہے جس میں اس قول کا قائل بھی داخل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ معبودیت میں وہ

بھی حصہ دار ہے آپ خود ہی فرمایئے کہ ان تشریحوں میں سے آپ کی مراد کون سی تشریح ہے یا ان کے علاوہ اور کوئی تشریح مراد ہے ہم سے پوچھیں تو ہم اپنا عقیدہ مولانا روم رحمۃ اللہ کے الفاظ میں پیش کئے دیتے ہیں جو فرماتے ہیں، ؎

اے بروں از وہم ہم و قال و قیل من
خاک بر فرق من و تمثیل من

اس مضمون کو آپ کے دہلوی شاعر مرزا غالب مرحوم نے یوں ادا کیا ہے،

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود۔
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

فتاوی ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۷

تشریح مزید از قلم حضرت العلامہ مولانا مفتی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آج اسلامی دنیا سے ایک گونج دار آواز آرہی ہے کہ مسلمانوں کو فرقہ بندی نے تباہ کر دیا مگر یہ نہیں بتایا جاتا کہ فرقہ بندی کیا چیز ہے اور اس کی ابتدا امر کب سے ہوئی ہے،

کچھ شک نہیں کہ زمانہ رسالت اور عہد خلافت میں اسلام ایک ہی شکل میں تھا مسائل میں اختلاف تھا باوجود اس کے فرقہ بندی نہ تھی جس کسی کو ضرورت پیش آتی وہ اپنے ہاں کے جس عالم سے چاہتا مسئلہ پوچھ لیتا شیخ ابن الہمام رئیس الحنفیہ کا قول ردّ المختار شامی میں ایسا ہی منقول ہے (مصری جلد سوم صفحہ ۱۹۶)

اتفاق حسنہ سے رسالہ برھان دہلی بابت جولائی ۵۲ء میری نظر سے گذرا تو اس میں یہ مضمون بالفاظ ذیل بِلا مولوی مناظر احسن صاحب حیدر آبادی سے لکھتے ہیں کہ عہد صحابہ ہی سے مسلمان ان امور میں مختلف ہوتے رہے لیکن نہ اس اختلاف کو انہوں نے چنداں اہمیت دی اور نہ تو کبھی ہوا ہی نہیں کہ محض اس اختلاف کی وجہ سے افادنے کے نت نئے پہلو مختلف زبانوں میں مسلمان جو پیدا کرتے رہے ان کی ایک حد تک تفصیل سنائی جا چکی ہے،

(برہان دہلی بابت ماہ جولائی)

اہلحدیث اس کے ساتھ ہی حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ قدس سرہ کا بیان ملا یا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ فرقہ بندی ارباب تقلید نے پیدا کی ہے حضرت ممدوح حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں تین سو سال تک فرقہ بندی بشکل تقلید نہیں تھی چوتھی صدی کے شروع میں اس کی ابتدا ہوئی اناللّٰہ

نتیجہ صاف ہے کہ مسائل میں اختلاف ہونے سے فرقہ بندی نہیں ہوتی ہاں فرقہ بندی یہ ہے کہ کہا جائے کہ یہ ہمارا مذہب ہے اور وہ شافعی رح کا اور وہ مالک رح کا یہاں تک کہ طریق استدلال بھی جدا جدا بتایا جائے چنانچہ صاحب توضیح نے حنفی مقلد کا طریق استدلال یوں بتلیا ہے ھذا ما ادّی الیہ رأی ابی حنیفۃ وکلُّ ما ادّی الیہ رأی ابی حنیفۃ فھو عندی صحیح۔ یعنی یہ مسئلہ ابو حنیفہ رح کی رائے ہے اور جو ابو حنیفہ رح کی رائے ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہے یہی حق شافعیوں کو دیا گیا ہے، ھذا رأی الشافعی وکلُّ رأی الشافعی فھو عندی صحیح۔

اس فرقہ بندی کی مثال منطقی اصطلاح میں یوں سمجھنی چاہیئے کہ ہر صنف کو نوع بتایا جائے جیسا یہ غلط ہے ویسا ہی فرقہ بندی بھی غلط ہے،

مولانا حالی مرحوم نے ایک بند اس کے متعلق یوں لکھا ہے،

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے — حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے،
فتاووں پہ بالکل مدار عمل ہے — ہر اک رائے قرآن کا نعم البدل ہے،
کتاب اور سنت کا ہے نام باقی — خدا اور نبی سے نہیں کام باقی۔

تقلید اور اقتدا:۔ اس عنوان سے اخبار ہیج، لکھنؤ میں ایک سلسلہ مضمون نکلا ہے فاضل مضمون نگار (مولانا مناظر احسن استاد جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) کا نام دیکھ کر ہم نے اس مضمون کو بغور دیکھا گمان تھا کہ فاضل موصوف مسئلہ تقلید کو اپنے علم و فضل سے کما حقہ منقح کر کے ناظرین کو مستفید فرمائیں گے مگر سارا مضمون دیکھ کر ہماری تشنگی بحال رہی کیوں، اس لئے کہ بحکم واتوا البیوت من ابوابہا، مسئلہ تقلید کی تنقیح اور تحقیق کرنے والے کا

فرض ہوتا ہے کہ پہلے تقلید کی تعریف کرے پھر اس کی تقسیم پھر اس کا حکم ہونا چاہیے سلسلہ مذکورہ کو ہم نے اس سے خالی پایا بلکہ مولانا موصوف ان سب مراتب سے آگے جاکر ایک فقرہ لکھ گئے جس کی وجہ سے ہمیں یہ نوٹ لکھنا پڑا اور نہ ہم اس پر توجہ نہ کرتے مولانا موصوف فرماتے ہیں، سچ ہے کہ آئمہ اسلام اصول میں نہیں بلکہ بہت دور کے بعض فروعی مسائل میں باہم کچھ اختلاف ضرور رکھتے ہیں لیکن ان اختلافات کو تم اتنی اہمیت کیوں دیتے ہو اختلاف جس سے تفرق پیدا ہونا ہو قابل ملامت ہے ہم سے کہا گیا ہے، وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ اور نہ ہو جانا ان لوگوں کے مانند جو بکھر گئے اور مختلف ہوئے کھلی باتوں کے آجانے کے بعد۔

لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ حنفیت و شافعیت کے اختلاف نے باہم مسلمانوں کو جدا کیا حنفیوں نے ہمیشہ شافعیوں سے تعلیم حاصل کی شافعیوں نے بسا اوقات حنفیوں کے ہاتھ پر بیعت کی مرید ہوئے اور دیکھو۔ عرب میں عجم میں مصر میں مراکو میں کیا مالکیوں نے حنفی امام کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھیں؟ کتنے حنفی تھے جن کو شافعی غزالیؒ نے صوفی بنایا اور کتنے شافعی تھے جو حنبلی شیخ الشیوخ قطب الاسلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے توسل سے فلاح و فوز کی بلندیوں تک پہنچ ؎ ۱۴۱۔

اہلحدیث اس دعویٰ کی تحقیق کیلئے ہم آئمہ اصول کے اقوال سامنے رکھ کر پوچھیں گے کہ خدا لگتا انصاف!

تقلید کی جامع مانع تعریف یہ ہے کہ:۔ اَلتَّقْلِيْدُ اَخْذُ قَوْلٍ مِنْ غَيْرِ مَعْرِفَةِ دَلِيْلِهٖ۔ (متن جمع الجوامع للسبکی) یعنی کسی غیر نبی کا قول بغیر اس کی دلیل پہنچانتے کے قبول کرنا تقلید ہے اس کا نتیجہ شارح کے الفاظ میں یوں ہے وَاَخْذُ قَوْلِ الْغَيْرِ مَعَ مَعْرِفَةِ دَلِيْلِهٖ اِجْتِهَادٌ وَافَقَ اِجْتِهَادَ الْقَائِلِ (شرح جمع الجوامع جلد ۲ صـ ۲۵۱) یعنی کسی غیر نبی کی بات کو اس کی دلیل کے ساتھ قبول کرنا تقلید نہیں بلکہ اجتہاد ہے فاضل مضمون نگار حیدر آباد میں رہتے ہیں اس لئے تعریف تقلید میں حیدر آباد کے ایک بزرگ کا قول ہم نقل کرتے ہیں تقلید کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کو معتبر سمجھ کر اس کے فعل و قول کی پیروی بغیر طلب دلیل کی جائے،

(حقیقۃ الفقہ مصنفہ مولانا انوار اللہ مرحوم حیدر آبادی حصہ دوم صـ ۵۱)

اس تعریف کے بعد تقلید کی تقسیم۔

تقلید مطلق :۔ یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے جو اہل حدیث کا مذہب ہے،

تقلید شخصی :۔ یہ ہے کہ خاص ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی بات مانی جائے جو مقلدین کا مذہب ہے یہ ہے تعریف اور تقسیم اب سوال یہ ہے کہ تقلید کا حکم کیا ہے اصحاب تقلید کہتے ہیں کہ تقلید فرض واجب ہے اس پر غور طلب امر یہ ہے کہ جس صورت میں تقلید کی تعریف میں علم معرفت دلیل داخل ہے اور ان کے نزدیک دلیل نام ہے قرآن وحدیث اجماع اور قیاس کا تو اس صورت میں تقلید کے فرض واجب ہونے کا صاف نتیجہ ہے کہ مقلد کو بوقت تقلید قرآن وحدیث وغیرہ کا پڑھنا حرام ہے کیونکہ اس تقلید کی فرضیت میں نقص آتا ہے یا للعجب خیر ہو تو ہے تقلید، تقسیم اور حکم پر بحث اب ہم فاضل نگار کے مقولہ پر متوجہ ہوتے ہیں آپ نے لکھا ہے کہ ائمہ اسلام اصول میں مخالف نہیں تھے حالانکہ علماء اصول کی تصریحات اس کے خلاف علامہ تاج الدین امام صاحب کے اصول میں مخالف تھے،

مولانا عبدالحی لکھتے ہیں،

فَاِنَّ مُخَالِفَتَهُمَا لِلْاِمَامِ مِهِمَا فِی الْاُصُوْلِ غَیْرُ قَلِیْلَةٍ حَتّٰی قَالَ الْاِمَامُ الْغَزَالِیُّ فِی الْمَنْخُوْلِ اَنَّهُمَا خَالَفَا اَبَا حَنِیْفَةَ فِیْ ثُلُثَی مَذْهَبِهٖ۔

(مقدمہ شرح وقایہ ص۸) یعنی امام ابو یوسف اور محمد کی امام صاحب سے اصول میں مخالفت بہت زیادہ ہے یہاں تک کہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ یہ دونوں صاحب امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے دو ثلث مخالف ہے،

قاضی دبوسی نے کتاب تاسیس النظر میں ان کی اصول کی تفصیل دی ہے جن میں شاگرد اپنے استاد معظم کے مخالف تھے اس کے سوا وہ اصول بھی لکھے ہیں جن میں ائمہ اربعہ باہمی مخالف ہیں،

نوٹ :۔ اس بحث کی تفصیل ہمارے رسالہ تقلید شخصی اور سلفی میں ملتی ہے۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فاضل مضمون نگار نے جو حنفیت اور شافعیت وغیرہ کو موجب تفریق ہونا تسلیم

نہیں کیا ہماری دلی تمنا ہے کہ موجب تفریق نہ ہو مگر علماء اصول کی تصریحات اس کے خلاف ہیں فاضل موصوف سے مخفی نہ ہو گا کہ جن دو فریقوں میں حجت شرعیہ اور طریق استدلال الگ الگ ہو تو ان میں فرق لازمی ہے،

ذرا تفصیل سے سنئے

علم اصول کی مستند کتاب توضیح کے مصنف صدر الشریعہ حنفی مقلد کی دلیل اور طرز استدلال بناتے ہیں، هٰذَا عِنْدِیْ صَحِیْحٌ لِاَنَّہٗ اَدّٰی اِلَیْہِ رَأیُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَهُوَ عِنْدِیْ صَحِیْحٌ۔ (توضیح تعریف علم الفقہ) یعنی حنفی مقلد کی دلیل یوں ہونی چاہیئے کہ یہ قول ابو حنیفہؒ کا ہے اور جو قول ابو حنیفہؒ ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہے ٹھیک اسی طرح شافعیہ کا اصول ہے اور ہونا چاہیئے کہ۔۔ یہ قول شافعی کا ہے اور جو قول شافعیؒ کا میرے نزدیک وہی صحیح ہے علی ہٰذا دوسرے مقلدین کا، فرمایئے جب ہر فریق کے نزدیک اس کے امام کی شخصیت بانسبت داخل فی الدلیل ہے تو تفریق ہوئی یا وحدت۔

منطقی اصطلاح:۔ میں اس کی مثال یوں ہے کہ جنس فصول مختلف سے ملکر انواع مختلف بنتی ہے اور انواع مختلف قسم ہیں جو یقیناً الگ الگ ہیں اسی دلیل (قرآن اور حدیث) کی حجیت میں جب امام کا فہم داخل ہے تو قرآن اور حدیث بمنزلہ جنس کے ہوئے جو فہم ابو حنیفہؒ اور فہم شافعیؒ وغیرہ سے مل کر انواع بنتے ہیں بس تفریق لازم،

اسی کا نتیجہ ہوا کہ کعبہ شریف جیسے واحد مرکزی مقام میں چار مصلے بنائے گئے جس کا اثر یہ ہوا کہ ایک گروہ کے جماعت کراتے ہوئے دوسرا اور دوسرے کے کراتے ہوئے تیسرا اور تیسرے کے کراتے ہوئے چوتھا گروہ بیٹھا رہتا تھا حتیٰ کہ کسی عارف خدا کو کہنا پڑا ہے

دین حق را چار مذہب ساختند
رخنہ در دین نبی انداختند

خدا جزائے خیر دے:۔ جلالۃ الملک ابن سعود (ایدہ اللہ بنصرہ) کو جن کی حکمت عملی

سے چار مصلوں کی بجائے ایک ہی جماعت ہو گئی فللہ الحمد فتاوی ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۵۱

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و فضلائے انام و فقہاء عظام اس مسئلہ میں کہ چار مصلوں کا ایجاد کرنا قرآن شریف و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ اربعہ سے ثبوت ہے یا نہیں۔
بَيِّنُوا بَيَانًا شَافِعًا تُوجَرُوا عِندَ اللهِ أَجْرًا عَظِيمًا

جواب:۔ چار مصلے قائم کرنا خود ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں نہ ان کے زمانہ میں قائم ہوئے ہیں بلکہ ان کے زمانہ سے بہت دنوں بعد ایک بادشاہ نے قائم کر دیئے ہیں اس میں یہ خرابی تو ظاہر ہے کہ جماعت ہو رہی ہے اور دوسرے مصلے کے لوگ بیٹھے ہیں جماعت اولیٰ میں شریک نہیں ہوتے اسی طرح ان میں اور بھی خرابیاں ہیں بس یہ فعل دلائل شریعت سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ہے حرمین شریفین کی وہ باتیں جن میں کوئی مخالفت شرعی موجود ہو قابل حجت اور استدلال نہیں اور خود مذہب اربعہ کے محققین نے ان مصلوں کو ناجائز فرمایا ہے واللہ اعلم اتم و احکم کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ،

الجواب صحیح الجواب صواب:۔ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی بندہ محمد حسین مدرسہ امینیہ دہلی سیکرٹری جمعیت علماء ہند

الجواب صحیح بندہ ضیاء الحق عفی عنہ دہلی	الجواب صحیح سید لطیف مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح اشفراللہ بن محمد مہدی حسن غفرلہ دہلی	الجواب صحیح بندہ عبدالعزیز عفی عنہ مدرسہ فتح پوری دہلی

جواب صحیح ہے مظہر الحسن مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی،	فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۱

(بحوالہ اخبار محمدی دہلی جلد ۲ ص ۱)

ایک علمی سوال

:۔ مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے جلسہ احناف مئو ائمہ ضلع الہ آباد میں خطبہ صدارت پڑھا خطبہ میں ساری توجہ مسئلہ تقلید پر مبذول رکھی اور جلسہ امرتسر میں بھی منتظمین نے تقلید کا عنوان داخل کیا ہے اسی لئے میرے دل میں خیال آیا کہ اسی جلسہ میں دیوبندی علماء کی خدمت میں ایک سوال پیش کر کے حل کرا لوٹا کراؤں امید ہے کہ علماء ممدوحین اس سوال کو علمی مذاکرہ سمجھ کر تحریری جواب سے خوش فرمائیں گے،

تقلید:۔ آپ حضرات سے مخفی نہیں کہ علماء اصول کی اصطلاح میں نفس مسائل شرعیہ کا

جاننا علم نہیں بلکہ کتاب وسنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جاننا علم ہے ان درجوں کی مثال قدوری اور ہدایہ ہے تقلید کی تعریف میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، (اَلتَّقْلِیْدُ هُوَقُبُوْلُ قَوْلٍ بِلَاحُجَّةٍ) کتاب المستصفیٰ مصری جلد ۲ صہ ۳۸۷ صاحب مسلم الثبوت لکھتے ہیں (التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ مسلم ص ۲۸۹) علامہ ابن حاجب مصنف کافیہ فرماتے ہیں،

(فالتقلید العمل بقول غیرک من غیر حجۃ (مختصر ابن حب ج ۲ صہ ۳۰۵)

جمع الجوامع میں تقلید کی تعریف میں یوں مرقوم ہے، (التقلید اخذ القول من غیر معرفۃ دلیلہ)

(حاشیہ نور الانوار ص ۲۱۶ مطبع انوار محمدی لکھنو)

ان سب تعریفات کا مفہوم مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے یوں ادا کیا ہے تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا وے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا (الاقتصاد صہ ۱)

حضرات.. آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ تقلید کی تعریف میں بالاتفاق دلیل عدم معرفت داخل ہے، گویا وہ فصل مقوم ہے جس کے بغیر تقلید کی ماہیت متقرر نہیں ہو سکتی پس جو شخص مسائل دینیہ کو دین کے ساتھ جانتا ہو نہ صرف جانتا ہو بلکہ تعلیم دیتا ہو بلکہ ان کو حق ثابت کرنے کیلئے ہر وقت مستعد رہتا ہو جیسے آپ حضرات کی ذوات مبارکہ ہیں ایسے شخص کے علم وفضل پر تقلید کی تعریف کیونکر صادق آسکتی ہے اور اس کو مقلد کیونکر کہا جا سکتا ہے اس کے متعلق بھی علمائے اصول کا فیصلہ پیش کر سکتا ہوں

شرح جمع الجوامع میں تقلید کی تعریف پر جو امر متفرع کیا گیا ہے وہ قابل غور ہے. فرماتے ہیں. اَخْذُ قَوْلِ الْغَیْرِ مَعَ مَعْرِفَةِ دَلِیْلِهٖ اِجْتِهَادٌ وَافَقَ اِجْتِهَادُ الْقَائِلِ (ج ۲ ص ۲۵۱) یعنی کسی مجتہد مسئلہ کو دلیل کے ساتھ صحیح سمجھنا اجتہاد ہے جو مجتہد اول کے موافق واقع ہے تقلید کی تعریف اور تفریع کے بعد میں آپ حضرت کی علمی حیثیت کا ذکر تا ہوں اس میں شک نہیں کہ آپ لوگ مسائل دینیہ کو بالدلیل بتاتے ہیں تو کیا آپ حضرات کی علمی حیثیت کو ملحوظ رکھ کر آپ کو مقلد کہا جائے یا غیر۔

یہ ایک سوال ہے جس کے لیے میں نے آپ حضرات کو متوجہ کیا ہے۔ میں اپنا عندیہ عرض کیے دیتا ہوں کہ کسی شخص کو مقلد کہنا اس کے عالم ہونے کی نفی کے برابر ہے اس لئے آپ حضرات کو مقلد کہنے سے علاوہ تعریفات مذکورہ کے مجھے امام غزالی رح سخت مانع ہوئے ہیں گو یا وہ فرماتے ہیں کہ دیوبندی علماء چونکہ مسائل کو دلیل کے ساتھ جانتے ہیں اس لئے ان کو مقلد نہ کہو کیونکہ ،،

دلیس ذٰلِكَ التَّقْلِيْدُ طَرِيْقًا اِلَى الْعِلْمِ لَا فِى الْاُصُوْلِ وَلَا فِى الْفُرُوْعِ (حوالہ مذکور)

تقلید علم کا درجہ نہیں ہے اور نہ علم کا ہے بلکہ جہالت کا درجہ ہے یہی معنی ہیں علماء اصول کے اس قول کے اِنَّمَا التَّقْلِيْدُ وَظِيْفَةُ الْجَاهِلِ۔ پس آپ حضرات ان اصولی تعریفات کے ماتحت، اعلان فرمائیں کہ آپ کو مقلد کہیں یا غیر مقلد بَيِّنُوْا تُوْجَرُوْا ،

پس اب اس امر کا فیصلہ کہ آپ مقلد ہیں یا غیر آپ حضرات کے جواب پر موقوف ہے،

نوٹ :۔ اس مضمون میں میں نے بوجہ خاص خطاب حضرات دیوبندیہ سے کیا ہے، مگر دراصل یہ خطاب جملہ ان علماء کو ہے جو مسائل دینیہ کو دلیل کے ساتھ جانتے ہوں خواہ وہ بریلی کے ہوں یا لاہور کے پنجاب کے ہوں یا ہندوستان کے سندھ کے ہوں یا بنگال کے عرب کے ہوں یا عجم کے سب میرے مخاطب ہیں وہ علماء اصول کی تصریحات ملحوظ رکھ کر اپنے لیے جو نام تجویز فرمائیں ہم اسی کو قبول کر لیں گے اس سے زیادہ طول دینا میں نہیں چاہتے کیونکہ استاد غالب مرحوم کہتے ہیں ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا،

(فتاویٰ ثنائیہ ۔ جلد ۱ ۔ صفحہ ۱۵۳)

علمی سوال کا جواب الجواب متعلق تقلید علماء

علماء سلف میں علمی مذکرات ہوا کرتے تھے جن کو وہ موجب ترقی علم سمجھتے تھے مگر آج ہماری حالت اس کے برخلاف ہے جو نہی کوئی علمی سوال ہمارے سامنے پیش آتا ہے اس کو سائل کی بدنیتی پر مجمول کر کے ہم اعلانِ جنگ کر دیتے ہیں یہ طریقہ علماء سلف کا پسندیدہ نہیں ہے اہل حدیث مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۳۲ء میں ناظرین کی نظر سے ایک علمی سوال گذرا ہو گا جو مسئلہ تقلید کے متعلق تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تقلید اپنی جامع و مانع

تعریف کے لحاظ سے علماء مقلدین پر صادق نہیں آتی پھر وہ مقلد کیوں کہلاتے ہیں سوال کی عبارت نہایت شیریں تھی اور مضمون بالکل صاف تھا اس کا جواب جمعیت الاحناف مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ کی طرف سے دیا گیا جن صاحب نے یہ جواب لکھا ہے ہم ان کو جانتے ہیں اس لیے ان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ ؎

چھپ نہ تو ہم سے کہ ماہ جبیں دیکھ لیا

ناظرین اس اشتہار کا جواب الجواب پڑھیں

امرت سر کے جلسہ احناف منعقدہ ۵ دسمبر ۳۴ء کے موقع پر میں نے ایک اشتہار کے ذریعہ ارباب تقلید سے ایک علمی سوال کیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تقلید کی تعریف جو علماء اصول نے کی ہے، وہ ان علماء پر صادق نہیں آتی جو خدا کے فضل سے علمی استعداد اتنی رکھتے ہیں کہ مسائل فقہیہ کو دلائل کے ساتھ جانتے ہیں جتنے اقوال تقلید کی تعریف میں میں نے نقل کئے تھے ان کا ترجمہ اور مطلب بھی میں نے اپنے الفاظ میں نہیں بیان کیا تھا بلکہ مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے لفظوں میں بتایا تھا جو یہ ہیں،

تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلائے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا (الاقتصار ص ۱۷)

اس اشتہار سے میری غرض یہ تھی کہ معزز علماء تقلید کو ان کے علم کی حیثیت سے اطلاع دوں کہ آپ مقلد کے درجہ میں کیوں بیٹھے ہیں جو ادنیٰ درجہ ہے آپ اعلیٰ درجہ میں بیٹھے جس کا ٹکٹ آپ کے ہاتھ میں ہے اس کی واضح مثال یہ ہے کہ کوئی مسافر جس کے اول یا دوم درجہ کا ٹکٹ ہو وہ تھرڈ کلاس (تیسرے درجہ) میں بیٹھ جائے تو اس کو کہا جائے گا کہ آپ اپنے ٹکٹ کی عزت کیجیے،

میری یہ غرض نہ تھی کہ جماعت مقلدین کی یا کسی خاص شخص کی توہین کی جائے مگر افسوس ہے کہ علماء مقلدین نے میری منشاء بلکہ روش کے بھی خلاف توہین آمیز الفاظ میں ایک اشتہار دیا ہے جو مئو ضلع اعظم گڈھ سے ۱۶ مارچ سنہ رواں کو میرے پاس پہنچا ہے جس میں میری نسبت بہت سے الفاظ ایسے لکھے ہیں جن سے ان کا غیظ و غضب نمایاں معلوم ہوتا ہے لیکن میں ان کے جواب میں اپنے مسلک کو نہیں چھوڑ سکتا بقول ؎

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلیٰ — نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

اس لئے میں ان الفاظ کو نہ نقل کرتا ہوں اور نہ جواب دیتا ہوں جواب مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ مجیب نے میری منقولہ تعریفاتِ تقلید کو صحیح مان کر لکھا ہے کہ دلیل کی پوری معرفت ہدایہ وغیرہ پڑھنے سے نہیں ہوتی کیونکہ معرفت دلیل اس کو کہتے ہیں کہ دلیل کو پورے طور پر جاننا یالفاظ دیگر یہ جاننا کہ اس کا معارض کوئی نہیں اور یہ منسوخ بھی نہیں وغیرہ ایسا جاننا مجتہد کا خاصہ ہے،

میں کہتا ہوں کہ مجیب نے جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح ہے مگر مجیب صاحب نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ جن علماء کی نسبت میرا سوال ہے وہ تو دلیل کی معرفت تامہ رکھتے ہیں اب میں مجبوراً چند علماء کے اسماء گرامی بطورِ مثال پیش کر کے پوچھتا ہوں کہ کیا مولانا رشید احمد گنگوہیؒ مرحوم، مولانا انور شاہ دیوبندی مرحوم، مولانا محمود الحسن مرحوم، مولانا حسین احمد سلمہ، مولانا اشرف علی مرحوم مولانا احمد رضا بریلوی مرحوم (مجدد مائۃ حاضرہ) وغیرہ اکابر علماء حنفیہ کو بھی دلیل کی معرفت تامہ حاصل تھی یا نہ تھی واللہ مجھے اس کی نفی کرتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے کیونکہ میں ایسا خیال کرنا ان بزرگوں کی ہتک سمجھتا ہوں کیا ہی لطف ہے کہ درسوں میں اور تصنیفوں میں بڑے زور سے اپنے مسائل کو مدلل بیان کریں اور فریق مخالف (اہل حدیث ہوں یا شافعیہ، مالکیہ ہوں یا حنبلیہ، اشعریہ ہوں یا ماتریدیہ) کے دلائل کی تردید اور اپنی تائید پورے طور پر کریں جس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں علیٰ وجہ البصیرت کہتے اور لکھتے ہیں چنانچہ مجیب صاحب خود مانتے ہیں کہ۔

علماء دیوبند اور دیگر علماءِ مقلدین حدیث کا درس دیتے ہیں اور علل حدیث و رجال پر نہایت محققانہ و عالمانہ گفتگو کرتے ہیں اشتہار مذکور پھر معلوم نہیں کہ مجیب صاحب ہماری تائید کرتے ہیں یا ت[illegible] مختصر یہ ہے کہ ہماری دلیل کے دو مقدمے ہیں اول یہ کہ آج کل کے اکابر علماء حنفیہ دلائل شرعیہ کی معرفت تامہ رکھتے ہیں دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جس صاحب کو دلیل کی معرفت تامہ حاصل ہو وہ مقلد نہیں مجیب صاحب کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دونوں مقدمے مسلم ہیں اور ہر ایک طالب علم جانتا ہے کہ جس دلیل کے دونوں مقدمے (صغریٰ کبریٰ

مُسلّم ہوں نتیجہ معلوم ہوتا ہے اس لئے مقام شکر ہے کہ ہمارا اور ہمارے مجیب کا دعویٰ کی صحت پر اتفاق ہو گیا۔ ؎

شکر اللہ کہ میان منُ او صلح فتاد حوریاں رقص کناں سجدۂ شکرانہ زدند

مقلّد کے بعد دوسرا مرحلہ مجتہد کا ہے پہلے اشتہار میں ہم نے اپنا سوال محض تقلید اور مقلد پر منحصر رکھا تھا اب مجیب کی تحریک سے ہم مجتہد کا بھی ذکر کرتے ہیں خدا جانے ان حضرات نے مجتہد کا رتبہ کیا سمجھا ہوا ہے کتب اصولِ فقہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلالت اربعہ (عبارت النص اشارت النص، اقتضاء النص، دلالت النص) سے کام لینا مجتہد کا کام ہے (نور الانوار صد۱۳ مطبوعہ انوار احمدی لکھنوٴ)

پس مجتہد وہ ہے جو ان دلالت اربعہ سے استدلال کر سکے،

ہمارا خیال ہی نہیں بلکہ یہ امر واقع ہے کہ ہندوستان کے اکابر علماء مقلدین دلالت اربعہ سے استدلال کر سکتے ہیں بلکہ کرتے ہیں یہ ان پر خدا کا فضل اور علمی نعمت ہے مقلد کہلانے سے اس نعمت کی ناقدری لازم آتی ہے اس بات کا ان کو اختیار ہے کہ خدا کی نعمت کی قدر کریں یا ناقدری ؎

من نگویم کہ ایں مکن آن کُن

مصلحت بین و کار آساں کُن۔

درفع خلل:۔ کسی اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ ہر علم کی معرفت اس علم کے ائمہ کے اقوال سے ہوتی ہے علم صرف اور نحو کے قواعد علماء صرف اور علماء نحو سے ماخوذ ہوتے ہیں علم لغت کی تحقیق علماء لغت سے ہوتی ہے اس کا نام تقلید رکھ کر تقلید مذہبی کو ثابت کرنا تارِ عنکبوت سے زیادہ ضعیف ہے پس مجیب کے سوال مندرجہ اشتہار کا جواب مختصر یہی ہے کہ بقول آپ کے جو علماء علی درجہ البصیرت علوم شرعیہ کا درس دیتے ہیں وہ مقلد نہیں ہیں بلکہ ہاں توان کو باصطلاحِ علمِ اصول مجتہد کہنا بھی جائز سمجھتا ہوں ہاں آپ کو اختیار ہے کہ فسٹ و سیکنڈ کلاس (اول و دوم درجوں) کا ٹکٹ رکھنے والوں کو تھرڈ کلاس (تیسرے درجہ) میں بٹھلائیں ہیں آپ کو اس سے منع نہیں کر سکتا ہاں میں اپنا عندیہ ان لفظوں میں عرض کر دں گا ہے

گر برسر و چشم من نشینی ۔۔۔ نازت بکشم کہ نازنینی

خادم علماء ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

تنقید بر تقلید:۔ امسال جلسہ احناف مئو ائمہ ضلع الٰہ آباد میں خطبہ صدارت مولوی محمد طیب صاحب دیوبندی نے پڑھا قریباً سارے خطبہ میں آپ نے مسئلہ تقلید ہی کا ذکر کیا پھر اس مضمون کو اتنی اہمیت دی کہ رسالہ دار العلوم دیوبند کے خاص نمبر میں اس کو جگہ دی گئی اس لیے فریق ثانی نے بھی بغرض تحقیق ایک علمی سوال کے عنوان سے اشتہار شائع کیا جو دسمبر ۲۱ء کو جلسہ احناف امرتسر میں تقسیم ہوا اور اسی تاریخ کے اہلحدیث میں بھی درج کیا گیا سوال اس بناء پر تھا کہ علم معقول میں یہ بات مصرح ملتی ہے کہ ہر تعریف کیلئے ضروری ہے کہ وہ دو اوصاف (جامع مانع) سے موصوف ہو اس لئے ہم نے تقلید کی تعریف علماء اصول کے لفظوں میں بتائی تھی اور امام غزالیؒ سے لیکر مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ تک اقوال نقل کئے تھے ساری تعریفوں کا خلاصہ مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے لفظوں میں یہ بتایا تھا کہ۔

تقلید:۔ کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلائے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا (الاقتصاد ص۱۷)

بات تو مختصر تھی کہ تقلید کی تعریف جامع و مانع ہونی چاہیئے برادران احناف جو باوجود عالم معلم علی وجہ البصیرت مصنف ہونے کے اور معرفت تامہ رکھنے کے مقلد کہلاتے ہیں اس سے تقلید کی تعریف مانع نہیں رہتی ایسے حضرات کو چاہیئے کہ تقلید کی تعریف پر غائر نظر ڈال کر اپنے کو اس سے علیحدہ رکھیں اس معقول سوال کے جواب میں ایک اشتہار جمعیت الاحناف، مئو ضلع اعظم گڑھ کی طرف سے نکلا جو تردید کی بجائے ہمارے سوال کی تائید میں تھا کیونکہ اس میں لکھا تھا کہ۔

علماء دیوبند جو ہر سال دورہ حدیث پڑھاتے ہیں اور علل حدیث و رجال پر نہایت محققانہ و عالمانہ گفتگو کرتے ہیں اسی طرح ہندوستان کے اور بہت سے علماء ہیں جو اپنی تصانیف میں بہت خوبی سے بحث کرتے ہیں اہل دانش کے نزدیک اس اعتراف سے ہمارا خیال

مزید قوت پاگئی جو حضرات اتنی قابلیت رکھتے ہیں ان پر تقلید کی تعریف صادق نہیں آتی مگر بغرض مزید توضیح ہم نے ایک مضمون بعنوان جواب الجواب اہلحدیث مورخہ ۲۴ مارچ سنہ رواں میں اور بذریعہ اشتہار مورخہ ۱۰ مارچ (سنہ رواں) کو شائع کیا جو ناظرین کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا اس کے جواب لیں پھر ایک دوسرا اشتہار جمعیت الاحناف مئو نے دبے تاریخ) شائع کیا جو ۲۳ مارچ سنہ رواں کو بذریعہ ڈاک ہمیں ملا اس جواب میں بحث کو اصل مرکز سے دور لے جانے کی کوشش کی گئی ہے جو آداب مصلحین سے بعید ہے اس لئے میں بحث کو مرکز پر لاکر گفتگو کرتا ہوں پس ناظرین اور سامعین غور سے پڑھیں اور سنیں،

خدا جزائے خیر دے علماء :۔ اصول کو جنھوں نے تقلید کی جامع مانع تعریف کرنے کے علاوہ مقلد کے استدلال کا ترازو ایسے صاف الفاظ میں پیش کیا ہے جو ہمارے اور ہمارے مخاطبوں کے درمیان فیصلہ کن ہیں پس ہمارے مخاطب نظر انصاف سے دیکھیں اور سماع قبول سے سنیں علم اصول میں توضیح چھوٹی کی کتاب ہے اس میں مقلد کا طریق استدلال یوں لکھا ہے کہ،

هٰذَا رَأْىُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَكُلَّمَا اَدّٰى اِلَيهِ رَأْىُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَهُوَ عِنْدِيْ صَحِيْحٌ۔

یعنی مقلد کا استدلال یوں ہے کہ یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ رح کی رائے ہے اور امام حنیفہ کی جو رائے ہو وہ میرے نزدیک صحیح ہے کہ

برادران احناف :۔ کیا آپ کا طرز استدلال یہی ہے کیا شیعہ کے سامنے مسئلہ خلافت کے ثبوت میں آپ اس طرز عمل پر قناعت کر سکتے ہیں ہاں اہلحدیث اور شوافع وغیرہ کے مقابلے میں مسئلہ فاتحہ خلف الامام کے متعلق اتنا ہی کافی جانتے ہیں کہ فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنا امام ابوحنیفہ رح کی رائے ہے اس لئے یہی مسئلہ صحیح ہے واللہ مجھے یقین ہے کہ آپ ہرگز ایسا نہیں کرتے اور نہ کر سکیں گے کیونکہ ایسا کرنا آپ کے نزدیک بھی بجوئے نیر زد کا مصداق ہے بلکہ اس سے آگے چل کر آیات اور احادیث سے استدلال کریں گے اب میں پوچھتا کہ وہ استدلال آپ کا اعلیٰ درجہ البصیرت اور معرفت تامہ کے ساتھ ہوگا یا بے بصیرت اور معرفت ناقصہ کے ساتھ پس یہ ایک سوال ہے جس کے متعلق آپ لوگوں کے ضمیر سے میری اپیل ہے،

خدا بھلا کرے مولوی خیر محمد :۔ صاحب جالندھری کا جنھوں نے باوجود دیوبندی مقلد

ہونے کے مسئلہ تقلید کا بہت سا حصہ صاف کر دیا آپ اپنے رسالہ خیر التنقید میں لکھتے ہیں کہ قرآن و حدیث کی نصوص میں تقلید نہیں ہے تقلید صرف مسائل استنباطیہ میں ہے،

اس بنا پر جملہ علماء احناف سے پوچھا کرتا ہوں آپ نماز میں جو جو ارکان ادا کرتے ہیں یہ آپ کے نزدیک منصوص ہیں یا نہیں، مثلاً قیام رکوع سجود اور قعدہ وغیرہ منفرد حالت میں فاتحہ کا پڑھنا مقتدی ہونے کی صورت میں نہ پڑھنا کیا یہ سب افعال منصوص نہیں ہیں، اسی طرح دیگر ارکان سب منصوص ہیں پھر بتائیں کہ ارکانِ اسلام کے ادا کرنے میں آپ مقلد ہوئے یا محقق،

بس یہ ایک سوال ہے جو قابلِ غور ہے باوجود اس کے اگر آپ مقلد ہی کہلانا چاہتے ہیں تو ہمارا اس میں کوئی نقصان نہیں البتہ اس سے دو خرابیاں لازم آئیں گی ایک یہ کہ تقلید کی تعریف مانع نہ رہے گی دوسری یہ کہ آپ کا مخاطب آپ کا میدانِ کلام تنگ کرنے کو کہہ سکتا ہے کہ آپ بحیثیت مقلد پیش ہوئے ہیں تو صرف اپنے امام کا قول پیش کیجئے۔ استدلال بالنص نہ کیجئے بس یہ ہے مدار گفتگو اور یہ ہے مرکز بحث۔

ناظرین کرام:۔ حضرات مقلدین کی تصنیفات ملاحظہ کیجئے کہ ہر مسئلہ پر نصوص پیش کرتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ وہ نصوص ان کے مدعا کو مثبت ہوں یا نہ ہوں حضرات دیوبند نے کتب حدیث کی جو شرح لکھی ہیں ان پر سرسری نظر ڈال کر دیکھئے تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ مصنف جو کچھ لکھتا ہے بڑی بصیرت اور معرفت کے ساتھ لکھتا ہے مگر جب پوچھا جائے تو مجیب صاحب کہتے ہیں کہ ان کو معرفت تامہ حاصل نہیں کیا خوب ہم بہت خوش ہو کر اپنا سوال واپس لیلیں گے اگر حضرات مقلدین یہ اعلان شائع کر دیں کہ ہم نے اپنی تصنیفات میں جو کچھ لکھا ہے یا ہم درس میں اپنے خیالات کی تائید میں جو کچھ کہتے ہیں سب بے بصیرت اور بے معرفت کہتے ہیں اس وقت ہم صرف یہ عرض کرینگے کہ آپ حضرات ذرا غور فرمائیے کہ ضروری مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہوتی ہے اور یہ منطقی قاعدہ آپ کی جملہ تحقیقات علمیہ کے متزلزل کرنے کو کافی ہو گا۔ باقی رہی بحث مجتہد کی اس کے لئے محاذ قائم کرنا بھی ہمارا مقصود نہیں وقت آئے پر اس بحث کیلئے بھی ہم تیار ہیں ہم علماء اصول کی تصریحات سے دکھائیں گے کہ اجتہاد کا منصف رسالت کی وہبی نہیں ہے بلکہ کسبی ہے اور یہ کیسی

بند نہیں ہوا بلکہ برابر جاری چلا آیا ہے اگر یار لوگوں نے امام بخاری رح جیسے مجتہد کو بھی مقلد لکھ دیا ہے تو یہ اُن کی خوش فہمی اور خوش اعتقادی ہے،

مجیب نے دوسرے اشتہار میں یہ بھی سوال کیا ہے کہ تم علماء دیوبند میں سے مولانا حسین احمد صاحب سے پوچھو کہ وہ معرفت تامہ رکھتے ہیں یا نہیں ؟

مجیب نے اس سوال کو مدار فیصلہ قرار دیا ہے میں کہتا ہوں مولانا حسین احمد (نجاہ اللہ من قید الفرنگ) کو پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے آپ نے ان کو درس دیتے ہوئے دیکھا ہوگا اگر نہیں دیکھا تو جب رہا ہو کر آئیں گے تو آپ دیکھ لیجئے گا وہ اپنے مذہب کا اثبات اور فریق مخالف کا ابطال معرفت تامہ سے کرتے ہیں نا معرفت یا غیر تامہ سے۔

اچھا اسے بھی جانے دیجئے میں دو عادل گواہ پیش کرتا ہوں مولانا انور شاہ مرحوم کی درسی نوٹ دو کتابوں کی شکل میں شائع ہوئے ہیں ترمذی کے حواشی عرف الشذی اور بخاری کے حواشی فیض الباری کے نام سے شائع ہوتے ہیں یہ کتابیں بڑے فخر و مباہات کے ساتھ مصر میں چھپوائی گئی ان دونوں کتابوں کو دیکھ لیجئے تو ان کے درس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ مرحوم کس طرح اپنے مسائل کو معرفتِ تامہ کے ساتھ مدلل بیان کرتے ہیں ہاں اس سوال کا جواب میرے ذمہ نہیں ہے کہ علماء دیوبند وغیرہم باوجود معرفت تامہ رکھنے کے مقلد کیوں کہلاتے ہیں میں کہوں گا یہ ان کی تواضع ہے یا پرانا دستور ہے دیکھنا یہ ہے کہ ان کا طریق عمل کیا ہے اگر ان کا طریق عمل بقول صاحب توضیح محض امام کے قول سے استدلال ہے تو بے شک مقلد ہیں اور اگر اس سے بڑھ کر نصوص کے ساتھ استدلال ہے تو آپ ہی ان کا نام تجویز کیجئے

اطلاع :۔ ہماری یہ گفتگو سرِ دست محض تقلید کی جامع مانع تعریف پر ہے ابھی مسائل فرعیہ پر نہیں ہے مشتہرین نے مولانا حسین احمد صاحب سے دریافت کرنے کو لکھا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے ہم مئو ہی کی جماعت احناف کو مخاطب کر کے پوچھتے ہیں کہ وہ اپنا حلفیہ بیان شائع کریں کہ ہمارے علماء کو مسائل شرعیہ کی معرفت تامہ نہیں ہے اس وقت ہم بڑی خوشی سے مندرجہ ذیل شعر اُن کی نذر کریں گے۔ ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زلیخا نے کیا پاک دامن ماہ کنعاں کا۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اصفحہ ۲۵۱)

کِتَابُ التَّقْلِیْدِ وَالْاِجْتِہَادِ

سوال:۔ بعض عالم تقلید کو فرض بتاتے ہیں اور آیت فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ[1] اور آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ[2] میں اہل الذکر اور اولی الامر سے ائمہ مجتہدین مراد لیتے ہیں کیا ان کی یہ بات صحیح ہے؟

الجواب:۔ بعض علماء کی یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں سے تقلید کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے، ان دونوں آیتوں میں اہل الذکر اور اُولی الامر سے ائمہ مراد نہیں ہیں، بلکہ پہلی آیت میں اہل الذکر سے مراد اہل کتاب ہیں اور اس آیت کے مخاطب کفار مکہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو آدمی ہیں پیغمبر کیونکر ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ان کفار کو جواب دیا کہ پہلے بھی جتنے پیغمبر ہوئے سب آدمی ہی تھے، فرشتہ نہ تھے۔ اگر تم کو یہ بات معلوم نہ ہو تو یاد والوں یعنے اہل کتاب یہود و نصارےٰ سے دریافت کرلو پوری آیت اس طرح پر ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[3] (سورۂ نحل) شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں، ونہ[1] فرستادہ ایم پیش از تو مگر مردانے راکہ وحی می فرستادیم بسوئے ایشان، پس سوال کنید از اہل کتاب اگر نمی دانید، اور اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ یعنی پیغمبران[2] سابق آدمی بودند فرشتہ نہ بودند، انتہٰے، اور شاہ عبدالقادر صاحب اس

---

[1] اہل ذکر سے پوچھ لو ۱۲ [2] اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرو ۱۲

[3] ہم نے آپ سے پہلے آدمی ہی رسول بنا کر بھیجے ہیں۔ اگر تم کو اس بات کا علم نہیں تو اہل ذکر سے پوچھ لو ۱۲

نمبر[1] شاہ ولی اللہ کے صاحب زادے شاہ رفیق الدین نے اردو میں یہ ترجمہ لکھا ہے اور نہیں بھیجے ہم نے پہلے تجھ سے مگر مرد کہ وحی بھیجتے تھے ہم طرف انکی پس سوال کرو یاد والوں سے اگر ہو تم نہیں جانتے ۱۲ [2] یعنی سابق پیغمبر آدمی تھے فرشتہ نہ تھے۔ ۱۲

اس آیت کا ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجے تھے ان کی طرف، سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں اور شاہ صاحب موصوف اس کے فائدہ میں لکھتے ہیں یاد رکھنے والے یعنی اہل کتاب کہ اگلے احوال جانتے تھے،

الحاصل بعض علماء کا اہل الذکر سے ائمہ مراد لینا اور اس آیت سے تقلید کو فرض بتانا نہایت غلط اور واہی بات ہے اور دوسری آیت میں اولوا الامر کے معنی حکومت والے ہیں اور یہی معنے مراد بھی ہیں یعنی بادشاہ اسلام اور حاکم جو صاحب حکومت اور با اختیار ہوتے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب اس آیت کا ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں اے مومنان فرمانبرداری کنید خدا را و فرمانبرداری کنید پیغامبر را و فرمانروایان را از جنس شما، اور شاہ عبدالقادر صاحب اس طرح لکھتے ہیں اے ایمان والو! حکم مانو اللہ اور اس کے رسول کا اور ان کا جو تم میں سے اختیار والے ہیں اور فائدہ میں لکھتے ہیں، اختیار والے بادشاہ اور قاضی، اور جو کسی کام پر مقرر ہوں ان کے حکم پر چلنا ضرور ہے الخ

پس بعض علماء کا اس دوسری آیت میں اولی الامر سے ائمہ مجتہدین مراد لینا، اور اس سے تقلید ائمہ مجتہدین کی فرض بتانا بالکل غلط ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین میں سے کوئی بھی صاحب حکومت نہیں تھے اور اگر بالفرض ان میں کوئی صاحب حکومت و با اختیار ہونا بھی تو بھی اس آیت سے اس کی تقلید کرنے کا ثبوت نہیں ہوتا ہے ہاں اس آیت سے اس کے زیر حکومت رعایا پر اس کے حکم کا ماننا فرض اور ضروری ہوتا ہے اور یہ بھی اس کے حاکم ہونے کی وجہ سے نہ کہ اس کے امام دین ہونے کے سبب سے اور حاکم کا حکم ماننا اور بات ہے اور مسائل دینیہ میں اس کی تقلید کرنا اور بات، دیکھو مثلاً سلطان روم کی تمام رعایا جو ان کے زیر حکومت ہیں ان کے حکم ماننے کو ضروری سمجھتے ہیں اور مانتے بھی ہیں مگر نہ ان کی تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ ان کے مقلد ہیں۔

المختصر تقلید نہ تو کسی آیت قرآنیہ سے ثابت ہے اور نہ کسی حدیث سے اور نہ کسی امام نے اپنی تقلید کرنے کی اجازت دی ہے تقلید کے بطلان میں بہت اچھے اچھے رسالے تصنیف

لـه: اے مومنو خدا کی فرمانبرداری کرو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنی جنس کے بادشاہوں اور حاکموں کی فرمانبرداری کرو ۱۲

ہو چکے ہیں، اس کے بطلان کی وجوہ مفصل طور پر دیکھنا ہو، تو ان رسالوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے کتبہ علی محمد عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ عبادات یا معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے یا مجتہدین کے قول پر عمل کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے، یا نہیں۔

الجواب:۔ یہ ہے کہ مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح ناجائز ہے اور گنہگار ہو گا، جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ البتہ تحقیق ہے واسطے تمہارے رسول خدا کے پیروی میں بھلائی فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ الخ ترجمہ پس قسم ہے پروردگار تیرے کی نہیں ایمان لاویں گے یہاں تک کہ بنائیں تجھ کو حکم بیچ اس چیز میں کہ کہ پڑے جھگڑا درمیان ان کے۔

سید محمد نذیر حسین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

سازہ باد خدایا دل ویرانے را　　یا دہ مہر بنان ہیچ مسلمانے را

مخفی نہ رہے کہ حقیقت تقلید کی علمائے حنفیہ متاخرین کے نزدیک عبارت اس سے ہے کہ کلام کسی غیر معصوم کا اپنے اوپر بلا دلیل شرعی کے لازم کر لینا اور اس کو مستحکم پکڑنا حالانکہ یہ طریق مذموم تشریع جدید مخالف حکم خدا تعالیٰ ہے اس لئے کہ بندگان خدا مامور و مجبور اوپر التزام احکام و کلام خدا و رسول کے ہیں نہ غیر کے چنانچہ سورہ یوسف وغیرہ میں خدا فرماتا ہے إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اسی التزام کلام غیر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو الزام دیا، اور رد کیا چنانچہ سورہ توبہ میں فرماتا ہے اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ[1] علماء الیہود ورہبانہم عباد النصاری اربابا من دون اللہ. کذا فی التفسیر الجلالین والتفسیر البیضاوی والتفسیر الکبیر وغیرہ۔

پس عباد اللہ پر اطاعت خدا و رسول کی واجب ہے، نہ غیر کی چنانچہ خدا تعالیٰ سورہ محمد میں فرماتا ہے، أَطِيعُوا[2] اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ اور سورہ نساء میں فرماتا ہے۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

---

[1] انہوں نے اپنے علماء اور پیروں کو خدا کے سوا اپنا رب بنا لیا ۱۲ [2] اللہ و رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو ۱۲۔ [3] اللہ و رسول اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرو اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ و رسول سے کرا لو۔ اگر تم قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو ۱۲

الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ الآیۃ اور بغور ملاحظہ کرو کہ مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحت اسی آیت مذکورہ کے تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ اطاعت[1] امام مشروط و مقید است بچیزہا کہ معصیت آنہا از شرع معلوم نہ باشد والا اطاعت فرض نمی ماند و رجوع باحکام قرآن و اوامر و نواہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم باید نمود۔

اور اسی طرح تفسیر عزیزی مطبوعہ لکھنو ۱۲۷۸؁ میں مولانا علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں تحت آیت بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا کے، کہ[2] درین آیت اشارہ است بابطال تقلید بدو طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید، کہ ہر کرا تقلید می کنی نزد تو محقق است یا نے اگر محقق او را نہ می شناسی پس باوجود احتمال مبطل بودن او چرا او را تقلید می کنی و اگر محقق بودن او را می شناسی، پس بکدام دلیل می شناسی اگر بتقلید دیگر می شناسی، سخن دران خواہد رفت و تسلسل لازم خواہد آمد، و اگر بعقل می شناسی، پس آن را چرا در معرفت حق صرف نہ می کنی و عار تقلید بر خود گوارا میداری، طریق دوم آنکہ کسے را کہ تقلید می کنی اگر این مسئلہ را او ہم بہ تقلید و انستہ است پس تو و او برابر شدید و او را چہ ترجیح ماند کہ تقلید او می کنی، و اگر او بدلیل و انستہ است پس تقلید وقتے تمام می شود کہ تو ہم آن مسئلہ را بہمان دلیل بدانی والا مخالف او باشی نہ مقلد او و چوں تو

---

[1] امام کی اطاعت ان چیزوں کے ساتھ مشروط ہے جن میں گناہ کا علم نہ ہو ورنہ اطاعت نہیں رہے گی، اور قرآن و حدیث کیطرف رجوع کرنا فرض ہو جائیگا۔ ۱۲

[2] آیت بلکہ ہم نے اسی طریقہ پر اپنے باپ دادا کو پایا کے تحت لکھتے ہیں کہ اس آیت میں دو طرح سے تقلید کا ابطال ہے پہلا یہ کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے، کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے اوہ محقق ہے یا نہیں اگر محقق نہیں ہے تو اس کی تقلید کیوں کرتا ہے اور اگر اس کو محقق سمجھتا ہے تو کس طرح سمجھتا ہے کیا کسی کے بتانے سے یا از خود، اگر کسی کے بتانے سے اس کو محقق سمجھتا ہے تو پھر یہی سوال اس کے متعلق ہوگا اور اس طرح دور لازم آئے گا، اور اگر تو اپنی عقل سے سمجھتا ہے کہ وہ محقق ہے تو اس عقل کو تو معرفت حق میں کیوں خرچ نہیں کرتا اور کیوں اپنے لئے تقلید کی عار گوارا کرتا ہے

دوسرا اس طریق سے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے اس نے بھی یہ مسئلہ کسی دلیل سے حاصل کیا ہے یا کسی کی تقلید سے تو اگر وہ بھی کسی کی تقلید کرتا ہے تو تو اور وہ برابر ہوں گے اس کے لئے وجہ ترجیح کیا ہے کہ تو اس کی تقلید کرے اور اگر اس نے اس کو دلیل سے معلوم کیا ہے تو اس کی تقلید تو یہ ہے کہ تو بھی اس کو دلیل

ہم آن مسئلہ را بدلیل دانستی تقلید ضائع شد۔ تمام ہوئی عبارت تفسیر عزیزی اور اسی طرح امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں تم بھی تفسیر عزیزی اور تفسیر کبیر کو بچشم خود دیکھنا کہ تم کو یقین ہو جائے۔ ؎ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

تم لوگ ادنیٰ دنیا کے مقدمہ کے لئے تو لندن پہنچتے ہو، اور مقدمہ دین متین سے سراسر غافل نہاد ہو ؎ غم دین خور کہ غم غم دین است

اور مضمون اس آیت کریمہ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ، سے تم سے قیامت میں پرسش ہو گی اور خداوند کریم سورہ قمر میں فرماتا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ الآیۃ، ترجمہ اردو میں ہے اس کے معنی سے واقف ہو جاؤ اور ہم ایسے مقلد مثل شتر بے مہار کے نہیں ہیں کہ ہر کسی کی بات بلا دلیل مان لیں ہم تو رعیت اور محکوم خدا اور رسول کے ہیں چنانچہ سورہ حشر میں فرماتا ہے، مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ؎

خیالات نادان خلوت نشین　　　بہم برکند عاقبت کفر و دین

علامہ محب اللہ بہاری اپنی کتاب اصول مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں۔ لَا وَاجِبَ[1] إِلَّا مَا أَوْجَبَهُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ لَمْ وَلَمْ يُوجِبْ عَلَىٰ أَحَدٍ أَنْ يَتَمَذْهَبَ بِمَذْهَبِ رَجُلٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ فَإِيجَابُهُ تَشْرِيعُ شَرْعٍ جَدِيدٍ انتہی ما فی مسلم الثبوت و شرحہ لمولانا بحر العلوم اللکھنوی اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ مجتہد مطلق بلا ریب ہیں لیکن یہ بھی ان کے ساتھ دامن گیر ہے، کہ اَلْمُجْتَهِدُ يُصِيبُ وَيُخْطِئُ اسی بنا پر یہ مصرع موزون ہے ؎

متاع نیک ہر دکان کہ باشد

اور جس قیاس کا مقیس علیہ امر واقع ہے وہ قیاس صحیح اور قابل عمل ہے اور جس کا مقیس علیہ صحیح اور امر واقع نہیں ہے وہ حجت اور قابل عمل نہیں، یہ چند سطریں بطور نمونہ مشتے از

سے معلوم کرے ورنہ تو اس کا مقلد نہیں ہو گا بلکہ مخالف ہو گا اور اگر تو بھی دلیل سے معلوم کرے گا تو تقلید ضائع ہو جائے گی لہ جو تم کو رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے باز آجاؤ ۱۲

[1] واجب صرف وہی ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں پر واجب کیا ہے اور اللہ نے کسی آدمی پر یہ واجب نہیں کیا کہ کسی خاص آدمی کا مذہب اختیار کرے اور اس کو خود واجب کر لینا اس کی ایک خود ساختہ شریعت ہے ۱۲

از خرواری سے بیش نظر مولوی اجیر الحق صاحب نشو نما ہوں گی ؎

اند کے باتو بگفتم و بدل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

زیادہ سلام خیر الختام

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد کی نماز مقلد کے پیچھے ہوتی ہے یا نہیں اور مقلد کی نماز غیر مقلد کے پیچھے ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) تقلید امام اعظم کی کرنا شرک ہے یا نہیں،

(۳) جو شخص یہ کہے کہ غیر مقلد کی نماز مقلد کے پیچھے نہیں ہوتی، اس کے لیے حکم شارع کیا ہے مندرجہ بالا سوالات کے جوابات حدیث سے ہونے چاہئیں۔

الجواب:۔ ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہوتی ہے وہ مقلد ہو یا غیر مقلد بشرطیکہ مشرک اور مبتدع ببدعت مکفرہ نہ ہو اس واسطے کہ مشرک کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اور نہ ہی ایسے مبتدع کے پیچھے نماز ہوتی ہے جس کی بدعت مکفرہ ہو، پس جو مقلد مشرک نہیں اور مبتدع ببدعت مکفرہ بھی نہیں ہے اس کے پیچھے نماز بلاشبہ جائز و درست ہے اور ہاں واضح رہے کہ بعض مقلدین کی تقلید مُفْضِیُ اِلَی الشِّرْکِ، (شرک تک پہنچانے والی) ہوتی ہے، سو ایسے مقلدین کے پیچھے نماز جائز نہیں اور تقلید مفضی الی الشرک یہ ہے کہ کسی ایک خاص مجتہد کی اس طرح پر تقلید کرے کہ جب کوئی صحیح حدیث غیر منسوخ اپنے مذہب کے خلاف پاوے تو اس کو قبول نہ کرے اور یہ سمجھے بیٹھا ہو کہ ہمارے امام سے خطا اور غلطی ناممکن ہے اور اس کا ہر قول حق اور صواب ہے اور اپنے دل میں یہ بات جما رکھی ہو کہ ہم اپنے امام کی تقلید ہرگز نہیں چھوڑیں گے، اگرچہ ہمارے مذہب کے خلاف قرآن و حدیث سے دلیل قائم ہو پس جس مقلد کی ایسی تقلید ہو وہ مشرک ہے شاہ ولی اللہ صاحب عقد الجید میں لکھتے ہیں۔ ﴿فِيْمَنْ يَّكُوْنُ عَامِيًّا وَّيُقَلِّدُ رَجُلًا مِّنَ الْفُقَهَاءِ بِعَيْنِهٖ يَرٰى اَنَّهٗ يَمْتَنِعُ مِنْ مِّثْلِهِ الْخَطَاءُ وَاِنَّ مَا قَالَهٗ هُوَ الصَّوَابُ الْبَتَّةَ وَخَمَرَ فِيْ قَلْبِهٖ اَنْ لَّا يَتْرُكَ تَقْلِيْدَهٗ وَاِنْ ظَهَرَ الدَّلِيْلُ عَلٰى خِلَافِهٖ وَذٰلِكَ مَا رَوَاهُ

ع:۔ اور اس عامی آدمی کے متعلق جو کسی متعین فقیہ کی تقلید کرتا ہو اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اس سے غلطی نہیں ہو سکتی وہ جو کچھ کہے صحیح ہے اور اس کے دل میں یہ بات بیٹھ چکی ہو کہ اس کی تقلید کسی صورت میں بھی نہ چھوڑوں گا، خواہ اس کے برخلاف دلیل ثابت ہی کیوں نہ ہو جائے، وہی فتوی ہے جس کو امام ترمذی نے عدی بن حاتم سے

الترمذی عن عدی بن حاتم انہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ قال انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم اذا احلوا لھم شیئا استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئا حرموہ انتہی۔

(۲) امام اعظم صاحب کی تقلید اگر مفضی الی الشرک ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو بے شک امام اعظم صاحب کی یہ تقلید شرک ہے، والا فلا۔

(۳) اس شخص کا علی الاعلان یہ کہنا صحیح نہیں ہے ہاں اگر اس شخص کے اس کہنے سے یہ مراد ہو کہ مقلد مشرک (یعنی جس مقلد کی تقلید مفضی الی الشرک ہو) کے پیچھے غیر مقلد کی نماز نہیں ہوتی تو اس کا یہ کہنا صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، المجیب محمد عبدالحق ملتانی ماہ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ عامی اور غیر عامی پر جو درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچا ہے ایک مذہب کی تقلید کرنا واجب ہے یا نہیں اور جس پر تقلید واجب ہے، اگر وہ ایک مذہب معین کی تقلید نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں اور اس کے ساتھ کھانا پینا اور شادی کی رسم جاری رکھنا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ماہران شریعت غرا پر مخفی نہیں کہ جو شخص مومن باللہ والیوم الآخر اور مصدق ما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ضروریات الدین وغیرھا من الفروعات الشرعیۃ خالصا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ضروریات دین بتلائی ہیں اور شریعت کے فروعات بتلائے ہیں ان کی تصدیق کرتا ہو) رکھتا ہو، اور ہر صورت سے پابند شرع ہو یعنی حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتا ہو پس بے شک وہ شخص مسلمان متقی اور اس آیت کریمہ کا مصداق ہے، لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتاب والنبیین (الی آخر) اولئک الذین صدقوا و

روایت کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت سنی انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو خدا کے سوا رب بنا رکھا تھا تو کہا کہ یہ لوگ ان کی پوجا نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کہہ دیتے تو اس کو حلال جانتے اور اگر حرام کہہ دیتے تو حرام جانتے۔

نہ:۔ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو بلکہ نیک وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر فرشتوں کتابوں اور نبیوں پر ایمان رکھتا ہو (آخر آیت تک) یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں الآیۃ

أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ الآية أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔ وَغَيْرُهَا مِنَ الْآيَاتِ الْقُرْآنِيَّةِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِي ذِمَّتِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ ۔

فی الجملہ جو شخص موصوف بصفات دین اسلام اور احکام شرع پر بطریق اہل سنت کاربند ہو، وہ اگرچہ ایک مذہب معین کا مقلد نہ ہو خواہ عامی ہو یا غیر عامی کہ درجہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو، سو وہ شخص مذکور خاصہ مسلمان اور شریعت محمدیہ کا متبع ہے از روئے شرع شریف اس کی مسلمانی میں کسی طرح کا عیب و نقصان متصور نہیں ہو سکتا بہر حال وہ شخص بمقتضائے اس آیت کریمہ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ کے برادر دینی ہے گو مذہب معین کا التزام نہ رکھتا ہو پھر جو کوئی اس کو برا کہے، اور شادی غمی میں اس سے نفرت و عداوت کرے اور نہ ملے وہ فاسق و مخالف کتاب و سنت اور مبتدع متعصب اغلظ ہے، ایسے متعصب بدعتی اغلظ سے ملنا ترک کرے، کیونکہ بر رضا و رغبت مبتدع سے ملنا ہدم اسلام کا موجب ہے جیسا کہ اس مضمون کی حدیث مشکوۃ وغیرہ میں وارد ہے کیونکہ تقلید شخصی اور التزام مذہب معین پر شارع کا حکم اور خطاب صادر نہیں ہوا، پس جس عقیدہ پر خدا اور رسول کا حکم ناطق نہ ہو، وہ عقیدہ اور عمل مردود اور قبیح ہوتا ہے، قَالَ اللّٰهُ[1] وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَقَالَ[2] اللّٰهُ تَعَالٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ

یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں وغیرہ قرآنی آیات، اور حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد کے رسول ہونے پر راضی ہوا اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا عہد ہے سو اللہ کے عہد میں خیانت نہ کرو ۱۲۔

[1] یہ اگر وہ توبہ کریں، اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں ۱۲ [2] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا، تو اس سے قطعاً قبول نہ کیا جائے گا ۱۲ [3] اللہ تعالیٰ

بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ الاية وَلَيْسَ[۱] لِغَيْرِ اللّٰهِ حُكْمٌ وَاجِبُ الْقَبُولِ وَالْأَمْرُ وَاجِبُ الْإِلْتِزَامِ بَلِ الْحُكْمُ وَالْأَمْرُ وَالتَّكْلِيفُ لَيْسَ إِلَّا لَهُ انتهى ما فى التفسير الكبير والنيشا پوری۔

اور سارے اہل اصول حکم کے معنے شرعاً اس طرح پر لکھتے ہیں اَلْحُكْمُ[۲] خِطَابُ اللّٰهِ تعالى المتعلق بفعل المكلف اقتضاءً اى طلبا وهو اما لطلب الفعل حتما او غيره او طلب الترك كذالك او تخييرا اى اباحة كذا فى مسلم الثبوت في علم الاصول قالوا ان ثبت الطلب الجازم القطعي لفعل غير كف فالفرض او لفعل كف فالحرام وان ثبت الطلب لفعل غير كف بدليل ظني فيه شبهة فالواجب او كف فكراهة التحريم وان لم يكن الطلب جازما بل راجحا فاما ان يكون لفعل غير كف كالندب او كف فكراهة التنزيه وان لم يكن الطلب اصلا بل يكون تخييرا بين الفعل وعدمه فاباحة كذا فى شرح المسلم وغيرهما من كتب الاصول۔

پس تقلید شخصی واقتضا میں داخل نہ تخییر یعنے اباحت میں لان[۳] الاباحة اى ما يكون فعله وتركه متساويين حكم شرعي لان الاباحة من الاحكام ولا حكم الا بالشرع فثبت كون الاباحة حكما شرعيا لانه اى الاباحة خطاب الشرع والخطاب حكم شرعي تخييرا اى من الخطاب التخييري كذا فى مسلم الثبوت وشرحه

نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے ۱۲ [۱] اللہ کے سوا کسی کا حکم واجب القبول اور کسی کا امر واجب الالتزام نہیں ہے بلکہ حکم اور امر اور کسی کو مکلف بنانے کا حق صرف اللہ کا ہے تفسیر کبیر اور نیشاپوری کا اقتباس ختم ہوا ۱۲

[۲] حکم کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا خطاب جو کسی مکلف کے متعلق ہو اگر قطعی دلیل سے حتمی طور پر کرنے کا حکم ہو تو وہ واجب ہے اور اگر ظنی دلیل سے حتمی طور پر روکا جائے تو وہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر کسی کام کا کرنا ضروری قرار نہ دیا جائے بلکہ بہتر سمجھا جائے تو وہ مندوب ہے اگر روکا جائے تو وہ کراہت تنزیہی ہے اور اگر کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا جائے تو اس کا نام اباحت ہے شرح مسلم وغیرہ کتب اصول میں ایسا ہی لکھا ہے ۱۲۔

[۳] اس لئے کہ اباحت یعنی جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو ایک شرعی حکم ہے کیونکہ احکام سے ہے اور حکم شریعت ہی کی ایک شاخ ہے تو معلوم ہوا کہ اباحت حکم شرعی ہے اس لئے کہ اباحت شرع کا خطاب ہے اور خطاب حکم شرعی ہے یعنی اباحت شریعت کا تخییری حکم ہے مسلم الثبوت میں ایسا ہی ہے ۱۲۔

اور جب تقلید شخصی خطاب شرع اور تکلیفات شرعیہ میں داخل نہ ہوئی نہ اقتضاءً نہ تخییراً پس بدعت مذمومہ ہے، کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔[1] وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ کما رواھما البخاری فی صحیحہ، اسی نظر سے فاضل جلیل علامہ بنبیل محمد اسمٰعیل علیہ الرحمۃ والغفران نے تقلید شخصی والتزام مذہب معین کو بدعات حقیقیہ میں شمار کیا ہے وملا علی قاری بسم القوارض وشرح عین العلم میں اور عبد العظیم ملا ابن فروخ مکی قول سدید میں لکھتے ہیں اعلم[2] ان اللہ لم یکلف احدا من عبادہ ان یکون حنفیا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا بل اوجب علیھم الایمان بما بعث بہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم والعمل بشریعتہ انتہی ما فی القول السدید مختصرا

ف:۔ اور اس عاجز نے اگرچہ ایک صورت تقلید شخصی کی معیار الحق میں بسبیل تنزل مباح میں درج کی تھی، لیکن عند التحقیق الحقیق مباح میں بھی داخل نہیں ہو سکتی اس لئے کہ مباح خطاب شارع میں داخل ہے اور تقلید شخصی خطاب شارع سے خارج ہے، کما لا یخفی علی الماھر المتفطن المنصف وفی التفسیر الکبیر المسئلۃ الثانیۃ الاکثرون[3] من المفسرین قالوا لیس المراد من الارباب انھم اعتقدوا فیھم انھم الٰھۃ العالم بل المراد انھم اطاعوھم فی اوامرھم ونواھیھم نقل عن عدی بن حاتم کان نصرانیا فانتھی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقرأ سورۃ براءۃ فوصل الی ھذہ الآیۃ فقلت لسنا نعبدھم فقال الیس یحرمون ما احل اللہ فتحرمونہ

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ہمارے دین میں نیا کام جاری کرے جو اس کا جزو نہ ہو تو وہ کام مردود ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی ایسا کام کرے جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے ۱۲۔

[2] جان لو کہ اللہ تعالےٰ نے کسی بندے کو بھی یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بنے کیونکہ ان کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا فرض قرار دیا ہے، ۱۲

[3] تفسیر کبیر میں ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اہل کتاب کے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اکثر وہ ان کو عقیدۃً خدا سمجھتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ اوامر و نواہی میں ان کی اطاعت کرتے تھے عدی بن حاتم سے روایت ہے (یہ پہلے عیسائی تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب پہنچے تو آپ اس وقت سورہ براءت کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) میں نے عرض کیا کہ ہم تو ان کی عبادت،

يُحِلُّونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَتَسْتَحِلُّونَهُ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ وَقَالَ الرَّبِيعُ قُلْتُ لِأَبِي الْعَالِيَةِ كَيْفَ كَانَتْ تِلْكَ الرُّبُوبِيَّةُ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقَالَ إِنَّهُمْ رُبَّمَا وَجَدُوا فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَا يُخَالِفُ أَقْوَالَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ فَكَانُوا يَأْخُذُونَ بِأَقْوَالِهِمْ وَمَا كَانُوا يَقْبَلُونَ حُكْمَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ شَيْخُنَا وَمَوْلَانَا خَاتَمُ الْمُحَقِّقِينَ وَالْمُجْتَهِدِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدْ شَاهَدْتُ جَمَاعَةً مِنْ مُقَلِّدَةِ الْفُقَهَاءِ قَرَأْتُ عَلَيْهِمْ آيَاتٍ كَثِيرَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي بَعْضِ مَسَائِلَ وَكَانَتْ مَذَاهِبُهُمْ بِخِلَافِ تِلْكَ الْآيَاتِ وَلَمْ يَلْتَفِتُوا إِلَيْهَا وَبَقُوا يَنْظُرُونَ إِلَيَّ كَالْمُتَعَجِّبِ يَعْنِي كَيْفَ يُمْكِنُ الْعَمَلُ بِظَوَاهِرِ الْآيَاتِ مَعَ أَنَّ الرِّوَايَةَ عَنْ سَلَفِنَا وَرَدَتْ عَلٰى خِلَافِهَا وَلَوْ تَأَمَّلْتَ حَقَّ التَّأَمُّلِ وَجَدْتَ هٰذَا الدَّاءَ سَارِيًا فِي عُرُوقِ الْأَكْثَرِينَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا فَإِنْ قِيلَ إِنَّهُ تَعَالٰى لَمَّا كَفَّرَهُمْ بِسَبَبِ أَنَّهُمْ أَطَاعُوا الْأَحْبَارَ وَالرُّهْبَانَ فَالْفَاسِقُ يُطِيعُ الشَّيْطٰنَ فَوَجَبَ الْحُكْمُ بِكُفْرِهِ كَمَا هُوَ قَوْلُ الْخَوَارِجِ فَالْجَوَابُ أَنَّ الْفَاسِقَ وَإِنْ كَانَ يَقْبَلُ دَعْوَةَ الشَّيْطَانِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يُعَظِّمُهُ لٰكِنْ يَلْعَنُهُ وَيَسْتَخِفُّ بِهِ أَمَّا أُولٰئِكَ الْأَتْبَاعُ كَانُوا يَقْبَلُونَ قَوْلَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ وَيُعَظِّمُونَهُمْ فَظَهَرَ الْفَرْقُ انتهى ما في الكبير مختصرًا من سورة

ص ۱. نہیں کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کیا جب وہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیتے تھے، تو تم اس کو حلال یا حرام نہیں سمجھتے تھے میں نے عرض کیا ہاں تو فرمایا یہی ان کی عبادت تھی ربیع کہتے ہیں میں نے ابو العالیہ سے سوال کیا کہ بنی اسرائیل ان کو خدا کس طرح بناتے تھے تو آپ نے کہا وہ کتاب اللہ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ان کے اقوال قبول کر لیا کرتے تھے شاہ ولی اللہ صاحب خاتم المحققین والمجتہدین فرماتے ہیں میں نے فقہائے مقلدین کی ایک جماعت اس طرح کی دیکھی ہے کہ میں نے بعض مسائل میں ان کو قرآن پاک کی آیات پڑھ کر سنائیں، جو ان کے مذہب کے خلاف تھیں تو انہوں نے ان آیات کو نہ تو قبول کیا اور نہ ان کی طرف توجہ ہی کی اور حیران و پریشان دیکھتے رہے مطلب یہ ہے کہ ہمارے مجتہدین کے اقوال اگر ان کے برخلاف ہوں تو ان ظاہر آیات پر عمل کیسے کر سکتے ہیں اگر آپ اچھی طرح غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ بیماری اکثر اہل دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اگر یہ سوال کیا جائے کہ شیطان کی پیروی کرنے والے کو تو صرف فاسق کہا جاتا ہے اور مولویوں اور پیروں کی اطاعت کرنے والوں پر خدا تعالیٰ نے کفر کا فتویٰ کیوں لگا دیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق اگرچہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے لیکن اس کو دل سے برا جانتا ہے اس پر لعنت کرتا ہے اور اس کو ذلیل سمجھتا ہے اور یہ لوگ مولویوں اور پیروں کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ ان کی تعظیم کرتے

تقریر و تقلید مقلدان مذہب بلا دلیل مثل تقریر و تقلید مردمان ایام جاہلیت کے ہے، لہٰذا مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے،

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ، یعنی چوں گفتہ می شود ایشاں را کہ پیروی کنید حکم را کہ خدا نازل کردہ است و وسوسہ شیطان وطریقہ آبا و اجداد خود را بگذارید قَالُوْا گویند کہ ما پیروی حکم خدا نمی کنیم زیرا کہ ما را اگر لیاقت است کہ کنہ حکم الٰہی دریافت نمائیم و نیز از کجا یقین بہم رسانیم کہ آنچہ شما می گوئید حکم الٰہی است بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا یعنی بلکہ ما پیروی کنیم آن رسم ورواج را کہ یافتہ ایم برآن پدران گذشتہ خود را آن چیز را کہ ایشاں از قدیم میخوردند می خوریم وآن چیز را کہ ایشاں حرام می دانستند می دانیم، زیرا کہ پدران گذشتہ ما از ما دانا تر و عاقل تر بودند اگر درین رسم ورواج نقصانے می یافتند ہرگز آن را معمول نمی بہ گذشتند، و نیز اگر با خلاف آبا و اجداد خود کردہ درخوردن و آشامیدن بیبا کی نمائیم مطعون خلائق وخصوصاً اقارب وعشائر خود شویم و ما را از برادری خارج کنند و با ما نشست و برخاست و علاقہ مناکحت و مواکلت موقوف کنند، چنانچہ ہمیں عذر در ہنود ہر قوم از بقال و کالستیہ و راجپوت وغیر ہم از رواج و رسم خود بر نمی گردند و بعضے از جہال مسلمین نیز با موختگی از ایشاں در ترک نکاح بیوگان و دیگر رسوم باطلہ ہمیں قسم اعذار بیان می کنند، و ابن اسحٰق و ابن ابی حاتم از ابن عباس آوردہ، کہ روزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با یہودیان

آپ، ان کو حق پر سمجھتے ہیں، سوان دونوں میں یہ فرق ہے

لہٰ۔ شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں آیت وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے تحت لکھتے ہیں کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ حکم الٰہی کی پیروی کرو اور آبا و اجداد اور شیطان کی پیروی چھوڑ دو تو کہتے ہیں کہ ہم خدا کے حکم کی اطاعت نہیں کر سکتے کیونکہ ہم میں اتنی قابلیت ہی نہیں ہے کہ ہم خدا کے حکم کو سمجھ سکیں اور پھر ہمیں یہ یقین بھی کیوں کر آسکتا ہے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ خداوندی حکم ہے تو اسی رسم و رواج کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے جو وہ کھاتے تھے ہم کھائیں گے جو حرام جانتے تھے ہم اس کو حرام جانیں گے کیونکہ ہمارے باپ دادا ہم سے زیادہ عقل مند تھے اگر اس میں وہ کوئی خرابی دیکھتے تو ضرور اس کو چھوڑ دیتے اور اب اگر ہم ان کی رسم و رواج کی خلاف ورزی کر کے کھائیں پئیں گے، تو تمام آدمی ہم کو طعنہ دیں گے اور خصوصاً برادری ناراض ہو کر ہم کو برادری سے خارج کر دے گی ہم سے تعلقات منقطع کر لیں گے بالکل اسی طرح ہندو بھی اپنے رسم و رواج کو نہیں چھوڑتے اور بعض جاہل مسلمان رسوم باطلہ کے ترک کرنے میں یا بیوہ کا دوسرا نکاح کرنے میں بالکل یہی عذر پیش کرتے ہیں ابن ابی اسحاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی سے روایت کیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ہم کلام شدہ آن قدر الیشان را خوبی ہائے اسلام فہمانیدند و در ترک قبول اسلام آن قدر الیشان را لاجواب کردند، کہ ہیچ جائے عذر نماند و مقطع سخن برین افتاد کہ رافع بن خارجہ و مالک بن عوف و دیگر دانشمندان آنہا گفتند، کہ حقیقت دین شما مسلم لیکن، نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا فَهُمْ كَانُوا أَعْلَمَ وَخَيْرًا مِنَّا۔ پس حق تعالیٰ این آیت نازل فرمودہ۔

بعد اس کے شاہ صاحب مرحوم تحت مضامین اس آیت مذکور کے فرماتے ہیں،

چہارم آنکہ درین آیت اشارہ است بابطال تقلید بدو طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر کرا تقلید می کنی نزد تو محقق است یا نے اگر محقق بودن او را نہ می شناسی پس با وجود احتمال مبطل بودن او چرا او را تقلید می کنی و اگر محقق بودن او را می شناسی پس بکدام دلیل می شناسی اگر بہ تقلید دیگری می شناسی سخن دران خواہد رفت و تسلسل لازم خواہد آمد و اگر بعقل می شناسی، پس آنرا چرا در معرفت حق صرف نہ می کنی و عار تقلید بر خود گوارا مید اری طریق دوم آنکہ کسے را کہ تقلید می کنی اگر این مسئلہ را او ہم بتقلید دانستہ است، پس تو و او برابر شدید او را چہ ترجیح ماند کہ تقلید او می کنی، و اگر بدلیل دانستہ پس تقلید د رفتے تمام می سود کہ تو ہم آن مسئلہ را ہماں دلیل بدانی

نے یہودیوں سے کلام شروع کیا ان کو اسلام کی خوبیاں اس طرح سمجھائیں اور اسلام قبول نہ کرنے کے بارے میں ان کو ایسا لاجواب کیا کہ کوئی عذر باقی نہ رہ گیا بالآخر رافع بن خارجہ اور مالک بن عوف نے کہا کہ آپ کے دین کی حقانیت تو مسلم ہے لیکن ہم اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے، کیونکہ وہ ہم سے بہتر بھی تھے اور عالم بھی زیادہ تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس آیت میں تقلید کے ابطال کی طرف اشارہ ہے دو طریق سے پہلی وجہ یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیئے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے، وہ تیرے نزدیک حق پر ہے یا نہیں اگر تو اس کے حق پر ہونے کو نہیں جانتا اور اس کے غلطی پر ہونے کے احتمال کو بھی سمجھتا ہے تو اس کی تقلید کیوں کرتا ہے اور اگر اس کا حق پر ہونا جانتا ہے، تو کیونکر جانتا ہے اگر کسی اور کے کہنے پر تجھے اعتبار آ گیا ہے تو پھر اس کا حق پر ہونا جانتا ہے یا نہیں اس طرح تسلسل اور دور لازم آئے گا، اور اگر عقل سے اس کا حق پر ہونا سمجھتا ہے تو اس عقل کو حق کی معرفت میں کیوں استعمال نہیں کرتا، کیوں اپنے لئے تقلید کی ذلت گوارا کرتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے اس نے بھی اس مسئلہ کو تقلید سے معلوم کیا ہے یا دلیل سے اگر اس نے بھی اسے تقلید ہی سے معلوم کیا ہے تو پھر تو اور وہ برابر ہو گئے وہ تجھ سے بہتر کیونکر ہوا اور اس نے اگر اسے دلیل سے معلوم کیا ہے تو اس کی صحیح تقلید تو یہ ہے کہ تو بھی اسے دلیل سے معلوم کر ورنہ تو اس،

والا مخالف او باشی نہ مقلد او و چوں تو ہم آن مسئلہ را بدلیل دانستی تقلید ضائع شد انتہی ما فی العزیزی،

قال فی التفسیر الکبیر المسئلۃ الثانیۃ معنی الآیۃ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَمَرَھُمْ بِاَنْ یَتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الدَّلَائِلِ الْبَاھِرَۃِ فَھُمْ قَالُوْا لَا نَتَّبِعُ ذٰلِکَ وَاِنَّمَا نَتَّبِعُ اٰبَاءَنَا وَاَسْلَافَنَا فَکَاَنَّمَا عَارَضُوا الدَّلَالَۃَ بِالتَّقْلِیْدِ وَاَجَابَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ بِقَوْلِہٖ اَوَلَوْ کَانَ اٰبَاؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ وَفِیْہِ مَسَائِلُ۔ اَلْمَسْئَلَۃُ الثَّانِیَۃُ تَقْرِیْرُ ھٰذَا الْجَوَابِ مِنْ وُجُوْہٍ اَحَدُھَا اَنْ یُقَالَ لِلْمُقَلِّدِ ھَلْ تَعْتَرِفُ بِاَنَّ شَرْطَ جَوَازِ تَقْلِیْدِ الْاِنْسَانِ اَنْ یَعْلَمَ کَوْنَہٗ مُحِقًّا اَمْ لَا فَاِنِ اعْتَرَفَ بِذٰلِکَ لَمْ یَعْلَمْ جَوَازَ تَقْلِیْدِہٖ اِلَّا بَعْدَ اَنْ تَعْرِفَ کَوْنَہٗ مُحِقًّا فَکَیْفَ عَرَفْتَ اَنَّہٗ مُحِقٌّ وَاِنْ عَرَفْتَہٗ بِتَقْلِیْدٍ اٰخَرَ لَزِمَ التَّسَلْسُلُ وَاِنْ عَرَفْتَہٗ بِالْعَقْلِ فَذَاکَ کَافٍ فَلَا حَاجَۃَ اِلَی التَّقْلِیْدِ وَاِنْ قُلْتَ لَیْسَ مِنْ شَرْطِ جَوَازِ تَقْلِیْدِہٖ اَنْ یَعْلَمَ کَوْنَہٗ مُحِقًّا فَاِذَنْ قَدْ جَوَّزْتَ تَقْلِیْدَہٗ وَاِنْ کَانَ مُبْطِلًا فَاِذَنْ اَنْتَ عَلٰی تَقْلِیْدِکَ لَا تَعْلَمُ اَنَّکَ مُحِقٌّ اَوْ مُبْطِلٌ۔

وَثَانِیْھَا اِنَّ ذٰلِکَ الْمُتَقَدِّمَ کَانَ عَالِمًا بِھٰذَا الشَّیْءِ اِلَّا اَنَّا لَوْ قَدَّرْنَا اِنَّ ذٰلِکَ الْمُتَقَدِّمَ مَا کَانَ عَالِمًا بِذٰلِکَ الشَّیْءِ قَطُّ وَمَا اخْتَارَ فِیْہِ الْبَتَّۃَ مَذْھَبًا فَاَنْتَ مَاذَا کُنْتَ

مخالف ہوگا نہ کہ مقلد اور جب تو نے اس کو دلیل سے معلوم کر لیا تو تقلید ختم ہو گئی۔

تفسیر کبیر میں کہا ہے دوسرا مسئلہ آیت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ خداوند تعالیٰ کی واضح دلیلوں کی پیروی کرو تو انہوں نے جواب کہا کہ ہم اس کی پیروی کریں گے ہم تو اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے اگویا انہوں نے دلیل کا مقابلہ تقلید سے کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ اگرچہ ان کے باپ بے سمجھ اور گمراہ ہی ہوں تب بھی انہی کی پیروی کریں گے اور اس میں بہت مسائل ہیں دوسرا مسئلہ اس جواب کی کئی طریق سے تقریر کا ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے کیا تو یہ اقرار کرتا ہے کہ کسی انسان کی تقلید کرنے کے لئے اس کے حق پر ہونے کا علم بھی ضروری ہے یا نہیں اگر وہ اقرار کرے کہ ہاں اس کے حق پر ہونے کا علم ضروری ہے تو اس سے پوچھا جائے کہ تم کو اس کا حق پر ہونا کیسے معلوم ہوا؟ اگر کسی دوسرے کی تقلید سے ہوا ہے تو تسلسل اور دور لازم آئے گا اور اگر تو نے عقل سے معلوم کر لیا ہے تو یہ عقل دلیل تلاش کرنے کے لئے کافی ہے، تقلید کی ضرورت نہیں ہے اور اگر مقلد کے حق پر ہونے کا علم ضروری نہیں سمجھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے اس کے باطل پر ہونے کے جواز کے باوجود اس کی تقلید کر لی اس وقت تم کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ تم حق پر ہو یا باطل پر دوسری وجہ یہ ہے کہ فرض کرو جس کی تم تقلید کرتے ہو

تَعمَلُ فَلَا تَقدِيرَ اَن لَا يُوجَدَ ذٰلِكَ الْمُتَقَدِّمُ وَلَا مَذهَبُهُ كَانَ لَابُدَّ مِنَ الْعُدُولِ إِلَى النَّظَرِ فَكَذَا هٰهُنَا۔

وَثَالِثُهَا اِنَّكَ اِن قَلَّدتَ مَن قَبلَكَ فَذٰلِكَ الْمُتَقَدِّمُ كَيفَ عَرَفتَهُ اَعَرَفتَهُ بِتَقلِيدٍ اَم لَا بِتَقلِيدٍ فَاِن عَرَفتَهُ بِتَقلِيدٍ لَزِمَ اَمَّا الدَّورُ وَاَمَّا التَّسَلسُلُ وَاِن عَرَفتَهُ لَا بِتَقلِيدٍ بَل بِدَلِيلٍ فَاِذَا اَوجَبتَ تَقلِيدَ ذٰلِكَ الْمُتَقَدِّمِ وَجَبَ اَن تَطلُبَ الْعِلمَ بِالدَّلِيلِ لَا بِالتَّقلِيدِ لِاَنَّكَ لَو طَلَبتَ بِالتَّقلِيدِ لَا بِالدَّلِيلِ مَعَ اَنَّ ذٰلِكَ الْمُتَقَدِّمُ طَلَبَهُ بِالدَّلِيلِ لَا بِالتَّقلِيدِ كُنتَ مُخَالِفًا لَهُ فَثَبَتَ اِنَّ الْقَولَ بِالتَّقلِيدِ يُفضِي ثُبُوتُهُ اِلٰى نَفيِهٖ فَيَكُونُ بَاطِلًا انتهى ما فى الكبير۔

نَزَلَت فِى الْمُشرِكِينَ اُمِرُوا بِاتِّبَاعِ الْقُراٰنِ وَسَائِرِ مَا اَنزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْحُجَجِ الْقَاهِرَةِ وَالْبَيِّنَاتِ الْبَاهِرَةِ فَجَنَحُوا اِلَى التَّقلِيدِ وَقِيلَ نَزَلَت فِى طَائِفَةٍ مِنَ الْيَهُودِ دَعَاهُم رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْاِسلَامِ فَقَالُوا بَل نَتَّبِعُ مَا وَجَدنَا عَلَيهِ اٰبَاءَنَا لِاَنَّهُم كَانُوا خَيرًا مِنَّا وَاَعلَمَ اِلٰى اٰخِرِ مَا فِى التفسير ابى السعود۔

پس آیات کریمہ مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مقلدان زمانہ باوصف درس وتدریس صحاح ستہ وقرآن مجید کے بنا بر اعتماد قواعد مخترعہ متاخرین اور روش وعادت اہل کتاب ونصوص صریحہ قرآن وحدیث سے بلطائف الحیل وتاویلات رکیکہ مقابلہ ومعارضہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو اس قدر فہم وفراست کہاں کہ مقاصد قرآن وحدیث پر عبور کریں جو کچھ اسلاف کرام نے قواعد واصول مقرر کیے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں، پس ان پر فرمودہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

اگر اس کو اس مسئلہ کا علم نہ ہوتا یا وہ خود ہی دنیا میں پیدا نہ ہوتا تو تم کیا کرتے یقیناً تم کو کسی اور کی طرف نگاہ اٹھانا پڑتی سو اب بھی ایسا ہی کیوں نہیں کر لیتے،

تیسری وجہ یہ ہے کہ جس پہلے آدمی کی تم تقلید کر رہے ہو، اس نے اس مسئلہ کو کیسے معلوم کیا، اگر کسی اور کی تقلید سے معلوم کیا ہے تو دور لازم آئے گی تو معلوم ہو گیا اور اگر اس نے دلیل سے معلوم کیا ہے تو اس کی تقلید تو یہ ہے کہ تم بھی دلیل سے اس کو معلوم کرو ورنہ مخالفت لازم آئے گی تو معلوم ہو گیا کہ تقلید سے کوئی بات کہنا تقلید کی نفی کی طرف لے جاتا ہے پس تقلید باطل ٹھہری تفسیر کبیر کا مضمون ختم ہوا یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی کہ جب ان کو دلائل کے اتباع کی دعوت دی گئی تو وہ تقلید آباء کی طرف جھک گئے بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی ان کو حضور نے اسلام کی دعوت دی تو وہ کہنے لگے ہمارے باپ دادا ہم سے بہتر تھے زیادہ عالم تھے ہم ان کی پیروی کریں گے (ابو السعود)

راست آیا۔ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ۔ انتہی مَا فِي صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهٖ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ۔

ان نافہم مقلدوں کے ہمچنین طریقہ وشعار پرصد ہزار افسوس ہے کہ ائمہ مجتہدین کے اقوال پر بھی کاربند نہیں ہوتے، بلکہ بمقتضائے مضمون آیت کریمہ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ، یعنی وادی جہالت میں سرگرداں رہتے ہیں اور نابعداران ومتبعانِ خدا اور رسول کو بزعم فاسد خود سب وشتم وزدوکوب کرتے ہیں اور لامذہب وبددین کہتے ہیں، پس ان کے یہ تمام آثار وشعار بہ سبب ہوائے نفسانی وموجب عدم تدبر قرآن وحدیث واقوال سلف صالحین ومتاخرین محققین کے خلاف ہیں اور اقوال بلا دلیل پر نازاں وفرحاں ہیں مسلم الثبوت میں مذکور ہے،

عَنْ اَئِمَّتِنَا لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يُّفْتِيَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ اَيْنَ قُلْنَا انتہی وھکذا فی سمر القوارض للملا علی قاری الہروی

واسامی کتب اہل اصول مذہب حنفی وغیرہ کے عدم وجوب تقلید شخصی میں یہ ہیں، باب ثامن عشر قضا فتاوے عالمگیری، وفتح القدیر وتحریر الاصول لابن الہمام، وتقریر شرح تحریر صاحب عنایہ وتحبیر شرح تحریر امیر الحاج وشرح تحریر سید بادشاہ، شرح منہاج علامہ قاسم ومسلم الثبوت محب اللہ البہاری ومختصر الاصول ابن حاجب وعضدی شرح مختصر الاصول وشرح تحریر ومسلم مولانا نظام الدین وبحر العلوم مولوی عبدالعلی، وعقد الفرید شرنبلالی وطحطاوی ورد المختار، وطوالع الانوار حواشی در مختار ومغتنم الحصول علامہ حبیب اللہ قندھاری وقول سدید شیخ الشیوخ سید احمد طحطاوی وتحصیل التعرف فی معرفت الفقہ والتصوف شیخ عبدالحق محدث دہلوی وکتاب الرد علی من اخلد الی الارض للشیخ جلال الدین السیوطی وعلامہ عبدالبر وقرانی در شرح اصول وعبدالوہاب در میزان دلیرافیت وعقد الجید وحجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وسوالات عشرہ شاہ عبدالعزیز وقاضی ثناء اللہ پانی پتی

۱؎: تم اپنے سے پہلے لوگوں کی پوری پوری پیروی کروگے بالشت بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے بل میں گھسا ہوگا تو تم بھی گھسو گے ہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول یہود ونصاریٰ کی پیروی کریں گے آپ نے فرمایا اور کس کی؟ ۱۲ ۲؎: ہمارے اماموں کا قول ہے کہ کسی آدمی کو اس وقت تک ہمارے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہم نے وہ قول کیوں کہا، ملا علی قاری کی سمر القوارض میں بھی اسی طرح ہے ۱۲

کا رسالہ عمل بالحدیث و کتاب فارسی جو گویا ترجمہ مسلم الثبوت ہے تنویر العینین و ایضاح الحق مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی، جیسا کہ واقفان و مزاولان کتب مذکورہ پر مخفی نہیں ہے اس صورت میں مقلدین ہوا پرستان پر واجب ہے کہ بنظر انصاف و تدبر تمام کتب مذکورہ کو ملاحظہ فرما کر افراط و تفریط سے باز آویں، تا رضائے مولا پا دیں سے

اندکے با تو بگفتم و بدل ترسیدم — کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

واضح ہو کہ جاہل ناواقف پر بمقتضائے لَوْ كُنَّا[1] نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ الاية هَلْ[2] يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الاية فَاسْئَلُوْا[3] اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وَغَيْرُهَا مِنَ الْاٰيَاتِ مسائل کا پوچھنا اور سیکھنا اشر عافرض و واجب ہے یعنی ہر جاہل لاعلمی کے وقت کسی عالم اہل الذکر سے خواہ وہ عالم افضل ہو، خواہ وہ فاضل خواہ مفضول ہو، کیونکہ اہل الذکر عند التحقیق عام ہے مسئلہ دریافت کر لیا کرے خواہ ایک عالم اہل ذکر سے پوچھے یا دو سے، فی الجملہ جس سے تسلی اور دلجمعی ہو، پھر جب ایک سے یا دو سے مثلاً دریافت کر لیا عہدہ تکلیف سے باہر ہو گیا، اس پر شرعاً مواخذہ نہ رہا اور اسی پر قطعاً اجماع ہو چکا،

اِعْلَمُوْا[4] اَنَّ كُلًّا مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ الْكَامِلِيْنَ مِنْ اَهْلِ الذِّكْرِ الَّذِيْنَ وَجَبَ سُؤَالُهُمْ وَاتِّبَاعُهُمْ لِمَنْ لَمْ يَصِلْ اِلٰى دَرَجَةِ النَّظَرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ فَاِذَا عَمِلَ اَحَدٌ مِنَ الْمُقَلِّدِيْنَ بِقَوْلِ اَحَدٍ مِنْهُمْ فَقَدْ اَدّٰى مَا عَلَيْهِ هٰذَا خُلَاصَةُ مَا يُسْتَفَادُ مِنَ الْقَوْلِ السَّدِيْدِ وَغَيْرِهٖ۔ مسئلہ يَجُوْزُ تَقْلِيْدُ الْمَفْضُوْلِ مَعَ وُجُوْدِ الْاَفْضَلِ فِي الْعِلْمِ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَعَنْ اَحْمَدَ وَكَثِيْرٍ الْمَنْعُ لَنَا يَجِبُ النَّظَرُ فِي الْاَرْجَحِ ثُمَّ اتِّبَاعُهُ لَنَا اَوَّلًا كَمَا اَقُوْلُ عُمُوْمُ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ وَثَانِيًا

---

[1] :۔ اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے ۱۲ [2] کیا جاہل اور عالم کبھی برابر ہو سکتے ہیں ۱۲ [3] اگر تم کو معلوم نہیں تو اہل ذکر (علم والوں) سے پوچھ لو ۱۲

[4] جان لینا چاہیئے کہ ہر اس آدمی کے لئے جو درجہ نظر و استدلال تک نہیں پہنچا ہے، سارے مجتہد اور علمائے کاملین اہل ذکر ہیں جن سے مسئلہ پوچھنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، جب کوئی مقلد کسی عالم کے قول پر عمل کرے گا تو اس نے اپنی تحقیق کر لی القول السدید وغیرہ سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ :۔ افضل اور اعلم کے ہوتے ہوئے بھی مفضول کی تقلید اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے، ہاں امام احمد اور کچھ دوسرے علماء اس کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک زیادہ صحیح کی تلاش ضروری ہے،

اَلْقَطْعُ فِی عَصْرِ الصَّحَابَۃِ بِاسْتِفْتَاءِ کُلِّ صَحَابِیٍّ مَفْضُوْلٍ فَکَانَ اِجْمَاعًا وَمِنْ ثَمَّ قَالَ الْاِمَامُ لَوْلَا اِجْمَاعُ الصَّحَابَۃِ لَکَانَ مَذْھَبُ الْخَصْمِ اَوْلٰی انتھی مَا فِی مسلم الثبوت۔ فَمَنْ اَنْکَرَ عُمُوْمَ اَھْلِ الذِّکْرِ فَاَوْلٰی لَہٗ ثُمَّ اَوْلٰی لَہٗ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَالْبَاطِلَ بَاطِلًا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَلْبَابِ۔

الراقم عاجز سید محمد نذیر حسین

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

زشرف سید کونین شد شریف حسین | سید احمد حسن | بہ طفیل نبی الٰہی بخش | شہاب الدین

جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا۔ فی الواقع یہ رسالہ مسمی بہ ثبوت الحق الحقیق واسطے حق کے کافی ہے اور واسطے ہدایت کے وافی ہے۔

حررہ محمد عبد الرؤف مہد الوی عظیم آبادی

محمد عبد الرؤف | محمد عبد العزیز | عظیم آبادی

خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین | عظیم آبادی | ابو النصر محمد عبد الغفار | مہد الوی عظیم آبادی

محمد نظیر حسن ابو نعیم ۱۲۹۶ | عظیم آبادی | محمد عبد الصمد ابن ملا عبد الواحد خان | مشہود الحق بتوفیق خدا باد

محمد ۱۲۹۵ زاحمد شد ابو الحامد

محمد غلام اکبر خان

عظیم آبادی

محمد غلام اکبر خان | دہلوی

محمد عبد القادر | جلیسری

محمد عبد الحمید | جلیسری

محمد عبد الحمید

محمد عبد العزیز خادم شرع عزیز

فیروز پوری ثم الجلال آبادی

محمد عبد العزیز | رحیم آبادی

محمد عبد الغفار | بنگالی

نعم المولٰی ونعم النصیر

نصیر الحق عظیم آبادی

زنور الحسن ۱۲۹۲ جہان شد منور

حفیظ اللہ بنگالی

عبد الغفور بنگالی

محمد امیر علی عفی عنہ | لکھنوی

محمد قاسم عفی عنہ | شاہ آبادی

محمد عبد السبحان خان | مئو شمس آبادی

لہ۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اولا اللہ تعالٰی نے اہل الذکر میں عموم رکھا ہے اور ثانیاً صحابہ کے زمانہ میں یہ فیصلہ ہو گیا کہ افضل کے ہوتے مفضول صحابہ بھی فتوی دیا کرتے تھے تو گویا اس طرح پر اجماع ہو گیا یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا اگر صحابہ کا اجماع نہ ہوتا تو ہمارے مخالفین کی بات راجح ہوتی مسلم الثبوت کا مضمون ختم ہوا سو جو عموم اہل ذکر کا انکار کرے اس پر نہایت ہی افسوس ہے خداوندا ہمیں حق حق دکھا اور باطل باطل ۱۲

محمد عبدالحق پنجابی	محمد جمیل اعظم گڈھی		
محمد سعید کنجاہی	محمد حسین خان عفی عنہ ساکن قصبہ مغلپور متعلقہ مراد آباد	محمد راج شاہی ساکن جامریہ	رحیم اللہ عفی عنہ مئوی
علی حسن خان حمید پوری ضلع اعظم گڈھ	عبدالہادی الاسلام آبادی	محمد امیر حسن البہاری عظیم آبادی	
محمد ظل الرحیم نصیر آبادی	محمد حسین پنجابی سلطان پوری	محمد گلزار حسین عفی عنہ	
محمد عبدالعزیز مراد آبادی	حافظ اللہ دیا پنجابی	نور محمد اعظم المئوی اعظم گڈھی، (فتاویٰ نذیریہ جلد اول صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۲)	

سوال:۔ چہ فرمایند علمائے دین در حق شخصے کہ ایمان بخدا و ملائکہ و کتب منزلہ و پیغمبران و قیامت و تمامی ضروریات ایمان میدارد، و اقرار شہادتین نمودہ ادائے صلوٰۃ و صوم مینماید و ارادہ ادائے حج و زکوٰۃ بشرط فرض شدن آنہا میدارد و امیدوار رحمت پروردگار و خائف از عذاب او می باشد، و مجتنب از ہمہ اقسام مناہی است و علی الخصوص از منافیات ایمان و تمامی برگزیدگان بارگاہ صمدیت را از صحابہ و تابعین و تمامی مجتہدین و اولیاء اللہ و علمائے ربانی را مقتدائے خود داند، و بر طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین عمل می نماید و بہ ہیچ وجہ در عقائد اہل سنت و اعمال نقصان نمی نماید بلکہ بخیال سہو و خطا در عقائد و عمل دائما استغفار و تعوذ در زبان میدارد بالجملہ بجمیع ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تصدیق میکند و بحسب استطاعت در اخلاق و اعمال شرعیہ فرو گذاشت نمی کند، آیا جامع این اوصاف مسلمان است یا نہ و کسے کہ این چنین شخص را کافر گوید و بطلان اسلامش اعتقاد می کند بہ سبب آنکہ مذہب خود را بسوئے حنفیت و شافعیت و غیرہما نسبت نمی کند حال این تکفیر کنندہ چیست بینوا توجروا

الجواب:۔ در صورت صدق مستفتی ہر کہ این شخص را کافر می گوید، و بطلان اسلامش

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص خدا فرشتوں تمام منزل کتابوں اور پیغمبروں اور قیامت پر یقین رکھتا ہے شہادتین کا اقرار کرتا ہے نماز روزے کا پابند ہے حج اور زکوٰۃ اگر فرض ہو جائے تو ان کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے خدا کی رحمت کا امیدوار اور اس کے عذاب سے ترساں ہے تمام برے کاموں سے پرہیز کرتا ہے بزرگان دین صحابہ و تابعین کو اپنا مقتدا جانتا ہے غرضیکہ اہل سنت کے عقائد میں سے کسی میں کمی نہیں کرتا، اور اپنی غلطیوں سے ہر وقت استغفار کرتا رہتا ہے حتی المقدور نیک کام کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اپنے آپ کو حنفی یا شافعی نہیں کہلاتا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں اور اگر کوئی اس کو کافر کہے تو اس کا اپنا حال کیا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جو شخص ایسے آدمی کو کافر کہے وہ خود کافر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے،

اعتقاد می کند او خود کافر می گردد، در مجمع البحار است در شرح حدیث مَنْ قَالَ لِاَخِيْهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهٖ لِاَنَّهٗ اِنْ صَدَقَ عَلَيْهِ فَهُوَ كَافِرٌ وَاِنْ كَذَبَ عَادَ الْكُفْرُ اِلَيْهِ اَيْ كُفْرٌ بِفَرْعٍ مِنْ فُرُوْعِ الْاِيْمَانِ وَلَا يَخْرُجُ عَنْ اَصْلِ الْاِيْمَانِ وَاِنْ كَذَبَ وَاعْتَقَدَ بُطْلَانَ الْاِسْلَامِ رَجَعَتْ اِلَى الْقَائِلِ وَكَذَا اِنِ اسْتَحَلَّهٗ وَاِلَّا فَمُجَرَّدُ تَكْفِيْرِهٖ فِسْقٌ لَا يُوْجِبُ الْكُفْرَ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ بِالتَّنْوِيْنِ خَبَرُ مُبْتَدَاءٍ مَحْذُوْفٍ اَيْ هُوَ كَافِرٌ وَمَرَّ فِيْ يَا كَافِرُ انتهی۔ وظاہر است کہ نسبت نہ کردن مذہب خود بیکے از ائمہ مجتہدین بالخصوص منافی ایمان نیست تا بہ سببش ایمان العیاذ باللہ تعالیٰ سلب شود و کافر گردد، و کتاب مسلم در اصول فقہ کہ مثلش درین علم کتابے دیگر نیست، نزد علمائے محققین بر لفظ فیہ مافیہ تمام گشتہ مصنف او رحمہ اللہ در حاشیہ این نوشتہ قَالَ الْعِرَاقِيُّ اِنْعَقَدَ الْاِجْمَاعُ عَلٰى مَنْ اَسْلَمَ فَلَهٗ اَنْ يُّقَلِّدَ مَنْ شَاءَ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ غَيْرِ حَجْرٍ وَاَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَفْتٰى اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ اَمِيْرَيِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَهٗ اَنْ يَّسْتَفْتِيَ اَبَا هُرَيْرَةَ وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَغَيْرَهُمَا وَيَعْمَلُ بِقَوْلِهِمْ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ فَمَنِ ادَّعٰى بِرَفْعِ هٰذَيْنِ الْاِجْمَاعَيْنِ فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ ۔

ازیں ہر دو اجماع خصوصاً از اجماع ثانی ثابت شد کہ کسے کہ مذہب خود بیکے از مجتہدین منتسب نہ کند، کافر نمی گردد، و کسے کہ کافر می گوید بر و لازم می آید کہ او تکفیر صحابہ کرام و تابعین غیر مجتہدین می کند نَعُوْذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ ذٰلِكَ۔ اگر مکفر در جواب بگوید، کہ ہر دو اجماع مذکور یا

جو اپنے بھائی کو کافر کہے، تو اگر وہ واقعی کافر ہو تو وہ کفر کا فتویٰ اس پر جاری ہوگا اور اگر وہ کافر نہ ہو تو کہنے والا خود کافر ہو جائیگا۔
اور یہ ظاہر بات ہے کہ اپنے آپ کو ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی طرف منسوب نہ کرنا ایمان کے منافی نہیں ہے کہ اس کے سبب سے آدمی کافر ہو جائے۔ مسلم الثبوت اصول فقہ میں ایک نہایت بیش قیمت کتاب ہے اس کے مصنف نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ عراقی کہتے ہیں اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جو آدمی مسلمان ہو اس کو حق ہے کہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک کی تقلید کرے اور صحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی آدمی ابوبکر و عمر امیر المومنین سے مسئلہ پوچھے تو اس کو یہ بھی حق ہے کہ ابوہریرہ اور معاذ بن جبل سے بھی مسئلہ پوچھ لے اور جس کے قول پر چاہے عمل کرے اور اگر کوئی اس کے برخلاف کہے تو وہ دلیل بیان کر دے،
ان دونوں اجماعوں خصوصاً دوسرے اجماع سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی آدمی کسی مجتہد کی طرف منسوب نہ ہو تو وہ کافر نہیں ہو جاتا اور اگر کوئی اس کو کافر کہے تو اسے چاہیے کہ پہلے صحابہ اور تابعین پر کفر کا فتویٰ لگائے، اگر

یا اجماع ثالث کہ بر خلاف ہر دو اجماع مذکور منعقد شدہ منسوخ شد نہ اجماع ثالث بر این است کہ مذہب خود بیکے از مجتہدین بالعموم یا بالخصوص بیکے از ائمہ اربعہ منتسب کردن از لوازم ایمان است پس بنفی لازم نفی ملزوم کہ ایمان است لازم می آید، و سرداین جواب می گویم کہ اول اجماع ثابت کند بعد ازان قیل وقال کند، ہر گز ثابت نخواہد کرد زیرا کہ مسئلہ اصول است اَلْاِجْمَاعُ لَا یَکُوْنُ نَاسِخًا وَّلَا مَنْسُوْخًا کَذَا فِیْ جَمِیْعِ کُتُبِ اُصُوْلِ الْفِقْہِ، و بر تقدیر ثبوت اجماع ثالث خلاف این مسئلہ اصول لازم می آید والتالی باطل فالمقدم مثلہ۔

اکنون باید دانست کہ درین زمانہ اخیر دو قسم مردم پیدا شدہ اند یکے بعلمائے مجتہدین سب می کنند اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تعالےٰ و می گویند کہ حنفی و شافعی و مالکی مثلاً خود را گفتن از شراب نوشی و زناکاری بدتر است، و در حق خود می گویند کہ ما عمل بالحدیث می کنیم، در جواب شان گفتہ شدہ کہ عمل بر حدیث بشرطِ لیاقت حق است و علی الراس والعین لیکن سب مجتہدین زندقہ و گمراہی است در مقابل این فرقہ دیگرے اند کہ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تعالےٰ بمحدثین اساءت ادب می کنند و عمل بر حدیث جائز نہ می دارند گو مقرون بشرائط عمل باشد و می گویند کہ اگر کسے خود را حنفی یا شافعی مثلاً نمی گوید مومن و مسلمان نیست، و اگر کسے ارشاد و ہدایت این مسئلہ کند نہ می فہمند و از عمل بالحدیث متنفر اند العیاذ باللہ تعالےٰ تا آنکہ اشارہ بمسبحہ در تشہد کہ ثابت باحادیث صحیحہ است بہ تقلید

کوئی یہ کہے کہ پہلے دونوں اجماع تیسرے اجماع سے منسوخ ہو گئے کیونکہ بعد میں اپنے آپ کو کسی طرف منسوب کرنے پر اجماع ہو گیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تیسرا اجماع جس کا حوالہ دیا جا رہا ہے کہاں ہے روئے زمین پر اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور پھر علم اصول کا مسئلہ ہے کہ اجماع نہ ناسخ ہوتا ہے نہ منسوخ اگر بالفرض محال تیسرا اجماع ثابت بھی ہو جائے تو یہ فقہاء کا اصول باطل ہو جائے گا اور چونکہ اصول ثابت ہے لہذا یہ دعوی باطل ہے ۱۲

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں دو گروہ پیدا ہو چکے ہیں کچھ تو ائمہ مجتہدین کو گالی وغیرہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو حنفی یا شافعی کہنا شراب نوشی اور زنا کاری سے بھی بڑا گناہ سمجھتے ہیں خدا کی پناہ اور اپنے متعلق دعوی کرتے ہیں کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں ان کا جواب تو یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنا تو صحیح ہے لیکن ائمہ مجتہدین کو برے الفاظ سے یاد کرنا بے دینی اور گمراہی ہے اور ان کے مقابل دوسرا گروہ ہے جو محدثین کے حق میں زبان درازی اور بے ادبی کرتے ہیں اور حدیث صحیح ثابت بھی ہو جائے تو بھی اس پر عمل نہیں کرتے اور اگر کوئی ان کو سمجھانے کی کوشش کرے تو بھی نہیں سمجھتے ایسے لوگوں سے بھی خدا کی پناہ، نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ تشہد انگشت کے اشارہ کو خلاصہ کیدانی والے جیسے آدمی کے پیچھے لگ کر حرام کہہ دیتے ہیں، حالانکہ یہ حدیث صحیح سے

بہ تقلید شل خلاصہ کیدانی حرام می گویند، وجہل دیگر فرقہ این است کہ باوجود ثبوت اشارہ باحادیث صحیحہ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نیز ہست، صَرَّحَ بِہِ الِاِمَامُ محمد فی الموطا، واگر کسے ہدایت باین مسئلہ کند بے آنکہ لیاقت فہم وشعور داشتہ باشند نا فہمیدہ ہدایت جق جق دبق بق آغاز می کنند فَيَفْتَضِحُوْنَ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ وَاِنْ كَانُوْا يَفْتَخِرُوْنَ عِنْدَ الْجُهَلَاءِ مثلہم درجواب ایشان استرجاع نمودہ تسلیہ خاطر مضمون این کریمہ نمودہ می آید كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۔ مومن را باید کہ اعمال قلبی وقالبی خود را بمیزان شریعت غرا سنجیدہ باشد از تکفیر وتفسیق باطل کسے کفر وفسق لازم نمی آید فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، کتبہ العبد المذنب الراجی رحمۃ ربہ الباری محمد حیدر علی حفظہ اللہ تعالیٰ بلطفہ الخفی والجلی ۔

محمد حیدر علی ۱۲۸۲	سید محمد نذیر حسین

مسئلہ حق ومستدل ہمیں است | محمد نور الحق حنفی | الجواب قول فصل وما ہو بالہزل | علی احمد |

اجاد من اجاب ۔ محمد صدیق عفی عنہ | محمد انعام اللہ | الجواب حق | جعفر علی ۱۲۹۱ |

بتائیدہ تعالیٰ اصاب من اجاب کافر نیست، بشرط مطابقت اعتقاد باعتقاد اہل سنت

| محمد امام الدین | الجواب اجود واحکم واللہ بالصواب اعلم | عبد المجید خان |

سوال:۔ اضعف العباد نجم الدین مرشد آبادی بحکم آیت کریمہ

(حق کو باطل سے نہ ملاؤ) مقلدوں سے سخت ایذا پانے کے بعد نہایت مضطر ہو کر علمائے دین محمدی سے سوال کرتا ہے کہ عمل تقلیدی کسی حجت شرعیہ میں سے ہے یا نہیں بینوا بالحق ولا تکتموا الحق ۔

الجواب:۔ عمل تقلیدی کسی ایک حجت شرعیہ میں سے نہیں ہے یعنی عمل بقول اس شخص کے کرنا کہ جس کا قول بلا دلیل شرعی کے حجت نہ ہو اس کو عمل تقلیدی کہتے ہیں اور تقلید کی تعریف

بھی ثابت ہے اور امام ابو حنیفہ بھی اس کے قائل ہیں جیسا کہ امام محمد نے موطا میں اس کی تصریح کی ہے اگر کوئی ایسے لوگوں کو دلائل کی بنا پر سمجھانے کی کوشش کرے، تو جاہل ہونے کے باوجود بھی ٹر ٹر کرنے لگتے ہیں ایسے لوگ جاہلوں میں گو کچھ وقار رکھتے ہوں لیکن علماء کے نزدیک ذلیل ورسوا ہیں ان کے جواب میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ دینا کافی ہے مومن کو چاہیئے کہ اعمال کو شریعت کی ترازو میں تولے اور کسی فاسق وفاجر کے فتوی کفر وفسق کی پرواہ نہ کرے ایسے لوگوں کے فتووں سے کوئی آدمی کافر نہیں ہو جاتا ۱۲

لہ:۔ مولانا سید محمد حیدر علی صاحب ٹونکی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲ ۔

یہ ہے اَلتَّقْلِیْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَیْرِ مِنْ غَیْرِ حُجَّۃٍ مُتَعَلِّقٌ بِالْعَمَلِ وَالْمُرَادُ بِالْحُجَّۃِ حُجَّۃٌ مِنَ الْحُجَجِ الْاَرْبَعِ کذا فی کتب الاصول الحنفیۃ وغیرھا کما لا یخفی علی الماھر بالاصول [1] پس تقلید کی تعریف سے حسب اصطلاح مقلدین کے واضح ہوا کہ عمل تقلیدی دلائل اربع یعنی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اجماع صحابہ و مجتہدین و قیاس صحیح مجتہد مسلم الاجتہاد سے خارج ہے اور یہ عمل تکلیفی شرعی اصلاً نہیں اور جو عمل بلا ادلہ اربعہ کے پایا جاوے وہ عمل تکلیفی شرعی نہیں وہ شرعاً مردود و باطل ہے پس عمل تقلیدی بھی مردود اور باطل ہوا، الحمد للہ کہ بے اصل شرعی ہونا تقلید کا بموجب اصطلاح مقلدین کے ثابت ہوا اور یہ مقلدین پر سخت حجت ہے کما [2] لا یخفی علی التفطن المنصف الماھر بالشریعۃ المحمدیۃ۔

قال [3] فخر الدین الرازی فی الکبیر ھذہ الآیۃ دالۃ علی ان ما سوی ھذہ الاصول الاربع اعنی الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس مردود و باطل و قد امر اللہ تعالیٰ فی کل واحد منھا بتکلیف خاص معین دل ذلک علی انہ لیس للمکلف ان یتمسک بشئ سوی ھذہ الاصول الاربعۃ واذا ثبت ھذا فنقول القول بالاستحسان الذی یقول بہ ابوحنیفۃ رضی اللہ عنہ والقول بالاستصلاح الذی یقول بہ مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ان کان المراد بہ احد ھذہ الامور الاربعۃ فھو تغییر عبارۃ ولا فائدۃ فیہ وان کان مغائرا لھذہ الاربعۃ کان القول بہ باطلا قطعا لدلالۃ ھذہ الآیۃ علی بطلانہ کما ذکرنا انتہی

---

[1]: عمل کے متعلق بغیر کسی دلیل کے کسی قول پر عمل کرنے کا نام تقلید ہے اور یہ دلیل سے مراد وہی ادلہ اربعہ ہیں جن کی کتب اصول فقہ حنفیہ میں تصریح کی گئی ہے جیسا کہ ماہران اصول اس کو جانتے ہیں ۱۲

[2]: جیسا کہ شریعت محمدیہ کے ماہران منصف مزاج پر یہ امر کوئی پوشیدہ نہیں ہے ۱۲

[3]: امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ماسوائے ادلہ اربعہ یعنی کتاب سنت اجماع قیاس، کے جو دلیل ہے وہ مردود ہے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کے متعلق ایک خاص معین ہدایت کی ہے اور کسی مکلف کو جائز نہیں ہے کہ ان چار دلیلوں کے سوا کسی اور چیز سے استدلال کرے جب یہ بات ثابت ہو گئی، تو ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رح کے استحسان اور امام مالک کے اسصطلاح سے مراد اگر انہیں چاروں امور میں سے کوئی چیز ہے تو یہ صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے اور اگر اس کے سوا اور کوئی چیز ہے

مَا فِی التفسیر الکبیر تحت آیۃ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ اھ۔

اور اسی نظر سے شوکانی نے قول المفید فی حکم التقلید میں لکھا ہے کہ نصوص ائمہ اربعہ کے منع تقلید میں مصرح ہیں، قَالَ الشَّوْکَانِیُّ قَدْ ذَکَرْتُ نُصُوْصَ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ الْمُصَرِّحَۃِ بِالنَّہْیِ عَنِ التَّقْلِیْدِ فِی الرِّسَالَۃِ الَّتِیْ سَمَّیْتُہَا الْقَوْلَ الْمُفِیْدَ فِیْ حُکْمِ التَّقْلِیْدِ فَلَا نُطَوِّلُ الْمَقَامَ بِذِکْرِ ذٰلِکَ وَبِھٰذَا تَعْلَمُ اَنَّ الْمَنْعَ مِنَ التَّقْلِیْدِ اِنْ لَمْ یَکُنْ اِجْمَاعًا فَھُوَ مَذْھَبُ الْجُمْھُوْرِ وَیُؤَیِّدُ ھٰذَا حِکَایَۃُ الْاِجْمَاعِ عَلٰی عَدَمِ جَوَازِ تَقْلِیْدِ الْاَمْوَاتِ وَکَذٰلِکَ عَمَلُ الْمُجْتَھِدِ بِرَأْیِہٖ اِنَّمَا ھُوَ رُخْصَۃٌ لَہٗ عِنْدَ عَدَمِ الدَّلِیْلِ وَلَا یَجُوْزُ لِغَیْرِہٖ اَنْ یَعْمَلَ بِہٖ بِالْاِجْمَاعِ فَھٰذَانِ الْاِجْمَاعَانِ یَجْتَثَّانِ التَّقْلِیْدَ مِنْ اَصْلِہٖ انتہی ما فی ھدایۃ السائل۔

اور برعکس وخلاف اس کے ہر مقلد بمجرد تقلید آباء و اسلاف کے فریفتہ اور مغرور ہو کر کتاب اور سنت سے ستیزہ کناں اسی تقلید بلا دلیل پر اڑا ہوا اپنے خیال خام اور ہوس نافرجام پر شادان ونازان ہے چنانچہ آیت کریمہ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ایسے ہی مقلد متعصب پر مشعر اور مخبر ہے وہ ذرا غور اور فکر نہیں کرتا کہ تقلید بلا دلیل درمیان محق اور مبطل کے امر مشترک فیہ ہے اس لئے کہ ہر فرقہ کہ جس کی تقلید بلا دلیل کرتا ہے اس کو اچھا جانتا ہے اور دوسرا فرقہ فرقہ اولٰے کے مقابل اس کے برعکس سمجھتا ہے پس اگر یہ تقلید بلا دلیل فی نفسہ مفضی الی الحق والصوب ہو تو شئے اور

تو یہ بالکل باطل ہیں اور آیت اس کے بطلان پر صاف دلالت کر رہی ہے، اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الآیۃ کے تحت تفسیر کبیر کا مضمون ختم ہوا۔

لہ:۔ امام شوکانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے رسالہ القول المفید فی حکم التقلید میں چاروں اماموں کے تقلید کی ممانعت کے بارے میں اقوال نقل کئے ہیں ہم یہاں اس بحث کو لمبا کرنا نہیں چاہتے اگر تقلید کی ممانعت میں اجماع نہیں ہے تو بہر حال جمہور کا مسلک یہی ہے اور جمہور کا مسلک اس پر اجماع ہے کہ مردوں کی تقلید منع ہے اور مجتہد کو عدم دلیل کے موقع پر اپنی رائے پر عمل کرنے کی اجازت ہے اور اس پر اجماع ہے کہ کسی دوسرے کو اس کی رائے پر عمل کرنا جائز نہیں ہے ہدایۃ السائل کے بیان کے مطابق یہ دونوں اجماع تقلید کی جڑ میں کاٹ رہے ہیں ۱۲۔

---

(۱) ھذا علی التنزل لان اجماع السلف من القرون الثلثۃ و تعاملھم علی عدم جواز التقلید بلا دلیل ما انزل اللہ بھا من سلطان کما لا یخفی علی اھل الایمان والایقان من مھرۃ القرآن من ادعی خلاف ھذا فعلیہ البیان بالبرھان کما قال اللہ تعالٰی قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ ۱۲ منہ

نقیض شئے کا حق اور صواب پر ہونا لازم آتا ہے اور اسی کو اجماع نقیضین کہتے ہیں کیونکہ ہر شخص اپنے مقلد کو اچھا اور دوسرے کو ناپسند رکھتا ہے اور یہ امر بالبداہت شرعاً اور عقلاً بلا ریب باطل ہے، وَلَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ اور اسی سبب سے اللہ جل شانہ نے جا بجا اپنے کلام پاک میں تقلید بلا دلیل کو رد کیا ہے خاص کر سورہ زخرف میں زیادہ تر تقلید بلا دلیل کی شناعت اور مذمت فرمائی ہے،

قَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ فَهُم بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ إلى آخر الآية والمعنى انهم وجدوا ذلك الباطل في كتاب منزل قبل القرآن حتى جاز لهم ان يعولوا عليه وان يتمسكوا به والمقصود منه ذكره في معرض الانكار ولما ثبت انه لم يدل عليه لا دليل عقلي ولا دليل نقلي وجب ان يكون القول به باطلا ثم قال تعالى بل قالوا انا وجدنا آباءنا على امة وانا على آثارهم مهتدون والمقصود انه تعالى لما بين انه لا دليل لهم

لہ:۔ وہ کہتے ہیں، کہ اگر خدا چاہتا، تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے، ان کو اس کا کوئی علم نہیں وہ محض تک بندی کرتے ہیں کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جس سے وہ دلیل لیتے ہوں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی طریقہ پر پایا سو وہ ان کے کھوجوں کی پیروی کر رہے ہیں ایسا ہی ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر بھی ایسا نہیں بھیجا جس کو اس کی امت کے دولت مندوں نے یہ نہ کہا ہو کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے سو وہ ان کے نشانات کی پیروی کر رہے ہیں کہا اگرچہ میں تمہارے باپ دادا کی راہ سے بہتر راہ تم کو دکھلاؤں کہنے لگے ہم تمہاری تعلیم ہی کے منکر ہیں سو ہم نے ان سے انتقام لیا آخر آیت تک مدعا یہ ہے کہ کیا ان لوگوں نے اس طریقہ باطل کو قرآن سے پہلے کی نازل شدہ کسی کتاب سے معلوم کیا ہے جس کی وجہ سے وہ اعتماد کئے بیٹھے ہیں اور یہ بطریق استفہام انکاری کے ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا، کہ اس کوئی نقلی اور عقلی دلیل نہیں ہے تو ضرور ہے کہ یہ طریقہ باطل ہو پھر فرمایا انہوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں

عَلٰى صِحَّتِہٖ ذٰلِكَ الْقَوْلِ الْبَتَّۃَ بَيَّنَ اَنَّہٗ لَيْسَ لَهُمْ حَامِلٌ يَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ اِلَّا التَّقْلِيْدُ الْمَحْضُ ثُمَّ بَيَّنَ اَنَّ تَمَسُّكَ الْجُهَّالِ بِطَرِيْقَۃِ التَّقْلِيْدِ اَمْرٌ كَانَ حَاصِلًا مِنْ قَدِيْمِ الدَّهْرِ فَقَالَ وَكَذٰلِكَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَۃٍ مِنْ نَذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَائَنَا عَلٰى اُمَّۃٍ وَاِنَّا عَلٰى اٰثَارِهِمْ مُقْتَدُوْنَ وَفِي الْاٰيَۃِ مَسَائِلُ - اَلْمَسْئَلَۃُ الْاُوْلٰى قَالَ صَاحِبُ الْكَشَّافِ قُرِئَ عَلٰى اِمَّۃٍ بِالْكَسْرِ وَكِلْتَاهُمَا مِنَ الْاَمِّ وَهُوَ الْقَصْدُ فَالْاُمَّۃُ الطَّرِيْقَۃُ الَّتِيْ تُؤَمُّ اَيْ تُقْصَدُ كَالرُّحْلَۃِ لِلْمَرْحُوْلِ اِلَيْهِ والامة الحالة التی یکون علیہا العام وهو القاصد۔ المسئلة الثانية لولم يكن فی كتاب الله الاهذه الآيات لكفت فی ابطال القول بالتقليد وذلك لانه تعالٰے بين ان هؤلاء الكفار لم يتمسكوا فی اثبات ماذهبوا اليه لا بطريق عقلی ولا بدليل نقلی ثم بين انهم ذهبوا اليه بمجرد تقليد الاباء والاسلاف وانما ذكر تعالٰی هذه المعانی فی معرض الذم والتهجين وذلك يدل على ان القول بالتقليد باطل ومما يدل عليه ايضا من حيث العقل ان التقليد امر مشترك فيه بين المبطل وبين المحق وذلك لانه كما حصل لهذه الطائفة قوم من المقلدة فكذلك حصل لاضدادهم اقوام من المقلدة فلو كان التقليد طريقا الى الحق لوجب كون الشئ ونقيضه حقا ومعلوم ان ذلك باطل انتہی ما فی التفسير

کے پاس ان صاف دلائل کا کوئی جواب سوائے تقلید آباء کے نہیں ہے اور پھر فرمایا کہ یہ جاہلوں کا طریقہ بہت پرانے زمانے سے چلا آرہا ہے کہ آپ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے ہیں ان کو ان کی قوم کے دولت مندوں نے یہی باپ دادا کی تقلید کا جواب سنایا ہے ۔

صاحب کشاف کہتے ہیں کہ اگر قرآن مجید میں صرف یہی آیات ہوتیں تو بھی تقلید کی تردید کے لئے کافی تھیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کفار کے پاس اپنے دین باطل کے اثبات کے لئے سوائے تقلید آباء کے اور کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اس تقلید کو مذمت کے انداز میں بیان فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تقلید کا مسلک باطل ہے اور عقلی حیثیت سے بھی تقلید میں دونوں امکان ہیں ہو سکتا ہے کہ مقلد حق پر ہو اور ہو سکتا ہے کہ باطل پر ہو کیونکہ اقوام دنیا میں ایک دوسرے کے طریق کے بالکل مخالف تقلید کرنے والے موجود ہیں تو اگر تقلید امر حق ہوتا تو لازم آتا کہ شے اور نقیض شے دونوں حق ہوں اور یہ صریحا باطل ہے

اور دوسری دلیل بطلان تقلید پر یہ ہے کہ قول بوجوب تقلید موجب منع تقلید سے ہوگا اور جو چیز مفضی ہو اس کا ثبوت طرف نفی اس کی کے (یعنی ہر مقلد دوسرے مقلد کی تقلید کو نفی اور ناپسند کرتا ہے) تو وہ باطل ہے اس قول سے بطلان تقلید کا واجب ہوا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ الی اٰخر الاٰیۃ اعلم انہ تعالیٰ لما بین فی الاٰیۃ المتقدمۃ انہ لیس لاولئک الکفار داع یدعوھم الی تلک الاقاویل الباطلۃ الا تقلید الاباء والاسلاف ثم بین انہ طریق باطل ومنہج فاسد وان الرجوع الی الدلیل اولی من الاعتماد علی التقلید اردفہ بھذہ الاٰیۃ والمقصود منہا ذکر وجہ اٰخر یدل علی فساد القول بالتقلید وتقریرہ من وجھین۔ الاول انہ تعالیٰ حکی عن ابراھیم علیہ السلام انہ تبرأ عن دین اٰبائہ بناء علی الدلیل فنقول اما ان یکون تقلید الاباء فی الادیان محرما او جائزا فان کان محرما فقد بطل القول بالتقلید وان کان جائزا فمعلوم ان اشرف اباء العرب ھو ابراھیم وذلک لانہ لیس لھم شرف الا بانھم من اولادہ واذا کان کذلک فتقلید ھذا الاب الذی ھو اشرف الاباء اولی من تقلید سائر الاباء واذا ثبت ان تقلیدہ اولی من تقلید غیرہ فنقول انہ ترک دین الاباء وحکم بان اتباع الدلیل اولیٰ من متابعۃ الاباء واذا کان کذلک وجب تقلیدہ

تفسیر کبیر کا خلاصہ ختم ہوا۔ ؎ اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں مگر اس اللہ سے جس نے مجھے پیدا کیا وہ میری راہ نمائی کرے گا آخر آیات تک پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ان باطل اقاویل کی تائید میں سوائے تقلید اباء کے اور کوئی دلیل نہیں ہے، پھر فرمایا تقلید کی راہ تو باطل ہے اور دلیل کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے یہاں ایک اور انداز سے تقلید کی تردید فرمائی ہے اور اس کی تقریر کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت تو یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ دادا کی تقلید کو چھوڑ دیا تھا اور دلیل کی طرف رجوع کیا تھا اور دوسری یہ کہ تقلید کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو تقلید حرام ہو گی یا جائز، اگر حرام مان لیا جائے تو قصہ ختم ہوا اور اگر جائز تسلیم کیا جائے تو پھر بہتر باپ کی تقلید کرنا چاہیئے اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بہتر ین باپ تھے اور ان کی تقلید یہ ہے کہ تقلید کو چھوڑ کر دلیل کی

تقلید الاباء ووجب تقلیدہ فی ترجیح الدلیل علی التقلید و

هذا ثبت هذا فنقول فقد ظهر ان القول بوجوب التقلید یوجب

المنع من التقلید وما افضی ثبوته الی نفیه کان باطلا فوجب

ان یکون القول بالتقلید باطلا فهذا طریق دقیق فی ابطال التقلید

انتهی ما فی التفسیر الکبیر۔

ومن سورۃ صٓ وَعَجِبُوْا اَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُوْنَ هٰذَا

سَاحِرٌ كَذَّابٌ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ وَانْطَلَقَ

الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰی اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ مَا سَمِعْنَا

بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ الایۃ اقول منشاء التعجب من

وجهین الاول هو ان القوم ما کانوا من اصحاب النظر والاستدلال بل کانت

اوهامهم تابعة للمحسوسات فلما وجدوا فی الشاهد ان الفاعل الواحد

لا تفی قدرته وعمله بحفظ الخلق العظیم قاسوا الغائب علی الشاهد فقالوا

لابد فی حفظ هذا العالم الکثیر من اٰلهة کثیرة یتکفل کل واحد منهم

بحفظ نوع آخر والوجه الثانی ان اسلافهم لکثرهم وقوة عقولهم کانوا

مطبقین علی الشرک فقالوا من العجب ان یکون اولئك الاقوام علی کثرتهم وقوة

کی طرف رجوع کیا جائے تو معلوم ہوا کہ وجوب تقلید، تقلید کی ممانعت کرتا ہے اور جس چیز کا ثبوت اس کی نفی کی طرف لے جائے تو وہ چیز باطل ہوگی، لہٰذا تقلید باطل ہوئی، تفسیر کبیر کا خلاصہ ختم ہوا۔

سورہ صٓ میں ہے کہ ان کو اس بات کا تعجب ہوا کہ انہی میں سے ایک پیغمبر ان کے پاس آگیا کافروں نے کہا یہ تو جھوٹا جادوگر ہے اس نے اتنے خداؤں کا ایک ہی خدا بنا دیا یہ بڑی عجیب بات ہے سردار اٹھ کر چلے گئے اور کہنے لگے اٹھو اور اپنے معبودوں کی عبادت پر جمے رہو اس کی یہ ایک سوچی سمجھی سکیم ہے ہم نے پچھلے دین میں یہ باتیں کبھی نہ سنی تھیں یہ ایک بناوٹی چیز معلوم ہوتی ہے ان کے تعجب کی بنیاد دو چیزوں پر ہے پہلی یہ کہ وہ لوگ نظر و استدلال کے اہل نہیں تھے بلکہ ان کے اوہام محسوسات کے تابع تھے جب انہوں نے مشاہدہ کیا کہ ایک آدمی ایک کثیر تعداد آدمیوں کی حفاظت و نگرانی نہیں کر سکتا ہے تو کہنے لگے کہ ایک خدا اتنی خلقت کی حفاظت کیسے کر سکتا ہوگا، ضروری ہے کہ اتنی دنیا کی حفاظت کے لئے بہت سے خدا ہوں اور دوسری چیز یہ تھی کہ ان کے آباؤ اجداد اپنی کثرت تعداد اور قوت عقول کے باوجود شرک پر جمے ہوئے تھے تو کہنے لگے اتنی اقوام اپنی کثرت اور قوت عقول کے باوجود باطل پر کیسے رہ سکتی ہیں اور یہ ایک آدمی

عقولهم كانوا جاهلين مبطلين وهذا الانسان الواحد يكون محقا صادقا وا قول لعمري لو سلمنا اجراء حكم الشاهد على الغائب من غير دليل وحجة لكانت الشبهة الاولى لازمة ولما توافقنا على فسادها علمنا ان اجراء حكم الشاهد على الغائب فاسد قطعا واذا بطلت هذه القاعدة فقد بطل اصل كلام المشبهة فى الذات و كلام المشبهة فى الافعال اما المشبهة فى الذات فهو انهم يقولون لما كان فى كل موجود فى الشاهد يجب ان يكون جسما و مختصا بحيز وجب فى الغائب ان يكون كذلك واما المشبهة فى الافعال فهم المعتزلة الذين يقولون الامر القلانى قبيح منا فوجب ان يكون قبيحا من الله فثبت بما ذكرنا ان صح كلام هؤلاء المشبهة فى الذات و فى الافعال لزم القطع بصحة شبهة هؤلاء المشركين وحيث توافقنا على فسادها علمنا ان عمدة كلام المجسمة وكلام المعتزلة باطل فاسد واما الشبهة الثانية فلعمرى لو كان التقليد حقا لكانت هذه الشبهة لازمة وحيث كانت فاسدة علمنا ان التقليد باطل انتهى ما فى الكبير بلفظه من عينه۔

پس قول امام رازی سے صاف واضح ہوا کہ اگر تقلید بلا دلیل صحیح اور حق ہو تو مشبہ فرقہ مجسمہ و کلام معتزلہ کا بھی حق ہو حالانکہ قول مشبہ ان دونوں فرقوں کا باطل ہوا تو تقلید بلا دلیل بھی باطل ہوئی، اور خدا تعالٰے سورہ یونس میں فرماتا ہے، قَالُوٓا۟ أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا

کیسے حق پر ہو سکتا ہے میں کہتا ہوں اگر شاہد کے حکم کو غائب پر محمول کیا جائے اور دلیل سے صرف نظر کر لیا جائے تو پہلا شبہ سچا ہوگا اور جب ہم اس کو جھوٹا معلوم کر چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ شاہد کے حکم کو غائب پر محمول کرنا درست نہیں ہے جب یہ قاعدہ ختم ہوا، تو ذات اور صفات خداوندی میں مشبہ کا قول باطل ٹھہرا ذات میں تشبیہ کے قائل کہتے ہیں کہ عالم شہود میں ہر چیز کا ایک جسم ہے تو لازم ہوا کہ غیر مرئی خدا بھی جسم ہو، اور صفات میں مشبہ کہتے ہیں کہ فلاں کام چونکہ ہماری نسبت سے برا ہے تو ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ بھی وہ کام برا سمجھا جائے ہماری اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ذات و افعال میں اگر مشبہ کا قول درست تسلیم کر لیا جائے تو کفار کی بات درست ہو گی اور اس کا باطل ہونا جب معلوم ہوا کہ مجسمہ اور معتزلہ کا کلام باطل ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر تقلید صحیح ہوتی تو یہ شبہ بھی درست ہوتا اور جب یہ باطل ٹھہرا، تو لازماً تقلید بھی باطل ٹھہری تفسیر کبیر کا مضمون ختم ہوا۔

نہ : کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے باپ دادا کے دین سے پھیر دے اور زمین میں

وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ اعلم ان حاصل هذا الكلام انهم قالوا لا نترك الدين الذی نحن علیه لانا وجدنا اباءنا علیه فقد تمسکوا بالتقلید ودفعوا الحجة الظاهرة بمجرد الاصرار انتهی ما فی الکبیر مختصرا بقدر الحاجة۔

اور سورہ ہود میں فرمایا ہے۔ قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ[2] وقد اشاروا فیه الی التمسک بطریقة التقلید لانهم استبعدوا منه ان یامرهم بترک عبادة ما کان یعبد اباؤهم یعنی الطریقة التی اخذناها من اباءنا واسلافنا کیف نترکها وذلک تمسک بمحض التقلید انتهی ما فی التفسیر الکبیر مختصرا بقدر الحاجة۔

وایضاً سورہ صافات میں تحت آیت فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ کے امام رازی لکھتے ہیں والمقصود[3] من الایة انه تعالیٰ علل استحقاقهم للوقوع فی تلک الشدائد کلها بتقلید الاباء فی الدین وترک اتباع الدلیل ولو لم یوجد فی القرآن اٰیة غیر هذه الاٰیة فی ذم التقلید لکفی انتهی ما فی التفسیر الکبیر بقدر الحاجة۔

اب تحریر بالا سے ماہران شریعت غرا پر مخفی نہ رہے کہ جب مذمت وقباحت تقلید بلادلیل کی کلام ربانی سے قطعاً ثابت ہوئی تو مسلمان دیندار تقوی شعار پر ازراہ وجوب محبت اطاعت خالق اکبر اور رسول اطہر کی ماننا کلام ربانی کا اور بدل وجان تصدیق کرنا اس کا درباب ذم تقلید بلادلیل کے فرض اعتقادی وعملی ہوا والا ساتھ شقاق ونفاق کے منسوب ہوگا،

تمہاری سرداری قائم ہو جائے سو ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ انہوں نے دلائل کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا کی تقلید سے تمسک کیا اور کہنے لگے کہ ہم اپنے باپ دادا کی راہ کو نہیں چھوڑیں گے (خلاصہ تفسیر کبیر)

[2] :- کہنے لگے اے شعیب کیا تیری نماز ہمیں یہی سکھاتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور اپنے مال میں حسب خواہش تصرف نہ کریں اس میں انہوں نے اپنے باپ دادا کی تقلید کی طرف اشارہ کیا ہے اور تقلید آباء کے ترک پر حضرت شعیب پر خوردہ گیری کر رہے ہیں کہ ہم اس دین کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں اور محض تقلید سے تمسک ہے ۱۲ تفسیر کبیر۔

[3] :- آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مصائب میں مبتلا ہونے کی علت دین میں تقلید آباء اور ترک دلیل کو قرار دیا ہے اگر قرآن میں اس آیت کے علاوہ اور کوئی آیت نہ ہوتی تو بھی تقلید کی برائی کے لئے یہ کافی تھی (خلاصہ تفسیر کبیر)

اور دائرہ اسلام سے باہر بنا پر اس کے کہ محبت مطیع پر اطاعت و تابعداری محبوب مطاع کی واجب ہے چنانچہ اس پر آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ[1] وغیرھا من الآیات شاہد عدل ہیں اور اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ[2] فرض ہے اور حاکم مطلق اللہ تعالیٰ ہے اور ہرگاہ حاکم مطلق نے تقلید بلا دلیل کو باطل اور مذموم فرمایا تو مخلوق محکوم پر فرمانبرداری حاکم مطلق کی فرض ہوگی اور بے حکم حاکم کوئی امر اپنی طرف سے نکالنا اور اس کو نیک سمجھنا اور اس پر چلنا تو نہایت قبیح اور فضیح متصور ہوگا اور مشاقت اور مخالفت حاکم کی لازم ہوگی، کیونکہ باذن اللہ نہیں ہے اور قرآن میں فرمایا ہے، وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ[3] ای بامر اللہ لان طاعۃ الرسول وجبت بامر اللہ کذا فی المعالم وغیرہ من التفاسیر۔

پس قول بلا دلیل پر تقلید کرنا کسی عالم کی اگرچہ وہ بڑا نامی گرامی ہو باطل ہے اور موجب نارضا مندی خدا اور رسولِ کا ہوگا، چنانچہ آیت کریمہ سے اظہر من الشمس ہے اور کور باطن کو نہ سوجھے، تو آفتاب عالم تاب کا کیا قصور اسی واسطے سارے اہل اصول لکھتے ہیں۔ الحاکم[4] ھو الذی صدر الحکم منہ ولا حکم الا من اللہ تعالیٰ کذا فی مسلم الثبوت وھکذا فی تحریر ابن الھمام اور حکم خطاب ہے اللہ تعالیٰ کا کہ جو متعلق ہے ساتھ فعل مکلف کے چنانچہ مسلم الثبوت کتب اصول میں بہ تفصیل مذکور ہے اور دلیل اس پر قرآن شریف ہے، اِنِ الْحُكْمُ[5] اِلَّا لِلّٰهِ ولیس لغیر اللہ حکم واجب القبول ولا امر واجب الالتزام بل الحکم والامر والتکلیف لہ تعالیٰ شانہ انتہی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً۔

پس آیت کریمہ اور نیز کتب اصول ہر چہار مذہب سے صاف واضح ہوا کہ تقلید بلا دلیل حکم الٰہی سے خارج اور مذموم و قبیح ہے، جیسا کہ اوپر آیت اور تفسیر سے اس کا بیان شافی و کافی ہو چکا، تو اب ہر مسلمان طالب حق کو بہت غور و فکر چاہیئے کہ مقلدین متعصبین ورطہ دریائے

---

[1] ایماندار اللہ کی محبت میں بڑے پختہ ہیں ۱۲ [2] اللہ کا کہا مانو اور اس کے رسول کا کہا مانو ۱۲ [3] آپ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے ہیں وہ اسی لئے بھیجے گئے کہ خدا کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے اس لئے کہ رسول کی اطاعت خدا کے حکم سے واجب ہے ۱۲ [4] حاکم وہ ہے جو حکم صادر کرے اور حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے مسلم الثبوت میں ایسا ہی ہے ۱۲ [5] حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ کے سوا کسی کا حکم واجب القبول اور واجب الالتزام نہیں ہے حکم امر اور کسی کو کسی امر کا مکلف بنانا صرف اللہ کا حق ہے (خلاصہ تفسیر کبیر)

تقلید ناپیدا کنار میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لغایت حال غرق ہوتے چلے آتے ہیں پھر بھی مقلدین زمانہ حال کے نصوص قرآنی میں نظر کرکے عبرت نہیں پکڑتے اور خواہ مخواہ مصداق آیت کریمہ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا اِلٰی اٰخِرِہٖ (ان کے ایسے دل ہیں جن سے سمجھتے نہیں ہیں) کے ہوتے ہیں صد حیف کیونکہ تقلید بلا دلیل ایسی پوچ ولچر و محض بے اصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے معرفت توحید ورد شرک وکفر و معرفت رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بمجرد تقلید انبیاء سابقین کے اکتفا نہ کیا، بلکہ اوپر اثبات صانع ورد شرک وثبوت نبوت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل قاہرہ گوناگوں جا بجا اپنے کلام میں قائم کئے اور مقلدین متعصبین کو کہ جو دلائل شرعیہ منزل اللہ پر اصلا نظر وفکر نہیں کرتے تھے طرح طرح کے الزامات دیئے چنانچہ ماہران قرآن شریف پر ہویدا و آشکارا ہے،

اعلم[1] انه سبحانه وتعالیٰ لما اقام الدلائل القاهرة علی اثبات الصانع وابطل القول بالشريك عقبه مما يدل علی النبوة ولما كانت نبوة محمد صلی الله صلی الله عليه وسلم مبنية علی كون القرآن معجزا اقام الدلالة علی كونه معجزا فظهر انه سبحانه لما لم يكتف فی معرفة التوحيد بالتقليد فكذا فی معرفة النبوة لم يكتف بالتقليد انتهى ما فی التفسير الكبير مختصرا يقدر الحاجة تحت قوله تعالیٰ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا الی اخر الاٰية۔

اور جو سادہ لوح عالم زمانہ حال کا یہ قول ہے کہ مجھے تقلید کافی ہے اور دلائل میں غور وخوض کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ میں مقلد ہوں اور مقلد کو دلیل سے کیا کام سو یہ قول اس کا اس لئے باطل و مردود ہے کہ دین میں ہر مکلف مومن باللہ والیوم الآخر پر دلائل کی طرف مہما امکن بقدر استعداد نظر کرنا لابد و ضرور ہے چنانچہ صاحب تفسیر کبیر نے سورہ جاثیہ میں تحت آیت کریمہ۔

---

[1]: تفسیر کبیر میں آیت ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الخ کے تحت لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وجود صانع پر زبردست دلائل قائم کئے اور شریک کے وجود کو باطل ٹھہرایا تو اس کے بعد نبوت محمدیہ کو ثابت کیا اور چونکہ حضور کی نبوت قرآن کے معجزہ ہونے پر موقوف تھی تو قرآن کے معجزہ ہونے پر دلائل قائم کئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ کہ اللہ تعالیٰ نے توحید اور نبوت کی معرفت میں تقلید کا طریق اختیار نہیں فرمایا ۱۲۰ ۔

تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ

کے لکھا ہے ثم قال تعالیٰ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ یعنی ان

من لم ينتفع بهذه الايات فلاشئ بعده يجوز ان ينتفع به وابطل قول

من يزعم ان التقليد كان وبين انه يجب على المكلف التامل فى

دلائل دين الله تعالىٰ انتهى ما فى التفسير الكبير۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ اگر تم کو دلیل ملے

یعنی اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تم پر ظاہر ہو تو اس پر عمل کرو اور میرے قول بلا دلیل کو چھوڑ

دو چنانچہ در مختار اور طحطاوی وغیرہ سے واضح ہوتا ہے قال لاصحابہ ان توجہ لکم دلیل

فقولوا بہ انتہی ما فی الدر المختار مختصرا ای ظہر لکم فی المسئلۃ وجہ الدلیل

علی خلاف ما اقول انتہی ما فی الطحطاوی اب جو کوئی کہے کہ یہ آیات کفار کے حق میں وارد ہیں

تو وہ بڑا جاہل اور بے وقوف ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص محال کا جیسا کہ جابجا کتب

احادیث و کتب اصول فقہ واستدلالات صحابہ کرام سے واضح ہوتا ہے اور اس بارہ میں صاحب

تفسیر اتقان نے بہت کچھ لکھا ہے۔ کما لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ الغراء اور کچھ

بطلان کا تفسیر عزیزی سے لکھا جاتا ہے،

چہارم آنکہ دریں آیت اشارہ است بابطال تقلید بدو طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر گاہ تقلید

می کنی نزد تو محق است یا نے اگر محق بودن او را می شناسی، پس باوجود احتمال مبطل بودن او را جرا تقلیدی

کنی واگر محق بودن او می شناسی پس بکدام دلیل می شناسی اگر بتقلید دیگری می شناسی سخن دراں خواہد رفت

وتسلسل لازم خواہد آمد واگر بہ عقل می شناسی، پس آں را بہ راجر اور معرفت حق صرف نہ می کنی دعار تقلید برخود کلوا

ل: تفسیر کبیر میں آیت فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون کے تحت لکھا ہے کہ جو قرآن کی آیات سے فائدہ اٹھا سکتا
ہو اس کو اس کے علاوہ اور کسی چیز سے فائدہ اٹھانا درست نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے قول کی تردید کر دی
جو کہتے ہیں کہ تقلید کافی ہے اور بیان فرمایا کہ عقل مند کے لئے ضروری ہے کہ دلائل میں غور کرے ۱۲

ل: آپ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا اگر تم کو کوئی دلیل مل جائے تو اس کے مطابق فتوی دیا کرو (خلاصہ در مختار) یعنی اگر
کسی مسئلہ میں میرے قول کے خلاف کوئی دلیل مل جائے تو اس کے مطابق فتوی دیا کرو ۱۲

بیداری، طریق دوم آنکہ کسے را کہ تقلید می کنی اگر این مسئلہ را ادہم بہ تقلید دانستہ است پس تو و او برابر شد بید او از چہ ترجیح ماند کہ تقلید او می کنی و اگر بدلیل دانستہ است پس تقلید وقتے تمام می شود کہ تو ہم آن مسئلہ را بہمان دلیل بدانی و الا مخالفت او باشی نہ مقلد او، وچون تو ہم آن مسئلہ را بدلیل دانستی تقلید ضائع شد انتہی ما فی التفسیر العزیزی۔

اے مسلمانوں! تم قرآن وغیرہ سے تقلید بلا دلیل کی مذمت اور برائی تو سن چکے اب کتاب وسنت پر بدل وجان مستعد اور مستقیم ہو جاؤ کہ تم کو سرکار عالی جاہ سے جنت نعیم یعنی عیش وآرام ابدی کا مکان عنایت ہوگا، یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا[1] الآیۃ والبرھان ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانما سماہ برھانا لان حرفتہ اقامۃ البرھان علی تحقیق الحق وابطال الباطل والنور المبین ھو القرآن وسماہ نورا لانہ سبب لوقوع نور الایمان فی القلب۔ انتہی ما فی الکبیر مختصرا۔

تنبیہ:- رجوع کرنا طرف قاضی یا فتوی مفتی کے یا حکم کرنا قاضی کا اوپر شہادت شاہدان عدول کے یا اتباع اولی الامر کا بدلیل شرعی ہے اس کو تقلید اصطلاحی مقلدین نہیں کہتے کیونکہ تقلید اصطلاحی یہ ہے کہ گلے میں پٹہ ڈال کر بلا دلیل ایک شخص کا ہو رہنا اور اسی طرح عمل اوپر روایت راوی حدیث متصل مرفوع کے بدلیل شرعی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ الحدیث۔ جو حاضر ہو وہ غائب کو پہنچا دے، اور جو مفتی یا قاضی سے غلطی سے واقع ہو جاوے تو رجوع طرف قرآن وحدیث کے ضرور ہے جیسے کہ فرمایا خدا تعالے نے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ[2] الی اٰخر الاٰیۃ۔ وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم۔

[1] اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے ایک دلیل آئی ہے اور تمہاری طرف روشن نور نازل فرمایا ہے دلیل سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کا نام دلیل اس لئے رکھا گیا کہ آپ کا منشور ہی حق کے ثبوت اور باطل کے ابطال میں دلائل قائم کرنا ہے اور قرآن نور مبین ہے اس لئے کہ وہ دل میں نور ایمانی کے داخل ہونے کا سبب ہے (خلاصہ تفسیر کبیر) ۱۲

[2] اگر تمہارا کسی بات میں جھگڑا ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کے پاس لے آؤ ۱۲

بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب، اللھم لک الحمد علی ما وفقتنی لتحریر ہذہ الرسالۃ المسماۃ بواقعۃ الفتوی دافعۃ البلوی سنہ ۱۲۹۷ھ من ھجرۃ خیر البریۃ علیہ وعلی آلہ وصحابہ الف الف صلوات وتحیۃ۔ ربنا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

المؤلف العاجز محمد نذیر حسین عافاہ اللہ فی الدارین

سید محمد نذیر حسین

فتاوی نذیریہ جلد اول ص ۱۸۱

كِتَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالسُّنَّةِ
وَالْاِجْتِنَابِ عَنِ الْبِدْعَةِ

سوال :۔ جو کوئی اسلام علیکم سے ناراض ہو اور سلام کرنے والے کو بد کہے وہ کیسا ہے جواب کتب معتبرہ سے زبان اردو میں تحریر فرمادیں اور جو عبارت کتاب کی ہو اس کا ترجمہ بھی کریں تاکہ عوام کو نفع ہو بینوا توجروا۔

الجواب :۔ یہ ہے کہ سلام علیک طریقہ مسلوکہ مرضیہ جمیع انبیا و مرسلین صلعم کا پایا گیا ہے اور جاری رہا ہے اور جاری رہے گا تو جو شخص اس کو برا جانے و استخفاف و اہانت اس کی کرے وہ فاسق ہے بلکہ خارج ہے دائرہ اسلام سے قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا الآیۃ[1] استخفاف الشریعۃ واستہانتہا کفر کذا فی العقائد والفقہ اور فصول عمادیہ اور فتاویٰ عالمگیری اور بحرالرائق میں لکھا ہے من لم یرض بسنۃ من سنن المرسلین فقد کفر[2] اور بحرالرائق میں لکھا ہے :۔ یکفر[3] باستخفاف سنۃ من السنن انتہی کلامہ ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

فاعتبروا یا اولی الالباب طالب حسنین سید محمد نذیر حسین

---

[1] اور جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول کی نافرمانی کرے اور مسلمانوں کے رستہ کے علاوہ کوئی اور راستہ تجویز کرے، تو جدھر جاتا ہے جائے ہم اسے جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ بدترین جگہ ہے اور شریعت کی توہین اور استخفاف کفر ہے ۱۲

[2] رسولوں کی کسی سنت سے راضی نہ ہونا کفر ہے ۱۲ [3] پیغمبر کی سنت کا استخفاف کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے

سوال:۔ اکثر لوگ صبح کی نماز کے بعد اسلام علیک کرتے ہیں سنت ہے یا بدعت۔

جواب:۔ ہمیشہ کے لیے اس کا التزام کر لینا بدعت ہے عزیز فتاوی عزیزیہ جلد ۲ ص۱۰

سوال:۔ خلاف سنت عمل پر مصلحت اور اتفاق کا بہانہ بنا کر علماء اور عوام اہلحدیث کا خاموشی اختیار کرنا اور اس میں شریک ہونا کیسا ہے۔

جواب:۔ ایسے موقع پر علماء اور عوام کا خاموش رہنا ایمان کی کمزوری کا نتیجہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت برا کام دیکھو اس کو ہاتھ سے مٹاؤ اگر اتنی طاقت نہیں ہے تو زبان سے منع کرو اگر زبان سے منع کرنے کی طاقت نہیں دل سے برا جان کر فوراً وہاں سے الگ ہو جاؤ اور فرمایا تم ایسا نہ کرو تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہ رہے گا۔ العیاذ باللہ۔

اہلحدیث گزٹ دہلی جلد نمبر ۹ ش نمبر 17۔

بدعات و رسومات محرم

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نظر میں۔

سوال:۔ تعزیہ بنانا اور اس پر نذر و نیاز کرنا اعراض بامید حاجت برآری لٹکانا اور بہ نیت بدعت حسنہ اس کو داخل حسنات ماننا کیسا گناہ ہے،

جواب:۔ افعال مذکورہ جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہیں بدعت سیئہ و ممنوع و ناجائز ہیں رسالہ تعزیہ داری ص۱۱۵۔

سوال:۔ محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ ناجائز ہے وہ مناہی و منکرات سے پر ہوتے ہیں۔ عرفان شریعت جلد اول ص۱۶

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مسائل ذیل ہیں:۔

بعض سنت جماعت عشرہ محرم میں نہ تو روٹی پکاتے ہیں نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں بعد دفن روٹی پکائی جائے گی۔

(۱) اس دن میں کپڑے نہیں اتارتے۔

(۲) ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔

الجواب تمام باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہیں احکام شریعت حصہ اول ص ۷۹

اخبار الاعتصام جلد ۲۶ ش ۲۵

مولانا عبید اللہ صاحب عفیف صدر مدرس دار الحدیث مسجد چینیا نوالی لاہور

مروجہ ماتم کی حرمت از کتب شیعہ

سوال (۱) شیعہ بھائی ایام محرم میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں تعذیہ نکالتے اور ماتم کرتے ہیں کیا شیعہ لٹریچر میں اس کا ثبوت ہے،

سوال (۲) سب سے پہلے ماتم کرنے والا کون ہے،

سوال (۳) قاتلان حسین کون تھے۔ مذمت موجود ہے۔

الجواب بعون الوھاب۔ شیعہ کی معتبر کتب میں ماتم کی سختی سے حرمت اور مذمت موجود ہے؟ چنانچہ چند شیعی روایات پیش خدمت ہیں۔

(۱) **فرمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم** ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند وفاتہ لفاطمۃ لَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْھًا وَلَا تَنْشُرِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَۃً (فروع کافی ج ۲ ص ۲۱۲)

حضرت فاطمہ رض کو وصیت فرمائی کہ میری وفات کے بعد اپنے چہرے کو زخمی نہ کرنا۔ بال نہ لٹکانا واویلا نہ کرنا اور نوحہ نہ کرنا۔

(۲) ابن بابویہ بسند معتبر از امام محمد باقر و امام جعفر صادق روایت کردہ است کہ حضرت رسول در ہنگام وفات خود حضرت فاطمہ رض گفت کہ چوں من بمیرم روئے خود را برائے من مخراش و گیسوئے خود را پریشان مکن و واویلا۔ مگر در بر من۔ نوحہ مکن و نوحہ گراں را مطلب و پیش کن۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۳۸۵ جلاء العیون ص ۳۳۔

شیعی مترجم نے اس عبارت یوں ترجمہ کیا ہے ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روائیت کی ہے کہ حضرت رسول ؐ نے وقت وفات جناب فاطمہ رض سیدہ سے کہا اے فاطمہ جب میں مرجاؤں اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان

اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا۔ جلاء العیون اردو ص ۶۷

(۳) عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ عِنْدَ الْمُصِیْبَۃِ اِحْبَاطٌ (نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۱۷۸)

حضرت جعفر صادق ؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت مصیبت رانوں پر ہاتھ مارنے سے مسلمانوں کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔

۴ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ماتم حرمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ماتم کی حرمت اور مذمت منقول ہے

چنانچہ کتاب فروع کافی میں ہے۔ قَالَ عَلِیٌّ وَرِثْنَا الْعَفْوَ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَوَرِثْنَا الصَّبْرَ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ فروع کافی جلد ۳ ص ۱۴۴ نولکشور حضرت علیؓ کا قول ہے کہ دشمن کو معاف کرنا آل یعقوب سے اور مصیبت کے وقت صبر کرنا آل یعقوب سے ہم کو ورثہ میں ملا ہے،

۵ حضرت علیؓ وفات رسولؐ پر فرماتے ہیں قَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَا لَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِکَ ... لَوْلَا اَنَّکَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَیْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَیْکَ مَاءَ الشُّئُوْنِ نہج البلاغۃ طہران ص ۳۳۵ کہ آپ کی وفات سے وہ امور منقطع ہوئے جو کسی اور نبی کی وفات سے نہ ہوئے اگر آپ نے ہمیں صبر کا حکم اور جزع فزع سے منع نہ کیا ہوتا تو آج ہم آپ کی موت پر رو رو کر آنکھوں کا پانی خشک کر ڈالتے۔

(۶) حضرت علیؓ کا دوسرا فرمان

نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ النِّیَاحَۃِ وَالْاِسْتِمَاعِ مَنْ لَا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہُ۔ (نہج البلاغۃ ج ۴ ص ۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے اور اسکے سننے سے منع فرمایا۔

(۷) حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ماتم

فروع کافی میں ہے:۔ لَمَّا اُصِیْبَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نَعَی الْحَسَنُ اِلَی الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَہُوَ بِالْمَدَائِنِ فَلَمَّا قَرَأَ الْکِتَابَ قَالَ مَا مِنْ مُصِیْبَۃٍ مَا اَعْظَمَہَا مَعَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اُصِیْبَ مِنْکُمْ مُصِیْبَۃً

مُصِيبَةٍ فَلْيَذْكُرْ مُصَابَهُ بِي فَإِنَّهُ لَنْ يُصَابَ بِمُصِيبَةٍ أَعْظَمَ مِنْهَا صَدَقَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فروع کافی ج ۱ ص ۱۱۹ بحوالہ آفتاب ہدایت ص ۲۲۳ ۔ جب حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر حضرت حسینؓ کو بھیجی تو انہوں نے خطبہ پڑھ کر فرمایا کہ کتنی بڑی مصیبت کا سامنا ہے لیکن نانا جی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو میری موت کی مصیبت کو یاد کرو کیونکہ مسلمانوں کے لئے میری موت کی مصیبت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں آسکتی حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بالکل سچا ہے،

۸ حضرت حسینؓ کی آخری وصیت

حضرت حسینؓ نے کربلا میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب کو فرمایا کہ بہن جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت صبر کرو پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا او گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہؓ زہرا کی بیٹی ہو جیسا کہ انہوں نے پیغمبر خداؐ کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا اسی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔ انارۃ البصائر ص ۲۹۶ بحوالہ آفتاب ہدایت ص ۳۲۳

۹ امام زین العابدینؒ

فرماتے ہیں لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا صَبْرَ لَهُ۔ اصول کافی جلد ۲ ص ۱۷۵ یعنی مصیبت میں صبر نہ کرنے والا دولت ایمان سے محروم ہوتا ہے۔

۱۰ جناب جعفر صادقؒ کا فتویٰ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ الصَّبْرُ مِنَ الْإِيمَانِ بمنزلة الرأس من الجسد فاذا ذهب الرأس ذهب الجسد كذالك اذا ذهب الصبر ذهب الايمان (نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۱۶۵ اصول کافی ۲ باب الصبر، جناب جعفر صادق کے فرماتے ہیں کہ صبر ایمان کے لئے سر کے بجائے ہے جیسے سر کے بغیر بیکار ہے اسی طرح ایمان بغیر صبر کے کسی کام کا نہیں رہتا۔

۱۱ حضرت جعفرؒ کا دوسرا فتویٰ

عن ابی عبد الله قال الصبر والبلاء يستبقان الى المؤمن فيأتيه البلاء وهو جزوع۔ فروع کافی ص ۱۲۱ ج ۱) امام صادقؒ فرماتے ہیں کہ صبر اور مصیبت دونوں مومن

کو پیش آتے ہیں لیکن مومن کو جب مصیبت آتی ہے تو صبر اور شکیبائی کرتا ہے اور کافر کو جب گھبراہٹ اور مصیبت آتی ہے تو وہ جزع و فزع کرتا۔

جزع کی تعریف: ۱۲ عن جابر عن ابی جعفر قال قلت لہ ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالویل والعویل ولطم الوجہ والصدر وجز الشعر من النواصی ومن اقام النواحۃ فقد ترک الصبر واخذ فی غیر طریقہ۔

..... فروع کافی جلد ۱ ص ۱۲۱ امام صادقؒ سے جب جزع کی حقیقت پوچھی گئی تو فرمایا کہ انتہائی جزع ہائے وائے چیخ و پکار کرنا گالوں کو پیٹنا سینہ کوبی کرنا بال توڑنا ہے اور جس نے نوحہ کیا اس صبر چھوڑ دیا اور غیر شرعی طریق اختیار کیا۔

سب سے پہلا نوحہ گر: ۱۲ جواب سوال ۲ سب سے ماتم اور نوحہ کا بندوبست کرنے والا شیعی کتب کے مطابق خود یزید تھا چنانچہ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں جب اہل حسینؓ کا قافلہ کوفہ سے دمشق آیا اور یزید کے دربار میں پیش ہوا تو یزید کی بیوی ہندہ نے بے تاب ہو کر بے پردہ مجلس یزید میں چلی آئی یزید دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا کہ گھر میں جا اور آل رسول خداؐ قریش کے پر بزرگوار پر بد نوحہ و زاری کر کہ عبید اللہ بن زیاد نے ان کے بارے میں جلدی کی میں ان قتل ہرگز راضی نہ تھا۔ جلد ۱ العیون اردو جلد ۲ ص ۲۴۲۔

جواب ۲: جب اہل بیت یزید کے محل میں داخل ہوئے تو اہل بیت یزید نے زیور اتار کر ماتمی لباس پہنا صدائے نوحہ و گریہ بلند کی اور یزید کے گھر تین روز تک ماتم برپا رہا۔ اسی طرح اخبار ماتم منیح اور تاریخ تواریخ التاریخ میں یزید اور خاندان یزید کے ماتم اور نوحہ کا ذکر موجود ہے۔ یہ بروایت شیعہ ہے مگر راقم کو یزید کے نوحہ گر ہونے میں تامل ہے،

دوسرا نوحہ گر: اور پھر یزید کے بعد مختار بن ابی عبید جو سیاسی شیعہ تھا، نے اس رسم کو بہت رواج دیا اور بعد ازاں نبوت کا دعویٰ کرنے پر جناب مصعب بن زبیر کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔

تیسرا نوحہ گر: معز الدولہ ہے جو المطیع للہ ابو القاسم کے عہد اقتدار ۳۴۱ھ تا ۳۵۳ھ

میں با اثر شیعہ تھا اسی غالی شیعہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اور آل معاویہ پر لعنت کے کتبے بغداد کی مساجد میں لگوائے تھے اور ۳۵۲ھ میں پہلی دفعہ بغداد کے بازاروں میں عاشقان حسین کو دسویں محرم میں مکمل ہڑتال کر کے رونے پیٹنے کا حکم دیا اصل الفاظ یہ ہیں الزم معز الدولۃ الناس بغلق الابواب ومنع الطباخین من الطبخ ونصبوا القباب فی الاسواق وعلقوا علیہا المسوخ واخرجوا۔ نساء منتشرات الشعور ویلطمن بالشوارع ویقمن المأتم علی الطبق وہذا اول یوم ینح علیہ بغداد تاریخ الخلفاء ص ۳۰۳ و ص ۳۰۴ ۔

معز الدولہ نے حکم دیا کہ لوگ مکمل ہڑتال کریں اور نانبائی روٹی نہ پکائیں اور بازاروں میں تابوت اور نقلی قبریں تیار کی جائیں اور عورتوں کو بازروں میں بال کھولے پیٹنے کیلئے بھیجا جائے اور حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کریں بغداد میں یہ پہلا یوم ماتم کا تھا۔

(اخبار الاعتصام جلد ۲۶ شمارہ ۲۶)

سوال: ایک حدیث مشکوٰۃ شریف میں بروایت ابن مسعودؓ کتاب الزکوٰۃ فی افضل الصدقہ میں آئی ہے کہ جو شخص کشادگی کرے گا اپنے کنبے پر خرچ کرنے میں دن عاشورہ کے کشادگی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر باقی سال اس کے میں کیا عاشورہ کے دن حلوہ مانڈہ پکانا درست ہے یا نہ اور یہ حدیث قابل احتجاج ہے یا نہ۔

جواب: یہ حدیث ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے اس کے کئی طُرق ہیں بعض علماء نے بعض طرق کو صحیح کہا ہے امام شوکانی الفوائد المجموعۃ فی بیان الاحادیث الموضوعۃ کے صفحہ نمبر ۱۰۱ میں امالی امام عراقی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ابن الجوزیؒ اور ابن تیمیہ نے اس طریق سے اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور امام سیوطی نے اللآلی میں اس کے کئی طریق ذکر کیے ہیں جو بعض بعض کو تقویت دیتے ہیں۔

اور امام بیہقی سے بھی نقل کیا ہے کہ اس کے کئی طریق ہیں جب بعض بعض سے ملائی جائیں تو کچھ تقویت ہو جاتی ہے اور اس کی ایک سند کو شرط مسلم پر کہا گیا ہے اس بنا پر اگر کوئی عمل کرے تو رکاوٹ نہ چاہیئے ہاں اس کو بڑی اہمیت بھی نہ دینی چاہیے کیونکہ اس کی صحت کی بابت تسلی نہیں اگرچہ اس کی ایک سند کو شرط مسلم پر کہا گیا ہے مگر اس میں ابوالزبیر راوی ہے جو جابرؓ سے عن کے ساتھ روایت کرتا ہے اور وہ مدلس ہے اور مدلس عن کے ساتھ روایت کرے تو روایت ضعیف ہے،

علاوہ اس کے حافظ ابن حجر لسان المیزان میں اسی سند کی بابت جس کو شرط مسلم پر کہا گیا ہے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث نہایت منکر ہے معلوم نہیں کون راوی اس کا مرتکب ہوا ہے پھر کہا ہے اس میں ایک راوی ابوخلیفہ الفضل بن حباب ہے،

اس کی کتابیں جل گئی تھیں شائد اس کے شاگرد محمدؒ بن معاویہ بن الاحمر نے اس سے کتب جلنے کے بعد سنا ہو پس بغیر کتاب حدیث سنانے سے حدیث غلط ہو گئی بلاحظہ ہو اللآلی للامام السیوطی جلد ۲ صفحہ نمبر ۶۳ و ۶۴ جب صحت حدیث کا یہ حال ہے تو اول تو اس پر عمل ہی نہیں چاہیئے اور اگر کوئی کثرت طریق سے تقویت پہنچنے کی بنا پر عمل کرنا چاہے تو اس کو نہایت محتاط رہنا چاہیئے کیونکہ اصلیت تو اس دن کی اتنی تھی کہ اس دن کا روزہ رکھا جائے جس کی فضیلت

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور عموماً روزے کے وقت اچھے کھانے کا خیال ہوتا ہے شاید اس بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل وعیال پر فراخی کا ارشاد فرمایا ہو مگر اب آنغا فیہ اس دن عاشورہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہونے سے شیعہ وغیرہ بہت سی خرافات اور بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں تعزیہ نکالنا اور رونا پیٹنا تو درکنار اصلیت ہی بدل ڈالی ہے، روزہ کی بجائے شربت کی سبیلیں جاری کی جاتی ہیں لوگ خوب شربت پیتے پلاتے صدقہ خیرات تو اس دن میں خصوصیت سے کرتے ہیں حالانکہ اپنی طرف سے کسی دن کو کسی عمل کے ساتھ خاص کرنا بدعت ہے جس پر بجائے ثواب کے عذاب ہوتا ہے مثلاً عاشورہ کے دن اور عرفہ کے دن اسی طرح بعض اور دنوں کو روزہ کے لیے خاص کیا ہے ان میں روزہ رکھنا بڑا ثواب ہے اب اگر کوئی جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص کرے اور کہے کہ یہ دن زیادہ فضیلت والا ہے تو اس کو بجائے ثواب کے گناہ ہوگا کیونکہ اس کی فضیلت نماز جمعہ کی خاطر ہے نہ کہ روزہ کی خاطر اسی لئے حدیث میں ہے لاتختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا یکون فی صوم یصومہ احدکم (رواہ مسلم) (مشکوٰۃ باب قیام التطوع) یعنی جمعہ کی رات کو راتوں کے درمیان سے قیام کے ساتھ خاص نہ کرو اور جمعہ کے دن کو اور دنوں کے درمیان روزے کے ساتھ خاص نہ کرو مگر یہ کہ کوئی روزے رکھتا ہو اور یہ درمیان آجائے،

ٹھیک اسی طرح عاشورہ کے دن کوئی شے اپنی طرف سے خاص نہ کرنی چاہیے بلکہ اصل شے اس دن میں صرف روزہ ہے یا زیادہ سے زیادہ مذکورہ حدیث کی بنا پر رات کو گھر میں کوئی اچھی شے پکائے اور اس میں ہر طرح سے احتیاط رکھے حلوے مانڈے کی تعیین نہ کرے بلکہ کبھی کوئی شے پکائے کبھی کوئی جیسے عام طور پر افطاری کے لئے ہوتا ہے کیونکہ پہلے یہ حدیث ہی تسلی بخش نہیں پھر اس پر حاشیہ آرائی کرنا خود کو زیادہ خطرہ میں ڈالنا ہے بلکہ بہتر تو یہ ہے مزے سے اچھا کھانا نہ ہی پکائے دیکھئے احادیث میں غیر نبی پر درود پڑھنا ثابت ہے مگر علماء نے لکھا ہے چونکہ درود انبیاء کا شعار ہوگیا ہے اس لیے پھر نبی پر مستقل طور پر نہ پڑھنا چاہیئے اگر پڑھا جائے تو بالتبع پڑھا جائے جیسے صلی اللہ علی النبی وآلہ اور یوں نہ کہے صلی اللہ علی آلہ یا علے

اَصْحَابِہٖ یَا عَلٰی نَبِیٍّ وَغَیْرِہٖ۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر وغیرہ زیر آیت اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ نیز حدیث میں ہے اَوْتِرُوْا یَا اَھْلَ الْقُرْاٰن (مشکوۃ باب الوتر) یعنی اے اہل قرآن وتر پڑھو اہل قرآن سے مراد اہل اسلام ہیں یا خاص حافظ ہیں اور خاص حافظ مراد ہونے کی صورت میں وتر سے مراد تہجد ہو گی اور حافظوں کو خاص اس لئے کیا کہ ان کو اس کا زیادہ خیال چاہیئے کیونکہ سینہ میں قرآن ہے اب باوجود اس حدیث میں اہل قرآن آنے کے کوئی اہل قرآن نام رکھے تو یہ اچھا نہیں تاکہ منکر حدیث ہونے کا شبہ نہ پڑے کیونکہ یہ منکر حدیث کا لقب ہو چکا ہے اور کسی پر مستقل طور سے درود پڑھنا بھی اچھا نہیں تاکہ مرزیوں وغیرہ سے تشبہ نہ ہو کیونکہ جب یہ انبیاء کا شعار ہوا تو خواہ مخواہ شبہ ہو گیا شاید یہ بھی نئی نبوت کا قائل ہو۔

ٹھیک ہے اہل بدعت نے چونکہ عاشورہ کے دن بہت سی خرافات اور بدعات کے ساتھ حد سے بڑھا دیا ہے، جس سے سبیلیں جاری کر دی تو اچھے اچھے کھانے پکائے کھانے کھلانے کا سلسلہ بھی ہے اس لئے مناسب ہے کہ اس کے دن کے سوا روزے کے کچھ نہ کیا جائے تاکہ اہل بدعت سے کسی کا شبہ نہ ہو اگر حدیث پوری طرح تسلی بخش ہو تو بھی نبوت کی طرف سے اطمینان نہیں اب ثبوت کے لحاظ سے بھی کھٹکہ لئے اور شبہ کا بھی خطرہ ہے اگر کوئی باوجود خطرات کے اس پر عمل کرنا چاہے تو کم از کم اتنا تو ضرور کرے کہ اس دن صدقہ خیرات کا خاص اہتمام نہ کرے اور نہ ہمیشہ کے لئے ایک کھانے کی مثلاً حلوے مانڈے کی کرے بلکہ صرف حدیث کے الفاظ پر نظر کرتے ہوئے اپنے اہل کے لئے کوئی اچھی شے پکالے اس سے آگے بڑھ کر زیادہ خطرات کا موجب نہ بنے اللہ ولی التوفیق

(تنظیم اہلحدیث جلد ۲۲ ش ۱)

توضیح الکلام

مولانا احمد رضا خان کا فتوے

مسئلہ ۲۹ ربیع الآخر شریف سنہ ۱۳۲۰ھ ہجری بعالی خدمت امام اہل سنت مجددّ دین ملت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا بعد از نماز مغرب کے میرے ایک دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے میں چلا گیا وہاں جاکر کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے ایک ڈھولک اور سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے اور یہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے یا نہیں اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس طرح کی۔

جواب ایسی قوالی حرام ہے حاضرین گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ میں کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا۔ ان کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا اگر وہ سامان نہ کرتا تو یہ ڈھول سارنگی نہ سنتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث عرس کرنے والا ہوا وہ نہ کرتا اور نہ بلواتا تو یہ کیوں کر آتے بجاتے لہذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا کما قالوا فی مسائل فوی مرق موی ان الآخذ والمعطی اثما لانھم لولم یعطوا لما فعلوا لکان العطاء ھو الباعث لھم علی الاثم مسائل

فِی التکدی والسوال وھذا کُلُّہٗ ظَاھِرٌ عَلیٰ مَنْ عَرَفَ الْفَوَائِدَ الْکَرِیمۃَ الشَّرْعِیَّۃَ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ دَعَا اِلیٰ ھُدًی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعَا اِلیٰ ضَلَالَۃٍ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَہٗ لا ینقص ذٰلک من اٰثامھم شَیْئًا۔ جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے اس کا اتباع کریں ان سب کی برابر ثواب پائے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلے ان سب کے برابر اس پر گناہ ہوا اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف نہ ہو پائے رواہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں از انجملہ اجل واعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَیَکُوْنَنَّ فِی اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الخز وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو صحیح حدیث جلیل وقد اخرجہ ایضا احمد وابوداؤد وابن ماجۃ والاسمٰعیلی وابونعیم باسانید صحیحۃ لا مطعن فیھا وصححہ جماعۃ اٰخرون من الائمۃ کما قالہ بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر فی کف الرعاع۔

بعض جہال بدمست کہ نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادبدمست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف کے آگے محتمل محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم، کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کسی کے پاس ہے کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلہ عالیہ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں۔

نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم

کرتے ہیں حالانکہ خود محبوب الٰہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنا فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں امیر حرم است احکام شریعت ص ۲۲۵ ج ۲۷ یہ فتوٰی کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے اس قدر وضاحت کے بعد بھی ہمارے بریلوی دوست نہ سمجھیں تو خدا حافظ دعا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اخبار تنظیم اہلحدیث لاہور جلد ۲۲ ش ۱۱

نماز عید کے بعد گلے ملنا اور مصافحہ کرنا کیا ہے

سوال:۔ بعد نماز عید آپس میں عید مبارک کہہ کر گلے ملے سکتے یا مصافحہ کر سکتے ہیں اس کا جواب حدیث سے یا خلافت راشدہ کے زمانے کے عمل سے کوئی روایت ہو تو بتائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوہاب نماز عید پڑھ کر نا واقف لوگ مصافحہ کرتے اور گلے ملتے ہیں حدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں البتہ مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۲۰۶ میں ہے کہ نماز عید سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کو تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکُمْ کہنا مسنون ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری سب کی طرف سے قبول فرمائے البتہ دور سے آنے والا مصافحہ یا معانقہ کرے تو اس کا کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ یہ مصافحہ یا معانقہ مروجہ عید کیلئے نہیں بلکہ ملاقات کیلئے ہے جو سنت۔ ہیئت اور مقصد بدلنے سے حکم کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ فقط۔ حافظ عبدالقادر روپڑی اخبار تنظیم اہلحدیث (لاہور جلد ۲۲ ش ۳۷ ص ۸)

توضیح المرام:۔ نماز عید کے بعد مصافحہ یا معانقہ کی اگر قرآن یا حدیث میں ممانعت

آتی ہے تو منع ہے ورنہ حدیث ترکتموہا ان تمسکتم کے تحت جائز ہے بدعت وغیرہ نہیں الراقم علی محمد سعیدی خانیوال۔

کیا رسولؐ کی اطاعت وقتی ہے

سوال:۔ کیا رسولؐ کی اطاعت وقتی ہے۔

جواب:۔ اس سوال کا صحیح مختصر اور سادہ جواب یہ ہے کہ اگر اطاعت کے متعلقات وقتی ہیں۔ تو اطاعت۔ بھی وقتی ہے اور اگر اطاعت کے متعلقات غیر وقتی ہیں تو اطاعت بھی غیر وقتی ہے مثلاً۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی وقتی ہے جس کی بنا پر اطاعت مطلوب ہے اگر قرآن کریم اس کے مندرجات اور اس کے اوامر ونواہی وقتی ہیں۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے اور جن کی وجہ سے وہ رسول کہلائے اگر دین اسلام وقتی ہے جس کی تکمیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم اور اپنے اسوہ حسنہ سے فرمائی اور جس کی تسلیم وتعمیل کا دوسرا نام اطاعت رسولؐ ہے اگر مومن اور مسلم کا وجود وقتی ہے جس کی ذات سے اطاعت رسولؐ کا مطالبہ کیا گیا ہے اور جو اس کا براہ راست مکلف ہے، تو پھر اطاعت رسولؐ بھی وقتی ہے اور اگر یہ چیزیں وقتی نہیں بلکہ دائمی ہیں تو اطاعت رسولؐ بھی غیر وقتی اور دائمی ہے یہ بات اتنی صاف اور واضح اور روشن ہے کہ معمولی عقل کا آدمی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ آئیے اب ان امور پر قرآن کریم کی راہنمائی میں غور کریں فرمایا۔ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (سورہ فرقان) وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے رسولؐ پر فرقان قرآن کریم نازل فرمایا تاکہ وہ بندہ رسولؐ عالمین کو عذاب الٰہی سے ڈرائے ظاہر ہے کہ کسی چیز سے ڈرانے سے مقصود یہی ہوا کرتا ہے کہ اس کے اسباب اس کی صورت وشکل اور اس کے نتائج سے باخبر ہو کر اس سے اجتناب کے طریقوں کی واقفیت کا کوئی دوسرا ذریعہ ہی نہیں اس آیت کریمہ میں رسول کے اس فعل انذار کو

للعلمین سے متعلق فرمایا جو کہ عالم کی جمع ہے اور پھر اس عالمین کو کسی عدد معین یا وقت مخصوص سے متعین نہیں فرمایا بلکہ علی الاطلاق عام رہنے دیا یعنی جب تک عالمین موجود رہیں گے رسولؐ کا عمل انذار بھی موجود رہے گا۔ معلوم ہوا کہ آج بھی عالمین موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے اس لئے رسولؐ انذار اور اس کے متعلقات آج بھی موجود ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک موجود رہیں گے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (اے رسولؐ علی الاعلان) کہہ دیجئے کہ اے انسانوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسولؐ ہو کر آیا ہوں۔ اس ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو الناس کیلئے بیان فرمایا اور لفظ جمیعًا سے الناس کے عموم کی تاکید فرما دی یعنی کل انسانوں کی طرف لفظ ناس اور انسان مترادف ہیں جو بھی شخص انسان یا ناس کا فرد کہلاتا ہے خواہ وہ کسی بھی وقت یا زمانہ میں ہو۔ رسول کی رسالت کا اس سے تعلق ہو گا اور وہ اس دعوت کا مخاطب ہو گا۔ قرآن کریم نے لفظ الناس اور جمیعًا کو کسی زمانہ یا وقت کے مخصوص نہیں فرمایا اگر آج ناس اور انسان موجود ہیں اور یقینًا موجود ہیں تو رسولؐ کی رسالت کا ان سے بھی ویسا ہی تعلق ہے جیسا کہ ان انسانوں سے تھا جن کی موجودگی میں یہ آیۃ نازل ہوئی ان میں تفریق کی کوئی وجہ نہیں۔

نکتہ۔ پہلی آیت فعل لِيَكُونَ کے ضمیر فاعل کا مرجع فرقان اور عبد دونوں ہو سکتے تھے اور فی الحقیقت دونوں نذیر ہیں اس لئے وحدت ضمیر اور اثنینیت مرجع ایضاح مطلب کیلئے صحیح تھے ان پر اکتفاء کیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آخر زمانہ میں مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہو گی جو صرف قرآن کریم کی اطاعت کو کافی سمجھے گی اور رسولؐ کی اطاعت کی منکر ہو گی اس لئے وہ اس ضمیر فاعل کا صرف فرقان قرار دے کر عبد (رسولؐ) کی اطاعت سے انحراف کی راہ نکال لینے کی کوشش کرے گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دوسری آیت میں اپنے رسولؐ کی رسالت کو بتغییر الفاظ اسی انسانی عموم سے متعلق ہونا ذکر فرما کر اس فساد کا ہمیشہ کے لئے سد باب کر دیا والحمد للہ علی ذلک فرمایا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت اور۔ ان دونوں کی

نافرمانی سے بچتے رہو۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔ اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسولؐ کی اطاعت کرو اگر تم نے اطاعت سے منہ پھیر لیا تو حرج نہیں) ہمارے رسولؐ کا فرض تو صرف پہنچانا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی بہت سی حیثیتیں اور فرائض بیان کئے ہیں آپ بشیر و نذیر بھی ہیں معلم کتاب و حکمت بھی ہیں مزکی اور متمم مکارم اخلاق بھی ہیں حاکم بھی ہیں آمر مطلق بھی ہیں اور صدر شورائیہ و جمہوریہ) بھی ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی اطاعت کا مطالبہ ان حیثیتوں میں مطالبہ صرف آپ کی حیثیت رسالت و نبوت پر کیا ہے قرآن کریم میں جا بجا یہی حکم ملتا ہے وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اس رسول کی اطاعت کرو مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الآیۃ جو لوگ اس رسول نبی اُمّی کی اتباع کرتے ہیں (ان پر اللہ کی ضرور رحمت ہو گی) آپ جہاں بھی قرآن کریم میں اطاعت کا حکم پائیں گے اللہ اور اس کے رسولؐ سے متعلق پائیں گے یہاں تک کہ اُولی الامر کی اطاعت کو بھی ان کی اطاعت کے تحت رکھا ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا جب اطاعت رسول کی بنیاد رسالت اور نبوت کی حیثیت ہے تو ظاہر ہے کہ جب تک رسولؐ کی یہ حیثیت قائم اور بحال رہے گی اطاعت رسولؐ کا مطالبہ بھی قائم رہے گا۔

تنبیہ:۔ اس موقع پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ کی رسالت وقتی تھی اور آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت رسالت بحال اور قائم نہیں اگر نہیں تو آج آپ کی رسالت پر ایمان اور یقین رکھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

اس صورت میں رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر اور اسے تسلیم کرنے والوں میں کوئی امتیاز اور فرق اسلام کی نظر میں قائم نہیں رہتا جب رسولؐ کی حیثیت رسالت ہی موجود نہیں تو اسے تسلیم کرنے کا کیا معنی۔

اس حالت میں آج دنیا میں اسلام کے نام پر جو کچھ بھی عمل میں آ رہا ہے خواہ وہ منکرین حدیث ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو سب بے سود اور بیہودہ ٹھہرتا ہے (معاذ اللہ)

اور اگر آپ کی حیثیت رسالت بحال ہے تو مطالبہ اور اطاعت بھی بحال ہے ،

نکتے :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دوسری حیثیتوں کو نظر انداز کر کے اطاعت رسول کے مطالبہ کو صرف رسالت کی حیثیت سے ہی مخصوص کر دینے کی کئی وجہیں ہیں اول یہ کہ ۔ آں حضرت ؐ کی جتنی بھی حیثیتیں ہیں حیثیت رسالت ان سب پر حاوی اور شامل ہے اور رسالت کی اطاعت کا مطالبہ رسول ؐ کی تمام حیثیتوں اور فرائض میں اطاعت کے مطالبہ کا متضمن اگر رسول کی اطاعت کسی دوسری حیثیت سے طلب کی تو ممکن تھا کہ بعض منکرین اطاعت رسول اس حیثیت کے علاوہ رسول کی دوسری حیثیتوں میں اس کی اطاعت سے انکار کر دیتے اور اطاعت رسول کی اسی حیثیت سے مخصوص قرار دے بیٹھتے دوسری وجہ یہ کہ بعض دوسری حیثیتیں بھی وقتی تھیں لیکن رسالت حیثیت وقتی نہیں بلکہ دائمی ہے اس لئے جب تک رسول ؐ کی حیثیت رسالت قائم ہے رسول کی اطاعت کا مطالبہ بھی قائم ہے ، چونکہ رسول ؐ کی یہ حیثیت ابدی اور قیامت تک ممتد ہے رسول ؐ کی اطاعت کا مطالبہ بھی قیامت تک ممتد ہے ،

تیسری :۔ وجہ یہ ہے کہ رسالت کے علاوہ رسول ؐ کی دوسری حیثیتیں آپ میں اور آپ کے بعد آنے والے مسلمانوں میں مشترک ہیں اگر کسی اور حیثیت کی بنا پر اطاعت رسول ؐ کا مطالبہ کیا جاتا تو بعد میں آنیوالے آپ کے جانشین اپنے کو مطاع مطلق قرار دینے کے لئے راہ پیدا کر لیتے مثلاً ہر معلم ۔ ہر حاکم ۔ ہر سپہ سالار ہر صدر ۔ ہر آمر رسول ؐ کی جانشینی میں اپنے کو مختار مطلق اور مطاع الاطلاق سمجھ لیتا جیسا کہ آج کل اطاعت رسول ؐ کے منکر سربراہ حکومت کو مرکز امر سمجھ کر مطاع اور مختار مطلق قرار دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو چونکہ ان حوادث کا پہلے سے علم تھا اس لئے اس نے مطالبہ اطاعت کو حیثیت رسالت پر مبنی قرار دیا کیونکہ رسالت میں آپ کا کوئی شریک نہیں اسی لئے آپ کی طرح کوئی دوسرا فرد مطاع مطلق اور مختار علی الاطلاق نہیں بن سکتا ۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے مطاع اور مختار مطلق بننے کے لئے رسالت اور نبوت کے دعوے کئے ہیں لیکن معلوم ہے کہ رسالت اور نبوت کے اختتام اور تکمیل اور ان میں شرکت غیر کے ناممکن ہونے کی وجہ سے ان کو ناکام ہونا پڑا اور وہ دجال کہلائے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے صرف

اسی لئے بھیجا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے رسول کو بھیجنے سے اطاعت رسول کے سوا ہمارا کوئی اور مقصد ہی نہیں۔ معلوم ہوا کہ رسالت سے مقصود حقیقی صرف اطاعت رسول ہی ہے اگر رسول کی اطاعت تسلیم اور اختیار نہیں کی جاتی تو رسول کی رسالت کو تسلیم کر لینے کی کوئی وقعت نہیں منافقین کا دعویٰ تھا۔ نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ضرور ضرور اللہ کے رسول ہیں لیکن قرآن کریم بتلاتا ہے، وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اس لئے کہ وہ رسول کی اطاعت کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ اسے ضروری سمجھتے ہیں یہاں رسالت رسول کے اقرار کے بعد اطاعت رسول سے انکار کو نفاق جو کہ بدترازکفر ہے قرار دیا اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا۔ منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے اور تم ان کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے اس سے ظاہر ہے کہ آج سے سو سال یا ہزار سال بعد بھی اگر کوئی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرنے کے بعد ان کی اطاعت کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ ویسا ہی منافق ہے جیسے منافق وہ لوگ ہے جن سے متعلق یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اطاعت رسول کو وقتی قرار دینے والے کا مقصد ہی یہ ہے کہ آج رسول اللہ کی اطاعت پر اُن کو عمل پیرا نہ ہونا پڑا اور یہی اطاعت رسول کا انکار ہے جو لوگ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرتے ہوئے مسلمان ہونے کے مدعی ہیں ان کو اس انکار اطاعت رسول کی راہ صاف کرنے کے لیۓ اطاعتِ رسول کو وقتی قرار دینے سے پہلے اس کے نتائج پر غور کر لینا چاہیئے۔

ثابت ہوا کہ جو بھی رسالت پر ایمان لائے اس پر اطاعتِ رسول فرض ہے خواہ کسی وقت اور زمانہ میں ہو۔ اطاعتِ رسول ؐ کا تعلق ایمان بالرسالت سے ہے نہ کہ وقت سے۔

نکتہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں الفاظ باذن اللہ بڑھا کر منکرین حدیث کے ان ہفوات اور شبہات کو رد کر دیا کہ اطاعت رسول شرک ہے یا اطاعت غیر اللہ ہے وغیرہ وغیرہ اطاعت غیر اللہ اس وقت حرام اور شرک ہو سکتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم کے بغیر ہو۔ یا اس حکم کے خلاف ہو جیسے دوسری جگہ فرمایا:۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ۔ جو اطاعتِ اللہ تعالیٰ کے حکم

اور اذن کے ماتحت ہو اسے حرام اور شرک قرار دینا اسی جماعت کے علم وفضل کا کام ہے،

تعجب ہے کہ یہ لوگ ادنیٰ حاکم کے حکم کی نافرمانی تو مرکز حکومت کی نافرمانی اور حکم عدولی تسلیم کر لیتے ہیں لیکن رسول اللہ کی اطاعت جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اذن سے ہے اس کی مخالفت کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حکم عدولی تسلیم نہیں کرتے یعنی ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے حکم اور اذن کی نسبت مرکز حکومت زیادہ وقیع اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نسبت سربراہ حکومت کی اطاعت زیادہ قابل اہتمام ہے مرکز حکومت جسکی اطاعت کا حکم دے اس کی اطاعت فرض ہے،

اور اللہ تعالیٰ جس کی کا حکم دے جس کی اطاعت حرام اور شرک ہے۔

بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ ۔

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال اور کوشش ضائع نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ جو عمل اور کوشش اللہ کی اطاعت اور اسکے رسول کی اطاعت ہیں نہ ہو وہ ضائع ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں اس لئے اس پر کسی موعودہ نتیجہ یا ثمرہ کا مترتب ہونا ضروری نہیں ہے خواہ وہ عمل یا کوشش دینی ہو یا دنیوی اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں بھی اطاعت رسول کا حکم دیا ہے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے خطاب سے یعنی ایمان والوں کو دیا ہے اور ان ایمان والوں کو کسی وقت یا زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیا اور نہ کسی مقام اور محل کے ساتھ اس لئے جب تک اور جہاں بھی ایمان والے پائے جائیں وہ اطاعتِ رسول کے مکلف ہیں۔

اطاعت رسول کو وقتی کہنے والے غور فرمائیں کہ وہ قرآن پاک کی بھی وقتی اطاعت کے قائل ہیں یا دوامی کے اگر اس کی اطاعت کو اب بھی فرض سمجھتے ہیں تو فرمائیں کہ وہ اپنے آپ کو يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا مخاطب اور ایمان والوں میں داخل قرار دیتے ہیں یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو قرآن کے حکم وامر اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کی تعمیل ان کا فرض ہے اور اگر جواب نفی میں ہے تو ہم ان کو قرآن کریم کے الفاظ میں دعوت دیتے ہیں۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ ۔ اے ایمان کے مدعیو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس

کے رسول کو بھی مانو۔ غرض یہ ہے کہ جب تک مومن اور مسلم موجود ہیں رسول کے زمانہ میں یا آج کل یا قیامت تک ان پر اطاعت رسول فرض ہے کیونکہ قرآن کریم ان کو براہ راست اطاعت رسول کا حکم دے رہا ہے مومن کوئی وقتی چیز نہیں ان کے عدم کے وقت اطاعت رسول کا حکم بھی معدوم ہو جاتا ہے فرمایا۔ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

جو کوئی شخص اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دین قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ آدمی آخرت میں خسارہ پائے گا۔

اس آیۃ کریمہ میں لفظ من عام ہے جو کوئی بھی ہو۔ اس پر اسلام کی پابندی اور اطاعت لازم ہے اسلام کی نسبت دوسری جگہ فرمایا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

یعنی تمہارا دین کامل کر دیا تم پر اپنی نعمت دین پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا۔

ظاہر ہے اس آیۃ کریمہ کے مخاطب مسلمان اور مومن ہیں اور ان کے لئے دین اسلام اللہ تعالیٰ کا تجویز اور پسند کردہ دین ہے اور یہ دین کامل ہے جس میں کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں اب دیکھیے دین اسلام کیا ہے، اسلام تین چیزوں کا مجموعہ ہے،

(۱) قرآن کریم کے الفاظ (۲) اس کا مفہوم (۳) اس کے احکام پر عمل کرنے کا طریقہ۔

پہلی دو چیز کو قرآن پاک نے وحی قرار دیا ہے اور اس پر لفظ نطق (قول) اطلاق فرمایا ہے جو کہ قرآن کریم کے الفاظ اور ان الفاظ کی تبیین اور تشریح میں نبوی اقوال سب پر حاوی اور شامل ہے، وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔

آپ کا نطق بالفاظ قرآن یا اس کی تفسیر ہیں قرآن کریم کے نزدیک دونوں وحی ہیں تیسری چیز جو اصطلاح محدثین میں رسول اللہ کا فعل اور تقریر کہلاتی ہے قرآن کریم نے اسے اسوۂ حسنہ کا نام دیا ہے، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ان تینوں چیزوں کا مجموعہ اسلام کہلاتا ہے،

اب غور فرمایئے کہ قرآن کریم اور اس کا مفہوم وقتی چیزیں ہیں یا اس پر عمل کرنے کا طریقہ یعنی اسوہ حسنہ وقتی چیز ہے یا ان تینوں کا مجموعہ یعنی دین اسلام وقتی چیز ہے، اگر یہ سب چیزیں وقتی نہیں تو ان کی تعمیل اور پابندی کا اختیار کر لینا جو کہ عین اطاعت رسول ہے کیسے وقتی ہو سکتا ہے اطاعت رسول کے الفاظ میں لفظ رسول سے مراد رسول کے امور بدنی و جسمانی تو نہیں ہیں بلکہ اس سے رسول کا نطق (قول) اور اعمال ہی مراد ہیں خواہ وہ اعمال آپ کی ذات سے صادر ہوں یا کسی دوسرے شخص سے صدور کے بعد آپ سے سند جواز و قبول حاصل کر لیں جیسا کہ قرآن پاک نے ان کو وحی اور اسوہ حسنہ قرار دیا تو اس حالت میں اطاعتِ رسول کو وقتی کہنے کا صاف صاف مطلب یہی ہے کہ یہ وحی اور اسوہ حسنہ ایک وقتی چیزیں تھیں اور ان کی اطاعت بھی وقتی چیز تھی منکرین حدیث کا مقصد بھی یہی ہے بلکہ ان کے عوام علی الاعلان اظہار کی جرأت نہیں رکھتے لیکن خواص اور جری آدمی مختلف الفاظ میں اس کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ قرآن اور اسلام وقتی چیزیں ہیں معاذ اللہ

نکتہ | اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لکم سے مخاطب فرما کر اسوہ حسنہ کی اطاعت پر ترغیب دینے کے بعد الفاظ اور بڑھا دیئے فرمایا۔

لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔

ان الفاظ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونا اگرچہ تمام مسلمانوں سے مطلوب ہے تاہم عملاً اسے وہی لوگ اختیار کریں گے جن میں یہ تین صفتیں موجود ہوں گی۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر جزا بدہی کا یقین۔

(۲) آخرت میں اپنے اعمال پر جزا و سزا پانے پر ایمان۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی ہر وقت کی یاد جس سے ان کا اللہ کے ساتھ امید اور خوف کا تعلق قائم رہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے جو لوگ رسول کو واجب الاطاعت نہیں سمجھتے یا اس کی اطاعت کو وقتی تسلیم کرتے ہیں وہ ان تینوں صفات سے خالی ہیں جب آپ اس قسم کے لوگوں کی عام حالت پر غور کریں گے تو آپ اس میں رائی برابر فرق نہ پائیں گے۔ اللّٰھم احفظنا

رسول کی اطاعت وقتی ہے کے الفاظ میں وقتی مجمل ہے ہو سکتا ہے وقتی سے مراد رسول کی دنیوی زندگی ہو جب تک رسول اللہ دنیا میں زندہ موجود رہے آپ کی اطاعت فرض تھی جب دنیا سے رحلت فرما گئے آپ کی اطاعت فرض نہ رہی منکرین حدیث کے مسلک کے اعتبار سے یہی معنی مراد معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ وہ رسول کی اطاعت کو بحیثیت مرکز حکومت بالفاظ دیگر سربراہ حکومت تسلیم کرتے ہیں نہ بحیثیت رسالت اور رسول کی اطاعت کو دوسرے ارباب حکومت کی اطاعت پر قیاس کرتے ہیں جب دوسرے مراکز حکومت کی اطاعت صرف ان کی زندگی تک محدود رہے، تو ان کے نزدیک کوئی وجہ نہیں کہ رسول کی اطاعت اس کے بعد بھی فرض ہو۔ یہ نظریہ جہالت اور ضلالت کا نتیجہ ہے، اول تو قرآن کریم نے اطاعت

ےؔ مولانا قاضی عبدالرحیم مرحوم ۱۷ دسمبر ۱۸۸۲ء میں موضع کوٹ قاضی وسطی ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے اردو حساب فارسی اور صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں گھر ہی میں پڑھیں جب عربی عبارت پڑھنے کی استعداد پیدا ہوئی تو ۱۸۹۵ء میں حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور ۱۹۰۲ء میں حضرت مرحوم سے صرف و نحو تفسیر اور صحاح ستہ کی تکمیل کی سند حاصل کی ۱۹۰۵-۰۲ء میں امرتسر میں حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے ان سے صحیح بخاری کا اعادہ کیا اور مولانا مولانا عبدالاول غزنوی مرحوم سے سنن ابی داؤد دوہرائی اسی اثناء میں مولانا محمد معصوم مرحوم سے منطق۔ معانی۔ اور دوسرے علوم کی کتابیں پڑھیں ۱۹۰۶ء میں طبیہ کالج دہلی میں طب یونانی کے حصول کیلئے داخلہ لیا ۱۹۰۸ء میں وہاں سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور گوجرانوالہ میں مطلب کھولا اور اسی میں اپنی زندگی صرف کی۔

قاضی صاحب نے جماعتی اور سیاسی کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا آزادی وطن کی مختلف تحریکوں میں قید و بند کی مصیبتیں بھی جھیلیں آپ بڑے متدین بلند اخلاق اور متوازن بزرگ ہیں حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ سے بہت زیادہ متاثر ہیں

علی محمد سعیدی

رسول ﷺ کا مطالبہ بحیثیت رسالت رسول کیا ہے نہ کہ بحیثیت مرکز حکومت، رسالت کے مقام کو مرکز حکومت قرار دینا اور رسالت و حکومت کو ایک مرتبہ پر رکھنا۔ دین اسلام سے بہت بڑی جہالت لغت میں تصرف بے جا اور علم لغت سے لاعلمی ہے،

دوسرا دنیا میں کوئی بھی رسول ایسا نہیں گزرا جس کی اطاعت صرف و نبوی زندگی تک محدود رہی ہو۔ تیسرا ابتدائے اسلام سے آج تک تمام مسلمان اس امر پر متفق چلے آتے ہیں کہ قیامت تک ہر انسان کہلانے والے فرد پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا فرض ہے ایسے متفق علیہ مسئلہ سے انحراف و انکار بلا دلیل شرعی سب سے بڑی ضلالت ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سوال میں لفظ وقتی سے سائل کی مراد کچھ ممتد زمانہ ہو۔ یعنی اس وقت تک اطاعت رسول فرض ہے جب کہ دوسرا رسول آئے اور اس کی اطاعت فرض ہو جائے جیسا کہ انبیاء بنی اسرائیل کی نسبت مشہور ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس قسم کی وقتی اطاعت تسلیم کرنے کی بھی گنجائش نہیں اس قسم کی وقتی اطاعت کی بنیاد پہلے رسول کی تعلیم کے فقدان اور دوسرے رسول کی آمد کی بشارت پر مبنی ہے اور یہاں دونوں چیزیں مفقود ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں دین اسلام کامل اور محفوظ ہے اس کے معانی و مفہوم محفوظ اس پر عمل کی کیفیت محفوظ بلکہ جس ماحول میں قرآن کریمہ نازل ہوا۔ وہ ماحول اور اس کا ملحق ماضی بھی محفوظ ہے اور انشاء اللہ مستقبل بھی تا قیامت محفوظ رہے گا۔ ان حالات میں اطاعت رسول ﷺ کو وقتی قرار دینے کا باعث خواہش پرستی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے اطاعت رسول ﷺ چونکہ اتباع ھوٰی سے مانع ہے اس لئے ہوا پرستوں کے نزدیک اس کا ترک ضروری ہے،

ترک اطاعت رسول ﷺ کے اسباب

مثال کے طور پر ذرا غور فرمائیے کتنا عجیب اور پر پیچ ہے ایک شخص مرکز حکومت کے تخت پر اجمال ہے اسے نہ قرآن کریم کا علم ہے نہ حدیث نبوی کی خبر نہ نماز۔ نہ روزہ ہے نہ حج سے واسطہ نہ زکوۃ سے نہ توحید و رسالت پر ایمان ہے نہ آخرت کی جزا و سزا پر یقین شراب کا رسیا ہے زنا کا دلدادہ جوا اور لٹو۔ عیش و عشرت میں

مست ۔ رعایا کی جان ومال، عزت اور تکلیف و آرام کا نہ اسے خیال ہے نہ ان کی پروا۔ خزانہ کو اپنے باپ دادا کی جاگیر تصور کرتا ہے ہزاروں ماہوار اور لاکھوں سالانہ جیب میں ڈالتا ہے غیر مسلم حکمرانوں کی اطاعت اور کفش برداری اس کا فرض منصبی ہے اور ہر عیاشی میں ان کی نقل اتارنا اس کا منتہائے نظر اس پر مستزاد یہ کہ وہ ان تمام گندگیوں کو ملک میں رائج کرنا چاہتا ہے اور اس کے مختلف اسباب وذرائع عمل میں لاتا ہے۔

اب خوش قسمتی سمجھیے یا بد قسمتی کہ مرکز حکومت خود مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا ہے اس کی رعیت مسلمان واقع ہوئی ہے جس کا عقیدہ ہے کہ ہر مسلمان کے لیے جن میں مرکز حکومت بھی شامل ہے قرآن کریم اور رسول کریمؐ کی اطاعت فرض ہے یہ رعایا جب سربراہ حکومت کے اعمال وافعال کو دیکھتی ہے تو اس کے دل میں مرکز حکومت سے نفرت پیدا ہوتی ہے وہ مرکز حکومت سے ان کے افعال کے ترک اور احکام اسلام کے مطابق اصلاح نفس کا مطالبہ کرتی ہے دوسری طرف سربراہ حکومت محسوس کرتا ہے کہ رعایا خدا پرست اطاعت رسولؐ کی پابند ہے، اس لیے ممکن ہے کہ وہ میری موجودہ حالت سے متاثر ہو کر میری اطاعت سے ہی منحرف ہو جائے اور تخت حکومت سے اتار پھینکے وہ اپنے جاہ ومنصب کی حفاظت اپنے رعب اور وقار کے بقاء اور اپنی اطاعت کے استحکام کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیتا ہے اور چونکہ وہ ابتدا ہی سے یہود ونصاریٰ میں تربیت یافتہ اور علماء یہود ونصاریٰ کا تعلیم دادہ ہے وہ اپنے اساتذہ اور آقاؤں سے اعانت ومدد طلب کرتا ہے یہود ونصاریٰ اور ان کے علماء تو تخریب اسلام کے شائق اور دلدادہ ہیں ہی جھٹ اپنے خزانوں اور لشکر سمیت ان کی مدد کو پہنچتے اور ریسرچ اسلام کے رنگ میں تحریف اسلام کا کھیل شروع کر دیتے ہیں کہیں انکار حدیث کا مشغلہ اختیار کیا جاتا ہے کہیں رسولؐ کی حیثیت پر بحث کی جاتی ہے کہیں اس کی اطاعت کو ٹھہرایا جاتا ہے اور کہیں اس کی اطاعت کو وقتی بتا کر اسلام کے حلقہ سے گردن چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے قرآن سے انکار اول تو ناممکن ہے دوسرا اس کے مطالب حسب خواہش بنائے جا سکتے ہیں لیکن رسولؐ کی تفسیر اور تشریح نہ تو قرآن کریم میں تحریف کی گنجائش باقی رہنے دیتی ہے اور نہ خواہشات نفسانیہ کو چلنے دیتی ہے اس لیے اس پورے مسلم اور

غیر مسلم گروہ کا نزلہ رسولؐ اور اس کے اسوہ حسنہ پر گرتا ہے اور اس تمام گمراہی اور ضلالت کو قرآن کے نام پر پیش کیا جا رہا ہے اس کے نتیجہ میں مرکز حکومت کو اولی الامر بنا کر اس کی اطاعت فرض قرار دی جاتی ہے اور رسولؐ کو اس کے مرتبہ رسالت سے گرا کر ایک چٹھی رساں یا وقتی حکمران کہہ کر اس کی اطاعت سے انکار کر دیا جاتا ہے اور اس کی اطاعت کو شرک ٹھہرا جاتا ہے یہ یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ کیسا صحیح نمونہ ہے آپ موجودہ اسلامی حکومتوں کے سربراہوں کے حالات پر غور فرمائیں گے تو ان میں سے اکثر کے حالات اسی قسم کے پائیں گے إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ۔ فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔

پہلی آیتوں کی طرح اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسولؐ کا حکم ایمان والوں ہی کو دیا ہے اور اس اطاعت کا مطالبہ رسول کی حیثیت رسالت ہی کی بنا پر کیا ہے نہ کہ اولی الامر یا مرکزی حکومت یا سربراہ حکومت کے اعتبار سے بلکہ اطاعت رسولؐ کے حکم کے بعد سربراہ حکومت کی اطاعت کا علیحدہ مطالبہ کیا ہے،

معلوم ہوا کہ جب تک مومن موجود ہیں اور جب تک رسولؐ کی رسالت بحال ہے اس کی اطاعت مطلوب اور مامور رہا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اطاعت رسول الگ چیز ہے اس کے بعد دو چیزیں ایسی ذکر فرمائیں جو اطاعت رسول اور اطاعت اولی الامر کے درمیان حد فاصل ہے اول یہ کہ رسولؐ سے اختلاف اور تنازع جائز نہیں۔ اس لئے کہ اگلے جملہ میں اسے حکم قرار دیا ہے حکم کے ساتھ تنازع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اولی الامر کے ساتھ تنازع اور اختلاف جائز ہے،

دوسرا یہ کہ محل نزاع میں حکم کا مقام رسولؐ کو حاصل ہے یہ کہ اولی الامر کو اس کی تفصیل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ تَنَازَعْتُمْ باب تفاعل سے آیا ہے جو مادہ میں فاعل اور مفعول کے اشتراک کا مقتضی ہے اس آیت میں تین فریق کا ذکر ہے ایک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ۔ دوسرے مومن يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے مخاطب رعیت سے موسوم او

اطاعت بجا لانے مکلف۔

تفسیر ے اولی الامر جو اس آیت میں مطاع ٹھہرائے گئے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ میں جو نزاع مذکور ہے، اس میں ان تینوں گروہوں میں سے کون کون فریق شریک ہو سکتا ہے پہلا فریق یعنی اللہ و رسول تو فریق نزاع بن نہیں سکتے اول تو وہ متکلم ہیں مخاطبین میں شامل نہیں دوسرا اگلے جملہ میں انہیں حکم قرار دیا گیا ہے اور حکم کا مقام (بالخصوص اس قسم کی نزاع میں) کسی فریق کو بھی حاصل نہیں نہ رعیت کو نہ اولی الامر کو آیت کا مطلب صاف ہے کہ اگر مسلمان رعیت اور ان کے اولی الامر کے مابین کسی چیز میں اختلاف اور نزاع پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ (قرآن کریم) اور اس کے رسولؐ (اسوہ حسنہ) سے لیا جائے جو فیصلہ وہ کریں اولی الامر اور رعیت دونوں اس کو تسلیم کریں اور خوش دلی سے اس کی اطاعت کریں ثابت ہوا کہ نہ تو اولی الامر کی اطاعت کو رسولؐ کی اطاعت کا مرتبہ حاصل ہے اولی الامر کو رسولؐ کا مقام اس حالت میں اطاعت رسولؐ کو بحیثیت مرکز حکومت قرار دینا قرآن کریم کی صریح تحریف ہے،

نکتہ:- فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ میں ذکر کردہ نزاع کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ افراد رعایا میں نزاع ہو جائے ظاہر ہے کہ اس صورت میں اولی الامر کی طرف رجوع ہو گا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔

اس بنا پر چاہیے تھا کہ مضمون کے اتمام کے نظر جیسے پہلی قسم کے نزاع کی نسبت فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ فرما دیا ہے اس نزاع سے متعلق بھی فرما دیا جاتا۔ فَرُدُّوْهُ اِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ لیکن ایسا نہیں فرمایا بلکہ اس موقع پر اسے نظر انداز کر دیا ہے بظاہر اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہاں اللہ اور رسولؐ کے لئے مقام حکمیت کا اثبات مقصود ہے اگر اس کے ساتھ ہی کسی جہت سے بھی حکمیت اولی الامر کا ذکر کر دیا جاتا تو اولی الامر کی نسبت یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ ان کی حکمیت کا مقام اور مرتبہ بھی وہی ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی حکمیت کا ہے حالانکہ ان دونوں حکمیتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے واللہ اعلم۔

انسان جب استغنا محسوس کرتا ہے تو سرکشی اور شرارت پر اتر آتا ہے اولی الامر اور

مطاع ہونکے بعد کسی کی اطاعت اسے کیسے گوارا ہو سکتی ہے خواہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کی اطاعت ہو اسے اپنے وقار کا بھوت نہ رعایا کی سننے دیتا ہے نہ اللہ ورسول کی اسلیے اللہ تعالیٰ نے جو اولی الامر کی ضمیر سے ان کے اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان و یقین کے ذریعہ اور دنیا میں اس طرز عمل کے فوائد کی طرف توجہ دلا کر محبت آمیز اور نرم ترین لہجہ میں اس اطاعت کے تسلیم کی اپیل کی فرمایا تمہارا ایمان بھی اس کی تعلیم کا مقتضی ہے اور دنیا میں بھی یہ طریق بہترین نتائج کا حامل ہے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

فرمایا هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا الخ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امیین پر اپنے فضل کا ذکر فرمایا کہ اللہ نے ان کے لئے ان ہی میں سے ایک رسول۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات (قرآن) پڑھتا ہے ان کو روحانی اور اخلاقی برائیوں سے پاک وصاف کرتا ہے ان کو کتاب (قرآن کریمہ کے مفہوم و معانی) کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو اس پر عمل کی کیفیت۔ حکمت سکھاتا ہے یہ تمام صفات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اس کے بعد فرمایا یہ رسول آخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کے لئے بھی ہے جو ابھی امیین سے نہیں ملے اور بعد میں آئیں گے ان بعد میں آنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی زمانہ یا مدت نہیں فرمائی کہ کسی وقت تک کے آنے والے اس کی رسول کی امت میں شمار ہوں گے اور اس وقت کے بعد اس رسول کی رسالت اور اس کی امت میں شمول کا وقت جاتا رہے گا اور اس وقت اس رسولؐ کی اطاعت ان پر فرض نہ رہے گی بلکہ آخرین کو عالم مطلق رکھا جو لوگ بھی آئیں اور جب بھی آئیں خلفاء اربعہ کے زمانہ میں آنے والے ان میں شامل ہیں بنو امیہ بنو عباسیہ اور ترکوں کے زمانہ میں آنے والے ان میں داخل ہیں آج کل اور آج کے بعد تا طلوع الشمس اور مغربہا آنے والے تمام افراد انسانی ان میں درج ہیں یہ تمام کے تمام وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ۔ کا مصداق ہیں اور ان کا رسولؐ بھی وہی رسول ہے جو امیین میں مبعوث ہوا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی رسالت کو تو صحیح سمجھے لیکن اس کی اطاعت کا منکر ہو اور پھر مومن اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول بھی ہو۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ الآیہ اس آیت کریمہ میں بھی رسولؐ کی حیثیت رسالت ہی کو ذکر فرمایا اور اسی پر تمام احکام مرتب فرما گئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ کی اطاعت ہی رسولؐ کی اطاعت ہے مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ سے ان کی مراد مجرد قرآن کریم ہے جس میں وہ نطق نبیؐ شامل نہیں جو قرآن کریم کی تبیین وتفسیر میں آپ سے صادر ہوا۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم کے معانی اور مفہوم کو اپنے خیالات فاسدہ کے سانچہ میں ڈھال لیں اور قرآن پر ایمان اور عمل کے دعویٰ کے ساتھ ہی خواہشات نفسانیہ کی تکمیل بھی کرتے ہیں رسولؐ نے قرآن کا جو بیان اور شرح کی ہے اگر اسے تسلیم کر لیا تو ہوائے نفس کا ایفا ممکن نہیں رہتا اس کے اشتباہ کے ازالہ کے لئے فرمایا۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا جب ان منکرین حدیث سے کہا جاتا ہے کہ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قرآن کریم اور رسولؐ کے اسوہ حسنہ دونوں کی طرف آؤں اور دونوں سے فیصلہ کرلو تو دیکھے گا کہ وہ تیری رسول کی طرف آنے سے رکتے ہیں یعنی مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ کی طرف آنے سے نہیں رکتے۔ لیکن رسولؐ کی طرف آنا ان کو گوارا اور پسند نہیں اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ کی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت میں کچھ فرق ہے تب ہی تو وہ ایک کو گوارا اور دوسرے کو ناپسند کرتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک شخص کہہ دے کہ صلوٰۃ تحریک صلوین سے مشتق ہے جس کے معنی چوتڑ ہلانے کے ہیں اور جو شخص صبح بیدار ہونے سے رات کو سونے تک چوتڑ ہلاتا اور کاروبار میں بھاگ دوڑ کرتا رہتا ہے وہ مصلی ہے اور قرآن کے حکم پر عامل اور اس حکم اقامت صلوٰۃ کا مقصد مسلمانوں کو کاروبار میں سعی وکوشش کر کے اپنے اقتصادیات کا مضبوط اور درست کرنا ہے تو بتایئے آپ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں علیٰ ہٰذا القیاس زکوٰۃ صوم حج اور توحید کا حال سمجھ لیجئے۔ لیکن جب قرآن کریم کا صحیح مفہوم متعین ہو جائے گا۔ آج منکرین حدیث تمام شرعی احکام اور فرائض کی اسی طرح سے حجامت کر رہے اور دین اسلام کو ایک اکھوکہ کی صورت دے رہے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ اس آیت میں صرف مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تسلیم کرنے اور رسولؐ سے اعراض کرنے والوں کو منافقین کا نام دیا گیا ہے أَعَاذَنَا اللّٰهُ آخر میں میں ان لوگوں سے جو اطاعت رسولؐ سے اعراض کرتے اور قرآن کریم کو واجب الاطاعت سمجھتے

ں قرآن کے ایک مؤکد حکم کی طرف توجہ دلا کر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں فرمایا۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ
نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَیَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ
مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

یہ آیت کریمہ سورہ حدید کی ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی اس وقت تک اسلامی اصطلاحات
معین ہو چکی تھیں مومن ان ہی لوگوں کو کہا جاتا ہے جو توحید الٰہی اور رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی پر اعتقاد اور یقین رکھتے تھے رسالت کے منکر کافر کہلاتے تھے اللہ تعالیٰ نے پہلے الفاظ
ین ایمان والوں کو مخاطب فرمایا پھر اِتَّقُوا اللّٰهَ کے جملہ سے مامور بہ کی اہمیت اور اس کی
تعمیل کی تاکید پر توجہ دلائی اور اس کے بعد اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ کا حکم دیا اس حکم میں نہ ایمان
باللہ شامل کیا نہ ایمان مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ، نہ ایمان بالانبیاء اور نہ ایمان بالآخرت بلکہ رسول کے
مفرد لفظ کی اپنی طرف اضافت کر کے اس پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ حالانکہ ایمان برسالت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم تو ان میں پہلے سے موجود تھا جب ہی تو وہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مخاطب
ہوئے ان کو اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ کا حکم تحصیل حاصل نہیں تو اور کیا ہے معلوم ہوا کہ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ
کے حکم میں ایمان سے مراد اطاعت رسول ہے نہ کہ ایمان قلبی اس کے تو وہ پہلے سے ہی قائل
اور معترف ہیں اور اطاعت رسول کے مقام پر ایمان بالرسول کا حکم معتبر ہے کہ مجرد ایمان
برسالت الرسول کوئی چیز نہیں جب تک کہ اطاعت رسول نہ اختیار کی جائے ایمان بالرسالت
اسی وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول معتبر ہے جب کہ اس کے ساتھ اطاعت رسول بھی موجود
ہو اس لئے اطاعت رسول درحقیقت ایمان برسالت الرسول ہے کیونکہ اطاعت رسول
بغیر ایمان برسالت الرسول ممکن ہی نہیں لیکن ایمان برسالت الرسول کو عملاً اطاعت رسول
لازم نہیں۔

الفاظ ندائیہ میں اٰمَنُوْا صیغہ ماضی سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ مراد لینا ٹھیک
نہیں اس لئے کہ دوسرے آیت میں لِئَلَّا یَعْلَمَ الْكِتٰبَ اَنْ لَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی
شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ اس کی تردید کرتے ہیں۔ اہل کتاب ہی کو خطاب اور امر برسالۃ الرسول

کے حکم کے بعد ان کی نسبت ہی یہ کہنا کہ ان کے نزدیک فضل الٰہی مسلمانوں کے شامل حال نہیں کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اس حکم وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ کی لم میں جو بیان فرمایا گیا ہے وہ اس سے زیادہ قابل توجہ اور غور مطلب ہے

۱۔ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ۔

۲۔ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ۔

۳۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ۔

۴۔ لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ دوسری لم میں فرمایا کہ اطاعت رسول ہی تمہارے لئے راہنمائی اور روشنی کا مینار بن سکتی ہے جس کے ذریعہ تم دنیا اور عقبیٰ کے سفر زندگی میں بے خوف و خطر چل سکتے ہو۔

کیا آج تمام اسلامی ممالک اور بالخصوص پاکستان کے حکمران ہر شعبہ زندگی میں مضطرب اور پریشان ہو کر ٹھیک نہیں رہے،

اور کیا اس کی واحد وجہ یہ نہیں کہ انہوں نے اطاعت رسول سے اعراض اور انحراف اختیار کر لیا بلکہ اطاعت یہود و نصاریٰ کو اس پر مقدم کر رکھا ہے پھر ان کو وہ نور جس سے وہ کامیابی کے راستہ پر چل سکیں کیسے حاصل ہو۔

چوتھی لم علی الاعلان مسلمانوں میں منادی کر رہے ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ۔ کچھ بھی چاہیے اگر تم (مسلمان۔ اطاعت رسولؐ اختیار کرو تو پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کر دے گا فضل وکرم کا مالک وہی ہے اور اس وقت اہل کتاب کو۔ (اس کے نتیجہ میں) خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ ان کی کوششیں اور اعمال ضائع ہوئے اور مسلمان ان کے علی الرغم دنیا و عقبیٰ میں کامیابی اور کامران ہو گئے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اطاعت رسولؐ ہی دنیا اور عقبیٰ میں کامیابی اور فضل الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اگر کوئی شخص مسلم ہو یا غیر مسلم یہ سمجھتا ہے کہ وہ اطاعت رسولؐ کے بغیر قرآن کریم پر عمل یا اللہ تعالیٰ کے فضل کا مستحق ہو سکتا ہے تو وہ غلطی پر ہے،

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی چونکہ منافقین موجود تھے جو

رسالت پر ایمان کا دعویٰ گو رکھتے تھے لیکن اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضروری نہ سمجھتے تھے جیسا کہ آج کل منکرین اطاعت رسول کی حالت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ان خیالات کی ان آیات میں تردید فرمادی ۔ (جمعیت حدیث نمبر) اخبار الاعتصام جمعیت حدیث

مذہب اہل حدیث

سوال ۔ ٹھیٹھ اسلام اور مذہب اہل حدیث ہر دو میں فرق ہے یا دونوں لفظ ایک ہی مطلب ادا کرتے ہیں ۔

جواب ۔ قرآن میں ہے، وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (الآية) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم سے ایمان لائے اور اچھے عمل کرے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے پہلے لوگوں کو خلیفے بنایا اور ان کے دین کو جگہ دے گا جو ان کے لئے پسند کیا ۔

مشکوٰۃ باب الاعتصام فصل اول میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے ۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّتِهٖ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے ہر نبی کے دوست اور اصحاب تھے جو اس کے طریقہ کو لیتے اور اس کے حکم پر چلتے پھر ان کے بعد نالائق پیدا ہو جاتے جو کہتے وہ بات جو نہ کرتے اور کرتے وہ بات جو نہ حکم دیئے جاتے پس جو شخص جہاد کرے ان سے ساتھ ہاتھ اپنے کے وہ مومن ہے اور جو جہاد کرے ساتھ زبان اپنی کے وہ مومن ہے اور جو جہاد کرے ساتھ دل اپنے کے یعنی دل سے برا جانے اور دشمنی رکھے وہ مومن ہے اور ورے اس کے ایک رائی برابر بھی ایمان

نہیں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

کتاب رزین اور کتاب المدخل للبیہقی میں ہے،

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحمل ھٰذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔

(مشکوٰۃ مع مرقاۃ کتاب العلم فصل ثانی)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دینی علم کو ہر خلف سے عدول (یعنی ثقہ لوگ) اٹھائیں گے جو دور کریں گے اس سے تحریف حد سے بڑھنے والوں کی اور جھوٹ باطل والوں کا اور تاویل جاہلوں کی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق

اس آیت اور دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس طریق پر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں چھوڑ کر گئے تھے اسی کو اللہ نے پسند کیا

اس آیت سے معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں خلیفہ بنائے گا اور تمہارے دین کو جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے جگہ دے گا۔ سو یہ وعدہ پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے ہاتھ پر پورا ہوا ہے اور پہلی حدیث سے معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ ہر نبی کے حواری اور اصحاب تھے جو اس کے طریق پر چلتے تھے پھر پیچھے نالائق پیدا ہو جاتے ہیں اس سے مقصود آپ کا یہ تھا کہ میری امت میں ایسا ہی ہوگا اسی واسطے اخیر میں فرمایا کہ جو شخص ان سے تلوار کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے الخ۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں علی العموم فرمایا ہے کہ ہر خلف میں عدول ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد جن کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے وہ سب آپ کے خلف تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے عدول تھے پس وہ اس حدیث کے اول مصداق ہوں گے پس اس آیت اور ان دونوں حدیثوں اور ان جیسی اور آیتوں و حدیثوں[1] سے ثابت ہوا کہ جس طریق پر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے وہی رسول اللہ صلعم لے کر آئے

---

[1] جیسے آیہ کریمہ لقد رضی اللہ عن المومنین اور حدیث من کان مستنا فلیستن بمن قد مات جو گذر چکی ہے اور اس جیسی اور۔ ۱۲

تھے اور وہی اللہ کو پسند تھا۔

چونکہ اس پر اتفاق ہے اس لئے زیادہ حوالوں کی ضرورت نہیں صرف تنبیہہ کے لئے ایک آیت اور دو حدیثیں ذکر کردی ہیں اب سنیئے صحابہ رضؓ کس طریق پر تھے،

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکرؓ کا طریق

شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے صہ ۳۸ لغایت صہ ۴۱ میں بحوالہ دارمی لکھتے ہیں۔

کان ابو بکر اذا ورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ فان وجد فیہ ما یقضی بینھم قضی بہ وان لم یکن فی الکتاب وعلم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ قضی بہ فان اعیاہ خرج فسال المسلمین نریا اجتمع علیہ النفر کلھم یذکر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ قضاء فیقول الحمد اللہ الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا فان اعیاہ ان یجد فیہ سنۃ من رسول اللہ جمع رؤس الناس و خیادھم فاستشادھم فاذا اجتمع رایھم علی امر قضی بہ۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس جب کوئی جھگڑا آتا تو اللہ کی کتاب میں نظر کرتے اگر اس میں پاتے تو اس کے ساتھ فیصلہ کرتے اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معلوم ہوتی تو اس کے ساتھ فیصلہ کرتے اگر حدیث بھی معلوم نہ ہوتی تو باہر نکل کر مسلمانوں سے دریافت کرتے دریافت کرنے سے بعض دفعہ کئی شخص ایسے مل جاتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ذکر کرتے حضرت ابوبکر صدیق کہتے خدا کا شکر ہے کہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جس کو رسول اللہ صلعم کے فیصلے محفوظ ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی نہ ملتی تو بڑے لوگوں کو اور بہتر ان کے کو جمع کر کے مشورہ لیتے پس جب کسی بات میں ان کی رائے متفق ہو جاتی تو اس کے ساتھ فیصلہ کرتے،

خلیفہ ثانی عمرؓ بن الخطاب کا طریق

وعن شریح ان عمر بن الخطابؓ کتب الیہ ان جاءک شیءٌ فی کتاب اللہ فاقض بہ ولا یلتفتک عنہ الرجال فان جاءک ما لیس فی کتاب اللہ فانظر سنۃ رسول اللہ

فاقض بہا فان جاءك مالیس فی کتاب الله ولم یکن فیه سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم فانظر ما اجتمع علیه الناس فخذ به وان جاءك مالیس فی کتاب الله ولم یکن فیه سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یتکلم فیه احد قبلك فاختر ای الامرین شئت ان شئت ان تتاخر فتاخر ولا اری التاخر الا خیرا لك۔

اور شریح سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے میری طرف لکھا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جو کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کرو اس سے تمہیں لوگ نہ پھیریں اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو اور اس کے ساتھ فیصلہ کرو اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ اس میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو تو جس بات پر لوگوں کا اجتماع ہو اس کو لو۔ اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ اس میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو نہ تجھ سے پہلے اس میں کسی نے کلام کی ہو تو دو باتوں سے جونسی بات چاہو اختیار کرو اگر اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کر کے آگے بڑھنا چاہو تو آگے بڑھو اگر پیچھے ہٹنا چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ لیکن پیچھے ہٹنا میں تمہارے لیے بہتر دیکھتا ہوں۔

عبد اللہ بن مسعودؓ کا طریق

وعن عبد الله بن مسعودؓ قال اتی علینا زمان لسنا نقضی ولسنا هنالك وان الله قدر من الامر ان قد بلغنا ما ترون فمن عرض له قضاء بعد الیوم فلیقض فیه بما فی کتاب الله عز وجل فان جاءه مالیس فی کتاب الله فلیقض بما قضی به رسول الله صلعم فان جاءه مالیس فی کتاب الله ولم یقض به رسول الله صلعم فلیقض بما قضی به الصالحون ولا یقل انی اخاف وانی اری۔

اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم پر ایک زمانہ آیا تھا کہ نہ ہم فیصلہ کرتے تھے نہ فیصلہ کرنے کے لائق تھے اور تقدیر الٰہی میں نہ تھا کہ ہم اس مرتبہ کو پہنچیں جو تم آج دیکھ رہے ہو پس جس کو آج کے بعد کوئی ایسا فیصلہ پیش آجائے جو کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کرے اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے ساتھ فیصلہ کرے اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہو تو نیک لوگوں کے فیصلے کے ساتھ فیصلہ کرے اور

یوں نہ کہے کہ میرا خیال اس طرح ہے اور میری رائے یہ ہے۔

ابن عباسؓ کا طریق

وکان ابن عباس اذا سئل عن الامر وکان فی القرآن اخبربہ وان لم یکن فی القرآن وکان عن رسول اللہ صلعم اخبربہ فان لم یکن فعن ابی بکرؓ وعمرؓ فان لم یکن قال فیہ برایہ (انتہی ملخصا)

اور ابن عباسؓ جب کوئی مسئلہ پوچھے جاتے۔ جو قرآن مجید میں ہوتا تو اس کے ساتھ خبر دیتے۔ اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا تو اس کے ساتھ خبر دیتے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نہ ہوتا تو ابوبکرؓ اور عمرؓ سے خبر دیتے اگر ان سے بھی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے کہتے۔

مقلد جاہل ہوتا ہے

علامہ شوکانی القول المفید میں لکھتے ہیں:

قال سند بن عنان المالکی فی شرحہ علی مدونۃ سحنون المعروفۃ بالام مالفظہ اما مجرد الاقتصار علی محض التقلید فلا یرضی بہ رجل

لہ عبد اللہ بن عباسؓ کا حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم سمجھنا اس کی وجہ شاید یہ حدیث ہوگی اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر۔ یعنی میرے بعد دو شخصوں کی اقتدا کرو یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کی "پھر ان کی رائے کو مقدم کرنا اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ جس بات پر ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں متفق ہوں اس کو اپنی رائے پر مقدم کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ خواہ دونوں متفق ہوں یا صرف ایک ہی کی رائے ہو دونوں صورتوں میں اپنی رائے پر مقدم کرتے تھے اگر کوئی ایسا مسئلہ مل جاوے۔ جس میں صرف ایک کی رائے معلوم ہو دوسرے کی معلوم نہ ہو اور اس وقت ابن عباس نے اس کی پابندی نہ کی ہو تو پہلا احتمال صحیح ہوگا۔ دوسرا غلط اگر ایسا مسئلہ نہ ملے تو دونوں احتمال صحیح ہو سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ ابن عباسؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے کو اپنی رائے پر اس لئے مقدم سمجھتے ہوں کہ ابن عباسؓ بچے تھے۔ ہجرت سے کل دو سال پہلے پیدا ہوئے تھے تو جو احاطہ آپ کے حالات کا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو تھا وہ ابن عباس کو نہ تھا۔ فافہم ۱۲

رشید وقال ایضا نفس المقلد لیس علی بصیرۃ ولا یتصف من العلم بحقیقۃ اذ لیس التقلید بطریق الی العلم بوفاق اهل الوفاق وان نوزعنا فی ذلک ابدینا برهانه فنقول قال الله تعالیٰ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وقال بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ولَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ وقال وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ومعلوم ان العلم هو معرفۃ المعلوم علی ما هو به فنقول للمقلد اذا اختلفت الاقوال وتشعبت من این تعلم صحۃ قول من قلدتہ دون غیرہ او صحۃ قربۃ علی قربۃ اخری ولا یبدی کلاما فی ذلک الا انعکس علیہ فی نقیضہ سیما اذا عرض لہ ذلک فی مزیۃ لامام مذهبہ الذی قلدہ او قربۃ یخالفها لبعض ائمۃ الصحابۃ الی ان قال اما التقلید فهو قبول قول الغیر من غیر حجۃ فمن این یحصل بہ علم ولیس لہ مستند الی قطع۔

یعنی محض تقلید پر کفایت کرنا اس کو تو کوئی دانا پسند نہیں کرتا اور مقلد بینائی پر نہیں اور نہ مقلد حقیقت میں علم سے موصوف ہو سکتا ہے کیونکہ تقلید بالاتفاق علم کا راستہ نہیں اگر کوئی دلیل مانگے تو ہم کہیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور فرماتا ہے اس شئی کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ تیری رائے میں ڈالے اور فرماتا ہے اللہ پر وہ بات نہ کہو جو تم نہیں جانتے اور یہ بات ظاہر ہے کہ علم معرفت معلوم کا نام ہے اس حال پر جس حال پر وہ ہو پس ہم مقلد کو کہتے ہیں جب اختلاف ہو جائے تو تجھے اپنے امام کے قول کی صحت اور ایک عبادت کی دوسری عبادت پر ترجیح کس طرح معلوم ہے مقلد آگے سے جواب میں جو کچھ کہے گا وہ اسی پر ٹوٹ جائے گا (کیونکہ جب وہ دلیل دے گا تو اس کو کہا جائے گا کہ جس کے اندر استدلال کا مادہ ہوتا ہے وہ مقلد نہیں ہو سکتا، پس تیرا تقلید پر استدلال کرنا ہی تیرے دعویٰ کو توڑ رہا ہے) خصوصاً جب کہ ایسی گفتگو مقلد کے امام کی کسی فضیلت میں شروع ہو جائے۔ (کیونکہ کسی امام کی فضیلت بحیثیت مجتہد ہونے کے مجتہد ہی معلوم کر سکتا ہے مقلد کو کیا معلوم کہ میرا امام اجتہاد میں زیادہ تھا یا کوئی اور) یا کسی عبادت میں گفتگو شروع ہو جائے جو بعض ائمہ صحابہ اس کے مخالف ہوں (کیونکہ عبادت کا معاملہ ذرا نازک ہے تو مقلد اس میں نہایت بعید ہے) بہر حال تقلید کہتے ہیں بلا کسی کا قول بغیر دلیل کے لینا پس تقلید علم کا ذریعہ کس طرح بن سکتی ہے (اگر علم ہوتا تو تقلید کی ضرورت ہی نہ ہوتی)

اور نہ تقلید کا اعتماد قطع پر ہے بلکہ شبہ پر ہے۔

تقلید بدعت ہے

وھو ایضا فی نفسہ بدعۃ محدثۃ لانا نعلم بالقطع ان الصحابۃ رضوان اللہ علیھم لم یکن فی زمانھم وعصرھم مذھب لرجل معین یدرك او یقلد وانما کانوا یرجعون فی النوازل الی الکتاب والسنۃ اوالی ما یتمحض بینھم من النظر عند فقد الدلیل۔

اور تقلید فی نفسہ بھی بدعت ہے محدَثہ ہے کیونکہ ہم قطعاً جانتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کسی شخص کا مذہب معین نہیں تھا جو اس کو حاصل کیا جائے یا اوس کی تقلید کی جائے اور سوا اس کے نہیں کہ حادثوں میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے، جب کہ کتاب وسنت میں دلیل نہ ملتی۔

تابعینؒ کا طریق

وکذلك تابعوھم ایضا یرجعون الی الکتاب والسنۃ فان لم یجدوا نظروا ما اجمع علیہ الصحابۃ فان لم یجدوا اجتھدوا واختار بعضھم قول صحابی فراہ الاقوی فی دین اللہ تعالیٰ۔

اور اسی طرح تابعین کی حالت تھی وہ بھی کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے پس اگر کوئی مسئلہ کتاب وسنت میں نہ پاتے تو اُس بات کو دیکھتے جس پر صحابہ کا اجماع ہے اگر اجماع بھی نہ پاتے تو اپنے طور پر اجتہاد کرتے اور بعض ان کے صحابی کے قول کو لیتے پس اس کو اللہ کے دین میں اقوی سمجھتے،

ائمہ اربعہ کا طریق

ثم کان القرن الثالث وفیہ کان ابوحنیفۃ ومالك والشافعی وابن حنبل فان مالکا توفی سنۃ تسع وسبعین ومائۃ وتوفی ابوحنیفہ سنۃ خمسین ومائۃ

دفی ھذہ السنۃ ولد الامام الشافعی وولد ابن حنبل سنۃ اربع وستین مائۃ وکانوا علی منہاج من مضی لم یکن فی عصرھم مذھب رجل معین یتدارسونہ وعلی قریب منھم کان اتباعھم فکم من قولۃ لمالک ونظرائہ خالفہ فیھا اصحابہ ولو نقلنا لک ذلک لخرجنا عن مقصود ذلک الکتاب ماذاک الا لجمعھم آلات الاجتہاد وقدرتھم علی ضروب الاستنباطات ولقد صدق اللہ نبیہ فی قولہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ذکر بعد قرنہ قرنین والحدیث فی صحیح البخاری

پھر تیسرا قرن ہوا اور اس میں ائمہ اربعہ تھے کیونکہ امام مالک ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے اور امام ابو حنیفہ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے اور اسی سنہ ۱۵۰ھ میں امام شافعی پیدا ہوئے اور امام احمد ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے یہ سب گذشتہ لوگوں کے طریق پر تھے ان کے زمانہ میں کسی شخص کا مذہب معین نہ تھا جس کا درس ہو اور ان کے اتباع بھی انہی کے قریب تھے امام مالک کے بہت اقوال اور اجتہادات ایسے ہیں جن میں ان کے اصحاب مخالف ہیں اگر ہم سب اقوال نقل کریں تو کتاب کے اصل مقصد سے نکل جائیں اس کا سبب یہی تھا کہ ان کو اسباب اجتہاد حاصل تھے اور استنباط کی قسموں پر قادر تھے (جو لوگ اماموں کے اصحاب کو اماموں کے مقلد کہتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس قول میں سچا کر دیا کہ بہتر زمانہ میرا ہے پھر جو ان کے نزدیک ہیں پھر جو ان کے نزدیک ہیں اپنے زمانہ کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا اور یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے،

اِجماعِ صحابہؓ

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت صفحہ ۶۳۰ میں ہے،

اجمع الصحابۃ علی ان من استفتی ابا بکر وعمر امیری المؤمنین فلہ ان یستفتی اباھریرۃ ومعاذ بن جبل وغیرھما ویعمل بقولھم من غیر نکیر

صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص ابوبکرؓ اور عمرؓ سے فتویٰ پوچھے وہ ابوہریرہؓ اور معاذ بن جبلؓ اور ان کے سوا اوروں سے بھی فتویٰ پوچھ کر عمل کر سکتا ہے کسی کو اس سے انکار نہیں۔

شاہ ولی اللہ کا فیصلہ

شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے صہ۹ میں لکھتے ہیں۔ قال ابن الھمام فی آخر التحریر کانوا یستفتحون مرۃ واحدا ومرۃ غیرہ غیر ملتزمین مفتیاً واحداً۔
ابن ہمام فرماتے ہیں کہ کبھی کسی سے فتویٰ پوچھتے تھے کبھی کسی سے ایک مفتی کا التزام نہ تھا۔

تقلید چوتھی صدی کے بعد کی پیداوار ہے

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

اعلم ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ غیر مجتمعین علی التقلید الخالص لمذھب واحد بعینہ قال ابو طالب المکی فی قوت القلوب ان الکتب والمجموعات محدثۃ والقول بمقالات الناس والفتیا بمذھب الواحد من الناس واتخاذ قولہ والحکایۃ لہ من کل شئ والتفقہ علی مذھبہ لم یکن الناس قدیما علی ذلك فی القرنین الاول والثانی انتہی اقول وبعد القرنین حدث فیھم شئ من التخریج غیر ان اھل المائۃ الرابعۃ لم یکونوا مجتمعین علی التقلید الخالص علی مذھب واحد والتفقہ لہ والحکایۃ لقولہ کما یظھر من التتبع بل کان فیھم العلماء والعامۃ وکان من خبر العامۃ انھم کانوا فی المسائل الاجماعیۃ التی لا اختلاف فیھا بین المسلمین او جمھور المجتھدین لا یقلدون الا صاحب الشرع وکانوا یتعلمون صفۃ الوضوء والغسل والصلوۃ والزکوۃ ونحو ذلك من آبائھم او معلمی بلدانھم فیمشون حسب ذلك واذا وقعت لھم واقعۃ استفتوا فیھا ای مفت وجدوا من غیر تعیین مذھب

جان لے کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ مذہب معین کی تقلید خالص پر جمع نہ تھے ابو طالب مکی قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ کتب اور مجموعات (مذہبی) بدعت ہیں اور لوگوں کے اقوال کا قائل ہونا اور لوگوں سے ایک شخص کے مذہب پر فتویٰ دینا اور اس کے قول کو لینا اور ہر مسئلہ

ہیں اس کے قول کی حکایت کرنا اور اس کے مذہب کی فقہ حاصل کرنا قدیم زمانے کے لوگ اس پر نہ تھے یعنی قرن اول وثانی ہیں انتہی ہیں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں کہ قرن اول اور ثانی کے بعد ان میں کچھ تخریج (یعنی امام کے اقوال سے مسئلہ نکال کر بتلانا یہ بات ان میں) قدرے پیدا ہوگئی مگر پھر بھی چوتھی صدی کے لوگ اس مذہب کی تقلید خالص پر اور اس کے اندر فقاہت پیدا کرنے پر اور اسی مذہب کے قول کی حکایت کرنے پر جمع نہ تھے جیسا جستجو سے ظاہر ہے بلکہ ان میں علما بھی تھے اور عوام بھی۔ عوام مسائل اتفاقیہ اور جمہوریہ میں سوا صاحب شرع کے کسی کا پٹہ گلے میں نہیں ڈالتے تھے وضو غسل نماز زکوٰۃ وغیرہ کا طریقہ اپنے ماں باپ سے یا اپنے شہروں کے معلموں سے سیکھتے اور جب کوئی واقعہ پیش آتا تو سوا تعیین مذہب کے جس مفتی سے اتفاق پڑتا مسئلہ پوچھ لیتے۔

اہلحدیث کا مسلک

وکان من خبر الخاصۃ انہ کان اھل الحدیث منھم یشتغلون بالحدیث فیخلص الیھم من احادیث النبی صلعم واثار الصحابۃ مالا یحتاجون معہ الی شئ اٰخر فی المسئلۃ من حدیث مستفیض او صحیح قد عمل بہ بعض الفقہاء ولا عذر لتارک العمل بہ او اقوال متظاھرۃ لجمھور الصحابۃ والتابعین مما لا یحسن مخالفتھا فان لم یجد فی المسئلۃ ما یطمئن بہ قلبہ لتعارض النقل وعدم وضوح الترجیح ونحو ذلک رجع الی کلام بعض من مضی من الفقہاء فان وجد قولین اختار اوثقھما سواء کان من اھل المدینۃ او من اھل کوفۃ وکان اھل التخریج منھم یخرجون فیما لا یجدونہ مصرحا ویجتھدون فی المذھب وکان ھؤلاء ینسبون الی مذھب اصحابھم فیقال فلان شافعی وفلان حنفی وکان صاحب الحدیث ایضا قد ینسب الی احد المذاھب لکثرۃ موافقتہ بہ کالنسائی والبیہقی ینسبان الی الشافعی فکان لا یتولی القضاء ولا الافتاء الا مجتھد ولا یسمی الفقیہ الا مجتھد ثم بعد ھذہ القرون کان ناس اٰخرون ذھبوا یمینا وشمالا وحدث فیھم امور منھا الجدل والخلاف فی علم الفقہ۔

(باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ وبعدھا ص ۱۵۷/۱۵۸)

اور خواص لوگوں سے جو اہلحدیث تھے وہ حدیث کے ساتھ مشغول رہتے احادیث نبویہ اور آثار صحابہ ان کو اس قدر پہنچے کہ کسی مسئلہ میں ان کو اور چیز کی احتیاج نہ رہتی حدیث مشہور یا صحیح پہنچتی جس پر فقہا (مجتہدین) سے کسی نے عمل کیا ہو اور اس کے تارک کے لئے کوئی عذر نہ رہا ہو یا جمہور صحابہ اور تابعین کے اقوال پہنچتے جو ایک دوسرے کے مؤید ہیں جن کی مخالفت اچھی نہیں اگر کسی مسئلہ میں تعارض نقل کی وجہ سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہونے کی وجہ سے اطمینان قلب نہ ہوتا تو فقہا متقدمین میں سے کسی کے قول کی طرف رجوع کرتے پس اگر دو قول ہوتے تو زیادہ پختہ قول کو اختیار کرتے خواہ مدینہ والوں کا ہو یا کوفہ والوں کا اور اہل تخریج (جو امام کے اقوال سے مسئلہ نکال کر بتلائے) وہ جس مسئلہ میں صریح قول نہ پاتے مذہب میں اجتہاد کر کے مسئلہ بناتے اور یہ لوگ اپنے اماموں کے مذہب کی طرف نسبت کئے جاتے مثلاً کہا جاتا کہ فلاں شافعی ہے اور فلاں حنفی ہے اور کبھی اہلحدیث کو بھی بہت مسائل میں کسی مذہب کے موافق ہونے کی وجہ سے اس مذہب کی طرف نسبت کرتے جیسے نسائی اور بیہقی شافعی کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں پس اس وقت قاضی اور مفتی مجتہد ہی ہوتا تھا اور مجتہد ہی کا نام فقیہ رکھتے تھے پھر ان زمانوں کے بعد اور لوگ پیدا ہو گئے جو دائیں بائیں جانے لگے اور کئی امور ان میں نئے پیدا ہو گئے جن سے جھگڑا اور خلاف بھی ہے جو علم فقہ میں ہے۔

حدیث کے مقابلہ میں مفتی کے قول یا فتویٰ کی کوئی اہمیت نہیں

چونکہ یہ بات (یعنی خیر قرون کا طریق) بھی مسلم ہے اس لئے انہی تین چار حوالوں پر اکتفا کر کے یہ بتلاتے ہیں کہ حدیث رسول کے مقابلے میں کسی مفتی کے فتویٰ یا کسی کے قول کی رعایت ہوتی تھی یا شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے صفحہ میں لکھتے ہیں۔

وقد تواتر عن الصحابة والتابعين انهم كانوا اذا بلغهم الحديث يعملون به من غير ان يلاحظوا شرطا۔

صحابہ اور تابعین سے یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ جب ان کو حدیث پہنچی تو اس پر عمل کرتے بغیر اس کے کہ کسی شرط کی رعایت کریں۔

دارمی کے صـ۲ـ۴ میں ہے،

قال بن عباس اما تخافون ان تعذبوا ویخسف بکم ان تقولوا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال فلان

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ڈرتے نہیں کہ عذاب کیے جاؤ یا زمین دھسا جاؤ۔ اس بات پر کہ تم کہتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور فلاں نے کہا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل فلاں کا ذکر کرتے ہو۔

حدیث کے مقابلہ میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کی رائے پر عمل کرنا ہلاکت کا سبب ہے،

تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صـ۳ـ۵ میں محمد بن عبدالملک کے ترجمہ میں ہے۔

عن ابن عباس قال تمتع رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال عروة نهی ابو بکر وعمر عن التمتع فقال ابن عباس ما تقول عروة قال نهی ابو بکر وعمر فقال اراهم سیهلکون اقول قال رسول الله صلعم و یقولون قال ابو بکر وعمر، قال ابن حزم انها لعظیمة ما رضی بها قط ابو بکر وعمر رضی الله عنهما۔

یعنی ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ نے تمتع کیا عروہ نے کہا ابوبکرؓ اور عمرؓ نے تمتع سے منع کیا ابن عباس نے کہا کہ اے عروہ تو کیا کہتا ہے کہا ابوبکرؓ اور عمرؓ نے منع کیا ابن عباسؓ نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے میں کہتا ہوں رسول اللہ نے کہا اور یہ کہتے ہیں۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے کہا ابن حزم کہتے ہیں یہ بہت بڑی بات ہے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کبھی اس کو پسند نہ کرتے

عبداللہ بن عمرؓ کی غیرت

ترمذی طبع مجتبائی کے صـ۱۰۱ـ میں ہے،

عن ابن شهاب ان سالم بن عبد الله حدثه انه سمع رجلا من اهل الشام وهو یسال عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمرة الی الحج فقال عبد الله ابن عمر هی حلال فقال الشامی ان اباك قد نهی عنها فقال عبد الله بن عمر

ارایت ان کان ابی نہی عنہا وصنعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ صلعم فقال الرجل بل امر رسول اللہ صلعم فقال لقد صنعہا رسول اللہ صلعم۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ سالم بن عبداللہ نے ایک شخص کو اہل شام سے سنا کہ عبداللہ بن عمرؓ سے تمتع کی بابت سوال کرتا ہے عبداللہ بن عمرؓ نے کہا حلال ہے سائل نے کہا تیرے باپ (عمرؓ) نے تو اس سے منع کیا عبداللہ بن عمرؓ نے کہا بھلا یہ بتلا کہ میرے باپ نے اس سے روکا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو تو کیا میرے باپ کا حکم مانا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیا ہے نیز ترمذی طبع مجتبائی کے صـ۱۱۱ میں ہے،

سمعت ابا السائب یقول کنا عند وکیع فقال الرجل ممن ینظر فی الرائ اشعر رسول اللہ صلعم ویقول ابو حنیفۃ ہو مثلۃ قال الرجل فانہ قد روی عن ابراھیم النخعی انہ قال الاشعار مثلۃ قال فرایت وکیعا غضب غضبا شدیدا وقال اقول لک قال رسول اللہ صلعم و تقول قال ابراھیم ما احقک ان تحبس ثم لا تخرج حتی تنزع عن قولک ھذا۔

میں نے ابوالسائب سے سنا کہتے تھے کہ ہم وکیع کے پاس تھے وکیع نے ایک شخص اہل رائے کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار[۱] کیا ہے اور ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ یہ مثلہ[۲] ہے اس شخص نے کہا ابراہیم نخعی نے بھی اسی طرح کہا ہے وکیع بڑے جوش میں آگئے اور فرمایا کہ میں کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کہتا ہے ابراہیم نے کہا کس قدر لائق ہے کہ تو قید کیا جائے پھر قید سے نہ نکالا جائے یہاں تک کہ اس بات سے توبہ کرے۔

مسلم جلد اول طبع انصاری صـ۴۸ میں ہے،

ان ابا قتادۃ حدث قال کنا عند عمران بن حصین فی رھط منا وفینا بشیر بن کعب فحدثنا عمران یومئذ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحیاء

---

[۱] اشعار کہتے ہیں قربانی کے اونٹ کی کوہان میں زخم کرکے خون اوپر مل دینا تاکہ معلوم ہو کہ یہ قربانی کا ہے ۱۲

[۲] مثلہ کے معنی ہیں اطراف کا کاٹنا جیسے ناک، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ ۱۲

خیر کلہ اوقال الحیاء کلہ خیر فقال بشیر بن کعب انا لنجد فی بعض الکتب او الحکمۃ ان منہ سکینۃ ووقارًا للّٰہ ومنہ ضعف قال فغضب عمران حتی احمرتا عیناہ وقال الا ارٰی احدثک عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وتعارض فیہ قال فاعاد عمران الحدیث قال فاعاد بشیر فغضب فما زلنا نقول انہ منا یا ابا نجید انہ لا باس بہ۔

یعنی ابوقتادہ کہتے ہیں کہ ہم عمران بن حصین کے پاس تھے ایک جماعت میں اور ہم میں بشیر بن کعب بھی تھا پس عمران نے حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حیا سب خیر ہے بشیر نے کہا ہم بعض کتابوں یا حکمت میں پاتے ہیں کہ بعض حیاء اطمینان اور اللہ کیلئے عزت ہے اور بعض حیاء ضعف ہے عمران غضب[1] میں آگئے یہاں تک کہ آنکھیں سرخ ہو گئیں اور فرمایا کہ میں رسول کی حدیث سناتا ہوں اور تو اس کا معارضہ کرتا ہے پھر حدیث کو لوٹایا بشیر نے بھی اپنے کلام کو لوٹایا عمران زیادہ غضب میں آگئے ہم ان کا غضب کم کرنے کے لیئے یہی کہتے رہے کہ بشیر ہم سے ہے اس کے ساتھ ڈر نہیں یعنی یہ منافق یا بدعتی نہیں۔

اس قسم کے تشددات سلف کے حدیث کی بابت بہت تھے دیکھئے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر نے عورتوں کے مسجد میں جانے کی بابت حدیث سنائی تو ان کے بیٹے نے کہا وہ بہانہ بنالیتی ہیں ہم تو روکیں گے بس اتنی بات پر ایسے سخت ناراض ہوئے کہ مرتے دم تک اس سے کلام نہیں کی کیونکہ ایمان کا تقاضہ یہ نہیں کہ حدیث کے سامنے انسان چون وچرا کرے یا کسی کے قول اور فتویٰ کی رعایت رکھے اسی واسطے

---

[1] عمران بن حصین کے غضب میں آنے کی یہ وجہ نہ تھی کہ حیا سے کبھی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ یہ ایک ظاہر بات ہے کہ بعض دفعہ انسان زیادہ شرم کی وجہ سے مسئلہ نہیں پوچھتا اسی واسطے بخاری کے صہ۲۴ میں لکھا ہے کہ متکبر اور شرم والا علم نہیں سیکھ سکتا بلکہ عمران بن حصین کے غضب میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ حیا کا فائدہ زیادہ ہے اور نقصان شاذ و نادر ہے ایسے شاذ و نادر نقصان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کالعدم قرار دیکر حیاء کو مطلق خیر کہا ہے جیسے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ تمام شعبان روزے رکھتے تھے حالانکہ کچھ چھوڑ بھی دیتے تھے چنانچہ ترمذی کے صہ۹۲ میں تصریح کی ہے پس جب اس محاورے پر رسول اللہ صلعم نے سب حیاء کو خیر کہا ہے تو اب اس کی تقسیم کرنا اور یوں کہنا کہ بعض اس کا اطمینان اور عزت ہے اور بعض ضعف ہے یہ سراسر حدیث کے خلاف ہے کیونکہ تقسیم سے برابری کا شبہ ہوتا ہے یعنی اس سے یوں سمجھا جاتا ہے کہ حیاء میں جیسے فائدہ بہت ہے ویسے نقصان بہت ہے، حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بس یہ وجہ تھی عمران بن حصین کے غضب میں آنے کی ورنہ شاذ و نادر نقصان سے کس کو انکار ہے، فافہم ۱۲

امام مالک کہتے ہیں ایسا کوئی شخص نہیں جس کی ساری باتیں لی جائیں مگر صاحب اس قبر کا یعنی رسول اللہ صلعم ہاں اگر قرآن وحدیث سے واقف نہ ہو تو کسی سے پوچھ لے لیکن التزام ایک کا نہ کرے بلکہ جس سے اتفاق پڑے اور پوچھے بھی یوں کہ اس مسئلہ میں خدا رسول کا کیا حکم ہے نہ یوں کہ فلاں امام کا کیا مذہب ہے کیونکہ صحابہ کے زمانہ میں ایک مذہب کا التزام نہ تھا نہ کوئی یہ خیال رکھتا تھا نہ قرآن وحدیث میں ایک کی تعیین کی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مطلق فرمایا۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اگر تمہیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھ لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

انما شفاء العی السوال (مشکوٰۃ باب التیمم) یعنی جہالت کی شفا پوچھنا ہے ایک مذہب کی تعیین کرنا اس آیت وحدیث کے خلاف ہے کیونکہ نہ اللہ تعالیٰ نے ایک کی تعیین کی ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ آیت وحدیث میں مطلق ہے تو اب کسی دوسرے کو کیا اختیار ہے کہ وہ تعیین کرے۔

خلاصہ خلاصہ یہ کہ ٹھیٹھ اسلام میں تین باتیں ہیں ایک یہ کہ قرآن وحدیث کا صاف فیصلہ ہوتے ہوئے کسی کے قول یا فتویٰ کی رعایت نہ رکھے **دوسری** یہ کہ اگر کسی مسئلہ میں قرآن وحدیث سے فیصلہ نہ ملے تو وہاں پہلے لوگوں کے فیصلہ کو اپنی رائے پر مقدم کرے **تیسری** بات یہ ہے کہ اگر خود قرآن وحدیث سے واقف نہ ہو تو بغیر التزام تعیین مذہب کے کسی سے مسئلہ قرآن وحدیث کا پوچھے بس یہی ٹھیٹھ اسلام ہے اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر آئے تھے اور اسی پر صحابہ کو چھوڑ کر رخصت ہوئے اب جتنا کوئی اس روش سے ہٹے گا اتنا ہی حق سے دور ہوگا اور جتنا اس سے نزدیک ہوگا اتنا ہی حق سے نزدیک ہوگا۔

مسلک اہلحدیث اور ٹھیٹھ اسلام میں کوئی فرق نہیں۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ وہ کونسا فرقہ ہے جو اس روش پر قائم ہے اس کے بتلانے کی ضرورت تو نہ تھی کیونکہ ہر ایک کا طرزِ عمل ہی اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ میں اس روش سے کتنا دور ہوں اور کتنا نزدیک ہوں لیکن جس فرقہ کو ہم اس روش پر بتلانا چاہتے ہیں اس کے طرزِ عمل پر چونکہ غور نہیں کیا جاتا اور دور دور ہی سے ان کو لامذہب اور ائمہ دین کے حق میں بے ادب اور گستاخ کہہ کر کوسا جاتا ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کا طرزِ عمل تحریر میں لائیں تاکہ کسی بھولے بھٹکے کو اس تحریر کے دیکھنے کا اتفاق ہو تو شاید برا کہنے سے باز آجائے اور اگر زیادہ اس کی خوش قسمتی ہو تو یہی طرزِ عمل اختیار کرے اگرچہ

اس طرزِ عمل کا کچھ ذکر حجۃ اللہ کی عبارت میں ص۶۲ پر بھی گذر چکا ہے لیکن یہاں قدرے تفصیل مطلوب ہے بس سُنیئے، شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص۳۶ تعایت ص۳۸ پر اہل حدیث کا طرز عمل بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔

اہلحدیث کی یہ رائے نہ ہوئی کہ پہلے لوگوں میں سے کسی ایک کی تقلید کریں کیونکہ وہ دیکھتے کہ پہلے لوگوں میں سے ہر ایک کے مذہب کے خلاف کئی احادیث اور آثار ہیں تو اگر ایک کی تقلید کرتے تو ان احادیث اور آثار کو چھوڑنا پڑتا حالانکہ طالب حق ایسا نہیں کرسکتا، پس انہوں نے ایسے چند قواعد کے ساتھ احادیث اور آثار صحابہ وتابعین ومجتہدین کی جستجو اختیار کی جو انہوں نے اپنے دلوں میں محکم کر رکھے تھے میں ان قواعد کو مختصر عبارت میں تیرے لئے بیان کرتا ہوں (وہ یہ ہیں) جب کوئی مسئلہ قرآن میں صراحۃً ہوتا تو پھر کسی اور طرف نہ جاتے جب قرآن میں کئی معنوں کا احتمال ہوتا تو حدیث فیصلہ کرنے والی ہوتی پس جب کتاب اللہ میں کوئی مسئلہ نہ پاتے تو حدیث کو لیتے خواہ وہ حدیث فقہاء میں مشہور ہو یا ایک شہر والوں نے یا ایک گھر والوں نے روایت کی ہو یا صرف ایک ہی سند سے مروی ہو اور خواہ صحابہ یا فقہاءٗ نے اس پر عمل کیا ہو یا نہ اور جب کسی مسئلہ میں حدیث ہوتی تو پھر اس مسئلہ میں اس حدیث کے خلاف کسی کے قول یا اجتہاد کی تلاش نہ کرتے اور جب کسی مسئلہ میں باوجود پوری تلاش کے کوئی حدیث نہ پاتے تو جماعت صحابہ کے اقوال اور جماعت تابعین کے اقوال لیتے لیکن ان میں سے کسی ایک قوم کے پابند نہ رہتے جیسے ان سے پہلے لوگ کرتے تھے پس جس مسئلہ پر جمہور علماء اور فقہاء متفق ہوتے اسی کی اتباع کرتے اور جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو خلفاء اور فقہاء میں سے جو زیادہ عالم اور پرہیز گار ہوتا اُس کی حدیث کو لیتے یا اس کی حدیث لیتے جو حدیث میں ان کے نزدیک زیادہ ضبط والا یا زیادہ مشہور ہوتا پس اگر کوئی ایسا مسئلہ ہوتا جس میں دو قول برابر ہوتے (یعنی دلیل کے رو سے ایک دوسرے پر ترجیح نہ ہوتی) تو وہ مسئلہ دو قول والا ہوتا پس اگر اقوال صحابہ وتابعین سے بھی عاجز ہو جاتے (یعنی کسی کا قول نہ پاتے) تو قرآن وحدیث کے عمومات اور اشارات میں اور اُن معانی میں جن کو عبارت چاہتی ہے غور کرتے (یعنی قرآن وحدیث میں اجتہاد) اور ایک مسئلہ کو دوسرے پر حمل کرتے جب کہ دونوں مسئلے سرسری نظر سے ایک دوسرے کے قریب ہوتے (یعنی آپس میں بہت مشابہ ہوتے) اور دوسرے فقہاء کی طرح اصول کے (مقررہ) قواعد پر اعتماد نہ رکھتے بلکہ جو فہم کی طرف پہنچتا اور جس سے سینہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے (یعنی دل تسلی پکڑتا ہے)

تو اس پر اعتماد کرتے جیسے کہ تواتر کے لئے کوئی عدد مقرر نہیں نہ نقل کرنے والوں کے اوصاف کا اعتبار ہے، بلکہ جتنے عدد سے یقین ہو جائے (خواہ عدد تھوڑا ہو یا بہت اور نقل کرنے والے عادل ہوں یا غیر عادل) جیسا کہ صحابہ کے حال میں ہم نے اس پر آگاہ کیا ہے (یعنی جیسے صحابہ کی بھی بالکل یہی حالت تھی کہ ان کا مقررہ قواعد پر اعتماد نہ تھا بلکہ جس طرح دل کی تسلی ہوتی اس پر اعتماد کرتے) اور یہ اصول اہلحدیث کے پہلے لوگوں (یعنی سلف) کے طرز عمل اور ان کی تصریحات سے لئے گئے (چنانچہ سلف کے طرز عمل کی تفصیل ہو چکی ہے)

اہلحدیث پر طعن درحقیقت صحابہ پر طعن ہے

ناظرین! اہلحدیث کے اس طرز عمل کا مقابلہ صحابہ کی روش سے کر کے بتلائیں کہ اہلحدیث کیسے صحابہ کے قدم بقدم ہیں حریفوں پر بڑا افسوس ہے کہ وہ اہلحدیث پر طعن کرتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ ہم درحقیقت صحابہ پر طعن کر رہے ہیں ہاں اگر صحابہ کی روش کسی کو پسند نہ ہو تو اس کی مرضی وہ جتنا چاہے طعن کرے ایسے طعن کرنے والے پر کچھ افسوس نہیں کیونکہ وہ تو اپنے اسلام ہی کی خیر منائے بیٹھا ہے لیکن جو صحابہ کو اچھا کہتا ہے وہ خدا جانے کیوں طعن کرتا ہے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ

بر بزرگاں سخن بسوئے خود است   تف بسوئے فلک بروئے خود است

طائفہ منصورہ اہل حدیث ہیں

اور سب سے بڑھ کر اس شخص پر افسوس ہے جو مذہب اہلحدیث کو نیا سمجھتا ہے حالانکہ جو طرز عمل سلف کے موافق ہو اور عین ٹھیٹھ اسلام ہو اس کے نیا ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں خصوصاً جبکہ حدیث لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ کے مصداق بھی اہلحدیث ہی ہوں اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرقہ کے ہمیشہ حق پر رہنے کی پیشین گوئی فرمائی ہے،

امام بخاریؒ کی شہادت

امام بخاری کہتے ہیں اس سے مراد اہل علم یعنی اہلحدیث ہیں کیونکہ محدثین کے نزدیک اصل علم حدیث کا علم ہے اسی لئے امام بخاری نے اپنے استاد علی بن مدینی سے نقل کیا ہے ہم اصحاب الحدیث یعنی اس

سے مراد اہل حدیث ہیں۔

امام احمد کی شہادت

امام احمد کہتے ہیں ان لم یکونوا اھل الحدیث فلا ادری من ھم یعنی اگر اس سے مراد اہلحدیث[1]
نہ ہوں تو پھر میں نہیں جانتا کہ کون ہیں ملاحظہ ہو فتح الباری جز ۲۹ ص ۶۷۔

---

[1] بعض کہتے ہیں کہ مذہب اہلحدیث تو پرانا ہے مگر نام اہل حدیث نیا ہے تو اس کی بابت عرض ہے کہ نام بھی پرانا ہے کہ یہ لقب
خیر قرون سے چلا آتا ہے اور امام احمد اور علی بن مدینی کے اس قول سے بھی معلوم ہوا کہ یہ لقب بہت پرانا ہے اس کے علاوہ
مسلم کے شروع میں باب الاسناد من الدین میں ہے عن ابن سیرین قال لم یکونوا یسئلون عن
الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی اھل السنة فیوخذ حدیثھم
وینظر الی اھل البدع فلا یوخذ حدیثھم۔ یعنی محمد سیرین فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ اسناد کا سوال نہیں
کرتے تھے جب فتنہ واقع ہو گیا تو کہتے کہ راویوں کے نام بتلاؤ پس اہلسنت کو دیکھ کر ان کی روایت کی ہوئی حدیث لی جاتی اور
اور اہل بدعت کو دیکھ کر ان کی روایت کی ہوئی حدیث ترک کی جاتی محمد بن سیرین مشہور تابعی ہیں ان کے کلام سے ظاہر ہوا کہ
اہل سنت کا لقب ان سے بھی پہلے کا ہے کیونکہ ماضی رگذشتہ کا حال سنا رہے ہیں اور سنت اور حدیث ایک شے
ہے تو اہل حدیث بعینہٖ اہل سنت ہوئے اسی بنا پر امام احمد اپنے رسالہ کے شروع میں جو عقائد میں انہوں نے لکھا ہے اور
ہندوستان میں مترجم ہو کر چھپ چکا ہے فرماتے ہیں ھذہ مذاھب اھل السنة واصحاب الاثر
واھل السنة المتمسکین بعروقھا المعروفین المقتدی بھم فیھا من لدن اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم الی یومنا ھذا وادرکت علیھا من علماء الحجاز والشام وغیرھم۔
یعنی یہ اہلسنت اور اہلحدیث کے عقائد ہیں اور اہل سنت کے جو سنّت کے دستاویز سے تمسک کرنے والے ہیں
جو اس میں مشہور اور مقتدی ہیں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک اور جس پر میں نے علماء حجاز اور
شام وغیر کو پایا۔
اس رسالہ کے اخیر پر فرماتے ہیں۔ یرحم اللہ عبدا قال الحق واتبع الاثر وتمسک بالسنة
یعنی رحم کرے اللہ اس بندے پر جس نے حق کہا اور اثر کی اتباع کی اور سنّت سے استدلال کیا۔
ان دونوں عبارتوں میں اثر سے مراد روایات صحابہ ہیں اور سنت سے مراد حدیث ہے اور اہلحدیث ان دونوں کی
طرف منسوب ہوتے ہیں اسی لئے کبھی ان کو سلفی کہتے ہیں کبھی اہل حدیث کبھی اصحاب الاثر کبھی اصحاب الحدیث
وغیرہ پس معلوم ہوا کہ اہلحدیث بعینہٖ اہل سنّت ہیں اور یہ لقب حدیث ما انا علیہ واصحابی سے ماخوذ ہے۔
ما انا علیہ احادیث ہیں واصحابی روایات صحابہ ہیں اس کے بعد اصحاب الرائے پیدا ہو گئے جن کا زیادہ قصد تحصیل
احادیث اور نقل اخبار کی طرف نہ رہا وہ لقب اہلسنت کے پورے مستحق تو نہ تھے مگر چونکہ عقائد کے رو سے وہ قریب
قریب صحابہ کے تھے اس لئے ان کے حق میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا رہا بس اس طرح سے اہلسنت کا لفظ پھیل گیا

اکابر اہل حدیث

اس کے علاوہ اور سنیئے شاہ ولی اللہ صاحب انصاف کے ص ۳۵ میں لکھتے ہیں۔

فکان رؤس ھؤلاء عبد الرحمن بن مھدی ویحیی بن سعید القطان ویزید بن ھارون وعبد الرزاق وابوبکر بن ابی شیبۃ ومسدد وھناد واحمد بن حنبل واسحق ابن راھویہ والفضل بن دکین وعلی بن المدینی واقرانھم۔

یعنی اہل حدیث کے بڑے بڑے یہ لوگ ہیں عبد الرحمن بن مہدی یحیی بن سعید قطان یزید بن ہارون عبد الرزاق ابوبکر بن ابی شیبہ۔ مسدد۔ ہناد احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ فضل بن دکین علی بن مدینی اور ان کی مثل۔

بتلائیے ان لوگوں کا مذہب نیا تھا یا پرانا اصل میں جن لوگوں نے مذہب اہل حدیث کو نیا سمجھا ہے ان کو ہندوستان سے دھوکا لگا ہے کیونکہ ہندوستان میں پچاس ساٹھ سال سے کچھ قبل مذہب اہلحدیث

بقیہ حاشیہ:۔ اصل اہلسنت اہلحدیث ہی ہیں کیونکہ اہلسنت درحقیقت وہ ہے جو ہر طرح سے سنت سے تعلق رکھے یعنی اصول فروع عقائد احکام میں ہر طرح سنت کا پابند رہے، جیسے صحابہ کا طرز عمل تھا جو تھوڑا سا بھی اس طرز سے ہٹا وہ اصل اہلسنت کہلانے کا مستحق نہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت جو پیچھے گذر چکی ہے اس میں جملہ دبینھما المحققون من اھل السنۃ کاحمد واسحاق اسی طرف اشارہ ہے پس ثابت ہوا کہ اصل اہل سنت اہل حدیث ہیں اور اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل سنت کا لفظ جو اہل بدعت کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ پورا اہلسنت بننے کے لئے صرف عقائد ہی کافی ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عقائد میں صحابہؓ کے موافق رہتا ہے وہ قدرے قرب میں رہتا ہے نیز اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل سنت کوئی فرقہ نہیں بلکہ یہ وہی اصل لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے جب کہ تفریق اسلامی کا نام ونشان تک نہ تھا فرقہ وہ لوگ ہیں جو ان سے الگ ہو گئے خواہ عقائد میں الگ ہوئے ہوں یا تحصیل احادیث اور نقل اخبار کا زیادہ قصد نہ کرنے کی وجہ سے الگ ہوئے ہوں ہاں کبھی مجازاً اوروں کے مقابلہ میں ان کو بھی فرقہ کہہ دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اہلسنت یا بالفاظ دیگر اہلحدیث اس شاہراہ پر ہیں جو بمنزلہ میل کے ہے جو کلکتہ سے سیدھی پشاور کو جاتی ہے باقی سب اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہیں جو دیادہ دور ہیں وہ اہل بدعت ہیں جو قدرے قرب میں ہیں وہ اصحاب الرائے وغیرہ ہیں فافہم ۱۲

لہ:۔ اہل حدیث کے بڑے تو اصل میں صحابہ ہیں تابعین ان لوگوں کو اس وقت کے لحاظ سے کہا ہے جب کہ اہل رائے کا چرچہ ہو گیا کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ان کا ذکر اہل رائے کے مقابلہ میں کیا ہے۔

فافہم ۱۲۔

کا چندان چرچا نہ تھا اس سے بعض کوتہ نظروں نے یہ سمجھ لیا کہ مذہب اہل حدیث کی عمر ہی کل پچاس ساٹھ سال کی ہے حالانکہ اس کی عمر سب مذاہب سے زیادہ ہے کیونکہ یہ سب مذاہب سے پہلے موجود تھا اور جب نئے مذہب پیدا ہو گئے تو بھی ہر زمانہ میں موجود رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور تقلید شخصی

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو ایک خط لکھا جس کے لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ میلاد مروجہ میں ذکر ولادت کے علاوہ بہت سی تخصیصات اور قیودات ہیں جیسے خاص دنوں میں ہونا مجمع میں ہونا اس کے لئے فرش فروش اور روشنی کا انتظام ہونا ذکر کے لئے خاص طریق مقرر ہونا اور پھر ایک موقعہ پر پہنچ کر سب مجمع کا کھڑے ہو جانا اس قسم کی تخصیصات اور قیودات کی وجہ سے مولوی اشرف علی صاحب کو کچھ اشتباہ ہو گیا اس اشتباہ کو دور کرنے کے لئے انہوں نے مولوی رشید احمد صاحب کو یہ خط لکھا جس کے ضمن میں تقلید کا ذکر بھی آ گیا یہ خط بہت طویل ہے ہم بقدر ضرورت نقل کرتے ہیں اس کے بعد مولوی رشید احمد صاحب کا جواب نقل کریں گے انشاء اللہ

مولوی اشرف علی صاحب کے خط کی نقل

اب اس وقت دو امر قابل عرض ہیں کہ تقلید مطلق کی آیا مطلقاً ممنوع ہے یا جب کہ اس قید کو مرتبہ مطلق میں سمجھا جاوے یعنی اگر مطلق واجب تھا تو قید کو بھی واجب سمجھا جاوے اور اگر مندوب وموجب قرب تھا تو قید کو بھی مندوب وموجب قرب سمجھا جاوے در صورت اولیٰ تقییدات عادیہ میں شبہ ہو گا اور صورت ثانیہ میں جب مطلق کو عبادت سمجھا اور قید کو بناءً علی مصلحۃ تا عادت سمجھا جاوے تو فی نفسہ اس میں قبح نہ ہو گا اگر مودی بہ فساد عقیدہ عوام ہو اس میں قبح بغیرہ ہو گا لیکن اسکا فاعل زبان سے اصلاح عقیدہ عوام یا علان کرتا رہے اس وقت بھی رہیگا یا نہیں۔ اگر نہ رہیگا فبہا اور اگر رہے گا تو اس صورت میں بعض اعمال میں جو عوام میں شائع ہو رہے ہیں اور ظاہراً ان کی عقیدت میں ان کی نسبت غلو وافراط بھی ہے اور خواص کے فعل بلکہ حکم سے اور قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور اس کا وجوب شرعی بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوا اور عوام بلکہ خواص میں اس پر مفاسد بھی مرتب ہو رہے ہے

میں ایسے اعمال میں شبہ واقع ہو گا مثلاً تقلید شخصی عوام میں شائع ہو رہی ہے اور وہ اس کو علماً و عملاً اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ تارک تقلید سے گو کہ اس کے تمام عقائد موافق کتاب و سنت کے ہوں اس قدر بغض و نفرت رکھتے ہیں کہ تارکین صلوٰۃ فساق و فجار سے بھی نہیں رکھتے اور خواص کا عمل و فتوے وجوب اس کا مؤید ہے گو خود ان کو علی سبیل الفرض اس قدر غلو نہ ہو اور دلیل ثبوت اس کی یہ مشہور ہے کہ ترک تقلید سے مخاصمت و منازعت ہوتی ہے جو کہ ممنوع ہے سو مؤدی الی الممنوع ممنوع ہو گا پس اس کی ضد واجب ہو گی مگر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ اختلاف آراء علماء و کثرت روایات مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں مخاصمت و منازعت واقع ہے اور غیر مقلدین میں بھی اتفاق و اتحاد پایا جاتا ہے غرض اتفاق و اختلاف دونوں جگہ ہے اور مفاسد کا مترتب یہ کہ اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے ان کے قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کر لیں بعض سنن مختلف فیہا مثلاً آمین بالجہر وغیرہ پر جرب و ضرب کی نوبت آجاتی ہے اور قرون ثلاثہ میں اس کا شیوع بھی نہ ہوا تھا بلکہ کیف ما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کر لیا اگر اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائرہ منحصر ان چاروں میں ہے مگر اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوا ہی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جائے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہ ہوا البتہ ایک واقعہ میں تلفیق کرنے کو منع لکھا ہے تاکہ اجماع مرکب کے خلاف نہ ہو جائے باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان و وجوب مشہور و معمول ہے سو اس کا قبح کس طرح مرفوع ہو گا انتہی عبارۃ

(تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۳۰-۱۳۱)

مولوی رشید احمدؒ صاحب کا جواب

:- از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون

مطالعہ فرمائیہ خط آپ کا آیا بظاہر آپ نے جملہ مقدمات محررہ بندہ کو تسلیم کر لیا اور قبول فرمایا البتہ تقلید

شخصی کی نسبت کچھ تردد آپ کو باقی ہے لہٰذا اس کا جواب لکھواتا ہوں مفید بامر مباح نہیں اگر مباح حد سے نہ گذرے یا عوام کو خرابی میں نہ ڈالے تو جائز ہے اور اگر دونوں سے کوئی امر واقع ہو جائے تو ناجائز ہو گا اس مقدمہ کو خود تسلیم کرتے ہو اب تقلید کو سنو کہ مطلق تقلید مامور بہ ہے، لقولہ تعالیٰ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اور بوجہ دیگر نصوص مگر بعد ایک مدت کے تقلید غیر شخصی کے سبب مفاسد پیدا ہوئے کہ آدمی بہ سبب اس کے لا اُبالی اپنے دین سے ہو جاتے ہے اور اپنی ہوائے نفسانی کا اتباع گویا اس میں لازم ہے کہ طعن علماء مجتہدین و صحابہ کرام اس کا ثمرہ ہے ان امور کے سبب باہم نزاع بھی پیدا ہوتا ہے اگر تم بغور دیکھو گے تو یہ سب امور تقلید غیر شخصی کے ثمرات نظر آئیں گے اور اس پر ان کا مرتکب ہونا آپ پر واضح ہو جائے گا لہٰذا تقلید غیر شخصی اس بدنظمی کے سبب گویا ممنوع من اللہ ہو گئی پس ایسی حالت میں تقلید شخصی گویا فرض ہو گئی اس واسطے کہ تقلید مامور بہ کی دو نوع ہیں شخصی و غیر شخصی شخصی بمنزلہ جنس ہے اور مطلق کا وجود خارج میں بدون اپنے کسی فرد کے محال ہے پس جب غیر شخصی حرام ہوئی بوجہ لزوم مفاسد تو اب شخصی معین مامور بہ ہو گئی اور جو چیز کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو اگر اس میں کچھ مفاسد پیدا ہوں اور اس کا حصول بدون اسی ایک فرد کے ناممکن ہو تو وہ فرد حرام نہ ہو گا بلکہ ازالہ ان مفاسد کا ان سے واجب ہو گا اور اگر کسی مامور کی ایک نوع میں نقصان ہو اور دوسری نوع اس نقصان سے سالم ہو تو وہی فرد خاصۃً مامور بہ بن جاتا ہے اور اس کے عوارض میں اگر کوئی نقصان ہو تو اس نقصان کو ترک کرنا واجب ہو گا نہ اس فرد کا یہ حال وجوب تقلید شخصی کا ہے اسی واسطے تقلید غیر شخصی کو فقہا نے کتابوں میں منع لکھا ہے مگر جو عالم غیر شخصی کے سبب مبتلا ان مفاسد مذکورہ کا نہ ہو اور نہ اس کے سبب سے عوام میں ہیجان ہو اس کی تقلید غیر شخصی اب بھی جائز ہو گی مگر اتنا دیکھنا چاہیئے کہ تقلید شخصی و غیر شخصی دو نوع ہیں کہ شخصیت و غیر شخصیت دونوں فصل ہیں جنس تقلید کی کہ تقلید کا وجود بغیر ان فصول کے محال ہے کیونکہ یہ فصول ذاتیات میں داخل ہیں پس اس کا حال قیود مجلس میلاد سے جدا ہے بادی النظر میں یہ دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں ورنہ اگر غور کیا جائے تو واضح ہے کہ ذکر ولادت جدا شئے ہے اور فرش فروش روشنی وغیرہ قیود مجوزہ کوئی فصل ذکر کی نہیں بلکہ امور منضمہ ہیں کہ بدون ان کے ذکر ولادت حاصل ہو سکتا ہے سو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں معہذا اوپر کے کلیہ سے مباح منضم کا حال

معلوم ہو چکا کہ جب تک اپنی حد پر ہو گا تو جائز اور جب اپنی حد سے خارج ہوا تو ناجائز اور امور مرکبہ میں اگر کوئی ایک جزء بھی ناجائز ہو جاوے تو مجموعہ پر حکم عدم جواز کا ہو جاتا ہے آپ کو معلوم ہے کہ مرکب حلال وحرام سے حرام ہوتا ہے یہ کلیہ فقہ کا ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ اس تقریر سے آپ کی اس طویل تقریر کا جواب حاصل ہو گیا ہو گا جو آپ نے دربارہ تقلید لکھی ہے لہذا زیادہ بسط کی حاجت نہیں ہے کیونکہ تم خود فہیم ہو انتہٰی کلامہ (تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۳۲۔۱۳۳)

محدث روپڑی صاحب فرماتے ہیں۔

مولوی رشید احمد صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیہ کریمہ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ میں مطلق تقلید کا حکم ہے اور اس کی دو نوع ہیں شخصی اور غیر شخصی۔ غیر شخصی اگرچہ کچھ مدت تک جاری رہی مگر بعد ایک مدت کے اس میں مفاسد پیدا ہو گئے اس لئے یہ ممنوع ہو گئی اور تقلید شخصی واجب ہو گئی کیونکہ مطلق تقلید کے ادا کرنے کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی ہے اور اس میں بھی کچھ مفاسد پیدا ہوں تو ان مفاسد کو دور کرنا چاہیئے نہ کہ تقلید شخصی کو حرام کہا جائے۔

ناظرین خیال فرماویں کہ اس جواب میں مولوی رشید احمد صاحب نے کیسے آنسو پونچھے ہیں اتنا خیال نہیں کیا کہ جب تقلید غیر شخصی مفاسد کی وجہ سے ممنوع ہو گئی تو تقلید شخصی کیوں ممنوع نہ ہو گی اور جیسے تقلید شخصی سے پیدا شدہ مفاسد دور ہو سکتے ہیں تو تقلید غیر شخصی سے مفاسد کیوں دور نہیں ہو سکتے؟ اگر یہ خیال ہو کہ تقلید غیر شخصی میں مفاسد زیادہ ہیں تو یہ بھی خلاف واقعہ ہے چنانچہ ہم نے تعریف اہلحدیث حصہ دوم میں صفحہ ۸۳ سے صفحہ ۵۰ تک اس کی کافی تفصیل کی ہے اور مولوی اشرف علی صاحب کا مذکورہ بالا خط بھی اس کا شاہد عدل ہے بلکہ تقلید غیر شخصی میں قطعاً مفاسد نہیں کیونکہ خیر قرون کی روش ہے اور جو مفاسد مولوی رشید احمد صاحب نے ذکر کئے ہیں وہ در حقیقت خیر قرون کی روش کی مخالفت کی ہو کہ تقلید شخصی شروع کر دی ہو یا اس طرح سے مخالفت کی ہو کہ قرآن وحدیث کا مطلب سلف کے خلاف سمجھا ہو اس طرح سے مخالفت لی ہو کہ اپنی پیدائش وفات بیاہ شادی وغیرہ میں افراط وتفریط سے کام لیا ہو بہر صورت سب مفاسد کا منبع مخالفت سلف ہے موافقت سلف اگر مفاسد کا منبع ہو تو ان کو خیر قرون

کہنا ہی صحیح نہیں کیونکہ خیر قرون کے معنے یہ ہیں کہ ان کی روش سب روشوں سے بہتر ہے،

پھر اخیر میں مولوی رشید احمد صاحب نے میلاد مروجہ اور تقلید میں جو فرق بتلایا ہے کہ ذکر ولادت ان قیود کے بغیر ہو سکتا ہے اور تقلید کا وجود بدون ان فصول شخصیت اور غیر شخصیت کے محال ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ خیر قرون میں بحسب زعم ان کے، تقلید تھی اور شخصیت نہ تھی اور مقلدین میں تقلید ہے اور غیر شخصیت نہیں پس دونوں کے بغیر تقلید کا وجود پایا گیا۔

اگر کہا جائے کہ دونوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ تقلید کا وجود ہو اور نہ ہاں نہ شخصیت ہو نہ غیر شخصیت تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے شخصیت کے ساتھ غیر شخصیت کو لیا ہے اسی طرح میلاد میں قیود کے ساتھ غیر قیود کو لیا جائے تو تقلید میں اور میلاد میں کچھ فرق نہیں رہے گا یعنی جیسے تقلید میں شخصیت اور غیر شخصیت سے ایک کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ذکر ولادت میں قیود اور غیر قیود سے ایک کا ہونا ضروری ہے پس جیسے شخصیت غیر شخصیت فصل ہیں اسی طرح قیود و غیر قیود بھی فصل ہوں گے۔

یہ جواب تو مولوی رشید احمد صاحب کی روش کے موافق تھا اب اصل تحقیق سنیئے۔

اصل تحقیق

مولوی رشید احمد صاحب نے یہاں ڈبل غلطی کی ہے اور تقلید کی خاصیت ہی ایسی ہے کہ اس کے مرتکب کو سیدھی بات نہیں سوجھتی کیونکہ تقلید خود ایک ٹیڑھا رستہ ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ شخصیت کے دو معنے ہیں ایک یہ کہ جب مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہو تو کسی شخص سے پوچھے غیر شخص سے نہ پوچھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ شخصیت محل نزاع نہیں اور نہ ہو سکتی ہے کیونکہ دنیا میں جو ہے شخص ہی ہے نہ کہ غیر شخص تو غیر شخص سے پوچھنے کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ پوچھنے کے لئے ایک شخص کو معین کرے یعنی دل میں اس بات کا التزام کرے کہ ہر مسئلہ فلاں شخص سے پوچھوں گا یہ شخصیت محل نزاع ہو سکتی ہے اور ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں غیر شخصیت ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اس قسم کا التزام نہ کرے خواہ ایک سے پوچھنے کا اتفاق ہو یا کئی ایک سے اتفاق ہو تو اس کا غیر شخصیت ہونا ظاہر ہے اگر ایک سے اتفاق ہو تو اس کے غیر شخصیت

ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ اس نے التزام نہیں کیا مثلاً وہ ایک جگہ رہتا ہے اور وہاں ایک ہی عالم ہے تو اس سے ہمیشہ مسئلہ پوچھ کر عمل کر لیتا ہے مگر دل میں یہ التزام نہیں کہ اگر کوئی دوسرا عالم یہاں آجائے یا مجھے دوسری جگہ جانے کا اتفاق ہو تو پھر بھی اسی کا مسئلہ مانوں گا تو یہ صورت غیر شخصیت ہی ہو گی کیونکہ اس نے شخص معین کا التزام نہیں کیا بلکہ اتفاق ایسا ہو گیا کہ وہ ایک ہی سے پوچھتا رہا۔

جب شخصیت کے دونوں معنے معلوم ہو چکے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ دوسرا محل نزاع ہے نہ کہ پہلا تو اب بتلایئے کہ اس التزام کو مسئلہ پوچھنے میں کیا دخل ہے ظاہر ہے کہ کوئی دخل نہیں جیسے میلاد مروّج میں ذکر ولادت کے ساتھ قیود زائد لگے ہوئے ہیں جن کو مولوی رشید احمد صاحب نے امور منضمہ کہا ہے اسی طرح کسی سے مسئلہ پوچھنے کے ساتھ اس قسم کا التزام ایک قید زائد یا امر منضم ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ میلاد مروّج کو تو بدعت کہا جائے اور تقلید شخصی متنازعہ فیہ کو بدعت نہ کہا جائے۔

منطقی اصلاحات میں ڈبل غلطی

مولوی رشید احمد صاحب نے اس جگہ منطقی اصلاحات میں بڑی ڈبل غلطی کی ہے خدا جانے مہارت نہ تھی یا تقلید کے اثر سے ایسا ہوا دیکھئے! شخصیت کے معنے میں دھوکہ کھا کر اس کو فصل قرار دینا تو الگ رہا اس کے مقابلہ میں غیر شخصیت کو بھی فصل قرار دے رہے ہیں حالانکہ غیر شخصیت مفہوم عدمی ہے جو کسی صورت وجودی شئے (تقلید) کا فصل بننے کے قابل نہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر دیکھئے یہ کس قدر غلطی کی ہے کہ فرماتے ہیں مطلق تقلید مامور بہ ہے بقولہ تعالیٰ۔ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ

ملہ:۔ اگر کہا جائے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے کلام میں شخصیت غیر شخصیت دونوں سے مراد التزام ہے صرف فرق اتنا ہے کہ شخصیت میں اس بات کا احترام ہوتا ہے کہ کوئی مسئلہ کسی سے پوچھوں گا کوئی مسئلہ کسی سے پس جب غیر شخصیت سے مراد بھی التزام ہوا تو بوجہ وجودی ہونے کے اس کا فصل بنا صحیح ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے کلام میں غیر شخصیت کا یہ معنی صحیح نہیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ شخصیت غیر شخصیت دونوں فصل ہیں جنس تقلید کی کہ تقلید کا وجود بغیر ان فصول کے محال ہے اگر شخصیت دونوں سے مراد التزام ہو تو ان دونوں کے بغیر تقلید پائی جاتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ التزام نہ کرے بلکہ جس سے اتفاق پڑے پوچھ لے خواہ ایک سے پڑے یا کئی ایک سے چنانچہ ابھی تفصیل ہوئی ہے پس

اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور اس کی دو نوع شخصی اور غیر شخصی قرار دی ہیں اور یہ خیال نہیں کیا کہ جس مطلق
تقلید کا امر اس آیت میں ہے وہ غیر شخصی ہے کیونکہ التزام کی قید نہیں اور قرآن و حدیث میں جو قید نہیں
اس قید کا اضافہ کرنا قرآن و حدیث کی مخالفت ہے تو پھر شخصی اس کا نوع کیسے بنی؟ اگر اس کو اصولی طور پر
سمجھنا ہو تو یوں سمجھئے کہ نور الانوار وغیرہ میں لکھا ہے کہ خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی درست
نہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اس آیت میں مطلق قرأت کا حکم ہے تو حدیث
کے ساتھ اگر فاتحہ کی تعیین کی جائے تو یہ کتاب اللہ پر زیادتی ہے جو نسخ ہے پس اسی طرح تقلید شخصی
کو فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ کے خلاف سمجھنا چاہیئے نہ کہ مامور بہ میں داخل ہے بلکہ زیادہ خلاف سمجھنا
چاہیئے کیوں کہ تقلید کی بابت تو کوئی حدیث بھی نہیں آئی۔

اگر اور وضاحت کی ضرورت ہو تو سنیئے۔

عام بول کر خاص من حیث الخاص کا ارادہ کرنا مجاز ہے کیونکہ اس کی حیثیت سے یہ خاص
لفظ کا موضوع نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ لفظ کو مجازی معنے پر حمل کرنا اس لفظ کی مخالفت
ہے اسی لئے مجازی معنے کے لئے کوئی قرینہ قائم کرنا پڑتا ہے جب خاص کر یہ حالت ہے تو بتلایئے

شخصیت غیر شخصیت فضول نہ رہے کہ بغیر ان کے تقلید کا وجود محال ہو نیز مولوی رشید احمد صاحب نے کہا ہے کہ مطلق
تقلید مامور بہ ہے بقولہ تعالیٰ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور بوجوہ دیگر نصوص مگر بعد ایک مدت
کے تقلید غیر شخصی کے سبب مفاسد پیدا ہوئے کہ انسان بہ سبب اس کے لاابالی اپنے دین سے ہو جاتا ہے،
یہ عبارت بھی صاف بتلا رہی ہے کہ غیر شخصیت سے مراد التزام نہیں کیونکہ جو غیر شخصیت پہلے زمانہ میں تھی (جس
سے بعد ایک مدت کے مولوی رشید احمد صاحب کے نزدیک مفاسد پیدا ہونے شروع ہو گئے) وہ التزام نہ
تھی بلکہ وہ یہ تھی کہ جس سے اتفاق پڑتا مسئلہ پوچھ لیتے خصوصاً خیر قرون کے زمانہ میں پس غیر شخصیت سے مراد
التزام ہونا مولوی رشید احمد کے کلام میں صحیح نہیں پھر غیر شخصیت بمعنی التزام کو شخصیت کے مقابل قرار دینا
فضول ہے کیونکہ فرقہ اہلحدیث اس غیر شخصیت کا قائل نہیں جن کی طرف مولوی رشید احمد صاحب اشارہ کر رہے
ہیں کہ وہ اپنے دین سے لاابالی ہو جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس صورت میں جتنے اعتراضات شخصیت پر ہیں وہ سب غیر شخصیت پر بھی ہوں گے مثلاً میلاد مروج کی طرح اور
اس میں قید زائد (التزام) کا ہونا اور بوجہ اس کے اس کا فصل نہ بننا اور اس کا نوع مامور بہ نہ رہنا اور خیر قرون بلکہ اجماع کے خلاف ہونا بلکہ
آیہ کریمہ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اور حدیث اِنَّمَا شِفَاءُ الْعِیِّ السُّؤَالُ کے بھی خلاف ہونا اور عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کہ امام نماز سلام پھیر کر کسی
طرف معین کا التزام نہ کرے، کے بھی خلاف ہونا اور بوجہ بدعت ہونے کے بہت سے مفاسد کا اس پر مرتب ہونا چنانچہ تعریف اہلحدیث حصہ

کہ تقلید شخصی (جس کی حقیقت میلاد مروج کی طرح امر منضم سے پیدا ہوئی ہے) اس آیت میں نوع ماموربہ کس طرح بنی ہے ؎

جو کہنا ہے سو کہہ لیکن سمجھ کر رو نعمانی
چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اسی لئے تعریف اہلحدیث حصہ دوم میں صفحہ ۸۳ سے صفحہ ۹۱ تک ہم نے بڑے زور شور سے لکھا ہے کہ تقلید شخصی قرآن وحدیث کے بھی خلاف ہے اور اجماع صحابہؓ بلکہ خیر قرون کی روش کے بھی خلاف ہے اور آیہ کریمہ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ وغیرہ میں جس سوال کا ذکر ہے اوّل تو وہ تقلید ہی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی اتباع ہے اگر کوئی زورا زوری اس کا نام تقلید رکھے تو اس کی خوشی وہ خواہ مجتہد کو بھی مقلد کہہ دے کیونکہ مجتہد بھی قرآن وحدیث کی اتباع کرتا ہے، سچ ہے ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایک بات یہاں اور سنیئے، جس تقلید کی نسبت اصل نزاع ہے وہ چار اماموں کی تقلید ہے جس کی صورت یہ ہے کہ کسی امام سے مسئلہ پوچھنے کے وقت یوں کہا جائے کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ صاحبؒ کا یا فلاں امام کا کیا ارشاد ہے اور آیہ کریمہ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ میں جس سوال کا ذکر ہے اس کی صورت یہ ہے کہ علم نہ ہو تو کسی علم والے کو کہے کہ اس مسئلہ میں خدا اور رسولؐ کا کیا ارشاد ہے نہ کہ معصوم کی جگہ غیر معصوم امام ابوحنیفہؒ کو یا کسی اور امام کو دیکر یوں کہے کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا یا فلاں امام کا کیا ارشاد ہے اب بتلایئے کہ اس آیت کو تقلید متنازعہ فیہ سے کیا تعلق؟ اگر امام صاحبؒ زندہ ہوتے تو ان سے بھی سوال ہوتا کہ اس مسئلہ میں خدا ورسولؐ کا کیا ارشاد ہے اور اَهْلَ الذِّكْرِ[1] میں ذکر سے مراد کتاب اللہ ہے یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ خدا اور رسول ہی کا ارشاد پوچھے بلکہ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کے بعد بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ہے وہ بھی اسی طرف ارشاد ہے اور مسلمان کی شان بھی یہی ہے کہ خدا اور رسولؐ کا ارشاد پوچھے نہ یہ کسی امام کے مذہب کا التزام کر کے یوں سوال کرے کہ فلاں امام کا کیا ارشاد ہے پھر خدا جانے اس آیت کو محل متنازعہ فیہ میں کیو پیش کیا

[1] اگر کہا جائے کہ امام ابوحنیفہ وغیرہ کا قول پوچھنے سے مقصود خدا اور رسولؐ ہی کا حکم تو اس کا جواب یہ ہے کہ بحث دیاتی صفحہ ۲۹۹

جاتا ہے اس آیت میں نہ اس التزام کا کوئی ذکر ہے نہ اس طرح سوال کرنے کا کوئی ارشاد ہے ان باتوں پر اس آیت سے استدلال کرنا الفاظ آیت سے نہایت بعید ہے تعجب ہے کہ اصولِ فقہ میں تو خبرِ واحد سے مطلق کو مقید کرنے کی اجازت نہیں دی یہاں اپنی طرف سے ہی سب تصرفات ہو رہے ہیں۔ ؎

جہاں ہمارا ذوالجلال گدعا تحیر سبھی حلال

واللہ! ہمیں رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ ایک کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو طرح سے کرتے ہیں جیسے نماز سے سلام پھیر کر کبھی دائیں طرف منہ کر کے بیٹھنا کبھی بائیں طرف اس میں ایک جانب کا التزام تو شیطانی کام ہو جیسا کہ عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے اور ایک دوسرا کام جس پر عمل ہونا تو کجا قرآن و حدیث کے بھی خلاف ہے اور اجماع صحابہؓ بلکہ خیر قرون کی روش کے بھی خلاف ہے بلکہ اصولِ فقہ کے بھی خلاف ہے اس کو آج رحمانی کام کہا جاتا ہے بلکہ اعلیٰ سے بھی اعلیٰ درجہ تک پہنچایا جاتا ہے یعنی فرض خیال کیا جاتا ہے۔ ؎

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

ناظرین! خیال فرمائیں کہ افتار کے گدی نشینوں کی بے خبری آج کہاں تک نوبت پہنچا رہی ہے خیر اور علوم خاص کر قرآن و حدیث سے ان کی بے خبری تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ تقلید کی اندھیری کوٹھڑی میں پڑے ہیں مگر جب ہم ان کے اصولِ فقہ میں جو ان کے تقلیدی مذہب کی روح رواں ہے کمزور پاتے ہیں تو بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے۔ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی

شیطان غیر مقلد ہے؟

سوال: مولوی مرتضیٰ حسن نے العدل مجریہ ۷ ستمبر ۱۹۲۷ء میں لکھا ہے کہ۔

و نیز اماموں سے غلطی کی وجہ سے قرآن و حدیث کا خلاف ہو جاتا ہے تو پھر ان کا ہر قول خدا اور رسولؐ کا حکم کس طرح ہوا۔ پھر جب مقصود خدا اور رسولؐ ہی کا حکم ہے تو خدا اور رسولؐ ہی کا نام کیوں نہ لے الٹا کان پکڑنے سے کیا فائدہ اگر مقصود کچھ اور ہو فقط کچھ نیز سارے دین کا دارو مدار ایک شخص پر رکھ کر اسی کے مذہب کا التزام کر کے ہر مسئلہ میں اسی کا قول پوچھنا اس کا کیا ثبوت بلکہ خیر قرون کی روش کے خلاف ہے پس یہ کریمہ فاسئلوا اہل الذکر پر عمل نہیں بلکہ اسکی مخالفت ہے تھا

قول خدا اور حدیث رسول ﷺ حکم ہے اور حکم اور ہوتا ہے اور دلیل اور۔ آدم کو سجدہ کرو یہ حکم اپنے نفس کے لئے دلیل نہیں ہوسکتا جو اس حکم کے واجب التعمیل ہونے کے لئے دلیل ہے وہ یہاں مذکور نہیں اس وجہ سے اس قول کو جس کے ساتھ واجب التسلیم ہونے کی دلیل ذکر نہیں کی گئی، بلا دلیل تسلیم کرنا تقلید ہے اور شیطان نے اس حکم کو بلا دلیل نہ مانا غیر مقلد ہو کر کافر و مرتد ہو گیا آن کا یہ لکھنا کس حد تک درست ہے؟

ایک سائل

جواب:۔ شیطان چونکہ بحکم آیت کریمہ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ (الآیۃ) اپنی ہوا کا مقلد ہے اور مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کو شیطان کا مقلدین کے ساتھ ہونا ناگوار معلوم ہوا۔ اس لئے انہوں نے اس کے غیر مقلد بنانے کی کوشش کی جس کی صورت انہوں نے یہ اختیار کی کہ تقلید کا معنیٰ بدل دیا۔ یعنی یوں کہا کہ اس قول کو جس کے ساتھ واجب التسلیم ہونے کی دلیل ذکر نہیں کی گئی بلا دلیل تسلیم کرنا تقلید ہے حالانکہ تقلید کا یہ معنیٰ آج تک کسی نے نہیں کیا یعنی تقلید کی تعریف میں یہ کسی نے شرط نہیں کی کہ قول کے ساتھ اسکے واجب التسلیم ہونے کی دلیل ذکر نہ ہو بلکہ اگر قول کے ساتھ دلیل ذکر ہو مگر وہ سمجھ میں نہ آوے اور اس حالت میں اس قول کو بغیر معرفت دلیل کے تسلیم کر لیا جائے تو فقہاء کی تعریف کیمطابق یہ تقلید ہوگی کیونکہ فقہاء کے نزدیک تقلید یہ ہے کہ بے معرفت دلیل کے کسی قول کا لینا اور اگر دلیل کے تسلیم کر لیا جائے تو فقہاء: سنتے ہی دلیل کی طرف ذہن منتقل ہو جائے تو ایسی حالت میں اس قول کا تسلیم کرنا فقہاء کے نزدیک تقلید نہ ہوگی کیونکہ قول کو بغیر معرفت دلیل کے نہیں لیا۔ غرض دلیل کے ذکر عدم ذکر کو تقلید کی تعریف میں کوئی دخل نہیں۔ قول خدا کے واجب التسلیم ہونے کی دلیل چونکہ قائل کا خدا ہونا ہے جس کی طرف ہر ایک کا ذہن فوراً منتقل ہو جاتا ہے اس لئے شیطان اگر اس کو تسلیم کرتا تو مقلد نہ ہوتا بلکہ نہ تسلیم کرنے کی صورت میں مقلد ہونا لازم آتا ہے چنانچہ نہ تسلیم کرکے بحکم آیہ کریمہ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ (الآیۃ) ہوا کا مقلد ہو گیا۔

سوال:۔ مولوی مرتضیٰ حسن نے لکھا ہے کہ:

شیطان یعنی یا تو خداوند کے قول اور اس کی حکومت کی وجہ سے اس کے قول کو مطلقاً واجب التسلیم نہیں جانتا تھا یا جانتا تھا مگر یہ شرط تھی کہ وہ قول موجّہ اور حکمت کے موافق ہو اس کے قول کو عین حکمت نہیں جانتا تھا اور نہ انکار نہ کرتا اور تعمیل بھی کرتا اور نہ اگر تعمیل نہ ہوتی تو انکار تو

ضرور نہ ہوتا اب ارشاد خداوندی اسجدوا لآدم اس کے نزدیک بے دلیل تھا اب وہ سجدہ کرتا تو تقلید ہوتی اور تقلید اس کے نزدیک ناجائز تھی لہٰذا وہ ترک تقلید کی وجہ سے کافر مرتد سب کچھ ہوا مگر اس نے اس قول کو بلا دلیل تسلیم نہ کیا۔ العدل ۷ ستمبر ۱۹۲۷ء

مولوی مرتضیٰ حسن کی اس تحریر کے متعلق وضاحت فرمائیں۔

جواب: ۔ مولوی مرتضیٰ حسن کے خیال میں شیطان باوجود خدا کو خدا ماننے کے اور باوجود فرشتوں کا استاد ہونے کے یہ نہیں جانتا تھا کہ خدا عبث اور بیہودہ سے پاک ہے غلطی سے مبّرا ہے جس کا قول عین حکمت ہے دلیل اس کی یہ دیتے ہیں کہ شیطان نے انکار کیا اگر خدا کا قول عین حکمت سمجھتا تو انکار نہ کرتا اور اتنا نہیں سمجھتے کہ جس نے سرکشی پر کمر باندھی ہو وہ باوجود علم کے بھی انکار پر تُلا رہتا ہے کیا ضد اور ہٹ دھرمی کا بھی کوئی علاج ہے میرے خیال میں مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کے نزدیک شیطان انصاف پرست تھا۔ معاذ اللہ۔

یہ تو ایسا ہوا جیسے آج کل کے متصوفہ (زنادقہ صوفی) کہتے ہیں کہ شیطان بڑا موحد تھا اسی لئے اس نے غیر کو (یعنی آدم ؑ کو) سجدہ نہیں کیا گویا خدا نے غلطی کی نعوذ باللہ۔

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب! بھلا یہ تو بتلائیے کہ شیطان خدا کو خدا جانتا تھا یا نہ؟ اگر نہیں جانتا تھا تو مدت تک اس کی عبادت کیوں کرتا رہا۔ اگر جانتا تھا تو کیا خدا کی خدائی اس کے نزدیک اطاعت کے لئے کافی نہ تھی۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ خدا کی خدائی کو عبادت کے لئے کافی سمجھے اور اطاعت کیلئے کافی نہ سمجھے حالانکہ اطاعت کا مرتبہ عبادت سے بہت کم ہے کیونکہ اطاعت تو غیر (نبی) کی بھی جائز ہے عبادت غیر کی جائز نہیں۔

اس کے علاوہ اگر فرضی طور پر مان لیں کہ شیطان قول خدا کو حکمت کے موافق نہ جانتا تھا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مدلل بھی نہ جانتا ہو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ محکوم کو حاکم کی اطاعت ضروری ہے اور دلیل اس کی اس کا حاکم ہونا ہے اگر باوجود محکوم ہونے کے کوئی بات حاکم کی مانے دوسری کو نہ مانے مثلاً جو اس کے خیال میں معقول اور اس کی سمجھ میں حکمت کے موافق ہو وہ مانے دوسری کو نہ مانے تو وہ اپنی مرضی کا مالک ہے اس کو محکوم نہ کہنا چاہیئے کیونکہ محکوم کے معنے میں داخل ہے کہ حاکم کے سامنے سر جھکا دے اور اپنا دخل نہ رکھے اب شیطان کا خدا کے حکم کو تسلیم نہ کرنا اس کی یا تو یہ وجہ

ہوگی کہ اس کے خیال میں خدا حاکم نہیں ہوگا اور یہ بداہتہً باطل ہے کہ شیطان کو خدا کے حاکم ہونے کی خبر نہ ہو۔ یا یہ وجہ ہوگی کہ شیطان کو محکوم کے معنے کا پتہ نہ ہوگا اور اس کا بطلان پہلے سے بھی زیادہ واضح ہے اب سرکشی اور تکبر کے سوا اور کونسی وجہ عدم تسلیم ہوسکتی ہے پھر معاذ اللہ خدا کی شان ایسی نہ تھی کہ شیطان کو واقعی خدا کے حاکم ہونے کا علم نہ ہوتا یا وہ محکوم کے معنے نہ جانتا تو وہ ارحم الراحمین اس کو اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ کا عذر کرنے پر یہ نہ فرماتا کہ فاخرج منہا یعنی اس جگہ سے نکل جا بلکہ پہلے اس کو اس بات سے واقف کرتا جس سے بے علم تھا پھر اس کے بعد اگر وہ نہ مانتا تو جو چاہتا اس کے ساتھ سلوک کرتا خدا کی ذات اس سے برتر ہے کہ وہ ناواقف کو راندے اس سے بھی معلوم ہوا کہ شیطان بے خبری میں ہلاک نہیں ہوا بلکہ اس کو سب کچھ پتہ تھا اور آیہ کریمہ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ۔ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ محکوم کو حاکم کے حکم کی فوراً تعمیل کرنی چاہیے تھی تجھے اس تعمیل سے کس نے روکا اگر کوئی اور حکم دیتا تو اس میں شبہ بھی ہوسکتا تھا حکم تو خود میں نے دیا ہے پھر تعمیل کیوں نہ کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اور اسے اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ کہہ کر ٹال دینے کا نام خدا نے سرکشی، تکبر، فسق وغیرہ رکھا ہے جیسے ایک آیت میں فرمایا اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ یعنی انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ہوگیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قول خدا شیطان کے نزدیک مطلقاً (بغیر شرط) واجب التسلیم تھا کیونکہ اس کی دلیل اس کے ذہن میں تھی یعنی قائل کا حاکم بلکہ خدا ہونا مگر تکبر کی وجہ سے اس کو تسلیم نہ کیا اور خواہش کے پیچھے لگ گیا اور آیہ کریمہ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ وغیرہ بھی اسی مطلب کو ادا کر رہی ہیں جس کا خلاصہ شیخ سعدیؒ کے الفاظ میں یہ ہے۔ ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد　　　به زندان لعنت گرفتار کرد

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب پر تقلیدی اثر ہے کہ اندھا دھند لکھتے چلے جاتے ہیں اور نتائج پر غور نہیں کرتے اس سے بڑھ کر اور سنئے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب لکھتے ہیں۔

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام کی بات کو تسلیم کرنا امت کے حق میں تقلید ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا باری تعالیٰ کے قول کو بلا دلیل تسلیم کرنا یہ بھی تقلید ہوگا۔

(العدل ۲۸ مارچ ۱۹۲۹ء ص ۳)

گویا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کے اعتقاد میں شیطان کی طرح انبیاء علیہم السلام بھی خدا کے قول کو عین حکمت یا حکمت کے موافق نہیں جانتے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ شیطان تسلیم نہ کرنے سے غیر مقلد ہو گیا اور انبیاء علیہم السلام تسلیم کر کے مقلد ہو گئے،

ناظرین خیال فرمائیں کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں کس قدر گستاخی ہے کہ معاذ اللہ ان کا اعتقاد شیطان کا اعتقاد بتایا جاتا ہے سچ ہے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

تعجب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس محل میں اصول فقہ کی بھی کچھ پرواہ نہ کی۔ اصولِ فقہ میں صاف لکھا ہے کہ قرآن و حدیث کا ماننا تقلید نہیں چنانچہ۔ تحریر ابن الہمامؒ کے اخیر میں ہے لیس الرجوع الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم والاجماع منہا۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں۔

خدا جانے یہ لوگ تقلید کی محبت میں کیوں ایسے سرشار ہیں کہ اپنا اصول بھی بھول جاتے ہیں یکے بر سرِ شاخ وبن مے برید والا مضمون ہے یعنی مذہب کے خیر خواہ بن کر مذہب کی بیخ کنی کر رہے ہیں۔ ؎

اے چشمِ اشکبار! ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

بلکہ خود مولوی مرتضیٰ حسن نے بھی اس کی تصریح کی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

اطاعت تقلید کے معنے سے عام ہے خدائے قدوس اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو تقلید نہیں کہا۔ (العدل ۸ افروری ۱۹۲۹ء ص ۳)

مجتہد کا قول فی نفسہ حجت شرعیہ نہیں۔ اور خداوند عالم جل مجدہٗ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فی نفسہٖ حجت شرعیہ ہے (العدل ۸ا فروری ۱۹۲۹ء)

پس مولوی مرتضیٰ حسن نے اپنی تقریر پر خود ہی پانی پھیر دیا اور صاف غیر مقلد ہو گئے نتیجہ یہ کہ تقلید ایک ایسا ٹیڑھا راستہ ہے جس پر چل کر مقلد کبھی منزل مقصود پر پہنچ نہیں سکتا۔

اسی وجہ سے دنیا کی مشہور ہستیوں نے تقلید کو گمراہی اور خودکشی سے تعبیر کیا ہے مثلاً مولانا جلال الدین رومیؒ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

آں مقلد ہست چوں طفل علیل ∴ گرچہ دارد بحث باریک و دلیل

حضرت شیخ سعدی مرحوم فرماتے ہیں

عبادت بہ تقلید گمراہی است ∴ خنک راہرو ے راکہ آگاہی است

عصر حاضر کے مشہور شاعر سر اقبال مرحوم فرماتے ہیں۔

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی

رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تقلید کے پھندے سے محفوظ رکھے آمین

(عبد اللہ امرتسری روپڑی ام ۲ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ) (فتاوی اہلحدیث جلد اول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

ترک تقلید اور اہل حدیث

(از مولانا محمد اسمٰعیل شیخ الحدیث گوجرانوالہ)

مدت سے یہ دونوں لفظ عوام کی زبان پر استعمال ہو رہے ہیں اور انہیں عموماً مترادف سمجھا جاتا ہے ہندوستان میں دونوں لفظ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ احد ان کی طرف منسوب مسالک کی پابندی کے خلاف استعمال کئے گئے ہیں حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جمہور کی مخالفت اُن ائمہ کرام اور اُن کے اتباع نے بھی کی ہے اس کے بعد محقق اہل علم ائمہ اربعہ کے ساتھ عقیدت اور ان کے علوم سے استفادہ کے باوجود بعض فرعی مسائل میں ائمہ اجتہاد سے اختلاف کا اظہار بھی فرماتے رہے،

امام ابو جعفر طحاویؒ (۳۲۱ھ) امام ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المزنیؒ (د ۲۶۴ھ) شیخ الاسلام محمد بن قدامۃ الحنبلی (د ۶۲۰ھ) حافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) وغیر ہم ائمہ اربعہ سے بعض کی طرف انتساب کے باوجود ان سے اختلاف فرماتے ہیں اور اس سے ان بزرگوں

اور ان کے متوسلین میں کوئی ذہنی تکدر نہیں پیدا ہوتا نہ انکے علم اور دین میں کوئی حرف آتا۔

علامہ ابو زید عُبَیدُاللہ بن عمر بن عیسٰی الدبوسی (۴۳۰ھ) کی کتاب تاسیس النظر میں حضرات ائمہ اجتہاد رحمہم اللہ کے اختلافات کی متعدد صورتیں مرقوم ہیں۔

۱۔ حضرات امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین میں اختلاف۔

۲۔ حضرات امام صاحب امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ میں اختلاف۔

۳۔ امام صاحبؒ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ میں اختلاف۔

۴۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ میں اختلاف۔

۵۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ حسن بن زیاد اور امام زفرؒ میں اختلاف۔

۶۔ احناف اور امام مالکؒ میں اختلاف۔

۷۔ احناف اور امام ابن ابی لیلیٰ میں اختلاف۔

۸۔ احناف اور امام شافعیؒ میں اختلاف۔

علامہ دبوسیؒ نے ان کے اصول کا بھی ذکر فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین میں باہم اصولی اختلاف تھے،

پھر یہ خیال کہ امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ امام احمدؒ امام مالکؒ وغیرہم میں تو اصولی اختلاف ہے لیکن ان کے تلامذہ میں اصولی اختلاف نہیں۔ سطحی معلوم ہوتا ہے کسی تحقیق پر مبنی نہیں محض خوش فہمی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ تلامذہ اپنے اساتذہ سے اسی طرح اختلاف فرماتے جس طرح اساتذہ میں باہم اختلاف تھا۔

حضرات ائمہ اور ان کے تلامذہ کے اختلافات بھی اسی طرح اصولی ہیں جیسے خود ائمہ مجتہدین میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ نوعیت میں فرق نہیں۔

لفظ غیر مقلد کی ایجاد معلوم ہوتا ہے اُس وقت غیر مقلد کا لفظ یا تو ایجاد ہی نہیں ہوا ہوگا۔ یا پھر بطور طعن اس کا استعمال نہیں کیا گیا ائمہ اسلام علماء امت میں مروج نہیں ہوا تھا یا کوئی سیاسی ضرورت ہی نہ تھی جس کے لئے یہ لفظ ایجاد کیا جاتا۔

اس طرح تقلید بھی کوئی قابل فخر لقب نہیں تھا جس کے ترک کو عیب سمجھا جائے۔ یا اس کے ترک پر کم از کم افسوس ہی کا اظہار کیا جائے، بلکہ ائمہ معقول خلا سفہ و متکلمین کے نزدیک چونکہ منقولات کا مقام کسی طرح بھی ظن اور سے اونچا نہیں۔ اس لیے وہ ائمہ سنت کو فقیہہ ہوں یا غیر فقیہہ، مجتہد ہوں یا غیر مجتہد، مقلد کہتے ہیں اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کے ہاں دلیل کا انحصار صرف عقلیات پر ہے امام غزالیؒ فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں۔ معتزلہ اور اشاعرہ کے خیالات میں الزامی تقابل اور باہم اکفار و تکفیر کے تذکرہ میں فرماتے ہیں

فَإِنْ تَخَبَّطَ فِي جَوَابِ هٰذَا وَعَجَزَ عَنْ كَشْفِ الْغِطَاءِ فِيهِ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ النَّظَرِ وَإِنَّمَا هُوَ مُقَلِّدٌ وَشَرْطُ الْمُقَلِّدِ أَنْ يَسْكُتَ أَوْ يُسْكَتَ عَنْهُ.

اگر کوئی ان الزامات کے جواب سے عاجز آجائے تو وہ مقلد ہے اور مقلد سے گفتگو کی بجائے خاموشی بہتر ہے (ص۱۸)

قرون خیر کے بعد عمل و اعتقاد کی دنیا میں عجیب اضطراب معلوم ہوتا ہے۔ تقلید باوجود ترکی ہو گا اعتقاد اور فروع کے معاملہ میں نکر و نظر اور فقہ و اجتہاد کئی مختلف گوشوں میں نظر آتے ہیں مثلاً۔ غسان بن ابان کوفی مرجیہ اور فرقہ غسانیہ کے پیشوا اور امام ہیں اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے شاگرد ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے منکر ہیں۔ (الخطط للمقریزی ج ۴ ص ۱۷۱)۔

اور ایمان کی زیادت اور نقصان کے مسئلہ میں حضرات امام ابوحنیفہؒ کے ہم نوا ہیں یعنی ایمان کی زیادتی اور نقصان کے قائل ہیں۔

فرقہ مریسیہ کے امام بشر بن غیاث مریسی کے متعلق مقریزی لکھتے ہیں۔

كَانَ عِرَاقِيَّ الْمَذْهَبِ فِي الْفِقْهِ تِلْمِيذًا لِلْقَاضِي أَبِي يُوسُفَ يَعْقُوبَ الْحَضْرَمِيِّ۔

امام شافعیؒ سے اس کا مناظرہ ہوا امامؒ نے اس کے خیالات کا مذاق اڑایا۔ فرمایا نِصْفُكَ كَافِرٌ لِقَوْلِكَ بِخَلْقِ الْقُرْآنِ وَنَفْيِ الصِّفَاتِ وَنِصْفُكَ مُؤْمِنٌ لِقَوْلِكَ بِالْقَضَاءِ وَالْقَدَرِ وَخَلْقِ الْاِكْتِسَابِ (مقریزی ج ۴ ص ۱۷۱)

امام شافعیؒ نے بشر مریسی سے کہا کہ تم آدھے کافر ہو کر تم قرآن کو مخلوق سمجھتے ہو اور

صفات باری کی نفی کرتے ہو۔ اور آدھے مومن ہو کیونکہ تم قضاء قدر کو مانتے ہو۔ اور انسانی اعمال کا خالق اللہ تعالیٰ کو سمجھتے ہو۔

مقلد اور غیر مقلد کی اصطلاح عقیدت کی اس تقسیم اور عقائد و فروع میں عقیدت کے اس تضاد کے باوجود غیر مقلد یا مقلد کی اصطلاح اس وقت استعمال نہیں ہوئی۔ اور مسائل کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف فتوے بھی استعمال ہوئے، لیکن اشخاص سے عقیدت اور اس کے تغیر کی بنا پر نہ ہی نفرت پیدا ہوئی اور نہ ہی ان جوہری اختلافات کے باوجود تنابز بالالقاب کا شیوہ اختیار کیا گیا۔

حکومت اور مذاہب کی ترویج:۔ تقلید کا رواج پا جانے کے بعد مروجہ مذاہب محض علم و تفقہ یا تعلیم و تلمذ کی بنا پر ہی اختیار نہیں کئے گئے بلکہ اس میں حکومت کے رجحان اور وقت کے سیاسی عوامل کو بھی کافی دخل رہا۔ عہدہ قضاء کا بھی ان عقائد و خیالات کی ترویج میں کافی حصہ ہے، افریقہ میں عموماً سنت اور آثار کی پابندی کا رواج تھا۔ عام لوگ مسلک اہل حدیث کے پابند تھے، لیکن خلیفہ مرتضیٰ بن ہشام بن عبدالرحمٰن (۱۸۰ھ) میں افریقہ کے حاکم مقرر ہوئے تو انہوں نے یحییٰ بن یحییٰ کثیر کو افریقہ کا قاضی مقرر کیا۔ یہ امام مالکؒ کے شاگرد اور ابن وہب (۱۹۷ھ) اور ابن قاسم سے بھی ان کو تلمذ حاصل تھا، اندلس میں ان کا بے حد احترام کیا جاتا تھا۔ ان کے حکم کے بغیر کوئی قاضی مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔ اور یہ انہیں علماء کو منتخب فرماتے جو امام مالکؒ کے عقیدت مند ہوتے مقریزی ہی فرماتے ہیں۔

وعادت الفتيا اليه وانتهى السلطان والعامة الى بابه فلم يقلد فى سائر اعمال اندلس قاض الا باشارته واعتنائه فصاروا على مذهب مالك بعدما كانوا على رأى الاوزاعى (خطط ج ۴ ص ۱۴۲)

فتویٰ کا مدار یحییٰ بن یحییٰ پر تھا۔ سلطان اور عوام ان کے محتاج تھے ان کے خلاف منشا کوئی قاضی مقرر نہ ہوتا تھا۔ اس سے پہلے لوگ امام اوزاعی کے عقیدت مند تھے اب سب مالکی ہو گئے۔

اسی طرح جب ہارون الرشید بغداد میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے

عقیدت امام ابویوسفؒ کو (۱۷۰) ھ میں پوری قلمرو کا قاضی مقرر کیا۔

فلم یقلد ببلاد العراق وخراسان والشام ومصر الا من اشار به القاضی ابو یوسف رحمة الله وا به ھ (مقریزی ص۱۴۴ ج ۲)

یعنی ہارون الرشید نے ۱۷۰ھ میں محکمہ قضاء کے تمام کے اختیارات قاضی ابویوسفؒ کے سپرد کر دیئے ان کی اجازت کے بغیر کوئی قاضی نہیں بن سکتا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ عراق اور اس طرف سے آنے والے تمام فاتح اور مبلغ امام فقیہ العراق سے متاثر ہو گئے اور فقہی مسائل میں امام ابویوسف وغیرہم سے وابستہ رہے۔

یہ سیاسی اور معاشی اثرات ہیں باجود دلائل کے علاوہ ان مذاہب کی اشاعت میں موثر رہے اور عوام کا تاثر علی العموم انہی وجوہات کا رجوں ہے ورنہ عوام فہم و بصیرت اور دلائل کی قوت وضعف سے چنداں آشنا نہیں ہوتے، نہ ہی وہ مختلف فیہ امور میں ترجیح دے سکتے ہیں نہ ہی دلائل میں توازن قائم رکھ سکتے ہیں علماء گو دلائل کی قوت اور ضعف کو سمجھتے ہیں لیکن بیرونی اثرات سے وہ بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ مدارس اور مساجد کی تاسیس امراء اور ملوک کی کوششوں سے ہوتی اور علماء کو وہاں کام کرنے کیلئے ارباب اقتدار سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہوتا۔ مقریزی فرماتے ہیں۔

فلما انقرضت الدولة الفاطمية على يد السلطان صلاح الدين يوسف بن ايوب ابطل مذاهب الشيعة من ديار مصر وا قام بها مذهب الامام الشافعي ومذهب الامام مالك واقتدى بالملك العادل محمود بن زنگي فانه بنى بدمشق وحلب واعمالها عدة مدارس للشافعية والحنفية (الخطط ج۴ ص۱۹۲)

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے سرزمین مصر سے شیعی مذاہب کو ختم کر کے وہاں شوافع اور مالکی مکتب فکر کے مدارس جاری کر دیئے جس طرح نور دین محمود زنگی نے دمشق اور حلب میں شافعی اور حنفی مدارس قائم کر دیئے تھے۔

اس تاریخی پس منظر سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہی مکاتب فکر اور عقائد کے اختلافات۔

میں جو فرقے نمودار ہوئے ان میں مختلف موثرات کارفرما تھے بعض اوقات ان کی تبدیلیاں علم نظر استدلال اور حجت کی وجہ سے ہوئیں کبھی ان تبدیلیوں کی محرک معاشی مشکلات تھیں کبھی اقتدار اور ارباب اقتدار کے ساتھ تعلق نے مسلک اور خیالات میں تبدیلی کی صورت اختیار کر لی۔ اور ابتدائی زمانوں میں یہ تبدیلیاں اس کثرت اور اس عجلت سے ہوتی رہیں، کہ ان سے کوئی ہنگامہ بپا نہیں ہوا بلکہ قدرتی، یا طبعی معمول تصور ہوتا رہا۔ عقائد کی تبدیلیاں بعض اوقات غیر معمولی صورت اختیار کرتی رہیں۔

خصوصاً جب حکومت نے کسی فرقہ کی سرپرستی اور حکومتی سطح پر اس فرقہ کی حمایت کی۔ جیسے مامون الرشید کا طبعی رجحان تشیع اور اعتزال کی طرف ہو گیا۔ اس کے بعد واثق باللہ اور معتصم باللہ نے بھی ائمہ سنت اور علمائے حدیث پر زندگی کی راہیں تنگ کر دیں۔ کچھ لوگ تو خاموش ہو گئے اور بعض نے ظاہراً ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دی اور بعض کھل کر سامنے آگئے۔

اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حکومت سے مقابلہ کیا۔ اور قید و بند کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ ائمہ حدیث پر یہ مصیبت متوکل علی اللہ کے وقت تک قائم رہی۔ متوکل پہلا آدمی ہے جس نے ائمہ حدیث اور داعیان سنت سے پابندیاں اٹھائیں۔ اپنا رجحان بھی بظاہر ائمہ حدیث کی طرف رکھا، لیکن اس کے باوجود کسی کو مجبور نہیں کیا کہ ان رجحانات کو ضرور قبول کرے۔

ان اضطراب میں بھی تقلید یا ترک تقلید کے الفاظ کو محبت اور بغض کا معیار نہیں قرار دیا گیا نہ اسے اہمیت دی جو آج کل کے اہم علمی حلقوں میں اسے دی جا رہی ہے۔

صداقت کا معیار

عقول کی طغیانیوں اور درایت کی ان بیقراریوں میں صداقت کا معیار ائمہ سنت اور علماء حدیث ہی تھے جس قدر یہ گروہ حدیث اور علماء حدیث سے قریب ہو سکتا اسی قدر وہ اپنی صداقت پر ناز کرتے اور نقل روایت میں ان کے فن پر پورا پورا اعتماد فرماتے۔ جاحظ۔ معتزلی اور ائمہ اعتزال کے امام ہیں۔ لیکن اس وقت کے حوادث میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی اور اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں۔

حضرت عثمان رضو کی حمایت میں انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام العثمانیہ ہے اس کتاب میں علمائے اہلحدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

واصحاب الاثر من شانھم روا کل ما صح عندھم علیھم کان اولھم (العثمانیہ ص ۱۵۲)

یعنی اہل حدیث ہر صحیح چیز کو بیان کر دیتے ہیں ان کے حق میں ہو یا ان کے خلاف۔

عقائد اور فروع کے اختلاف اور آراء وافکار کی تبدیلیوں کے باوجود مقلد یا غیر مقلد ایسے القاب کا استعمال بطور واقع تو ہوتا رہا ہے۔ لیکن بطور عیب اور طعن یا تعریف وتوصیف بالکل نہیں ہوا۔ غالباً اس لئے کہ اس وقت وہ سیاسی وجوہ موجود نہ تھے جو آج کل اس بالالقاب کا سبب بن رہے ہیں۔ عوام تو عوام ہیں اچھے علماء اور اصحاب التدریس بھی ان القاب کا استعمال مدح اور ذم کی نیت سے فرماتے ہیں۔ قدماء اہل علم میں یہ اجتناب بھی ہوتا رہا اور ایسے لوگ بھی ہر زمانے میں رہے جو کتاب وسنت سے براہ راست اپنی بساط کے مطابق استدلال فرمائے اور نسبتوں سے بالکل بے نیاز ہوتے۔ امام ابوجعفر منصور نے امام مالک کے سامنے تجویز پیش کی کہ موطا کو پوری قلمرو میں دستوری حیثیت دے دی جائے،

امام مالک نے یہ تجویز مسترد کر دی اور فرمایا۔

ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفرقوا فی البلاد فافتی کل فی مصرہ بما رآی فلاھل المدینۃ قول ولاھل العراق قول تعدی فیہ طورھم اھ (الدیباج المذھب ص ۲۵)

یعنی صحابہؓ مختلف شہروں میں پھیل گئے ہر ایک نے ہر شہر میں اپنی صوابدید کے مطابق فتویٰ دیا اہل مدینہ کا بھی قول ہے اور اہل عراق کی بھی ایک رائے جو ان کے حالات کے مطابق نافذ ہو رہا ہے، امام مالکؒ نے شخصی آراء وافکار کی قانونی پابندی کا انکار فرمادیا اور مختلف اقوال کی مختلف ممالک میں اجازت دی اور جمود اور شخصی آراء کی پابندی کو پسند نہیں فرمایا خلیفہ ابوجعفر نے اسے معقول سمجھ کر اپنا ارادہ بدل لیا۔

شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن حسین بن خالد (۲۳۵ھ) بڑے عالم اور فقیہ تھے،

وکان یذھب الی النظر وترک التقلید (دیباج ص ۸۴)

شیخ اسماعیل بن اسحاق بن ابراہیم (۳۴۸ھ) کے متعلق مرقوم ہے

كَانَ مِنْ اَهْلِ الْفِقْهِ وَالْحَدِيْثِ وَغَلَبَ عَلَيْهِ الْحَدِيْثُ وَكَانَ فتياه بما ظهر من الحديث (دیباج ص۹۵)

یعنی شیخ اسماعیل بن اسحاق فقیہ تھے حدیث کیطرف ان کا زیادہ رجحان تھا اور ظاہر الفاظ حدیث کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے،

شیخ قاسم بن محمد بن قاسم (۳۰۷ھ) کے متعلق مرقوم ہے، کان یذھب مذھب الحجۃ والنظر اھ یعنی دلیل کے پابند تھے، وقت کے بعض مشاہیر کے خلاف کتاب لکھی اس کا نام رد علی المقلد رکھا دیباج (صفحہ ۲۲۲) یعنی ابوعبداللہ بن بشکوال پہلے شافعی تھے پھر اسے ترک کر دیا۔ ان کے متعلق مشہور ہے۔ کانت له مذاهب اختارها في خاصة نفسه خالف فيها اهل قطره (دیباج ص۲۶۲) ان کے کچھ تفردات تھے جن میں وہ اپنے ہم وطن علماء کے خلاف فتویٰ دیتے تھے،

شیخ ابومحمد عبداللہ الاصیلی (۳۹۲) امام دار قطنی کے استاد تھے امام مالکؒ کے مذہب کے حافظ تھے،" تَرَكَ التَّقْلِيْدَ وَكَانَ مِنْ اَعْلَمِ النَّاسِ بِالْحَدِيْثِ وَاَبْصَرِهِمْ (دیباج ص۱۳۹) یعنی آخر میں تقلید ترک کر دی تھی حدیث کے بہت بڑے ماہر تھے،

طبقات کی کتابوں کو بغور پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ کثرت سے ملتے ہیں جو مروجہ تقلید کے پابند نہ تھے دلائل سے تمسک کرتے تھے اور اپنے وقت میں قیادت اور امامت کے مقام پر فائز تھے علما اور عوام میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے آج کیطرح تنفر تنابز بالالقاب کا رواج اس وقت موجود نہ تھا اہل حدیث اصحاب الحدیث اصحاب الآثار وغیرہ ناموں سے بوقت ضرورت ان کا ذکر ہوتا تھا۔

جمود اور تقلید کے متعلق اجماع کا دعویٰ جس کا ذکر عام سطحی قسم کے لوگ بلا تحقیق کر دیتے ہیں وہ درست نہیں یہ درست ہے کہ دونوں رجحان موجود ہے اور علم و نظر کی کثرت یا قلت کے سبب ان میں کمی اور بیشی ہوتی رہی۔ طعن و تشنیع کے بغیر لوگ اپنے اپنے حالات کے مطابق عمل کرتے رہے علماء تحقیق بحث و نظر سے مسائل پر گفتگو فرماتے رہے اور ان اجتماد کرتے ہوئے اسلام پر عمل کرتے رہے۔

اس طرز عمل کے سبب :

اس طرز عمل کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ قرون خیر میں کوئی اعتقادی فتنہ نہ تھا، باہمی رنجشوں سے بعض وقت اختلافات ہوئے لڑائی اور نزاع تک بھی نوبت آئی، لیکن اعتقاد میں کوئی اختلاف نہ تھا شیعہ سنی نزاع میں تفضیل یا طبیعت کے رجحان کے سوا کچھ نہ تھا بعض واقعات سے مختلف طبائع نے مختلف اثر لیے اور ان اثرات کی وجہ سے کوئی حضرت عثمانؓ کی مظلومیت اور ایسے وقت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاموشی سے کسی نتیجہ پر پہنچا کوئی حادثہ کربلا اور اس میں صحابہؓ کے طرز عمل سے متاثر ہوا اسلام وکفر یا اعتقاد کے بگاڑ کی حد تک معاملہ نہیں پہنچا۔ ان مجادلات کی جو اس وقت ہوئے ہر ایک نے اپنی معلومات اور اپنے نقطہ نظر سے توجیہ کی۔

دوسری صدی میں جب یونانی علوم سے مسلمان واقف ہوئے ان سے صفات باری اس کی واحدانیت میں شبہات پیدا ہوئے ائمہ سنت نے ان پر کڑی تنقید فرمائی مصائب میں مبتلا ہوئے حکومت اور بعض ارباب اقتدار بھی اس رو میں بہ نکلے ائمہ سنت نے بھی اپنی ذمہ داری کو نبھانے کیلئے قید وبند اور کوڑوں کی سزا سے بھی نہ گھبرائے ہر ایک نے فکر منظر کی ان بدعات سے بچ نکلنے کی کوشش کی ائمہ حدیث اور ارباب سنت کے پاس تو قرآن وسنت موجود تھے، وہ ان اضطرابات سے بہت کم گھبرائے بلکہ مقابلہ کے لئے یہ ان میں آ گئے اور قرآن وسنت کی ہدایت کیمطابق رہنمائی فرمائی ائمہ بدعت کے خلاف مجاہدانہ اقدامات فرمائے ذات اور صفات باری کے متعلق جو ہنگامہ بپا کیا گیا تھا۔ کتاب وسنت کی ہدایت کے مطابق اہل بدعت پر تنقید فرمائی۔ عوام کو بھی سمجھایا کہ وہ ان غلط کار لوگوں سے بچیں۔

جو لوگ کتاب وسنت پر صحیح عبور نہیں رکھتے تھے انہوں نے ان بدعات سے ائمہ سنت اور بعض مخصوص علماء کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کیا اور ان کے ساتھ اخلاص ومحبت کی بنا پر ان کے خیالات کو اپنا راہنما بنایا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ اعتقادی مسائل میں یہ سب حضرات ائمہ متفق تھے اصول عقائد کے سبب سے ان بزرگوں میں کوئی اختلاف نہ تھا لیکن فروع میں یہ حضرات مختلف تھے عوام ان اختلافات سے متاثر ہوئے اپنے اپنے بزرگوں سے عقیدت کی بنا پر ان فروعی مسائل کا اتباع کرتے رہے بتدریج اس محبت نے جمود اور تقلید کی صورت

اختیار کرلی، جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے خلاف تلخ اور تیز الفاظ کا استعمال ہونے لگا اور نوبت بے ادب تک بھی پہنچ گئی۔

مقلدین ائمہ سے متاخرین کی کتابیں اگر آپ مطالعہ فرمائیں گے تو آپکو اس بے ادبی کی بڑی مثالیں ملیں گی اور یہ تمام حوالے ائمہ کے اتباع ہی آپکو ملیں گے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور داود ظاہری کو جاہل تک کہا گیا ہے (نور الانوار) اس تقلید سے اس قدر تو فائدہ ہوا کہ لوگ علماء بدعت معتزلہ جہمیہ، معطلہ، مشبہہ، مجسمہ، خوارج، اور روافض سے بچ گئے۔ لیکن آپس میں جس محبت کی ضرورت تھی وہ نہ رہی۔ اتباع ائمہ آخری ادوار میں اس طرح الجھ گئے،

كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَهُمْ مَوَدَّةٌ۔

متاخرین کے جمود کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو ابتداءمیں ائمہ کی اقتدا سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوا۔ اس دور میں عقیدت کے باوجود ان ائمہ سے اختلاف بھی ہوتا تھا اس دور کے اہل علم نہ تفرد سے گھبراتے تھے نہ ناقلین کی آراءمیں جمود کی دعوت دیتے تھے، نہ اس تفرد اور تحقیق یا الملقبین کو تنابز بالالقاب کا موجب بنائے تھے اس تقلید سے اس وقت کے ائمہ تحقیق کو چنداں اعتراض نہ تھا۔

ائمہ حدیث اس وقت بھی اپنی روش پر قائم تھے اور اس نوع کی تقلید کو بھی اپنے لئے پسند نہیں فرماتے تھے وہ ان بدعات سے بچنے کیلئے ائمہ سلف کی روش کو کافی سمجھتے تھے اشخاص سے عقیدت ان کے اجتہادات کی انفراداً اور شخصاً پابندی کی بجائے انھوں نے دور صحابہ رضی اللہ عنہم کے فکر اور انداز فکر کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا۔ اور اس کھلی فضا میں رہ کر وہ وقت کی بدعت عقیدہ اور عمل کی محدثات سے محفوظ رہے اور جمود کی مقرتدوں سے بھی انہیں کوئی دکھ نہ پہنچ سکا یہ لوگ حدیث سے براہ راست وابستہ رہے، نصوص کے فہم میں صحابہ اور تابعین کے مقدس دور پر اعتماد فرماکر متاخرین کی فقہی موشگافیوں سے مستغنی ہو گئے اس روش کو غالباً نہ ان کے مخالفین نے غیر مقلدیت کہا نہ انہوں نے اس عنوان کے اختیار میں کوئی فخر ہی محسوس فرمایا۔ دونوں اسے اہلحدیث اصحاب الحدیث، اہل الاثر وغیرہ عنوانات سے تعبیر فرماتے اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کو عزت کی نظر سے دیکھتے درس کی مجالس میں اپنی تحقیق سے طلبہ کو متاثر فرماتے

بنا بر دلائل خود مسلک بدلنے میں تامل نہ فرماتے اس تبدیلی کے باوجود نہ ایک دوسرے کے متعلق آنکھیں بدلتیں نہ دلوں میں بغض پیدا ہوتے اور اختلافات قائم بھی اپنے گوارا بھی ہوتے اختلاف میں بھی اعتدال قائم رہتا۔

اہل حدیث اور غیر مقلد میں ترادف نہیں :-

اس وقت عموماً مخالف حلقوں میں اہلحدیث اور غیر مقلد دو اہم اہلحدیث اور غیر مقلد دو اہم معنی لفظ سمجھے جاتے ہیں، اور اہل حدیث حضرات بھی اسے گوارا کرتے ہیں لیکن واقعتاً یہ درست نہیں۔ اعتقادی بدعات کے دور میں ایسے لوگ ملتے ہیں کہ وہ حنفی بھی ہیں معتزلی بھی شافعی مالکی حتیٰ کہ حنابلہ بھی کلام اور فلسفہ سے متاثر ہونے کے باوجود فروع میں اپنے ائمہ سے وابستہ رہے اشعریت، ماتریدیت کا بھی ان فرعی مسائل سے بنیادی فرق تھا لیکن اسوقت بھی اہل حدیث مروج تقلید سے انحراف کے باوجود کلام کی جدید تعبیروں سے چنداں متاثر نہیں ہوئے بلکہ یہ لوگ ان جدید اعتقادات اور نئی نئی الحادی تعبیرات سے برسر پیکار رہے۔

عقائد اور فروع میں ان کی راہ قدیم اور جدید تشریحات اور تصریحات سے مختلف رہی وہ مثبت طور پر اصول اور فرع میں ائمہ سلف کی روش، ان کے ارشادات اور ان کی تصریحات کے پابند رہے اور منفی طور پر وہ کسی خاص فرد امام ہو یا مجتہد اس کی آرا کی جامد اور کلی پابندی نہیں فرماتے تھے اس لئے ہر غیر مقلد کو اہل حدیث نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ ہر اہل حدیث کیلئے ضروری ہے کہ جمود اور تقلید سے الگ رہے،

ہمارے قریبی دور کے کچھ ایسے افراد اور طبقات ہیں جن کو ترک تقلید کے باوجود اہل حدیث نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اہل حدیث نے ان کے خلاف تنقید میں قیادت فرمائی اس لئے ان کا تعلق ائمہ سلف سے قائم نہ رہ سکا۔ اور فہم دین میں خیر القرون کے طریقہ کو ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنی آرا کو بعض دفعہ ترجیح دیتے تھے مثلاً:-

۱۔ سر سید احمد خان بانی جامعہ علیگڑھ بڑے آزاد خیال تھے۔ رفع الیدین اور آمین بالجہر بھی سنا ہے بڑے التزام سے کرتے تھے لیکن یورپ کے مستشرقین اور غیر مسلم

مشنریوں اور سماجوں سے مرعوب نہ تھے وہ اسلامی حقائق کی وضاحت میں تقلیدی افکار و نظریات کے پابند تو نہ تھے۔ لیکن معجزات اور بعض دوسرے مسائل میں ان کی آزادی آوارگی کی حد تک تھی اس لئے وہ غیر مقلد تو ہونگے۔ لیکن وہ اور ان کے ہم خیال ساتھی اہل حدیث نہیں تھے۔ غالباً وہ بھی اس لقب کو پسند نہیں کرتے تھے اور اہل حدیث نے بھی ان کو کبھی نہیں اپنایا۔ بلکہ اشاعۃ السنۃ ،اخبار السنۃ ،اخبار اہلحدیث میں ان کے خیالات پر مسلسل تنقید ہوتی رہی اس سے قبل حضرت مولانا سید محمد صدیق حسن خانؒ نے اپنی متعدد تالیفات (مثلاً حدیث الغاشیہ و حجج الکرامہ) میں بھی موصوف کی گمراہیوں اور کج رویوں پر آگاہ کر دیا تھا۔

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بریلوی حنفی ظاہر کرتے تھے لیکن حقیقت میں وہ حنفی بھی نہیں تھے اہل حدیث تو کیا ہوئے۔ البتہ غیر مقلد ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ نہ فقہ حنفی کے پابند ہیں نہ وہ صحابہ اور تابعین ائمہ سلف کی روش پر چلنا پسند کرتے ہیں تنقید حدیث کے متعلق وہ ائمہ حدیث کی بجائے اپنی ذات کو معیار سمجھتے ہیں۔ اس لئے ترک تقلید کے باوجود اہل حدیث نہیں ہیں۔

۳۔ مولوی عبد اللہ چکڑالوی سنا ہے پہلے رسمی حنفی تھے پھر ترک تقلید کے ساتھ حدیث کیطرف جھکے لیکن انہیں جلد ہی معلوم ہوا کہ ان کا مزاج حدیث پر مطمئن نہیں ہو گا سنا ہے طبیعت میں غلو اور تقشف تھا اور ذہین بھی نہیں تھے ایسے آدمی کے لئے اہل حدیث ہونا ممکن ہی نہیں تھا چنانچہ وہ اور مولوی حشمت علی مولوی رمضان گوجرانوالہ رشید الدولہ وغیرہم۔ گجرات ملتان اور ڈیرہ غازی خان کے منکرین حدیث اور ہمارے ہم عصر غلام احمد پرویز۔ یہ حضرات آوارہ مزاجی کے لحاظ سے صرف غیر مقلد ہو سکتے ہیں بلکہ نفس اسلام کی پابندیوں سے بھی کافی حد تک آزاد ہیں اس لئے وہ احادیث اور ائمہ سلف کی پابندی خود ہی پسند نہیں کرتے بلکہ قرآن کی ترمیم بھی اپنی خواہش اور رائے سے فرماتے ہیں ہم بھی نہیں غیر مقلد سمجھنے کے باوجود اہلحدیث نہیں سمجھتے انکار حدیث کے بعد اہل حدیث ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴۔ ہمارے پرانے ساتھی حکیم عبد الرحیم اشرف صاحب لائل پوری جماعت اسلامی سے علیحدگی کے بعد جماعت اہل حدیث سے بھی الگ ہو رہے ہیں اور مروجہ تقلیدی مسالک سے بھی ان کا

کچھ نمایاں تعلق معلوم نہیں ہوتا وہ آج کل تقریباً ملا ر اعلیٰ کے قریب تشریف رکھتے ہیں وہ کسی بانیٔ قسم کے اسلام کی دعوت دیتے ہیں یا دینا چاہتے ہیں۔ جو موجودہ اسلام پسند اور دین پرور جماعتوں میں نظر نہیں آرہا اس لئے وہ اصل اسلام کے لئے آجکل کافی پریشان نہیں اللہ تعالیٰ ان کی راہنمائی فرمائے ان کے انداز سے معلوم ہوتا ہے وہ اہلحدیث سے کافی چڑے ہوئے ہیں اور اس غریب جماعت سے خاص طور پر آج کل ناراض ہیں لیکن ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں البتہ خطرہ ضرور ہے ان کی اس تلقین سے نہ مقلد پیدا ہوں گے نہ اہلحدیث البتہ غیر مقلد شائد پیدا ہوجائیں ہماری دانست میں وہ اب بھی اہلحدیث ہیں لیکن وہ فرماتے ہیں میں نہیں ہم انہیں مجبور نہیں کرتے البتہ اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ تفریق عنوان سے نہیں ہوتی۔ معنون سے ہوئی ہے اور یہ تفریق غالباً آپ کی موجودہ دعوت میں بھی موجود ہے،

ہمارے ایک مخلص اور پرانے رفیق گجرات میں تشریف رکھتے ہیں وہ اپنے اسم گرامی کے ساتھ ہمیشہ اثری لکھا کرتے تھے۔ توحید وسنت کی حمایت میں بڑی موثر تقریر فرماتے تھے اہل حدیث مجالس میں بڑے شوق سے شامل ہوتے تھے کچھ عرصہ سے انہیں جدت پرستی کا عارضہ ہوا بعض غیر معروف مسائل میں انہوں نے تفرد ظاہر فرمایا۔ عوام نے ان پر خاموشی کا اظہار کیا اب انہوں نے بعض متواتر اور منصوص مسائل میں جمہور ائمہ اہل حدیث اور اکابر اہل سنت کے خلاف راہ اجتہاد اختیار فرمائی اور محنت کر کے حضرت مسیح کا باپ تلاش کر لیا۔ احباب نے کئی دفعہ مطالبہ کیا کہ جماعت اس کے متعلق رائے کا اظہار کرے میں سمجھتا ہوں یہ شخصی تفردات کتنے ہی گمراہ کن کیوں نہ ہوں اس سے کوئی جماعتی مسئلہ نہیں ہوسکتے متعارف اور مسلمہ مسائل سے اگر انحراف کی کبھی ضرورت محسوس ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کتاب وسنت سے تمسک کیا جائے اور اس کے لئے طریق بھی سلف یعنی صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ کا اختیار کیا جائے،۔

جیسا کہ حضرت امام احمدؒ نے اپنے ایک شاگرد کو لکھا تھا۔

أُصُولُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا التَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم والاقتداء بهم۔ وتركُ البدع ... وترك الجلوس مع اهل الاهواء ...

والسنة تفسير القرآن وهي دلائل القرآن .... ومن لم يعرف تفسير الحديث ويبلغه عقله فقد كفى ذلك واحكم له فعليه بالايمان به والتسليم له (طبقات الحنابلہ ج ۱ ص۲۴)

اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے اس جماعت کا تعارف ان لفظوں سے کیا ہے،

هم الآخذون في العقيدة والعمل جميعًا بما ظهر من الكتاب والسنة وجرى عليه جمهور الصحابة والتابعين الخ۔

ہر آدمی جو چاہے اس کا نام تحقیق رکھے تو ساری دنیا کے اہل بدعت اور ملاحدہ ارباب تحقیق قرار پائیں گے۔ اپنے رفقا اور مخالفین دونوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ کہ ترک تقلید دوسری چیز ہے اور اہل حدیث دوسری چیز انہیں مرادف اور ہم معنیٰ نہیں سمجھنا چاہیئے،

هذا والسلام

(الاعتصام جلد ۱۶ ش ۴۷ ۲۸ ۲۹)

روح سنت

(علامہ محمد اسد جرمن)

سنت اپنے باطنی اور روحانی پہلو کے نقطۂ نظر سے بھی اسی درجہ اہمیت رکھتی ہے جس درجہ کہ اپنے ظاہری پہلو کے لحاظ سے۔ ظاہری پہلو سے ہماری مراد اس کے اسناد کی تاریخی استواری ہے اور یا اس کی آئینی و فقہی حیثیت سے تعبیر کرتے ہیں سوال یہ ہے کہ سنت وہ شئے ہے جسے ہم شرعی۔ کی پیروی و اطاعت کو اتنا ضروری کیوں سمجھا جاتا ہے کہ اس کے بغیر اسلامی زندگی کا صحیح مفہوم ہی متعین نہ ہو سکے کیا اسلام تک رسائی حاصل کرنے کا اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں کہ ہم اعمال و عادات اور اوامر و نواہی کے ایک وسیع و عریض سلسلہ کو ماننے پر مجبور ہوں جب کہ اس میں بعض نہایت معمولی باتیں بھی ہو سکتی ہیں جو سنت سے ماخوذ و مستفاد ہوں یہ مانا کہ آنحضرت بہت بڑے انسان تھے لیکن ان زندگی کے ہر ہر گوشہ کی تقلید و اطاعت سے کہیں

ف ۱: علامہ محمد اسد مغربی نومسلم ہیں آپ ۱۹۰۰ء میں بمقام لباؤ (جو پہلے آسٹریلیا میں تھا اور اب پولینڈ میں ہے) ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوئے بائیس برس کی عمر میں مشرق الاوسط کی سیر و سیاحت کا شوق ہوا یہ پہلا موقع تھا کہ انہیں مشرقی ممالک اور بالخصوص اسلامی حکومتوں کی سیر کا اتفاق ہوا، بعد ازاں مختلف اخبارات اور خبر رساں اداروں میں نامہ نگار صحافی کی حیثیت سے عرصہ تک کام کیا اس سلسلے میں دوبارہ مشرق الاوسط کی سیاحت کی اور اسلامی حکمرانوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اس اثنا میں اسلام کا مطالعہ کیا تو اسلام کی خوبیاں دیکھ کر اس مقدس مذہب کے آغوش میں پناہ لی۔ سلطان عبد العزیز بن سعود۔ و شاہ ایران رضا شاہ پہلوی اور سنوسی سے خاصے مراسم پیدا ہو گئے تھے۔

حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد قرآن و حدیث کا بنظر غائر مطالعہ کیا ایک عرب خاتون منیرہ سے شادی کی۔ برصغیر ہند و پاک میں عرصہ تک قیام کیا۔ عرصہ ہوا۔ صحیح بخاری کا انگریزی میں ترجمہ شروع کیا تھا جس کے چند پارے زیور طباعت سے آراستہ بھی ہو چکے ہیں ان کی تصنیفات میں معرکۃ الآراء کتاب اسلام ایٹ دی کراس روڈز۔ (ISLAM AT THE CROSS ROADS) اہل علم میں مشہور و مقبول کتاب ہے اس میں سنت کی اہمیت اور ضرورت پر نہایت عمدہ اور نپی تلی بحث کی گئی ہے یہ کتاب اپنے مندرجات کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ پڑھا لکھا شخص اس کو اپنے مطالعہ میں رکھے حال ہی میں یہ عرفات پبلیکیشنز ۱۵ عمر دین روڈ وسن پورہ لاہور نے بڑی محنت سے شائع کی ہے یہ مضمون اسی کتاب کا ایک حصہ ہے اور اس کا ترجمہ مولانا محمد حنیف ندوی نے کیا ہے، مولانا اور اسد صاحب کئی سال اکھٹے ادارہ افکار اسلامی کی تعمیر نو میں

یہ معنی تو نہیں کہ اس سے فرد کی شخصی آزادی بالکل ختم ہو جاتی ہے،

اعتراض کی نوعیت بہت پرانی ہے ہمیشہ اسلام دشمن عناصر نے اسکو دہرایا ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں کے اسباب زوال میں سب سے بڑا سبب یہی تھا کہ انہوں نے سنت کی اطاعت اور پیروی کے معاملہ میں تشدد اختیار کیا ان کی یہ رائے ہے کہ اسلام کے بارہ میں یہ طرز عمل آئیندہ چل کر انسان کی حریت رائے بہت بڑی قدغن ثابت ہو سکتا ہے اور معاشرے کے طبعی ارتقار کو روک دینے کا باعث بن سکتا ہے لیکن ہم یہ کہہ دیتے ہیں اس ضمن میں یہ حقیقت جان لینے کی ہے کہ چاہے ہم اس سوال تسلی بخش جواب دے سکیں یا نہ دے سکیں اسلام کا مستقبل بہر حال سنت کے صحیح صحیح موقف کی تعیین کے ساتھ وابستہ ہے اگر سنت کا مقام و موقف سمجھ میں آگیا تو اسلام کی روح کو تاریک بنا دینے کے ذمہ دار قرار پائیں گے ہمیں بجا طور پر ناز ہے کہ اسلام دوسرے ادیان کی طرح متصوفانہ اذعان کا قائل نہیں۔ بلکہ اس کے دروازے ہمیشہ بحث و تحیص کے لئے کھلے ہیں یہی سبب ہے کہ ہم صرف یہ معلوم کرنے پر اکتفا نہیں کرتے کہ سنت نے کن چیزوں کو ہمارے لئے ضروری ٹھرایا ہے بلکہ ہم اس سے آگے بڑھ کر یہ معلوم کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس کی تہہ میں کیا اسباب و علل کارفرما ہیں اسلام کا مزاج ایسا ہے کہ توحید کو صرف عقیدہ تک محدود نہیں رکھتا ہے۔ بلکہ چاہتا ہے کہ زندگی کے تمام گوشے اسی رنگ میں رنگے جائیں اور عقیدہ و فکر کے دائروں سے نکل کر اس کے تسلط و اقتدار کے دائرے عمل و حرکت کے ایک ایک حصہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیں پھر چونکہ اس مقصد جلیل تک پہنچنے کا تنہا یہی راستہ ہے اس لئے قدرتاً اس کے آغوش میں تمام مدرکات آگئے ہیں اور اس جامعیت کے ساتھ کہ نہ تو ان پر کوئی بھی اضافہ ممکن ہے اور نہ یہی ہو سکتا ہے کہ ان میں ذرہ برابر بھی کمی کر دی جائے، انتخابیت

میں کام کرتے رہے ہیں اور اسد صاحب کے اسلوب وانداز کی خوبیوں سے مولانا خوب واقف ہیں اسد صاحب کے اس مضمون کی احادیث مولانا کے ترجمہ سے وہ چند ہو گئی ہے،۔

قیام پاکستان کے بعد اسد صاحب یو۔ این۔ او میں پاکستان کے ثانوی نمائیدہ مقرر ہوئے قیام امریکہ کے دوران میں پولہ حمیدہ سے شادی کی اور ایک نئی کتاب روڈ ٹو مکہ (ROAD TO MECCA) سنہ ۱۹۵۴ء میں امریکہ سے شائع کی آج کل لبنان میں قیام فرمائیں اور فضل خدا وہ اسلام مضبوطی سے تھامے ہوئے ہی بڑے پرجوش اور مخلص مسلمان ہیں کتاب و سنت کے دلدادہ اور عاشق ہیں۔

(ELETIC SM) اور پسند کو اس میں دخل نہیں، جب ہم نے ان تعلیمات کو تسلیم کر لیا۔ جن کو قرآن حکیم نے ہم تک پہنچایا ہے یا آنحضرت ﷺ کو رسالت تک ہماری ان تک رسائی ہوئی ہے تو ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ان کو پورا پورا مانیں بغیر کسی استثنار کے سب کی عقلیت پر ایمان لائیں ورنہ یہ اندیشہ ہے کہ یہ اپنی اصل قدر و قیمت اور افادیت کھو دیگی اسلام کے بارہ میں یہ اصولی اور بنیادی غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ چونکہ عقل و دانش کی اہمیتوں کو مانتا ہے اس لئے اس کی تعلیمات کے رد و قبول میں ہر شخص مختار ہے کہ جس جس حصہ کو معقول سمجھے مان لے اور جس کو معقول و دانش کی کسوٹیوں پر پورا اترتا ہوا نہ دیکھے ترک کر دے۔ یہ غلط فہمی اس بنا پر ابھری کہ لوگ موجودہ عقلیت کے مفہوم سے ناآشنا ہیں۔ موجودہ عقلیت اور چیز ہے اور نفس عقل شے دیگر۔ عقل کا کام ایک طرح کی نگرانی ہے جہاں تک دینی تعلیمات کا تعلق ہے اس کے دائرہ فرائض میں صرف یہ بات داخل ہے کہ یہ دیکھے کہ جو کچھ اس پر مذہب کی طرف سے عائد کیا جا رہا ہے آیا اس کو یہ آسانی سے برداشت کر سکتی ہے بغیر اس کے کہ یہ فلسفہ کے جکڑوں میں پڑے اور اس کی سحر طرازیوں سے متاثر ہو اسلام سے متعلق عقل و دانش کا بے لاگ فیصلہ یہی ہے جس کا اظہار کئی مرتبہ ہو چکا ہے کہ یہ اس کے تقاضوں کے عین مطابق ہے لیکن اس کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ جو شخص اسلام سے لگاؤ رکھتا ہے وہ اس کی تعلیمات کو ماننے پر خواہ مخواہ مجبور ہی ہے یہ تو اسی شخص کی مزاج و طبعیت پر موقوف ہے اور یا بالآخر روح و باطن کی بیداری اور قلب و ضمیر کی روشنی و ہدایت کا قصہ ہے وہ اس کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں اتنا البتہ صحیح ہے کہ جس شخص کا بھی دامن تعصبات سے پاک ہے وہ اس کی تعلیمات کو عقل و حکمت کے تقاضوں کے خلاف نہیں ٹھرا سکتا رہی یہ بات کہ اسلام کی بعض حقیقتیں اس کہ فہم و ادراک کی معمولی سطحوں سے اونچی نظر آتی ہیں تو یہ ممکن ہے مگر اس کو تناقض نہیں کہیں گے عقل اور فلسفہ عقلیت کے فرق کو زیادہ وضاحت سے سمجھنے کے لئے اس حقیقت پر غور کیجئے کہ ان کے حدود و فرائض کیا ہیں مذہبی امور میں عقل کا فریضہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ آلہ تسجیل کی طرح ہر ہر معاملہ میں جو پیش آئے۔ ہاں۔ یا نہ مثبت کو دے اور بس جب کہ عقلیت

حیثیت پر قانع نہیں، یہ اس سے آگے بڑھ کر خیال آرائی کے میدانوں میں قدم زن ہوتی ہے پھر صرف عقل کی طرح اس کی حیثیت ایک مستقل بالذات اور منفرد وظہور کی بھی نہیں بلکہ یہ سراسر موضوعی اور مزاج سے تعلق رکھنے والی چیز ہے عقل تو اپنے حدود کو پہچانتی ہے مگر عقلیت کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اس کا یہ ادعا ہے کہ تمام عالم اور اس کے اسرار ورموز اس کی انفرادی جھپیٹ میں آتے ہیں اگرچہ فی الواقع اس کا دائرہ حد درجہ تنگ ہے ایک بین تضاد عقلیت میں یہ بھی ہے کہ یہ امور دین میں تو ایسے حقائق کو مان لینے پر آمادہ نہیں جو فکر و اندیشہ کی گرفت میں آنے والے نہ ہوں لیکن جب معاملہ علم کا ہو تو پھر اس کی رائے یہ ہوتی ہے کہ یہ بھرنا پیدا کنار ہے اور کوئی ضروری نہیں کہ اس کی تمام پہنائیاں انسان معلوم کر ہی لے۔ عقلیت یا فلسفہ عقلی پر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہی ایک بڑا بڑا سبب ہے اعاد و انکار کا۔ اسی سبب سے بہت سے عصری مسلمانوں نے آنحضرت پر ایمان لانا غیر ضروری سمجھا لیکن ہم یہ کہے دیتے ہیں کہ یہ حد سے بڑھا ہوا اعتماد صحیح نہیں بات اتنی واضح اور عقلیت کی لئے چارگی اس درجہ مسلم ہے کہ اس کی قطعی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ کانٹ عقلیت کے قلعہ پر یہ کہہ کر پھر ایک دفعہ حملہ کرے کہ عقل کی پرواز حدود و فضاؤں ہی میں ہو سکتی ہے، کیونکہ جہاں تک دماغ و فکر کی افتاد و مزاج کا تعلق ہے یہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کارخانہ ہست و بود میں جو ایک طرح کی کلیت جاری وساری ہے اس کی حقیقت و کہنہ کو معلوم کر سکے، ہم جو کچھ معلوم کر سکتے ہیں وہ صرف تفصیلات وعوارض ہیں از بست ولا نہایت تنگ ہماری رسائی نہیں ہو سکتی۔ مزید برآں ہمارے علم کی رسائی کا یہ حال ہے کہ ہم اب تک یہ بھی نہیں جان پائے، کہ خود یہ طلسم زندگی کیا ہے؛

دینی عقائد کے معاملہ میں جو کہ فوق الادراک بنیادوں پر قائم ہیں ہمیں ایک ایسی رہنمائی کی ضرورت ہے جس کی عقلی صلاحیتیں فلسفہ مادی کی بخشی ہوئی صلاحیتوں سے کہیں زیادہ ہوں اور عمومی و موضوعی عقل سے کہیں بڑھ اس کی خوبیاں ہوں۔ جس سے کہ ہم سب بہرہ مند ہیں دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ ہمیں ایک پیغمبر کی ضرورت ہے اگر ہمیں قرآن

کے بارے میں یہ یقین ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ہمارا ایمان ہے تو نہ صرف اخلاقی نقطۂ نظر سے بلکہ عقلاً بھی ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ آپ کی رہنمائی پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کریں آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ ہم غور فکر کی صلاحیتوں سے دست بردار ہو جائیں۔ بلکہ اس کے برعکس اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا بہترین استعمال کریں۔ اور آنحضرت ﷺ کے اوامر و نواہی کے پیچھے جو معانی و حکمت پنہاں ہیں۔ ان کا کھوج لگانے کی پوری پوری کوشش کریں۔ چاہیئے ہم اس کھوج اور تفحص میں کامیاب ہو سکیں یا نہ ہو سکیں ناکامی کے بعد بھی اطاعت ہر حال ضروری ہے اس کو ایک سپاہی اور فوجی کی شامل سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

فرض کیجئے۔ کہ سپہ سالار عسکر نے اسے ایک خاص اہمیت کی جگہ پر قبضہ کر لینے کا حکم دیا ہے اس صورت میں اس فوجی کا یہ فرض ہے کہ فی الفور اس جگہ کو گھیرے۔ پھر اگر حکم کی اس تعمیل کے ساتھ ساتھ اپنے افسر کے اس حکم کی جنگی اہمیت کو بھی سمجھتا ہے تو یہ اس کے لئے اور فوج کے لئے بلاشبہ خوش آئندہ ہے لیکن اگر اس کی جنگی قدر و قیمت اس کی سمجھ میں آئی تب بھی تعمیل حکم اس پر لازم ہے اور اس کو یہ اختیار ہرگز حاصل نہیں ہے کہ اس میں ردو قدح کرے یا اس کو ٹال جائے ہم مسلمانوں کا آنحضرت ﷺ کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا عقیدہ ہے کہ آپ اس عسکر اسلام اور سپاہ ایمان کے بہترین اور کامیاب ترین سالار و قائد ہیں اور امور دین کے اجتماعی و روحانی پہلوؤں کو اس سے کہیں اچھی طرح سمجھتے ہیں جتنا کہ ہم سمجھ سکتے ہیں لہٰذا جب آپ ہمیں کوئی حکم دیں گے یا کسی معصیت سے روک دیں گے تو ہم لامحالہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ انسانی اصلاح کے لئے بہر حال ایسا حکم دینا ناگزیر ہے اور اس میں روحانی اجتماعی پہلوؤں کو ملحوظ و مرعیٰ رکھا گیا ہے یہ ممکن ہے کہ یہ پہلو کبھی تو بالکل واضح ہوں اور کبھی ان میں وضوح کی مقدار بالکل کم ہو۔ اور اس تفحص کی گرفت میں نہ آسکیں، جن کو کہ دینی امور میں زیادہ مہارت نہیں اسی طرح کبھی کبھی تو آنحضرت کے احکام و آنواہی میں جو گہری حکمت پوشیدہ ہے وہاں تک انسانی فہم کی رسائی ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صرف سطحی اسباب و حکم تک ہی نظر و بصر کے دائرے پھیل کے

رہ جاتے ہیں دونوں صورتوں میں اطاعت وفرمانبرداری کے سوا چارہ نہیں بشرطیکہ ان احکام کا ثبوت مستند ہو۔ پھر ان احکام واوامر کی ایک تقسیم اہم اور نسبتاً کم اہم کی بھی ہے اس صورت میں ہمارے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اہم کو ترجیح دی جائے لیکن کسی حکم کو بھی اس گمان فاسد کی بنا پر چھوڑ دینا روا نہیں، کہ اس میں کوئی بنیادی اہمیت دکھائی نہیں دیتی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے متعلق قرآن میں صراحتاً آیا ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (نجم) وہ کوئی بات بھی اپنی طرف سے کہنے کے مجاز نہیں اس کے صاف صاف معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس وقت تک کوئی کلمہ نہیں کہتے ہیں جب تک کہ اس کی کوئی مثبت وجہ سامنے نہ آجائے اور یہ کہ جب تک اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو مامور نہ فرمائے یہ ہے وہ سبب جس کی وجہ سے قالب و قالب دونوں لحاظ سے ہم سنت کی پیروی پر مجبور ہیں بشرطیکہ ہمارا نقطہ نظر اسلام کے بارہ میں مختلف نہ ہو۔ پھر جب پیروی سنت کے ایجابی تقاضے ابھر کر سامنے آگئے تو یہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہوگیا۔ کہ سنت نے اسلام کی جس اجتماعیت کی تشکیل کی ہے اس کے حکم و اسرار پر غور کرے۔ اور یہ بتائے کہ اس تفصیلی نظام حیات کے اندر کیا روح کارفرما ہے جس کو مسلمان ولادت سے لے کر موت تک کے تمام لمحوں میں ملحوظ رکھتا ہے اور جس پر کہ عمل پیرا ہونا اس کے لئے ضروری ہے اس نظام حیات میں وہ مسائل بھی داخل ہیں جو خاص اہمیت رکھتے ہیں اور وہ بھی جنہیں بظاہر کوئی اہمیت نظر نہیں آتی مسلمان کو اس حقیقت کا کھوج لگانا ہوگا۔ کہ آنحضرت ﷺ نے یہ ہر بات میں اپنے اسوہ کی پیروی و اطاعت پر کیوں زور دیا ہے مثلاً اگر میرے دونوں ہاتھ صاف ہیں تو بائیں ہاتھ سے کھا لینے میں کیا مضائقہ ہے یا داڑھی رکھ لینے اور منڈا لینے میں کیا فرق ہے یہ اور اس طرح کے دوسرے مسائل ایسے نہیں کہ جن کا تعلق سراسر صورت و قالب سے ہے کیا ان مسائل کا تعلق انسانی ترقی سے ہے اور اس سے معاشرہ کی فلاح و بہبودی میں کوئی اضافہ ہوتا ہے اس مرحلہ پر ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ان سوالات کا متعین جواب دیں۔ کیونکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام کی ترقی و انحطاط کا دارومدار آنحضرت کی پیروی پر ہے اگر پیروی و اطاعت موجود ہے تو ترقی پائی جائے گی۔ اور اگر بدقسمتی سے اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ کمزور ہے تو اسی نسبت سے انحطاط

دستورل کا پیش آنا لازمی ہے ہمارے نزدیک ہر ہر معاملہ میں سنت کی پیروی کی اہمیت کئی وجوہ سے ہے،

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس طرح انسان کی عادات و اطوار کے لئے ایک سانچہ مہیا ہو جاتا ہے اور ہر ہر شخص ایسی زندگی بسر کرتا ہے جس میں شعور کارفرما ہے۔ بیداری جلوہ گر ہے اور ضبط نفس نمایاں ہے وہ کام اور اعمال و افعال جن کی تہہ میں کوئی قاعدہ اور ترتیب نہ پائی جائے فکر و روح کی ترقی میں رکاوٹ ثابت ہو جاتے ہیں لہٰذا ایسے تمام اعمال و افعال کی مقدار انسانی زندگی میں ممکن حد تک کم ہونا چاہیے کیونکہ ان سے فکر و روح کا ارتکاز تباہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس لائق نہیں رہتی کہ اپنی صلاحیتوں کو کسی ایک مرکز پر مجمع کر سکے اس لئے ہم جو قدم بھی اٹھائیں اور جو کام بھی کریں۔ اس کو ہمارے شعور ارادہ کے مطابق ہونا چاہیئے اور اس پر اخلاقی نگرانی جاری رہنا چاہیئے مگر یہ اس وقت تک ہونے والا نہیں جب تک کہ ہم اپنے فکر و شعور کی جنبشوں کا محاسبہ کرنا نہ سیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے اعمال کی اس حقیقت کو اس جامع مانع جملے میں نہایت کامیابی سے ادا فرمایا ہے حَاسِبُوا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوا اس سے پہلے اپنے محاسبہ نفس سے فارغ ہو جاؤ کہ عند اللہ تمہارا محاسبہ ہو۔ اس سے پہلے ہم اشارۃً بتا چکے ہیں کہ اسلامی نظریہ عبادت صرف عبادات ہی کو اپنے آغوش میں نہیں لیتا ہے، بلکہ اس میں ہماری پوری زندگی کا انعکاس ہوتا ہے اور اس سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ ہماری ذات کے روحانی و مادی دونوں پہلوؤں میں ایک طرح کی وحدت پیدا ہو جائے۔ اگر یہ صحیح ہے تو حیات انسانی میں ان تمام عوامل کو حتی المقدور کم ہونا چاہیئے جن میں شعور و ضبط نفس کے عناصر کا فقدان ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ محاسبہ و نگرانی کے اس عمل کو ہم جاری رکھیں یہ اس سلسلہ کا پہلا قدم ہے اور وہ یقینی راستہ ہے کہ جس سے ہم ضبط نفس کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں اگر ہم روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں سنت کی پیروی کا خیال رکھتے ہیں اور مادۃً ہمارے قدم اسی سمت اٹھتے ہیں تو یہ چھوٹے چھوٹے کام بھی بڑی ہی اہمیت کے ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ان سے محاسبہ نفس اور ضبط و نگرانی کے ذریعے ہمیشہ بیدار رہتے ہیں رہے بڑے بڑے کام تو ان کے متعلق تو شعور کی بیداری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ تو

شعور کے بغیر صادر ہو ہی نہیں سکتے، شعور وادراک کا دامن تو اس وقت چھوٹتا ہے جب چھوٹے چھوٹے ناقابل التفات کاموں کا سامنا ہو اس وقت یہ عموماً ہو کر دیتے ہیں اور ذہن وفکر کو غافل رکھتے ہیں ہاں اگر ان حقیر اور کم درجہ کے اعمال میں بھی مراقبہ وضبط کی عادت قائم رہتی ہے تو ہر انکی منفعت وہ چند ہو جاتے ہیں کیونکہ بظاہر واقعی اس بات میں کوئی اہمیت محسوس نہیں ہوتی کہ ہم کس ہاتھ سے کھاتے ہیں دائیں ہاتھ سے یا بائیں ہاتھ سے ہم نے داڑھی بڑھا رکھی ہے یا منڈا رکھی ہے لیکن اگر ہمارے اعمال میں ایک تنظیم رونما ہے ہم ایک خاص سانچہ میں اپنی عادات کو ڈھالنے کے عادی ہیں تب انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے کیونکہ مسلسل ضابطہ و ترتیب کا خیال رکھنا اور اپنے کو قواعد وپابندیوں میں بندھا ہوا محسوس کرنا آسان نہیں اگرچہ انسان اسطرح کی خاص تربیت پاتے ہوئے ہو۔ وجہ ظاہر ہے ذہن انسانی بھی اسطرح کسل وتساحل کا عادی ہے جس طرح کہ انسانی جسم وعضلات ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ اگر آپ کسی ایسے آدمی کو پیدل چلنے کی زحمت دیں گے جو اپنے گوشہ عافیت میں پڑے رہنے کا عادی ہے جو کبھی چلا پھرا نہیں تو وہ چند ہی قدم چل کر تھک جائیگا اور ایک قدم آگے نہیں بڑھا پائے گا بخلاف اسکے کہ جو میلوں چلنے کا عادی ہے اس سے توقع کی جاسکتی ہے، کہ وہ طویل سے طویل سفر کو بغیر کسی زحمت کے جاری رکھ سکے گا یہ بھی اگرچہ سفر کی کوفت محسوس کریگا لیکن ٹھہرائے گا نہیں بلکہ ایسا معلوم ہوگا اس کوفت میں بھی لذت کا ایک پہلو پایا جاتا ہے اور یہ اس سے مانوس ہے یہ فلسفہ سنت کی ہمہ گیریوں کا اور یہ دوسری تعلیل ہے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کیونکہ سنت زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی ہے،

جب ہم اسی طرح مسلسل مشق وتمرین سے اپنے تمام اعمال ومتروکات کو امر ونہی کے دو خانوں میں تقسیم کردیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نفس شعور میں ضبط وانضباط کے دو اعلیٰ راسخ ہو جائیں گے۔ اور زندگی کا یہ نہج طبیعت ثانیہ بن جائیگا یہی نہیں اس کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ جس نسبت ومقدار سے محاسبہ کی مشق وتمرین کا یہ سلسلہ دراز ہوتا جائیگا، اسی نسبت سے اخلاقی وذہنی کسلمندیاں کم ہوتی چلی جائیگی اور ہم اخلاق وآداب کی منزلوں کے زیادہ قریب ہوتے جاوینگے مشق وتمرین کا نقطہ

چاہتا ہے کہ اس کی تہہ میں شعور و احساس کا جذبہ ہمیشہ کارفرما ہے کیونکہ اگر عمل باللغۃ کی سطح سے اس حد تک آگر ئے۔ کہ ہماری تمام زندگی مکان کی ہو کر رہ جائے اور بے جان مشینری کی طرح انزبات و مہنیات کا عملیہ جاری رہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ سنت نے اپنی قدر و قیمت کھودی اور وہ روح ختم ہو گئی جو مقصود اصلی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آخری دور میں کیا ہوا یہی ناکہ ظواہر سنت تو قائم ہے ور ان کا چرچا بھی ہوا مگر ان کے ساتھ جو احساس محاسبہ اور جذبہ نگرانی وابستہ تھا وہ جاتا رہا صحابہ کی زندگیاں اس انداز کی نہ تھیں ان کی پیروی سنت کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو جان بوجھ کر اور شعور و ادراک سے مالا مال ہو کر ایک ہادی اور رہنما کے سپرد کر دیا تھا۔ تاکہ وہ ان کے اعمال کی سمتوں کو قرآن کی ڈھال کی طرف پھیر دے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سنت کی پیروی سے وہ وہ فوائد حاصل کئے۔ جو دوسرے نہیں حاصل کر سکے۔ اور اس میں خطا اس نظام سنت کی نہیں، ان کے لئے وضع کئے گئے تھے عمل بالسنۃ کی اہلیت کو ختم کرتے والے عوامل ہیں پہلا بہ تصوف کا ہے اس نے ان قوتوں کو کمزور کیا، جن کا تعلق انسانی معاتبت سے ہے اور ان صلاحیتوں کو چمکایا جن کا تعلق انسان کی داخلی تاثر پذیریوں سے ہے عمل بالسنۃ کو عملی زندگی میں ختم کر دیا تو تصوف کے لئے اس بنا پر ممکن نہ تھا کہ ابتداہی سے اس کو اسلامی زندگی میں ایک بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل رہی ہے لیکن صوفیائے عظام کی کوششوں سے اتنا ضرور ہوا۔ کہ اس کا مزاج اور رخ یکسر بدل گیا اور یہ بجائے ایک فعالی قوت و حرکت ہونے کے محض افلاطونی رمزیت ہو کر رہ گیا۔ فقہاء اور عامۃ الناس کے نقطہ نظر سے بھی اس کو گزند پہنچا ہے، کیونکہ فقہاء نے سنت سے یہ مراد لیا کہ یہ محض ایک قانون ہے اور سلسلہ ضوابط سے تعبیر ہے اور عوام نے یہ خیال کیا کہ ایک خوبصورت صرف ہے جو معنی کے درسہوارے سے بالکل تہی ہے لیکن تعجب اس پر ہے کہ مسلمانوں کے تمام گروہوں نے اگرچہ قرآن اور اس کی ان تعبیرات و تشریحات کا حقہ استفادہ نہیں کیا جو سنت میں مذکور ہیں تاہم اسلامی تعلیمات کا وہ سرچشمہ جو سنت سے فیضیاب ہوتا ہے جوں کا توں قائم رکھتا ہے اور اس میں کوئی عملی دشواری حائل نہیں کہ اس کی طرف دوبارہ رجوع کیا جا سکے

پھر سنت جیسا کہ مغرب زدہ معاندین۔ اسلام سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کی کوششوں سے ہم تک نہیں پہنچی ہے جو فریسیوں کی طرح الفاظ پرست اور جامد ہوں بلکہ یہ ان لوگوں کی مساعی جمیلہ کا نسخہ ہے جو بلا کی شعور رکھتے تھے جن میں غضب کی عزیمت اور گہری بصیرت و عمل کے داعی موجزن تھے۔ اس کا صحیح صحیح اندازہ کرنا ہو تو صحابہ کو دیکھو۔ ان میں یہی صفات تھیں جو ان کا طرہ امتیاز ہیں ان کو تاریخ میں حیرت انگیز کامیابی کیوں نصیب ہوئی۔ اسی بنا پر کہ ان میں ہمیشہ ذہنی شعور زندہ رہا یہ سنت کی ایک ایک جزئی میں جو حکمت عمل پوشیدہ ہے اس سے باخبر رہے اور ان ذمہ داریوں سے آگاہ رہے جو مذہب نے ان کے کندھوں پر ڈالیں سنت کی اہمیت کا یہ ہے انفرادی پہلو۔

دوسری وجہ جس سے کہ عمل بالسنۃ کا فلسفہ واضح ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کی برکت سے اجتماعی زندگی کا تصور پیدا ہوتا ہے اور اجتماعی خیر و فلاح کا ایک نقشہ ترتیب پاتا ہے کبھی آپ نے غور کیا عام انسانوں میں اختلافات کا کیا سبب ہے اور یہ کیونکر بڑھتا اور فروغ پاتا ہے بات یہ ہے کہ چونکہ ہر ہر شخص کے دل میں دوسروں کے اعمال و مقاصد کے بارہ میں ایک طرح کی غلط فہمی پائی جاتی ہے،

اس لئے کوئی بھی ایک دوسرے کو سمجھنے کی سعی نہیں کرتا۔ اور یہ غلط فہمی کیوں پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ ہر ہر شخص کے مزاج و طبیعت کا یہ قدرتی اختلاف صرف معمولی اختلاف میں پیدا نہیں کرتا بلکہ اس سے ہر قوم کی عادات و اطوار کے مطابق زندگی بسر کرتے کسی قوم پر ایک عرصہ گذر جاتا ہے تو یہی عادات و اطوار کا اختلاف تہذیب و تمدن کا اختلاف بن جاتا ہے، اور باہمی اتفاق و اتحاد کی راہ میں روکاوٹ ثابت ہوتا ہے پھر اگر کوئی قوم یہ فیصلہ کر لیتی ہے کہ اس کی زندگی میں ایک اہم آہنگی پیدا ہو جائے، اور اس کی عادت و اطوار اور تہذیب و ثقافت کا ایک متعین قالب تیار ہو جائے تو ان میں باہمی اختلاف ختم ہو جاتا ہے اور یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ ایک دوسرے کے اعمال و مقاصد کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

اسی بنا پر اسلام نے جو انفرادی بہبودی کے ساتھ ساتھ اجتماعی فلاح کا بھی ضامن ہے

اپنی تعلیمات میں اس نکتہ کو بنیادی ٹھہرایا کہ معاشرہ کے تمام افراد میں عادات و اطوار کی یکسانی پائی جائے اور ان میں سنت کے التزام سے ایسے کوائف بیدار ہو جائیں جو ہر حال میں ان کے تہذیبی و دینی اتحاد کو برقرار رکھیں چاہیئے ان کے اجتماعی و اقتصادی حالات ایک دوسرے سے کتنے ہی مختلف اور جدا کیوں نہ ہوں یہ سچ ہے کہ بعض لوگ سنت کے اس نظام میں ایک گونہ سختی اور تشدد محسوس کریں گے لیکن اس کی اس خدمت کو کون بھلا سکتا ہے کہ اس نے اسلامی معاشرہ کو استحکام بخشا ہے،

اس کو ایک متعین شکل اور صورت میں ڈھالا ہے، اور ہر ہر نزاع و اختلاف کی مضرتوں سے بچایا ہے اس کی اس افادیت کو سمجھنے کے لیے ان انقلابات پر غور کیجئے جو مغرب میں معاشرتی اصلاحات کے نام سے وقوع پزیر ہوئے اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ اس طرح کے مسائل کسی قوم میں اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب لوگ یہ محسوس کرنے لگیں کہ ہمارے بعض قوانین اور رسم و رواج مکمل نہیں ہیں اس لئے ان میں کچھ تبدیلیاں ہونی چاہئیں اہل مغرب نے چونکہ اپنے ہاں ان نقائص کو پایا۔ اس لئے اصلاح کے درپے ہوئے مسلمان اس صورت حالات پر اس بنا پر محفوظ رہے کہ یہ اپنے آپ کو قرآن کا پابند ٹھہراتے ہیں اور اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے تمام اعمال آنحضرت ؐ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہونے چاہئیں یہ اصول اپنی جگہ ایسا مستحکم اور استوار ہے کہ اس کو اپنانے کے بعد تبدیلی و تغیر کا سوال پیدا نہیں ہوتا مگر یہ کہ خود یہ اصول ہی شک و ریب کا نشانہ بنیں اور ان کی صداقت ہی محل نظر قرار پائے اس سے ہم مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کے اس امکان کو عملاً نافذ ہوتے دیکھ سکتے ہیں جس کو بنیاد مرصوص کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے اور اگر ہم اس اصول کو پوری طرح حرز جان بنالیں تو معاشرہ ان تمام بے کار اور طائل کوششوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے جو فروعی مسائل کے لئے کی جاتی ہیں پھر اگر معاشرہ ان اختلافات سے باز آئے جس کو جدل و بحث کے تقاضوں نے پیدا کیا ہے اور اس پریشانی خاطر سے دستکش ہو جائے جس کو کہ کلامی موشگافیوں نے جنم دیا ہے اور اس کے بعد اس کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت کی پیروی پر رکھی جائے تو ایسے مواقع نکل آئیں گے، کہ معاشرہ اپنی تمام صلاحیتوں کو افراد کی اجتماعی و انفرادی فلاح و بہبودی کے لئے استعمال میں لائیں یہی

نہیں بلکہ معاشرہ کے لیئے یہ بھی ممکن ہو جائے گا کہ تمام افراد کے روحانی ارتقار کے لیئے موثر جدو جہد کر سکے۔ انسانی معاشرہ کی تنظیم و اصلاح کا یہی وہ نصب العین ہے جو اسلام کی اصلی غرض و غایت ہے آیئے اب عمل بالسنۃ میں جو تیسری بڑی مصلحت ہے اس پر غور کریں یہ تو ظاہر ہے کہ ہم جب عمل بالسنۃ کی ذمہ داری قبول کریں گے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی آنحضرت کی اقتدار کو پیش نظر رکھیں گے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہم عمل کی ہر ہر صورت میں چاہے وہ اختیار پر مبنی ہو چاہیئے ترک پر۔ آنحضرت ؐ کی عملی زندگی پر غور و فکر کرنا کر عادت ڈالیں گے۔ کیونکہ ہمیں اپنے تمام اعمال کا جائزہ لینا ہے۔ اور اپنی پوری زندگی میں نہ دیکھنا ہے کہ آنحضرت ؐ کی اطاعت و پیروی کا مقصد پورا ہو رہا ہے یا نہیں اس طرح گویا ایک عظیم ترین انسانی شخصیت کے اثر نفوذ کو ہمارے روزمرہ کے مشاغل میں منعکس ہونے کا موقع میسر آئے گا بلکہ یہی وہ روحانی اثر و نفوذ ہوگا جو ہماری زندگی کی سٹینری کو متحرک رکھے گا۔ اس کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ہم یہ رائے رکھنے پر مجبور ہونگے کہ علاوہ اس کے کہ آنحضرت ؐ اللہ کے محبوب ترین اخلاقی پیغمبر ہیں آپ ایک مکمل زندگی بخشنے والے بھی ہیں۔ اس مرحلہ پر جب کہ عمل بالسنۃ کی یہ فصل اختتام کو پہنچ رہی ہے ہمیں اس بات کا فیصلہ بھی کر لینا چاہیئے کہ ہم آنحضرت ؐ کے منصب و موقف کے بارہ میں کیا رائے رکھتے ہیں کیا ہم انہیں دوسری مصلحین و حکماً کی طرح صرف ایک حکم مصلح اور فلسفی ہی سمجھتے ہیں یا اللہ کا ایسا فرستادہ خیال کرتے ہیں جو قرآن وحی و الہام کی روشنی میں اسی کی اطاعت و پیروی میں مصروف ہے جہاں تک قرآن کا تعلق ہے اس کا نقطہ نظر اس سلسلہ میں بالکل واضح ہے اور اس میں کسی غلط فہمی کے ابھرنے کا امکان ہی نہیں کہ اللہ کا یہ بندہ جس کو نبی آخر الزمان قرار دیا گیا ہے اور جس کو تمام دنیا کے لیئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اس کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا کہ صبح و شام زندگی کے ہر عمل میں اللہ کی وحی اس کے قلب و فکر کو روشنی بخشے اور یہ وحی و ہدایت کے ان انوار سے اس کے بندوں کے لیئے اجالوں کا بندوبست کرے۔ اگر آنحضرت ؐ کے متعلق یہ وضاحت صحیح ہے تو اس کا انکار یا اس کی تعلیمات کے بعض حصوں کا انکار، اللہ تعالیٰ کا انکار ہوا یا کم از کم اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس کی عطاء کردہ ہدایت کی قدر و قیمت گھٹا دی گئی ہے اور اگر یہ وضاحت درست نہیں ہے ہم اس خیال کو

منطقی طور پر آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کوئی آخری فیصلہ نہیں ہیں اور موجودہ مسائل و مشکلات کا کوئی دوسرا معقول حل بھی سوچا جا سکتا ہے تو یہ خیال اور جن نتائج کی طرف بھی لے جائے ممکن ہے اسلام کی روح بہرحال اس سے متفق نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآن نے اس معاملہ میں دوٹوک رائے کا اظہار فرمایا ہے، اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت اِتمام تک پہنچا دی اور تمہارے لئے ادیان میں اسلام کو پیروی و اطاعت کے لئے چن لیا ہم اسلام کو تمام تمدنی تنظیمات سے بلند اور اونچا مانتے ہیں کیونکہ یہ پوری زندگی سے تعرض کرتا ہے اس میں دنیا کی گھتیوں کو بھی سمجھایا گیا ہے اور عقبیٰ کی پیچیدگیوں کو بھی نفس روح کے مسائل بھی اس کی لپیٹ میں آتے ہیں اور جسم کے تقاضے بھی فرد کی زندگی کا نقشہ بھی کھینچتا ہے اور اجتماعی زندگی کی تشکیل بھی اس کے فرائض میں داخل ہے یہ صرف اس سے بحث نہیں کرسکتا۔ کہ انسان کو مادی و طبعی قیود سے آزادی دلائے۔ بلکہ ان مادی و طبعی قیود کا خیال بھی رکھتا ہے یہ انسان سے محالات کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ اس کا تقاضا صرف اس حد تک محدود ہے کہ انسان میں جس قدر صلاحیتیں مضمر ہیں۔ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ اور ایسی سطح تک پہنچنے کی جد جہد کی جائے جو حق سے قریب تر ہے جس میں رائے اور عمل میں کامل تزین توفق ہے اسلام صرف ایک راہ نہیں بلکہ تنہا یہی راہ ہے جو حق و صواب کی طرف لیجانے والی ہے اور جو شخص اس دعوت کو لایا ہے وہ صرف ہادی نہیں بلکہ تنہا وہی ہادی ہے پس اس کی اطاعت عین اسلام کی اطاعت ہے اور اس کی اطاعت روگردانی حقیقت اسلام سے روگردانی کے مترادف ہے،

الاعتصام لاہور

تجیت حدیث

احکام رسولؐ کی حیثیت

از مولانا عبد الرؤف رحمانی (نیپال)

صحابہ کرامؓ کے مقدس دور میں کچھ مسائل ہیں باہم اگر اختلاف رونما ہوتے تو فرمان رسولؐ معلوم ہونے کے بعد صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین فرمان رسالت کے سامنے جھک جاتے اور اختلاف ختم کر کے صرف سنت کی پیروی کرتے اگر خلفاء کے کچھ ایسے مسائل ہوتے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ سے مزاحم نظر آتے تو اجلّہ صحابہ کرامؓ اس کی صاف مخالفت اور سنت کے خلاف نہیں مانی جاتی تھی اور نہ ان کا احترام و تقدس اتباع کی راہ میں کچھ حائل ہو سکتا تھا چنانچہ اس سلسلہ کے چند واقعات پیش خدمت ہیں ان سے تقدیم کتاب و سنت کا حال اچھی طرح آپ کو معلوم ہو سکے گا۔

فرمان رسولؐ کی حیثیت

نمبر ۱:۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حج و عمرہ کے لیے ایک ساتھ تلبیہ کو منع فرما رکھا تھا انہیں کے دور خلافت میں حضرت علیؓ نے دونوں کے ساتھ لبیک کی آواز بلند کی جب حضرت عثمانؓ کو یہ اطلاع کی گئی تو حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنِّیْ قَدْ نَهَيْتُ عَنْ هٰذَا۔ یعنی کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میں نے حج تمتع سے منع کر رکھا ہے فرمایا آپ کے اعلان کا پتہ مجھے ضرور ہے، ولکن لم اکن لادع قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقولک (مسند احمد ج ۱ ص ۹۵) لیکن جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کو جانتا ہوں تو آپ کی بات کی وجہ سے حضورؐ کے ارشاد کو ترک نہیں کر سکتا۔

قول رسولؐ کے سامنے قول خلیفہ کی کوئی حقیقت نہیں

نمبر ۲:۔ ایک مجلس میں حضرت عبد ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے، اس پر عروہ بن زبیرؓ نے کہا مگر ابوبکرؓ اور عمرؓ تو اس سے منع کرتے تھے تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے غصہ سے فرمایا اے عروہ تو کیا کہہ رہا ہے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل بیان کر رہا ہوں اور تو کہتا ہے

کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے منع کیا ہے مسند احمد ص ۳۳۷ ج اول اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ ارشاد نبوت کے مقابلے میں خلفاء راشدین کے کسی قول و عمل کو حجت نہیں قرار دیتے تھے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال پر عام اعمال کا دارومدار رکھتے تھے،

منع تمتع سے رجوع اور اتباع سنت

۳:۔ حضرت عمرؓ کا اپنے فتویٰ سے رجوع بھی ثابت ہے حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ میرے والد حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو ٹوکا کہ آپ کو حج تمتع سے روکنے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ ہم نے حضورؐ کے ساتھ حج تمتع کیا ہے لیکن آپ نے ہم کو اس سے روکا یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے فتویٰ سے رجوع فرمایا منتخب کنز العمال ص ۳۳۶ ج دوم

اتباع سنت کا مقام

۴:۔ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا درست ہے یا نہیں آپ نے فرمایا درست ہے کیونکہ حضورؐ نے ہدی کے جانوروں پر سواری کی اجازت دی ہے اس کے بعد حضرت علیؓ نے سائل سے فرمایا لَا تَتَّبِعُوْنَ شَيْئًا اَفْضَلَ مِنْ سُنَّةِ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم منتخب کنز العمال ص ۳۴۸ ج ۲) نبی کریمؐ کی سنت سے بڑھ کر کوئی چیز قابل اتباع نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ و روش سے ہٹ کر تقویٰ اور بزرگی کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے پس حضورؐ کے ارشاد کے بعد ایسے جانور پر سواری نہ کرنا اتباع سنت کے خلاف ہے،

قول و رائے پر حدیث رسولؐ مقدم ہے

۵:۔ حضرت ابوالجوزاؒ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے معاملہ صرف کے متعلق پوچھا تو بارہا یہی بتاتے رہے کہ جب ہاتھوں ہاتھ نقد لین دین ہو تو ایک کے بدلے دو لینے میں کوئی نہیں ہے ایک سال حج کے موقع پر مسئلہ کی توضیح کے خیال سے پھر پوچھا تو فرمایا کہ پورے وزن کے ساتھ برابر برابر لینا ہوگا تو میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے عرض کیا کہ پہلے آپ کا فتویٰ کچھ اور تھا اور اب کچھ اور یہ کیا بات ہے فرمایا میرا پہلا فتویٰ میری رائے تھی اور اب حضرت ابوسعیدؓ اس کے متعلق ایک صاف حدیث بیان کر

کرتے ہیں۔ فَتَرَكْتُ سَارَأْيِ إِلَى حديث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس میں نے اپنی رائے کو حدیث رسولؐ کے مقابلہ میں پشت ڈال دیا ہے،

سنت رسول کی اقتداء

۶:۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ کعبہ میں جو خزانہ محفوظ ہے اس کو برآمد کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے تو شیبہ بن عثمان نے یہ بات سامنے رکھی کہ آپ سے پہلے رسول اکرمؐ اور حضرت ابوبکرؓ گذر چکے ہیں اور ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک میرے لئے ان حضرات کی سنت اور تعامل کی اقتداء کرنی ضروری ہے مسند احمد ۳۱۰ ج ۳ چنانچہ آپ نے بھی کعبہ کا خزانہ برآمد نہیں کیا۔

سنت رسولؐ کی تعلیم و تلقین

۷:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلاں کے ساتھ نماز پڑھی ہے تو اس نے ۲۲ تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھائی ہے چونکہ وہ شخص اس میں عیب و نقص سمجھ رہا تھا اس لئے عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔

یعنی تجھ پر افسوس ہے تو ۲۲ تکبیروں میں کوئی شرعی نقص کیوں سمجھ رہا ہے اس طرح کی نماز تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عین سنت ہے،

سنت رسولؐ کا مطالبہ

۸:۔ فاروق اعظم امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے جب مسجد نبویؐ میں اضافہ کرنے کے لئے حضرت عباسؓ کا مکان جو مسجد کے پہلو میں تھا لینا چاہا تو حضرت عباسؓ اپنی زمین کے فروخت کرنے پر راضی نہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں قطعاً یہ زمین خالی کرنی ہوگی خواہ قیمتاً، تو خواہ مسجد کے لئے وقف کردو، انہوں نے کسی طرح منظور نہ کیا، چونکہ حضرت عباسؓ حضورؐ کے محترم چچا تھے ان کا احترام بھی واجب تھا اور ادھر حضرت فاروق اعظمؓ کا حکم بھی وقعت رکھتا تھا اس لئے یہ معاملہ ایک حکم یعنی ایک ثالث کے سامنے پیش ہوا۔ اور یہ دونوں بزرگ حضرت ابی بن کعبؓ کے فیصلہ پر راضی ہوئے چنانچہ جب معاملہ حضرت ابی بن کعبؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو معاملہ کی روداد اور تفصیلات معلوم کرنے کے بعد حضرت ابی بن کعبؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپ زمین

والے کی رضامندی کے بغیر کسی کی زمین نہیں لے سکتے حضرت عمرؓ نے اپنے منصف سے پوچھا کہ کتاب اللہ یا سنت رسول کی کونسی دلیل تمہارے پاس ہے حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا بل سُنَّۃٌ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت ہے چنانچہ اس سنت کا علم حضرت عمرؓ کو ہوا تو اپنے اس خیال سے باز آ گئے منتخب کنز العمال ص ۲۶۲ ج ۲)

سنت رسول کامل و مکمل ہے

۹:۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ سفر میں دو نماز قصر اب بھی پڑھیں یا کامل اور پوری پڑھیں تو آپ نے فرمایا لست تقصر ھا ولکن تمامھا و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منتخب کنز العمال ص ۲۲۹ ج ۳) خلاصہ جواب یہ ہے کہ تم سفر میں نماز قصر کو جیسے حضورؐ نے مسنون کیا ہے کچھ قصر و نقص کی بات نہ سمجھو۔ بلکہ وہ قصر ہو کر بھی کامل و مکمل ہے اور رسول اکرم کی عین سنت ہے،

سنت رسولؐ کی تقدیم

۱۰:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اُن کے بھائی عمرو بن زبیرؓ کے درمیان ایک جھگڑا تھا۔ دونو اپنا معاملہ پیش کرنے کے لئے حضرت سعید بن عاصؓ کے پاس گئے چونکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایک مشہور شخصیت کے مالک تھے اس لئے سعیدؓ نے انکو اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا چاہا اور جگہ بنا کر بلایا۔ تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے، اس عزت افزائی کو قبول فرمانے سے انکار کیا اور کہا سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْخَصْمَیْنِ یُقْعَدَ اِنِ بَیْنَ یَدِی الْحَکَمِ (مسند احمد ص ۴ ج ۴) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ دونو حاکم کے سامنے بٹھائے جائیں ایک حاکم کے ساتھ تخت پر بیٹھے اور دوسرا فرش زمین پر رہے یہ سنت رسول کے خلاف ہے،

سنت رسول اور رائے امام

۱۱:۔ علامہ ابن القیم لکھتے ہیں قَالَ الشَّافِعِیُّ اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰی اَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَہٗ سُنَّۃُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ یَکُنْ لَہٗ اَنْ یَدَعَ لِقَوْلِ اَحَدٍ (کتاب الروح ص ۳۲۲)

یعنی امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس مسئلہ پر اجماع امت ہے کہ جس کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہو جائے پھر اسکی مجال نہیں ہے کہ کسی عالم یا کسی امام کے قول کی وجہ سے سنت رسول چھوڑ دے۔

کتاب وسنت اور اقوال ائمہ

۱۲:- علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ حضورؐ کے قول وفعل پر کسی کے رائے وقیاس کو مقدم کرنا ہرگز جائز نہیں ہے حدیث کی صحت کو روایۃً ودرایۃً معلوم کر لینے کے بعد حدیث رسولؐ سے عدول درست نہیں اگرچہ بغرض محال ایک دنیا اس کی مخالفت پر تل جائے آپ کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں۔ نَنْظُرُ فِي صِحَّةِ الْحَدِيْثِ أَوَّلًا ثُمَّ فِي مَعْنَاهُ ثَانِيًا فَإِذَا تَبَيَّنَ لَكَ لَمْ تَعْدِلْ عَنْهُ وَلَوْ خَالَفَكَ مَنْ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَعَاذَ اللهِ أَنْ تَتَّفِقَ الْأُمَّةُ عَلَى مُخَالَفَةِ مَا جَاءَ بِهِ (کتاب الروح ص ۳۲۳) پھر حافظ ابن القیمؒ نے بڑی قیمتی یہ بات لکھی ہے کہ کچھ لوگ کتاب وسنت پر کسی امام کی رائے کے خلاف ہونے کی وجہ سے عمل نہیں کرتے اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہمارے امام ان نصوص شرعیہ کو ہم سے زیادہ جانتے تھے لیکن اگر ان کی یہ بات درست ہے تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ جن ائمہ دین نے نص شرعی کی پیروی کی ہے وہ بھی تو ہم سے اعلم تھے پس کیا وجہ ہے کہ تم نے ان کی موافقت نہ کی اگر علم ہونا مدار کار تھا تو وجہ ترجیح کیا ہے پھر ان علماء وائمہ کی تصریحات موجود ہیں کہ نصوص کتاب و سنت کو ہمارے اقوال سے مزاحم دیکھو تو نصوص شرعیہ کتاب سنت کو ہمارے اقوال پر مقدم رکھو

سنت رسولؐ مطلوب ومحبوب ہے

۱۳:- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار میرے پاس حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بیوی خولہؓ آئی ہوئی تھیں حضورؐ کی بھی نظر پڑی تو دیکھا کہ کپڑے میلے اور عام حالت خراب وخستہ ہے تو حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ خولہؓ کی یہ کیا حالت ہے جواب دیا حضور اس آدمی کی بیوی کی یہ حالت کیوں نہ ہو۔ جس کے شوہر دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر قیام کرتے ہیں بیوی سے کچھ واسطہ ہی نہیں رکھتے ہیں. فَهِيَ كَمَنْ لَا زَوْجَ لَهَا فَتَرَكَتْ نَفْسَهَا وَأَضَاعَتْهَا. تو انہوں نے اپنے

نفس کا تزئین چھوڑ دیا اور اپنی حالت کو شوہر کی بے التفاتی کے سبب گرا دیا تو حضورؐ نے حضرت عثمان بن مظعون کو بلایا اور فرمایا کہ کیا تم میری سنت سے اعراض کرتے ہو انہوں نے عرض کیا۔ وَلٰكِنْ سُنَّتَكَ أَطْلُبُ يَا رَسُوْلَ اللهِ یعنی میں تو آپ کی سنت کا ہی طالب ہوں تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں روزہ کے ساتھ وقت پر سوتا ہوں اور بیبیوں سے بھی تعلق رکھتا ہوں عثمانؓ اللہ کا خوف کرو۔ اللہ کے حقوق کے ساتھ تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور تمہارے اہل و عیال کے بھی حقوق ہیں اس لئے سب امور میں اعتدال ملحوظ رکھو مسند احمد ص۲۶۸ ج۶۔

سنن نبویہ کی تحصیل کا کامل ذوق

۱۴۔ سلیطؓ نامی ایک بزرگ صحابی گذرے ہیں ان کو حضورؐ نے ایک زمین بطور جاگیر عطا فرمائی تھی وہ اپنی زمین کی آبادی کے سلسلے میں اپنے موضع میں جایا کرتے تھے اور چند دن گذار کر پھر خدمت نبویؐ میں مدینہ آجاتے تھے لوگ ان سے کہتے تھے کہ تمہارے جانے کے بعد قرآن کی فلاں فلاں آیتیں اُتریں اور حضورؐ نے فلاں فلاں ہدایت فرمائی اور فلاں فلاں فیصلے نافذ فرمائے تو ان اپنی غیر حاضری کا بڑا غم ہوتا ایک بار انہوں نے طے کر لیا کہ یہ سب کوتاہیاں زمینداری کے تخمصے کے سبب ہیں تو حاضر ہو کر حضورؐ سے عرض کرتے ہیں کہ حضور اس جاگیر کی زمین نے مجھے افادات سے محروم کر رکھا ہے براہ کرم مجھ سے اس جائیداد کو واپس لے لیجئے۔ فَلَا حَاجَةَ لِيْ فِي الشَّيْءِ يُشْغِلُنِيْ عَنْكَ (کتاب الاموال ص۲۷۲) مجھے ایسی کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ہے جو آپکے سنن و احکام اور آپ کے افادات سے مجھے محروم رکھے واقعی زمینداری ایک بڑا کھیڑا ہے اور سخت تخمصے کا کام ہے

سنت رسول پر عمل کا جذبہ

۱۵۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بعض اصحابؓ نے ذکر کیا کہ کاش ہم لوگ حضورؐ سے پہلے مر گئے ہوتے اور بعد میں آنے والے ہر فتنہ سے آزاد رہتے ایک صحابی معن بن عدیؓ نے کہا میں تو آپؐ کے ارتحال کے بعد بھی زندہ رہنا چاہتا ہوں تاکہ دنیا کو دکھا دوں کہ جس طرح آپ کی سنت سے زندگی میں ہمیں محبت تھی ویسا ہی عشق و محبت سنن نبویہ سے ہمیں آپ کی موت کے بعد بھی ہے راوی کے الفاظ ہیں۔ حَتّٰى أُصَدِّقَهٗ مَيِّتًا كَمَا

صَدَّ قَتُهٗ حَیًّا (صفۃ الصفوہ ص۱۸۴ ج ۱)

اہل سنت کی تعریف

۱۶:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا مَنْ اَھْلُ السُّنَّۃِ کہ سنت پر عمل پیرا کون لوگ سمجھے جائیں گے مَا اَنَا عَلَیْہِ اَلْیَوْمَ وَاَصْحَابِیْ (ملل ونحل شہرستانی ص۳ ج۱) یعنی آج میرے زمانہ میں جو طریقہ از میرا اصحابؓ کا ہے اس پر چلنے والے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے اہل سنت ہیں۔

اہل سنت بازبانی حضرت علیؓ

۱۷:۔ حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا۔ مَنْ اَھْلُ السُّنَّۃِ کہ اہل سنت سے کون لوگ مراد ہیں فرمایا۔ اَلْمُتَمَسِّکُوْنَ بِمَا سَنَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَاِنْ قَلُّوْا۔ (کنز العمال ص۲۱ ج ۸) کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو شریعت مقرر کر دی ہے اس کے ساتھ تمسک کرنے والے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے والے اہل سنت ہیں خواہ وہ تھوڑے ہی لوگ ہوں۔

سنت سے احکام قرآنی کی توضیحات

۱۸:۔ علامہ ابو عبیدؒ فرماتے ہیں اَلسُّنَّۃُ ھِیَ الْمُفَسِّرَۃُ لِلتَّنْزِیْلِ وَالْمُوْضِحَۃُ لِحُدُوْدِہٖ وَشَرَائِعِہٖ اس کے بعد اس کا مثلہ دیتے ہیں کہ زانی کی حد کوڑے لگانا قرآن سے مقرر کیا بظاہر ہر طرح کے زانی کی یہ سزا معلوم ہوتی ہے، مگر حضورؐ نے کنواروں پر تو کوڑا کی سزا رکھی مگر شادی شدہ کیلئے کے لئے۔ رجم سنگسار کا حکم لازم فرمایا تو یہ کتاب اللہ کے خلاف نہ سمجھا جائے گا، بلکہ آپ کی اس توضیح سے یہ سمجھا جائے گا کہ آیت میں بکرین (کنوارے چھوڑے) مراد ہیں اسی طرح قرآن نے لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ، فرما کر ہر اولاد کو وارث بنایا۔ مگر حضورؐ نے فرمایا لَا یَرِثُ الْمُسْلِمُ الْکَافِرَ وَلَا الْکَافِرُ الْمُسْلِمَ۔ تو یہ قرآن کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس سے سمجھا گیا کہ دو مختلف دین والوں میں وراثت جاری نہ ہو گی۔

اسی طرح وضو بنانے کے لئے قرآن نے پاؤں دھونے کا حکم دیا۔ حضورؐ نے خفین پر مسح کا

حکم دیا تو یہ قرآن کی مخالفت نہیں ہوئی بلکہ حضورؐ کے قول و عمل سے اس امر کی تشریح و تبیین ہوئی کہ غسل اسوقت ہے جب پاؤں ننگے ہوں اور ان پر خف موجود نہ ہوں لیکن جب خفاف مستعمل ہوں تو مسح کافی ہے وھکذا الکتاب لکامول ص۴۳ معلوم ہوا کہ سنت رسول کے بغیر قرآنی احکام کی توضیح و تفسیر نہیں ہو سکتی اور ان کے بغیر کتاب اللہ پر صحیح عمل نہیں ہو سکتا۔

سنت رسول سے عملی تشکیلات

۱۹۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ایک شخص صحابی رسول حضرت عمران بن حصینؓ کے پاس آیا اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ لا تحدثونا الا بالقرآن یعنی ہمیں آپ جو کچھ تعلیم و تبلیغ فرمایئے وہ صرف قرآن ہی سے فرمایئے حضرت عمرانؓ نے اسکو اپنے قریب بلایا اور پوچھا کہ ایسا مطالبہ تم نے کیوں کیا اس نے کہا کہ قرآن ہمیں کافی وافی ہے تفصیلاً لکل شئی اس کی تعریف میں وارد ہے آپ نے فرمایا ہاں قرآن میں مکمل جامع ہدایت موجود ہیں مگر ان عمل تشکیلات سنت رسولؐ یعنی احادیث نبوی ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں اور اگر تم حدیث رسولؐ کی ضرورت نہیں سمجھتے تو بتلاؤ کہ الصلٰوۃ جس کا بار بار مطالبہ قرآن کریم میں مسلمانوں سے کیا گیا ہے اس کی عمل صورت کیا ہو گی۔ اکنت تجد فی القرآن صلوۃ الظھر اربعا و صلوۃ العصر اربعا والمغرب ثلاثا۔ یعنی کیا نماز ظہر کی چار رکعت اور عصر کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت کا تذکرہ قرآن کریم میں ملے گا پھر آپ نے تمثیلاً حج کا ذکر فرما کر پوچھا تو وکلت انت واصحابک الی القرآن اکنت تجد منہ الطواف بالبیت سبعا والطواف بالصفا والمروۃ سبعا۔ . . . . . یعنی تمہارے اور تمہارے دوسرے ہم خیال حضرات کے حوالے قرآن کر دیا جائے تو کیا بیت اللہ کے سات سات مرتبہ طواف اور صفا و مروہ کے سات سات طوافوں کا مسئلہ قرآن سے دکھا سکتے ہو اسکے بعد دریافت فرمایا کہ چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے، اسلامی سلطنت کے قیام کی صورت میں یہ سزا چور کو ضرور دی جائے گی لیکن یہ بتاؤ کہ قرآن نے اس کی عمل تشکیل نہیں بتلائی تو ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا۔ والیدُ من این تقطع من ھھنا او من ھھنا۔ راوی کا بیان ہے کہ پہلے آپ نے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کہ کیا یہاں سے

کاٹا جائے گا پھر کہنی پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کہ یہاں سے پھر کندھے کے قریب ہاتھ لے گئے اور پوچھا کہ کیا یہاں سے (الکفایہ للخطیب صـ۲۱) اس واقعہ کی روشنی میں بلا مزید تبصرہ کے سنت رسول کی ضرورت اور اہمیت صاف واضح ہے،

اتباع سنت کا مقام

۲۰:۔ مشہور اہل اللہ ابو زید بسطامیؒ فرماتے ہیں لَوْ نَظَرْتُمْ اِلٰی رَجُلٍ اُعْطِیَ مِنَ الْکَرَامَاتِ حَتّٰی یَرْتَفِعَ فِی الْهَوَاءِ فَلَا تَغْتَرُّوْا حَتّٰی تنظروا کیف تجدوا حاله عند الامر والنهی و حفظ الحدود واداب الشریعة (مرأة الجنان ۲۷) یعنی اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ ہوا میں اڑ رہا ہے وہ بڑی بڑی کرامات دکھا رہا ہے تم اس کا ذرا اعتبار نہ کرو یعنی کوئی ولی کامل غوث، قطب اسکو نہ سمجھنے لگ جاؤ بلکہ دیکھو کہ شریعت کے آداب و حدود کی پابندی کے معاملہ میں اس کا کیا حال ہے، اور شریعت و سنت کی تبلیغ اور امر نہی کے معاملہ میں اس کا کیا رویہ ہے اگر سنت مصطفویہ و شریعت الٰہیہ کا متبع اور مبلغ ہے تو بلا شبہ وہ ولی بھی صوفی بھی ہے لیکن اگر حدود شریعہ سے آزاد ہے تو اسکو معمولی درجہ کا انسان بھی قرار نہ دو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا قول ہے کہ جو معارف اور احوال بال بھر بھی شریعت (کتاب و سنت) کے مخالف ہوں وہ ایک جو کے عوض بھی خریدے نہیں جا سکتے۔

کتاب و سنت سے اعمال کا تقابل

۲۱:۔ عارف باللہ ابو حفص حداد نیشاپوری کا مقولہ ہے مَنْ لَمْ یَزِنْ اَفْعَالَهٗ وَاَحْوَالَهٗ کُلَّ وَقْتٍ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَلَا تَعُدَّهٗ فِیْ دِیْوَانِ الرِّجَالِ (مرأة الجنان صـ۱۷۹ / ۲۲) اور احوال کا ہر وقت کتاب و سنت کا مقابلہ کر کے اپنے اعمال کو مطابق سنت نہ رکھے خواہ وہ کیسا ہی آدمی ہو اس کو انسان نہ سمجھو اس میں اشارہ ہوا کہ بظاہر وہ تارک سنت خواہ ہوا میں اڑے پانی کی چادر پر کرامات دکھائے لیکن بایں ہمہ اس سنت رسولؐ کے تارک و بدعمل کو ولی صوفی تو کیا انسان بھی شمار نہ کرو بقول سعدی علیہ الرحمہ۔

میندار سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز برپئے مصطفےٰ

ترک سنت کا دنیوی وبال

۲۲۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ

شَيْخُهُمْ لَا يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا يَنْهَىٰ عَنِ الْمُنْكَرِ السُّنَّةُ فِيهِمْ بِدْعَةٌ وَالْبِدْعَةُ فِيهِمْ سُنَّةٌ فَعِنْدَ ذَالِكَ يُسَلِّطُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ شِرَارَهُمْ فَيَدْعُوا اخْيَارُهُمْ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ (مسند احمد ص۶ ج ۵) کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کا شیخ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عامل نہ ہوگا سنت کے کام بدعت سمجھے جائیں گے اور بدعت سنت سمجھی جائے گی اس کا وبال یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ برے اور ظالم حاکم کو ان پر مسلط کر دے گا اور ان کے صلحاء وابرار دعا کریں گے مگر قبول نہ ہوگی۔

ترک سنت کا اثر

۲۳۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اسکندریہ کی فتح کے لئے حضرت عمرو بن عاصؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ کیا اس کے فتح ہونے میں کافی تاخیر ہوئی حضرت عمرؓ برابر اس فکر میں رہنے لگے کہ اس تاخیر کا باعث کیا ہے آخر سوچ سمجھ کر سالار لشکر حضرت عمروؓ بن عاص کو ایک خط لکھا اور اس میں واضح کیا کہ اس فتح و تائید الہٰی میں تاخیر کا سبب میرے نزدیک بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ مسلمانوں نے کتاب وسنت کے بتائے ہوئے نمونہ پر اپنے عمل کو قائم نہیں رکھا لہٰذا آپ سب مسلمانوں کو جمع کر کے انہیں تبلاؤ کہ وہ اپنی اپنی زندگی میں معلوم کریں کہ کونسا کام خلاف سنت ہو رہا ہے چنانچہ ہر شخص نے سوچا اور غور کیا تو پتا چلا کہ ایک سنت سے عام طور پر غفلت تھی۔ اس پر اہتمام کے ساتھ عمل کرنا شروع ہوا تو بہت جلد مسلمانوں نے اسکندریہ کو فتح کر لیا (منتخب کنز جلد سوم ص۱) حضرت عمرؓ نے نہ فوج کی کمی کو اس کا سبب قرار دیا نہ گولا گھٹا مصالحہ بارود بندوق وتوپ کی کمی کو اس کا باعث قرار دیا اور نہ کسی دیگر مادی چیز کو اس باعث گردانا۔ بلکہ سرتاسر تمام تر نصرت وکامیابی کا مدار اخلاد سنت پر سمجھا اور آج ہر ناکامی کو مسلمانوں نے اپنی تعدادی اقلیت اور مادی سروسامان کی قلت پر محمول کرنے کا ایک حیلہ تراش لیا ہے اپنی ایمان افلاس نے الیدین کا کوئی وزن ہی قرار نہیں دیتے یہ حیلہ بھی بجائے خود ایک مستقل فتنہ ہے۔

کتاب وسنت کا علم

۲۴۔ امام شافعیؒ اور امام محمدؒ میں مناظرہ ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ میں سے کون

افضل ہے تو امام شافعی نے قسم دیکر امام محمد سے پوچھا مَنْ أَعْلَمُ بِالْقُرْآنِ صَاحِبُنَا أَمْ صَاحِبُكُمْ کہ قرآن کا زیادہ علم کسے ہے امام محمدؒ نے کہا امام مالکؒ کو پھر قسم دے کر پوچھا مَنْ أَعْلَمُ بِالسُّنَّةِ کہ سنت نبویہ کا دونوں اماموں میں سے کس کو زیادہ علم ہے امام محمدؒ نے کہا امام مالکؒ کو پھر پوچھا اصحاب رسولؐ کے اقوال کا زیادہ عالم کون ہے انہوں نے کہا امام مالکؒ ہیں اس پر امام شافعی نے فرمایا فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا الْقِيَاسُ وَالْقِيَاسُ لَا يَكُونُ إِلَّا عَلَى هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ فَعَلَى أَيِّ شَيْءٍ يَقِيسُ (مرأة الجنان ص ۳۴۶ ج ۱) کہ جب کتاب وسنت کا زیادہ علم امام مالکؒ کو ہوا تو اب قیاس کے علاوہ کیا باقی رہا اور پھر قیاس بھی انہی معتبات پر ہوتا ہے اور جب ان کا وسیع علم ہی نہیں تو قیاس بھی بے بنیاد ہوگا۔

کتاب وسنت بہر حال مقدم ہے

۲۵۔۔ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے إِذَا وَجَدْتُمْ فِي كِتَابِي خِلَافَ سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ فَقُولُوا بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ وَدَعُوا مَا قُلْتُ (صفۃ الصفوۃ ص ۱۴۶ جلد ۲) یعنی تم میری کتاب میں کوئی مسئلہ رسول اللہ کی سنت کے خلاف دیکھو تو میری رائے میرا زاتی قول سمجھ کر قطعی چھوڑ دو اور سنت رسولؐ کے مطابق اپنا قول وعمل رکھو۔

سنت رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول قابل قبول نہیں

۲۶۔۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے کس شاگرد نے کتاب المناسک کی ایک حدیث کے آخر میں لکھا ہے قَالَ عَبْدُ اللهِ وَبِهِ نَأْخُذُ، یعنی ہمارے استاد کا یہ خیال ہے اور ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں کسی موقعہ پر یہ عبارت آپکی نظر سے گذری تو منغص ہوئے اور اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا میں کون ہوں جو میرا قول لکھا جائے اور اس پر عمل کا مدار رکھا جائے، (صفۃ الصفوۃ ص ۱۰۸ ج ۴)

(الاعتصام جلد ۲ ش ۱۰ ص ۱۱)

اسلام میں سنت کا مقام

اسلام میں سنت یعنی حدیث کا مقام بہت بلند وارفع ہے، سنت کو بھی دین حق میں وہی مقام حاصل ہے جو قرآن پاک کو ہے قرآن کریم کی طرح سنت بھی بذریعہ وحی نازل ہوئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورۃ نجم) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ وحی آسمانی سے بولتے ہیں آیت ہذا کا ترجمہ مولٰنا روم فرماتے ہیں،

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

قرآن پاک نے بیان کیا۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ۵ سورہ نسا)۔ یعنی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اسنے خداوند کریم کی اطاعت کی دوسرے الفاظ میں یہ ترجمہ ہوا کہ جس نے حدیث پر عمل کیا اس نے قرآن ہی پر عمل کیا۔ ؎

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن　　پس حدیث مصطفٰے بر جاں مسلم داشتن

حدیث پاک کی منزل من اللہ ہونے پر یہ حدیث اظہر من الشمس ہے، عَنْ حَسَّانَ رضہ قَالَ کَانَ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَنْزِلُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ علیہ وسلم بِالسُّنَّةِ کَمَا یَنْزِلُ عَلَیْهِ بِالْقُرْاٰنِ (دارمی شریف ص۷۷)

حضرت حسان رضہ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح قرآن پاک کی وحی لئے کر آتے اسی طرح سنت کی وحی لیکر آتے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضہ حضور علیہ السلام سے جو بات سنتے لکھ لینے خود فرماتے ہیں لوگوں نے مجھے منع کیا کہ ہر بات نہ لکھا کرو۔ فَاِنَّ رَسُوْلَ صلعم یَتَکَلَّمُ فِی الرِّضَاءِ وَالسَّخَطِ (الحدیث) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خوش کی حالت میں کلام کرتے ہیں کبھی ناخوشی کی حالت میں عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی آپ کی کونسی بات لکھوں اور کونسی نہ لکھوں کس وقت لکھوں اور کس وقت نہ لکھوں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اُکْتُبْ مَا اَقُوْلُ فَوَاللّٰهِ مَا یَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ ۔ میری ہر بات لکھ لیا کرو خدا کی قسم میری زبان سے ہر وقت حق اور سچ ہی نکلتا ہے بعض احادیث میں تو سنت کے مطابق فیصلہ کرنے کو کتاب اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ کتاب الحدود مشکوٰۃ شریف ص۳۰۸ میں

ایک طویل حدیث کا اقتباس ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اِنَّ رَجُلَیْنِ اِخْتَصَمَا اِلٰی رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اَحَدُھُمَا اِقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَقَالَ الْاٰخَرُ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰہِ۔ (الحدیث)

یعنی دو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جھگڑا لیکر آئے ایک نے کہا کہ ہمارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق ہونا چاہیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَمَّا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَقْضِیَنَّ بَیْنَکُمَا بِکِتَابِ اللّٰہِ (الحدیث)

یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا آپ نے جو فیصلہ فرمایا وہ حدیث پاک میں مرقوم ہے جس کا قرآن پاک میں ذکر تک نہیں۔ اس حدیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ حدیث پاک کے مطابق فیصلہ کو حضور علیہ السلام قرآن پاک کا فیصلہ فرما رہے ہیں جیسے آپ کے الفاظ ہیں۔ لَاَقْضِیَنَّ بَیْنَکُمَا بِکِتَابِ اللّٰہِ ھٰذَا ھُوَ الْمَقْصُوْدُ۔ اور سائلان کے مطالبہ اقض بیننا بکتب اللہ سے ظاہر ہے کہ کما لا یخفی سے ایسے سینکڑوں واقعات کتب حدیث میں مرقوم ہیں! و فی ذالک کفایت لمن له الھدی۔

الاعتصام جلد ۱۸ نمبر ۱۳

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سالگرہ کرنا اس ہیئت سے کہ اس میں گرہ وغیرہ نہ ڈالی جاوے جیسا کہ دستور ہے بلکہ فقط لڑکے کو نہلا کر نئے کپڑے پہنا دیں اور کچھ شئے فی مثل بتاشے وغیرہ بلا دینے فاتحہ وغیرہ کے تقسیم کر دیں جائز ہے کہ نہیں اگر جائز ہے تو کس دلیل سے اور اگر ناجائز ہے تو کس دلیل سے، دلیل قرآن و حدیث سے ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ہماری شریعت محمدیہ میں سالگرہ کرنا پایا نہیں جاتا نہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کی سالگرہ کی گئی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور نہ تابعین رحمہم اللہ علیہم کے زمانہ میں کی گئی لہذا ممنوع ہے فرعون مردود سالگرہ کیا کرتا تھا فرعونی رسم ہے واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد الرحمن پنجابی۔ سید محمد نذیر حسین — فتاویٰ نذیریہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کھانا اولیاء اللہ کی قبروں پر لے جا کر خواہ ایک یا دس یا بیس مساکین کو کھلاوے، اور مساکین وہاں پر موجود نہ ہوں یعنی وہاں نہیں رہتے ہیں محض اس غرض سے دوسری جگہ سے مساکین طلب کر کے قبور مذکورہ پر کھانا کھلانا ازدیاد ثواب کا موجب ہوگا۔ درست ہے یا نہیں اور اگر منع ہے تو کہاں تک منع ہے۔

سوال دوم: عصر و مغرب کے درمیان علاوہ رمضان کے پانی پینا درست ہے یا نہیں اور جو لوگ عصر و مغرب کے درمیان پانی نہیں پیتے، ان کو گناہ ہے یا ثواب۔

الجواب: اولیاء اللہ کی قبروں پر کھانا لے جانا اور مساکین کو دوسری جگہ سے بلا کر غرض مذکور سے وہاں کھلانا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور جب یہ ثابت نہیں تو اس میں ثواب ہی کی امید نہیں ہے چہ جائے کہ زیادہ ثواب ہو، پس اس بے اصل و محدث بات سے احتراز لازم ہے۔

جواب سوال دوم: جیسے اور وقتوں میں پانی پینا درست ہے اسی طرح عصر اور مغرب کے درمیان میں پانی پینا بھی درست ہے اس وقت پانی پینے کی ممانعت شرع میں نہیں آئی ہے پس اس وقت پانی نہ پینا اور نہ پینے کو دین کے اعتبار سے اچھا یا ضروری سمجھنا جہالت کی بات ہے ہم جنین فہم کے لوگوں کو سمجھانا چاہیے اگر وہ باز آجائیں تو فبہا ورنہ وہ ضرور گنہگار ہوں گے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ عبد الرحیم اعظم گڈھی۔ کوپوری۔ ۱۸؍ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ ہجری۔ سید محمد نذیر حسین — فتاویٰ نذیریہ ج ۲

سوال: ایک شخص فوت ہوگیا اس کے جنازہ کی نماز گذاری گئی بعد اس کے اسقاط نہ کیا لوگ، آپس میں جھگڑنے لگے یہاں اس ملک میں یہ دستور ٹھہرا ہوا ہے کہ ایک قرآن شریف کو جنازہ کے ہمراہ کر

دیتے ہیں جب جنازہ کی نماز پڑھ چکتے ہیں تو قرآن شریف کو ایک دوسرے کے ہاتھ پھراتے ہیں اور ایجاب وقبول جس طرح سے ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:- ہمراہ جنازہ کے قرآن مجید کو لے جانے اور بعد نماز جنازہ کے اس کو ایک دوسرے کے ہاتھ پھرانے اور ایجاب وقبول کرنے کا جو وہاں دستور ہے وہ بالکل ناجائز و نادرست ہے اور بدعت و محدث ہے اس دستور کو مٹانا اور بند کرنا لوگوں کو اس ناجائز دستور سے روکنا اور منع کرنا حسب استطاعت فرض ہے واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید محمد ابوالحسن | سید محمد ابوالحسن | سید محمد نذیر حسین | فتاوی نذیریہ ص ۳۰

سوال:- ما قولکم رحمکم اللہ تعالے اندریں کہ در بعض امصار و اقطار این دیار بکثرت مروج است کہ شخصے از اولیائے میت بعوض فرائض و واجبات متروکہ میت چند کلام مجید خریدہ علی وجہ المخصوص و در ہنگام تدفینش چند اشخاص مخصوصہ را از حجاج و حفاظ بخواندہ می دہد و بآن از جانبین این چنین اقوال مع عقائد قویہ مسموع آیند کہ تا حین حیات این متوفی ہر چہ صوم و صلوٰۃ و غیرہما عمداً یا سہواً قضا و ترک کرد آن معطی بجزم اجزا و اسقاطہا ایش آن قرآن مذکور می دہد، و اخذ آن ہم بآن چنان عقیدہ عطیاتش قبول نمایند و بر آن ہر خاص و عام چناں معتقد و متیقن اند، کہ این مردہ با عطا چندیں کلام مجید بار درزہ و نماز طے شود بر گردن گیرندگان آن عطیات انداختہ بری الذمہ شد و بعضے علماء ہم با عطا رہم چنین اسقاطات مروجہ مع عقائد مذکورہ عوام الناس را تاکید بلیغ و ترغیب تام می دہند تا عقیدہ آخذ و معطی بدان قوی ماند پس این چنین اسقاط حکم جواز و صحت و اجزا دارد یا نہ بینوا توجروا۔

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس علاقہ میں یہ رواج ہے کہ جب مردہ کو دفن کر چکتے ہیں تو اولیائے میت میں سے کوئی آدمی ایک یا چند قرآن مجید حاجیوں اور حافظوں سے بلا کر کہتا ہے کہ میں نے یہ قرآن مجید اس میت کے متروکہ نماز و روزہ کے عوض تم کو دیتا ہوں اور پھر وہ آدمی اسی طرح دوسرے کو وہ قرآن مجید بخشتا ہے اور پھر وہ کسی اور کو علی ہذا القیاس چند بار اس کو پھیر کر پھر اسی آدمی کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور اس طرح کرنے سے ان کا خیال ہے کہ اس کے نماز روزہ جو اس کے ذمہ واجب الادا تھے اس سے ساقط ہو جاتے ہیں اور اس علاقہ کے بعض علماء اس کی عوام کو تلقین کرتے ہیں کیا اس طرح نماز روزہ ساقط ہو جاتے ہیں۔

الجواب :- آں اسقاط حکم جواز و صحت ندارد) کما فی در المختار فی ذکر الفدایة ولو قضاها ورثته بامره لم یجز لانها عبادة بدنیة بخلاف الحج لانہ یقبل النیابة وفیه ایضا ولو فدی عن صلوتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم وکذا فی الشامی ان الصلوة لا تسقط عن المیت بذلك وکذا الصوم نعم لو صام او صلی وجعل ثواب ذلك للمیت صح لانہ یصح ان لا یجعل ثواب عمله لغیره عندنا قوله ای الدر المختار لانہ یقبل النیابة لانہ عبادة مرکبة من البدن والمال فان العبادة ثلاثة انواع مالیة وبدنیة ومرکبة منهما فالعبادة المالیة کالزکوة تصح فیها النیابة حالة العجز والقدرة والبدنیة کالصلوة والصوم لا تصح فیها النیابة مطلقا والمرکبة منهما کالحج ان کان نفلا تصح فیها النیابة مطلقا وان کان فرضا لا تصح الخ وفیه ایضا ثم اعلم انہ اذا اوصی بفدیة الصوم یحکم بالجواز قطعا لانہ منصوص علیه واما اذا لم یوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد فی الزیادات انہ یجزیه ان شاء الله تعالی تعلق الاجزاء بالمشیة لعدم النص وکذا علقه بالمشیة فیما اذا اوصی بفدیة الصلوة کانهم الحقوها

الجواب :- اس طرح کا اسقاط جائز نہیں ہے در مختار میں ہے کہ اگر روزہ کے فدیہ کی مرنے والا وصیت کر جائے تو اس کے وارث اگر ادا کردیں تو اس سے ساقط ہو جائے گا، اور اگر وصیت نہ کرے اور وارث از خود ادا کریں تو یہ صحیح نہیں ہے بخلاف نماز کے کہ وہ بدنی عبادت ہے اور حج میں نیابت جائز ہے شامی میں ہے کہ اس طرح میت سے نماز ساقط نہیں ہوتی اور ایسے ہی روزہ کا حکم ہے ہاں اگر ورثار خود نماز پڑھیں اور روزہ رکھیں اور اس کا ثواب میت کو بخشیں تو صحیح ہے کیونکہ آدمی اپنا عمل غیر کو ہبہ کرسکتا ہے اور عبادت تین قسم کی ہے مالی بدنی اور مرکب مالی عبادات مثلاً زکوٰۃ وغیرہ میں نیابت جائز ہے جب کہ اس کو قدرت نہ ہو اور بدنی عبادات میں نیابت جائز نہیں ہے مثلاً نماز اور روزہ اور مرکب عبادات مثلاً حج وغیرہ میں اگر نفلی ہو تو نیابت جائز ہے اور اگر فرضی ہو تو نیابت جائز نہیں ہے میت اگر روزہ کے فدیہ کی وصیت کر جائے تو درست ہے اور اگر وارث از خود فدیہ دیں تو امام محمد نے زیادات میں کہا ہے کہ امید ہے اللہ اس کو معاف فرما لے گا اور عجز کی حالت میں رہی ہوئی نمازوں کو بھی بعض نے روزہ پر قیاس کیا ہے، لیکن روزہ کے متعلق تو یقین سے کہتے ہیں کہ

بالصوم احتیاطا لاحتمال کون النص فیہ معلولا بالعجز فتشمل العلۃ الصلوۃ وان لم یکن معلولا تکون الفدیۃ برا مبتدأ یصلح ماحیا للسیئات فکان فیہا شبہۃ کما اذالم یوص بفدیۃ الصوم فلذا جزم محمد بالاول ولم یجزم بالاخیرین نعلم انہ اذالم یوص بفدیۃ الصلوۃ فالشبہۃ اقوی وفیہ ایضا قولہ ولو فدی عن صلوتہ فی مرضہ لایصح فی التاتارخانیۃ عن التتمۃ سئل الحسن بن علی عن الفدیۃ عن الصلوۃ فی مرض الموت ھل تجوز فقال لا وسئل ابو یوسف عن الشیخ الفانی ھل تجب علیہ الفدیۃ عن الصلوات کما تجب علیہ عن الصوم وھو حی فقال لا (الی) وفی الفتیۃ ولا فدیۃ عن الصلوۃ حالۃ الحیاۃ بخلاف الصوم (الی) ومقتضاہ ان غیر الشیخ الفانی لیس لہ ان یفدی عن صومہ فی حیاتہ لعدم النص ومثلہ الصلوۃ (الی) بخلاف الشیخ الفانی فانہ تحقق عجزہ قبل الموت عن اداء الصوم وقضائہ فیفدی فی حیاتہ ولا یتحقق عجزہ عن الصلوۃ لانہ یصلی بماقدر ولو مومیا براسہ فان عجز عن ذلک سقطت عنہ اذا کثرت (الی) وبما قررنا ظھر ان قول الشارح بخلاف الصوم ای فان لہ ان یفدی عنہ فی حیاتہ خاص فی الشیخ الفانی تامل وفی کتب الاصول ان الفدیۃ فی الصوم للشیخ الفانی لما کانت ثابتۃ بنص غیر معقول ینبغی ان تقصروا علیہ ولم تقیسوا علیہ، من مات وعلیہ صلوۃ

پس ازیں ادلہ کثیرہ کتب معتبرہ چون معلوم شد کہ عبادات بدنیہ بجز شخص مخصوص باعطاء اموال ساقط وکافی نمی شود تاہم بطریق ادائے آن چنان اسقاطات مروجہ مع خصوصیات ممنوعہ وعقیدہ مذکورہ عوام این زمان اغذ داعطار رواد جائز نخواہد شد بلکہ اولویت آن است کہ اولیائے میت

وہ فدیہ ہوگی اور نماز کے متعلق توقع کے الفاظ بیان کرتے ہیں اگر آدمی اپنی بیماری کی حالت میں نمازوں کا فدیہ دے تو یہ جائز نہیں ہے اگر بوڑھا آدمی جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا اپنے روزہ کا فدیہ دے تو یہ جائز ہے اور عاجز آدمی نماز کا فدیہ نہیں دے سکتا اگر کھڑے نہ پڑھ سکتا ہو تو اشارہ سے پڑھے اگر اشارہ کی بھی طاقت نہ ہو تو جب نمازیں زیادہ ہو جائیں گی تو اس سے ساقط ہو جائیں گی ہاں روزہ کا فدیہ چونکہ نص سے ثابت ہے اس پر نماز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بدنی عبادات میں نیابت اصولاً منع ہے، الحاصل ایسی اسقاط کتاب وسنت اور فقہ کی کتابوں کے بھی برخلاف ہے خصوصاً جب کہ اس کے ساتھ یہ

روزہ داشتہ ونماز گذاردہ بروحش ایصال ثواب نمایند چنانکہ بعبارت شامی ماسبق معلوم شدہ است۔

المستخرج محمد امین الدین عفی عنہ۔

رشید احمد	عبدالوہاب	محمد وسیم الدین	محمد اسد علی
محمد عبدالمطلب	این چنین اسقاط حکم جواز و صحت ندارد		سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۰۳

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مزارات اولیائے عظام پر بامید صحت یا بی یا دفع جنا ئےشفعیا برآنے کسی دوسرے مقصد دینا وی کے چلہ کرنا کیسا ہے اس مسئلہ کا جواب کتب معتبرہ سے زبان اردو میں تحریر فرمادیں اور جو عبارت کتاب کی ہو اس کا ترجمہ بھی نیچے کریں تاکہ عوام کو نفع ہو بینوا توجروا۔

الجواب:۔ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے مزار کے پاس جاکر دعائے حاجت یا چلہ کرنا کہ موثر الی الاجابۃ وحاجت روا ہو غیر مشروع ہے کیونکہ شارع کی طرف سے امر واذن نہیں پایا گیا، اور نہ صحابہ وتابعین وغیرہم رضی اللہ عنہم سے منقول ہے بلکہ ممنوع ومحظور ہے شرعاً من[۱] عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد کما رواہ البخاری وکرہ مالك ان یقول زرنا قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم وعللوہ بان لفظ الزیادۃ صار مشترکا بین ما شرع ومالم یشرع فان منھم من قصد بزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورھم ویدعو عندھا ویسألھم الحوائج وھذا لا یجوز عند احد من العلماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق اللہ وحدہ انتھی ما فی مجمع البحار للشیخ العلامۃ المحدث ابن طاھر الفتنی،

ہر مسلم دیندار شریعت شعار پر فرض ہے کہ ایاک نعبد وایاک نستعین پر متوجہ بدل رہے،

عبیدہ بھی شامل ہوجائے کہ اس طرح فرائض ساقط ہوجاتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ شامی کی عبارت کے مطابق ورثا رخود نماز روزہ ادا کرکے اس کو ثواب پہنچائیں۔ واللہ اعلم ۱۲۔

[۱] جو کوئی ایسا کام کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ کام مردود ہے امام مالکؒ اس قول کو کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ زیارت کا لفظ مشروع اور غیر مشروع طریقوں میں مشترک ہوگیا ہے بعض لوگ انبیاء اور صلحاء کی قبروں پر جاتے ہیں وہاں قبر کے پاس جاکر نماز پڑھتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اور یہ کام کسی بھی مسلمان عالم کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ عبادت اور طلب حاجات اور استمداد صرف اللہ کا حق ہے ۱۲۔

وقال الله تعالیٰ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ الآية[1] وقال الله تعالیٰ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ الآية[2] وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ الآية وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وغيرها من الآيات الدالة على أن لا يدعو ولا يسأل الحوائج من غير الله تعالیٰ كما لا يخفى على من تأمل وتدبر القرآن المجيد ۔

آن نیاز مرہمی بود است درد   کان چنان طفلی سخن آغاز کرد
ہر کجا دردے دوا آن جا بود   ہر کجا فقرے نوا آنجا بود

قال الله تعالیٰ[3] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ الآية ۔

وے کز نور رحمن نیست روشن   مخوانش دل کہ آن سنگ است وآہن
وے کز گرد غفلت زنگ دارد   از آن دل سنگ وآہن ننگ دارد

مجالس الابرار میں مذکور ہے، أما[4] الزيارة البدعية فهي زيارة القبور لأجل الصلوة عندها والطواف لها وتقبيلها واستلامها وتعفير الخدود عليها وأخذ ترابها ودعاء أصحابها والاستعانة وسؤالهم النصر والرزق والعافية والولد وتفريج الكربات وإغاثة اللهفان وغير ذلك من الحاجات التي كان عباد الأصنام يسألون من أصنامهم فأصل هذه الزيارة البدعية مأخوذ منهم وليس

---

[1] جب تم سے میرے بندے تیرے متعلق سوال کریں تو آپ کہدیں میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو فوراً قبول کرتا ہوں ۱۲ [2] بے قرار جب دعا کرتا ہے تو اس کی دعا کو کون سنتا ہے اور کون تکالیف کو دور کرتا ہے الآیۃ تم کو آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی خدا ہے آپ کہیں کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کے سوائے نہ کسی کو پکارا جائے نہ سوال کیا جائے ۱۲۔

[3] تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی، ان کو مہلت زیادہ ملی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں ۱۲ [4] اگر کوئی آدمی کسی قبر کے پاس نماز پڑھے طواف کرے اس کو سلام کرے بوسے دے اپنے رخسار اس پر ملے اس کی مٹی برکت کے لئے لے لے اور قبر والے سے دعا کی درخواست کرے اس سے مدد مانگے رزق عافیت اور تکلیفوں کے دور کرنے کی درخواست کرے تو یہ زیارت بدعیہ ہے،

بشی من ذلک مشروعا باتفاق علماء المسلمین اذ لم یفعلہ رسول رب العلمین ولا احد
من الصحابۃ والتابعین وسائر ائمۃ الدین انتہی ما فی مجالس الابرار مختصرا ۔

ومولانا شاہ عبد العزیز دہلوی تحت آیت کریمہ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کے اپنی تفسیر میں ارشاد
کرتے ہیں کہ منجملہ فرقہائے مشرکین چہارم فرقہ پیر پرستاں گویند چون مرد بزرگے کہ بسبب کمال
ریاضت ومجاہدہ مستجاب الدعوات ومقبول الشفاعت عند اللہ شدہ بود ازین جہان می گذرد،
روح اورا قوتے عظیم ووسعتے فخیم بہم می رسد، ہر کہ صورت اورا برزخ سازد یا در مکان نشست
وبرخاست او یا بر گور او سجود وتذلل تمام نماید روح او بہ سبب وسعت واطلاق بر آن مطلع شود،
ودر دنیا وآخرت درحق او شفاعت نماید انتہے مافی التفسیر العزیزی،

وقاضی شہاب الدین دولت آبادی صاحب تفسیر بحر مواج در عقیدہ اسلامیہ در بیان الفاظ
کفر نوشتہ منہا استہزاء الشریعۃ واستہانتہا وطلب الحوائج من الاموات انتہی کلامہ
مختصرا ۔ حقیقۃ الدعاء استدعاء العبد ربہ جل جلالہ والاستمداد والمؤنۃ انتہی
مافی التفسیر النیشاپوری ۔ الاستعانۃ نوع تعبد کذا فی معالم التنزیل ولم یکن احد من
السلف یاتی قبر نبی ولا غیر نبی لاجل الدعاء عندہ ولا کان الصحابۃ یقصدون
الدعاء عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا عند قبر غیرہ من الانبیاء و
انما کانوا یصلون ویسلمون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ رض کذا قال
شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم فی صراط مستقیم ۔

بت پرست لوگ اپنے بتوں پر جاکر بھی کچھ ٹونا کیا کرتے تھے اور یہ بدعت زیارت انہی لوگوں سے حاصل کی گئی ہے باتفاق علمائے مسلمین
یہ کام غیر مشروع ہیں کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور دین کے ائمہ میں سے کسی نے بھی یہ کام نہیں کئے ۱۲
سے۔ مشرکین میں سے چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جب آدمی کثرت ریاضت کی وجہ سے مقبول
الشفاعت اور مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے تو جب وہ اس جہان سے چلا جاتا ہے تو اس کی روح کو بہت زیادہ قوت
نصیب ہو جاتی ہے پھر جو کوئی اس کا تصور کرے یا اس کی نشست وبرخاست کی جگہ پر جاکر سجدہ کرے تو وہ اس سے،
مطلع ہو جاتے ہیں اور دنیا وآخرت میں اس کے حق میں شفاعت کریں گے ۱۲
سے۔ شریعت کو ٹھٹھا کرنا اس کی توہین کرنا اور مردوں سے حاجات طلب کرنا یہ سب کفر کے کلمات ہیں، تفسیر نیشاپوری
اور معالم التنزیل میں ہے کہ استعانت عبادت کی ایک قسم ہے اور سلف صالحین میں سے کوئی بھی انبیاء اور غیر انبیاء کی قبروں پہ دعا
کرنے کے لئے نہیں جایا کرتا تھا بلکہ صحابہ تو آنحضرت کی قبر پر بھی نہیں جایا کرتے تھے۔ وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
شیخین پر درود اور سلام کہا کرتے تھے ۱۲

ندارم ہیچ گونہ توشہ را — بجز لاتقنطوا من رحمۃ اللہ
تو فرمودی کہ نومیدی میارید — زمن لطف وعنایت چشم دارید
بدین معنے بسے امیدواریم — بہ بخشائے کہ بس امیدواریم
امید دردمنداں را روا کن — دل امیدواراں را دوا کن
ذرا سن تو نصیحت اے میری جان — کہ راضی تجھ سے ہو وہ آفریں جان
خدا کو کیوں نہیں کافی سمجھتا — کہ بندوں پاس پھرتا ہے بھٹکتا
وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے — جسے تو مانگتا ہے اولیاء سے
خدا وہ ہے جو چاہے ایک کن سے — بنا دے لاکھ عالم ایسے ایسے
جہان سارا اگر آمادہ ہو جا — نہ ہو اک بال بھی ٹیڑھے سے سیدھا
جو خود محتاج ہو اپنی بقا میں — تصرف کیا کرے گا اور جا میں
جو خود مرجائے جانبر ہو نہ اک دم — وہ کیوں کر روک دے گا جان عالم
جو اپنے رزق میں محتاج ہووے — وہ کیوں کر بھوک کو بھوکے کی کھووے
ذرا تو خوف کر قہر خدا سے — حیا کر روئے پاک مصطفے سے
نبی کرتے رہے تعلیم توحید — سکھاتے تھے سدا وہ حق کی تمجید
تو سکھلاتا ہے بدعت شرک کی بات — مسلمانوں پہ نازل کرتا آفات
تصرف کس کا عالم میں بھلا ہے — خدا نے کس کو قادر یاں کیا ہے
تدبر سے قرآں پڑھتا نہیں ہے — سمجھتا مدعا اس کا نہیں ہے
پڑھی ہیں پوتھیاں شاید کہ تو نے — یہ باتیں شرک کی لی ہیں اسی سے
بھلا کیا زید کے ہاں ڈھیر میں ہے — مگر تو روڑیوں کے پھیر میں ہے
رہ توحید کو کیوں تو نے چھوڑا — خدا سے کس لئے یوں منہ کو موڑا
خدا نے انبیاء اور اولیاء کو — بنایا تا نہ چھوڑیں شرک کی بو
یہاں تو نے خدا ان کو بنایا — نہ تو نے نفع کچھ ان سے اٹھایا
اگر کچھ عقل ہے کافی ہے اتنا — نہ گر ہے مہر دل پر تو کہوں کیا

بس اب حق سے یہی ہے چاہ اپنی دکھا دے ہم سبھوں کو راہ اپنی

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ -

طالب حسنیین سید محمد نذیر حسین

ز شرف سید کونین شد شریف حسین

محمد عبدالحلیم

محمد حفیظ اللہ

الجواب صحیح وخلافہ قبیح

محمد یوسف

جواب مجیب صحیح ہے جو اس پر بھی نہ سمجھے تو جہل ہے، خدا نے مہر ہے دل پر لگائی

محمد غلام اکبر خان سنی محمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم، محمد حسین قادری وغفوری

فتاویٰ نذیریہ ص ۲۰۲

ہست منصور علی ازا حمد

محمد صدیق

سوال ۱۰۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب عورتوں کے اولاد پیدا ہوتی ہے تو مولود کا نارا کاٹ کر اسی گھر میں جہاں وہ پیدا ہوا دفن کرتے ہیں اور کچھ چھلے وغیرہ آگ میں جلاتے ہیں اور مولود کو سوپلا یعنی چھاج میں لٹاتے ہیں سو یہ درست ہے یا نہیں۔

۲۔ جب عورتوں کے اولاد پیدا ہوتی ہے تو سوا مہینہ کنویں پر جانا اور اس کو چھونا برا جانتی ہیں جب خون نفاس سے فارغ ہوتی ہیں اور تاریخ ولادت سے چالیس روز گذر جاتے ہیں تو کنویں پر جاتی ہیں اور کنویں میں خواجہ خضر کو سمجھ کر تھوڑا اسندوا اور چاول اور سرسوں اس کنویں پر رکھتی ہیں بعد ازاں پانی بھر کر چلی آتی ہیں اس کو کنواں چھونا کہتے ہیں تو اس کا نکاح باقی رہا یا نہیں اور یہ رسم کیسی ہے۔

۳۔ جو عورت ایسا کام کرے کہ اس کا نکاح ٹوٹ جائے تو اس پر طلاق رجعی عاید ہوئی یا بائن اور وہ عورت کس صورت سے اسی شوہر کے نکاح میں آسکتی ہے،

۴۔ ایک آدمی نے اپنی عورت کو اسقاط حمل کی دوا دی اس کا حمل گر گیا تو وہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں۔

۵۔ یا اپنی عورت کو ایسی دوا دیتا ہے کہ جس سے حمل نہ رہے اور وہ بانجھ ہو جاوے درست ہے یا نہیں فقط۔

الجواب: جواب سوال اول یہ رسم نادرست وناجائز ہے اس واسطے کہ محض بے اصل ہے، اس کی شرع سے کوئی سند نہیں ہے اور مولود کو سو پیالیں لٹانا بھی نہیں چاہیئے کیونکہ عوام اس فعل کو اس غرض سے کرتے ہیں کہ اس سے مولود زندہ رہے گا لہذا اس فعل سے اجتناب چاہیئے۔

جواب سوال دوم۔ یہ رسم بالکل جہالت وضلالت کی رسم ہے اس سے بھی احتراز واجتناب لازم ہے، سوا مہینہ تک کنویں پر جانے کو اس خیال سے برا سمجھنا کہ کنویں میں خواجہ خضر رہتے ہیں عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے عقل کے خلاف اس وجہ سے ہے کہ جب ایک خاص کنویں میں خضر علیہ السلام کا وجود مانا جاوئے گا تو اور کنوؤں میں بھی ان کا وجود ضرور ماننا پڑے گا ورنہ تخصیص بلا مخصص لازم آوئے گی اور جب دیگر کنوؤں میں بھی خضر کا وجود مانا جاوے گا تو بہت سے خضر کا ہونا لازم آئے گا کیونکہ شخص واحد کا ایک وقت میں امکنہ متعددہ میں ہونا محال ہے اور حسب تعداد کنوؤں کے بہت سے خضر کا ہونا اور حسب کمی وبیشی کنوؤں کے خضر کا کم وبیش ہونا بالکل خلاف عقل ہے اور خلاف نقل اس وجہ سے ہے کہ کسی نقلی دلیل سے خضر علیہ السلام کا کنویں میں ہونا ثابت نہیں بلکہ کسی دلیل صحیح سے اب ان کا موجود ہونا ہی ثابت نہیں بلکہ صحیح بخاری کی اس حدیث سے خضر علیہ السلام کا زندہ نہ ہونا صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

عن عبد الله بن عمر رض قال صلی النبی صلی الله علیہ وسلم صلوۃ العشاء فی اخر حیاته فلما سلم قام النبی صلی الله علیہ وسلم فقال ارأیتکم لیلتکم ھذہ[1] فان رأس مائة سنة لا یبقی ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احد الحدیث۔

غرض حضرت خضر علیہ السلام کو کنویں میں سمجھنا اور تاریخ ولادت سے سوا مہینہ تک کنویں پر نہ جانا اور اس کے چھونے کو برا سمجھنا اور چالیس دن گذر جانے کے بعد سیندور وغیرہ کنویں پر رکھنا نہایت بری رسم ہے اور سراسر جہالت اور ضلالت کی بات ہے جو عورت یہ کنواں چھونے کی رسم کرے گا وہ بلاشبہ گنہ گار ہوگی مگر ہاں اس رسم سے اس کا نکاح نہیں ٹوٹے گا۔

جواب سوال سوم۔ جو عورت ایسا کام کرے کہ جس کی وجہ سے اس کا نکاح ٹوٹ جائے تو اس

[1] عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ حضور نے اپنی آخری زندگی میں ایک عشاء کی نماز پڑھائی آپ سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو... اور فرمایا کہ آج کی رات مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج سے سو سال بعد تک آج کی دنیا کا کوئی انسان موجود نہ رہے گا ۱۲۔

طلاق عاید نہیں ہوتی ہے نہ بائن اور نہ رجعی، اور وہ عورت اگر پھر اپنے شوہر کے نکاح میں آنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ اس کام سے توبہ کرے، اور اس سے۔ نکاح کرے،

جواب سوال چہارم، اگر نفخ روح کے بعد اسقاط حمل کی دوا دی، اور حمل گر گیا، تو وہ بالاتفاق گنہ گار ہوگا اور بہت بڑا گنہ گار ہوگا۔ اور قبل نفخ روح کے اسقاط حمل کی دوا دی اور حمل گر گیا تو اس صورت میں جن علماء کے نزدیک عزل ناجائز ہے ان کے نزدیک وہ شخص گنہ گار ہوگا اور جن علماء کے نزدیک عزل جائز ہے ان کے نزدیک گنہ گار نہیں ہوگا، حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں،

ینتزع[1] من حکم العزل حکم معالجة المرأة اسقاط النطفة قبل نفخ الروح فمن قال بالمنع هناك ففی هذه اولی ومن قال بالجواز یمکن ان یقول فی هذه ایضا بالجواز ومن قال بالجواز یمکنه ان یفرق بانه اشد لان العزل لم یقع فیه تعاطی السبب ومعالجة السقط بعد السبب انتهی قال ابن الهمام فی فتح القدیر یباح الاسقاط مالم یتخلق وفی الخانیة لا اقول انه یباح الاسقاط مطلقا فان المحرم اذا كسر بیض الصید یكون ضامنا لانه اصل الصید فاذا كان هناك مع الجزاء اثم فلا اقل ان یلحقها اثم ههنا اذا اسقطت من غیر عذر وقال فی البحر ینبغی الاعتماد علیه لان له اصلا صحیحا یقاس علیه والظاهر ان هذه المسئلة لم تنقل عن ابی حنیفة صریحا ولذا یعبرون بقالوا انتهی۔

جواب سوال پنجم:۔ ایسی دوا دینا جس سے حمل نہ رہے حکم میں اسقاط قبل از نفخ روح کے ہے پس

---

[1] یعنی عزل کے حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ جان پڑنے سے پہلے عورت کا حمل گرا دینا بھی جائز ہے اور جو عزل کو ناجائز سمجھتے ہیں ان کے نزدیک حمل گرانا بالاولیٰ ناجائز ہے اور جو عزل کو جائز سمجھتے ہیں وہ اس کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور جو عزل کو جائز سمجھتے ہیں وہ اسقاط کو ناجائز بھی کہہ سکتے ہیں کیوں کہ عزل میں سبب ممانعت کوئی نہیں ہے اور یہاں سبب موجود ہے ابن الہمام نے فتح القدیر میں کہا ہے جب تک جان نہ پڑے حمل کا گرا دینا جائز ہے اور خانیہ میں ہے کہ اسقاط حمل کو مطلقاً مباح کہنا درست نہیں ہے کیونکہ محرم اگر کسی پرندہ کا انڈا توڑ ڈالے، تو اس پر ضمان ہے کیونکہ وہ شکار کا اصل ہے اور جس صورت میں وہاں جزا کے باوجود گناہ بھی ہوتا ہے تو بغیر عذر آدمی کے حمل کو گرا دینا اس سے کم تو نہیں ہوگا بحر میں کہا ہے کہ خانیہ کی روایت پر اعتماد کرنا چاہئے اور ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ سے ثابت نہیں ہے اسی لئے تو اسے قالوا کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں ۱۲

جن کے نزدیک وہ جائز ہے یہ بھی جائز ہے اور جن کے نزدیک وہ جائز نہیں یہ بھی جائز نہیں حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں. یلحق بھذہ المسئلۃ تعاطی المرأۃ ما یقطع الاصل من اصلہ نقل افتی بعض المتاخرین من الشافعیۃ بالمنع وھو مشکل علی قولھم باباحۃ العزل مطلقا انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ عبد الرحیم عفی عنہ فتاویٰ نذیریہ ج ۳ ص ۲۰۹ سید محمد نذیر حسین

سوال ۱۔ بتقریب شادی رنگ وتماشہ نمودن وآتش بازی وآرائش وغیرہ جائز است یا حرام۔

۲۔ حکم مرتکبین وفاعلین آنہا چیست۔

۳۔ بجلسے کہ این چنین منکر باشد خواہ آن مجلس مجلس ولیمہ یا عقد خوانی باشد یا غیر آن باشد مسلمانان را در ان مجلس شریک شدن جائز است یا نہ واگر نادانستہ حاضر شوند چہ کنند باز آیند یا شریک مجلس باشند۔

۴۔ واگر کسے از مولویان یا کسے دیگر کہ عوام بفعل او حجت گیرند با وا قتدا کنند شریک آن مجلس شود و بوقت طلب دلیل رو برروئے مردمان گوید دلیلش از کجا آورم خود زبانم دلیل است شرعا حکم این چنین شخص چیست ونماز مسلمین در پس او جائز است یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب ۱۔ بتقریب شادی وغیرہ رنگ تماشہ نمودن وآتش بازی کردن ناجائز است عن عقبۃ بن عامر رضی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ

ل:۔ اس مسئلہ کے ساتھ یہ بھی ملحق ہے کہ عورت حمل گرانے کے لیے دوائی استعمال کرے شافعیہ میں سے بعض متاخرین نے اس سے منع کیا ہے لیکن عزل کے جواز کا فتویٰ دے کر اس سے منع کرنا مشکل ہے،

سوال ۱:۔ (۱) شادی بیاہ میں راگ رنگ اور تماشہ، آتشبازی اور زیب وزینت جائز ہے یا حرام!۔

۲:۔ ان کا ارتکاب کرنے والے کیسے ہیں۔

۳:۔ ایسی مجلسوں میں مسلمانوں کو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔ اگر کوئی نادانستہ چلا جائے تو پھر اس میں شامل ہے یا واپس آجائے

۴:۔ اگر کوئی مولوی یا پیر ایسی مجلس میں چلا جائے کہ لوگ اس کی سند لیتے ہوں، اور اس سے دلیل طلب کی جائے تو وہ جواب میں کہے اس کی دلیل خود میری زبان ہے ایسا آدمی کیسا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ شادی میں راگ رنگ اور آتشبازی وغیرہ منع ہے عقبہ بن عامر نے آنحضرت صلی علیہ وسلم کو فرماتے سنا

بقوسہ وتادیبہ فرسہ وملاعبتہ امرأتہ فانھن من الحق۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ یعنی ہر چیز کہ بازی کند بآں چیز مرد باطل وناروا است مگر تیر انداختن او بکمان خود وادب کردن اسپ خود را وبازی کردن مرد زن خود را پس بدرستیکہ این اشیاء از جملہ حق است وثابت است وبحقیقت داخل لہو نیستند۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ در بعضے تحریرات وتالیفات خود در بیان رسومات منہیات نوشتہ اند۔ ولا یجوز تضییع المال باحراق البارود ولکاغذ ورکوب الخیل والطواف بالبلد من غیر حاجۃ قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَاِظْهَارِ الْمَعَازِفِ وَالْمَلَاهِي وَاِظْهَارِ لَعِبِ اللَّعَابِيْنَ وَسَتْرِ حِيْطَانِ الْبَيْتِ بِالثِّيَابِ الْجَمِيْلَةِ تَزَيُّنًا وَدُخُوْلِ النِّسَاءِ الْاَجْنَبِيَّاتِ عَلَى الزَّوْجِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْعَقْدِ وَكَلَامِهِنَّ مَعَهٗ وَمَسِّ اَنْفِهٖ وَاُذُنِهٖ وَوَضْعِ النَّبَاتِ عَلٰى جَسَدِ الزَّوْجَةِ وَاَمْرِ الزَّوْجِ اَنْ يَّرْفَعَهٗ بِلِسَانِهٖ وَحُفُوْفِ النِّسَاءِ حَوْلَ الزَّوْجِ وَالزَّوْجَةِ عِنْدَ الْخَلْوَةِ كُلُّهٗ مِنَ الْبِدْعَاتِ الْمُحَرَّمَةِ انتہی کذا فی المسائل الاربعین لمولانا محمد اسحٰق الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

وایضا فیہ سر کردن آتش بازی اسراف است در شادی باشد یا غیر آن واسراف در شرع شریف ممنوع است۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔ انتہی۔

اللہ ایک تیر کی وجہ سے کئی آدمیوں کو جنت میں داخل کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ تمام کھیل ناجائز ہیں سوائے تیر اندازی، اور گھوڑے کو کرتب سکھانے اور اپنی بیوی سے کھیلنے کے کہ یہ تینوں کھیل جائز ہیں شاہ عبدالعزیز نے اپنی تالیفات میں ممنوع رسوم کے ضمن میں لکھا ہے آتشبازی کرنا دولہا کو گھوڑے پر سوار کرا کے شہر کے گرد چکر لگوانا منع ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی طرح ہونا جو اپنے گھروں سے فخر اور ریا کی نیت سے نکلے باجے بجانا، دیواروں پر پردے لٹکانا، اجنبی عورتوں کا دولہا کے پاس اکر باتیں کرنا اس کے ناک، کان مروڑنا اور دولہن کے جسم پر شیرینی رکھ کر دولہا کو کہنا کہ اس کو اپنے منہ سے اٹھاؤ اور خلوت کے وقت دولہا دلہن کو عورتوں مردوں کا گھیر لینا سب حرام بدعات ہیں۔

مولانا محمد اسحاق دہلوی اپنے رسالہ اربعین میں لکھتے ہیں آتش بازی اسراف ہے اور اسراف حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔

۲: مرتکبین آنہا مبتدعین و مسرفین و گنہ گارانند۔

(۳) بمجلسے کہ این چنین منکر باشد، خواہ آن محفل محفل ولیمہ باشد یا غیر آن باشد مسلمانان را خواہ مقتدا باشند یا غیر مقتدا دران محفل شریک شدن جائز نیست، و اگر نادانستہ حاضر شوند باز آیند، ہمیں حکم از ظاہر احادیث ثابت می شود، و اہل علم درین باب گونہ اختلافے دارند در مسائل اربعین مرقوم است، مدعو اگر قبل از حضور معلوم کند، کہ در آنجا منکر است حاضر نہ شود، و اگر او را معلوم نہ بود و بعد حاضر شدن منکرات پیش آمد پس آن مدعو اگر مقتدا است و قدرت منع آن از دست یا زبان می دارد در کردہ بنشیند، و سنت ولیمہ کہ اجابت دعوت است ادا کند و الا از ان مکان بیرون آید و اگر عامی است و قدرت منع بر آن منکرات آنجا نمی دارد پس اگر نشستہ بخورد جائز است زیرا کہ اجابت دعوت سنت است و عامی را میسر نسد کہ بوجود بدعت سنت را ترک نماید، چنانچہ در شرح وقایہ مرقوم است اعلم انہ لا یخلوا انہ ان علم قبل الحضور ان ھناك لھوا لا یجوز الحضور و ان لم یعلم قبل ذلك لکن ھجم بعدہ فان کان قادرا علی المنع یمنع و ان لم یکن قادرا فان کان الرجل مقتدی یخرج لئلا یقتدی الناس و ان لم یکن مقتدی فان تعد و اکل جانکان اجابۃ الدعوۃ سنۃ فلا تترك بسبب بدعۃ کصلوۃ الجنازۃ تحضرھا النائحۃ انتہی لیکن عامی را ہم ضرور است کراہت آن بدل دارد و فی الحدیث فلم یستطع فبقلبہ و ذلك اضعف الایمان .... و اگر کراہت بدل ندارد خوف زوال ایمان است، انتہے مافی المسائل الاربعین، این مذہب حنفیہ است۔

۲- ان کے مرتکب بدعتی، فضول خرچ اور گنہ گار ہیں ۱ھ۔

۳- ایسی مجلسوں میں خواہ وہ ولیمہ ہی کی کیوں نہ ہوں تمام مسلمانوں کو خواہ وہ مقتدا ہوں یا دوسرے عوام شامل ہونا جائز نہیں ہے، اگر نادانستہ چلے جائیں، تو واپس آجائیں۔

مسائل اربعین میں ہے کہ اگر جانے سے پہلے علم ہو جائے تو نہ جائے اور اگر جانے کے بعد وقوع میں آجائیں تو اگر مقتدا ہو اور روک سکتا ہو تو روکے اور دعوت ولیمہ میں شامل ہو، اور اگر عام آدمی ہو روک نہ سکتا ہو تو وہ ایک بدعت کے لئے سنت نہ چھوڑے، شرح وقایہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور مثال دی ہے کہ جیسے کوئی جنازہ پڑھنا جس کے ہمراہ کوئی نوحہ کرنے والی ہو نہیں چھوڑ دینا چاہیئے، لیکن عامی کو بھی ایسی چیزوں کو دل سے برا سمجھنا چاہیئے، اور یہ کمزور تریں ایمان ہے احناف کا یہی مذہب ہے۔

حافظ ابن حجر در فتح الباری گفته، که علماء گفته اند، که در آنجا لهوے مختلف فیه باشد جائز است وادلے ترک است، واگر حرام باشد، چون می نوشی، پس اگر مدعی از آن کسان است که از حضورش آن حرام رفع کرده خواهد شد، پس باید که حاضر شود، واگر چنین نه باشد، پس شافعیه را درین صورت دو وجه است، یکے آنکه حاضر شود و بحسب قدرت انکار کند اگرچه اولے این است که حاضر نه شود وبیہقی گفته که این ظاہر نص شافعی" است وبرہمین وجه عراقیین از اصحاب او جاری شده اند ووجه دوم آنکه حضور حرام است زیراکه حضور گویا راضی شدن است. بمنکر واین وجه دوم رامراوزہ یعنی اہل مرو صحیح گفته اند، واگر مدعو را معلوم نیست که دران جا منکر است وحاضر شد، پس باید که برایشان انکار کند واگر باز نیایند پس ازانجا رجوع کند، مگر وقتیکه بر نفس خود خوف کند، وبرہمین وجه جاری شده اند حنابلہ

قال الحافظ ویؤید منع الحضور حدیث عمران بن حصین نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن اجابة طعام الفاسقین اخرجه الطبرانی فی الاوسط ویؤیده مع وجود الامر المحرم ما اخرجه النسائی من حدیث جابر مرفوعا من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا یقعد علی مائدة یدار علیها الخمر واسناده جید انتهی ودر منتقی الاخبار است عن علی رضی الله عنه قال صنعت طعاما فدعوت رسول الله صلی الله علیه وسلم فجاء فرأی فی البیت تصاویر فرجع رواه ابن ماجه ودر مشکوٰۃ شریف است عن سفینة ان رجلا ضاف علی ابن ابی طالب

ابن حجر کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی بے ہودگی ہو جس میں اختلاف ہے تو اس میں حاضر ہونا جائز ہے اور نہ جانا بہتر اور اگر حرام ہے مثلاً شراب نوشی، تو اگر اس کو روکنے کی طاقت ہو، تو ضرور جاکر روکے، اور اگر روک نہ سکتا ہو، تو شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ جائے اور حسب طاقت انکار کرے اور اگر نہ جائے تو بہتر ہے عراق کے شافعی اسی کے قائل ہیں، مرو کے شافعی کہتے ہیں کہ ہرگز نہ جائے اور اگر علم نہ ہو تو چلا جائے جانے کے بعد وقوع میں آئے تو اس پر انکار کرے ورنہ واپس آجائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق کے گھر کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے نسائی کی روایت میں ہے کہ جو آدمی خدا پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے، جس پر شراب نوشی ہو، حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا، آپ نے گھر میں تصویریں دیکھیں تو واپس چلے گئے حضرت فاطمہؓ نے روکنے کی کوشش کی. تو آپ نے فرمایا نبی تصویر والے گھروں میں داخل نہیں ہو سکتا۔

فصنع له طعاما فقالت فاطمة لو دعونا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكل معنا فدعوه فجاء فوضع يديه على عضادتي الباب فرأى القرام قد ضربت في ناحية البيت فرجع فقالت فاطمة فتبعته فقلت يا رسول الله ما ردك قال انه ليس لنبي ان يدخل بيتا مزوقا۔ وفي فتح الباري عن ابي مسعود ان رجلا صنع طعاما فدعاه فقال افي البيت صورة قال نعم فابى ان يدخل حتى تكسر الصورة وسنده صحيح۔ وفي صحيح البخاري ودعا ابن عمر ابا ايوب فرأى في البيت سترا على الجدار فقال ابن عمر غلبن عليه النساء فقال من كنت اخشى عليه فلم اكن اخشى عليك والله لا اطعم لكم طعاما فرجع۔

ازیں روایات معلوم شد، کہ وجہ دوم از دو وجہ شافعیہ کہ آں را امراوزہ صحیح گفتہ اند، وبراں حنابلہ جاری شدہ اند ہماں صحیح وحق است، ومؤیداویں ابت کریمہ است فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) ایں چنیں شخص بلاشبہ فاسق است، ونماز درپس او اگرچہ جائز است، چہ نماز درپس ہر برو فاجر روا است لیکن اورا برائے امامت مقدم باید نہ کرد واورا امام نباید ساخت واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارک پوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین — فتاویٰ نذیریہ ص۱۴۱

سوال:۔ ذکر ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو مجلس مولد میں کھڑے ہو جاتے ہیں، تو یہ کھڑا ہونا بایں اعتقاد کہ روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں تشریف لاتی ہے اور آں حضرت ہر جگہ حاضر ناظر ہیں، شرع میں کیا حکم رکھتا ہے، اور بے اعتقاد اس امر کے کیا حکم رکھتا ہے۔

ابو مسعود کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپؐ کی دعوت کی، آپ نے پوچھا اس گھر میں تصویریں ہیں، اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تصویریں توڑ پھوڑ دو گے تو آجاؤں گا، حضرت عبداللہ بن عمر نے ابو ایوب کی دعوت کی، انہوں نے گھر کی دیواروں پر پردے دیکھے، تو روٹی کھائے بغیر واپس آگئے، اور کہا آپ سے یہ توقع نہ تھی، انہوں نے کہا، عورتوں نے زبردستی لٹکا دیئے، کہنے لگے آپ سے یہ امید بھی نہ تھی، ان روایات سے معلوم ہوا کہ مروزی شوافع کا عمل درست ہے۔ قرآن مجید میں بھی آیا ہے کہ یاد آجانے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو، واللہ اعلم۔

(۴) ایسا آدمی فاسق ہے اگر کوئی اتفاقی نماز اس کے پیچھے پڑھ لی جائے، تو ٹھیک ہے ورنہ ایسے آدمی کو امام نہیں بنانا چاہیے، واللہ اعلم ۱۲۔

الجواب: قیام وقت ذکر ولادت کے بغیر اس اعتقاد کے بدعت ہے، اور ساتھ اس اعتقاد کے شرک ہے، اس واسطے کہ صفت حاضر ناظر ہونے کی ہر جگہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی میں پائی نہیں جاتی سے جائے غور ہے۔ کہ اگر مثلاً سو جگہوں میں ایک وقت خاص میں مجلس مولود کی ہو، تو کس طرح اسی وقت خاص میں ہر جگہ روح آپ کی تشریف لائے گی، قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے کتاب تحفۃ القضاۃ میں فرمایا ہے۔ وما[1] یفعله الجهال علی راس کل حول فی شهر الربیع الاول لیس لشیء ویقومون عند ذکر مولده صلی الله علیه وسلم ویزعمون ان روحه صلی الله علیه وسلم یجیء فزعمهم باطل بل هذا الاعتقاد شرک وقد منع الائمة الاربعة مثل هذا انتهی۔

اور قاضی نصیر الدین نے طریقہ السلف میں لکھا ہے۔ وقد[2] احدث بعض جهال المشائخ امورا کثیرة لا نجد لها اثرا فی کتاب ولا فی سنة منها القیام عند ذکر ولادة سید الانام علیه التحیة والسلام اور سیرت شامی میں مذکور ہے۔ جرت[3] عادة کثیر من المحبین اذا سمعوا بذکر وضعه صلی الله علیه وسلم ان یقوموا تعظیما له صلی الله علیه وسلم وهذا القیام بدعة لا اصل لها انتهی۔

حررہ ابو الطیب محمد شمس الحق عفی عنہ

ابو الطیب ۱۲۵۵ محمد شمس الحق سید محمد نذیر حسین۔ فتاوی نذیریہ جلد ۱ ص ۲۱۶

سوال: چہ می فرمایند مرکز علمائے متبحر و قطب فضلائے دہر، شمس سمائے شریعت و بدر فلک طریقت شیخ العرب والعجم ہادی الناس الی الطریق الاسلم کریم السجایا، جمیل الشیم قدوۃ البریہ صاحب اخلاق

---

[1] اور یہ جو سال بعد جاہل لوگ ربیع الاول کے مہینہ میں اکٹھے ہوتے ہیں یہ بے اصل بات ہے اور پھر آپ کی ولادت کے وقت اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی روح آتی ہے، تو ان کا یہ عقیدہ شرک ہے اور چاروں اماموں نے اس سے منع کیا ہے۔

[2] آج جاہل پیروں نے بہت سی باتیں ایجاد کر لی ہیں جن کا کتاب و سنت میں کوئی نام و نشان نہیں ملتا، مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر کے وقت اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں ۱۲۔

[3] آج بہت سے محبان کی عادت ہو چکی ہے، کہ جب آپ کی ولادت کا ذکر سنتے ہیں تو آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ کھڑا ہونا بدعت ہے، اس کا کوئی اصل نہیں ہے ۱۲۔

سوال: کیا حکم ہے ان رسوم کا کہ نوشے کے گلے میں ہار ڈالا جاتا ہے اور نکاح کے بعد مصافحہ ہوتا ہے، نوشہ حاضرین

الرضیہ اندریں مسئلہ محدثہ کہ دراکثر ممالک دمواضع کثیرہ ہند بسیار عوام الناس داماد درحین تزوج بگل پوشی اعنی قلادہ گلہا بگلو درانداختن وغیرہ وبعد عقد نکاح مصافحہ وتسلیم بر حضار مجلس وپابوسی خسر وغیرہ من الاکابر امر می کنند وبشب زفاف بعد لوائے رسم آرسی ومصحف اقارب داماد رابہ یک طرف بنشانند، واقارب عروس رابہ یک جہت ودراں بعد رسم سلامی بجامی آرند، یعنے ہرگاہ کہ ازجانبین یا ازجانب واحد رومال وغیرہ اہدامی نمایند، باید کہ ناکح برخاستہ یا بحالت قعود تسلیم بنام ہر ہر واہب بجا آرد وچون روز جمعہ می شود، داماد ابخانہ مادر زن می طلبند آن را جمعگی موسوم می کنند، آیا ادائے این مراسم بزوجہ مالا بد منہا از روئے شریعت مستنیرہ ثابت وجائز است یا نہ ومرتکب وآمرش سنی است یا مبتدع، ودر ترکش طعن کردن کہ اینان سالکان شرع اند وغیرہ من الہذیانات چیست باید کہ بمجرد وصول ایں عریضہ باعتنا نامہ جواب صافی دلپذیر ودستخط تحریر بلاتانی وتاخیر بار البفراوان منت ممنون وبہزاران عطوفت مسرور سازند الراقم جماعۃ معسکر بنگلور مسجد اہلحدیث متصل نیو مارکٹ بنام محمد یعقوب گاؤ قصاب،

الجواب:۔ برارباب خبرت کاملہ وبصیرت ناقدہ مکشوف است، کہ در عہد سعادت مہد حضرت وبعدہ من القرون المشہود لہا بالخیر مناکحات بکثرت وقوع یافتہ، چنانچہ دراسفار حدیث ذکرشان مذکور است پیچ ازان نام ونشان این چنین شنائع وصنائع نبود بل انچہ دران ازمنہ ترویج یافتہ، ہمین خطبہ ومہر مخفف وغیرہ امور مشروعہ مسنونہ بودند، پس بحکم حدیث من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد این ہمہ رسوم بدعت مردودہ خواہند بود برمتدین متبع سنت احتراز از نیہا لازم واز خوف طعن وتشنیع عوام کالانعام باین چنین مہالک افتادن موجب مقت ایزد جبار است، وہیچ یکے ازین رسوم مذکورہ از شریعت ثابت نیست، بلکہ ہمہ صریحا خلاف نصوص شرعیہ اند مثلا مصافحہ وسلام بوقت ملاقات مشروع ومسنون

مجلس کو سلام کرتا ہے۔ اپنے خسر کے پاؤں کو بوسہ دیتا ہے، اور شب زفاف کے بعد آرسی اور مصحف کی رسم کے بعد دولہا دلہن کے اقارب ایک دوسرے کے سامنے بیٹھتے ہیں، ایک دوسرے کو رومالوں کا تحفہ دیتے ہیں اور دولہا اٹھ کر ہر ایک کو سلام کرتا ہے اور جمعہ کے دن دولہا کو اپنی ساس کے پاس بلایا جاتا ہے اس رسم کو جمعگی کہتے ہیں، آیا یہ رسوم شریعت سے ثابت ہیں یا نہیں ان کا مرتکب سنی ہے یا بدعتی، اور جو ان رسوم کو ادا نہ کرے اس کو "شریعت والا"، کا طعنہ دینا کیسا ہے جواب فوراً عطا کر کے ممنون فرمائیں۔

الجواب:۔ اہل علم جانتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور تین بہترین زمانوں میں ان رسوم کا نام ونشان نہ تھا نکاح ہوتے تھے، خطبہ اور حق مہر ہوتا تھا۔ بحکم حدیث، "جو ہمارے دین میں نیا کام نکالے وہ مردود ہے" یہ کام بھی مردود ہیں، تبع سنت کو ایسی بد رسموں سے پرہیز کرنا چاہیئے کہ ان میں سے کوئی بھی شریعت سے ثابت نہیں ہے لوگوں کے طعن وتشنیع کے خوف سے خدا کی ناراضگی نہ لینا چاہیئے، سلام اور مصافحہ ملاقات کے لئے تو مسنون ہے حاضرین مجلس

است، نہ از بہر حاضرین مجلس و پابوسی منجملہ امور شرکیہ است و ہکذا سائر مراسم مذکورہ از باب تشریع مالم یشرعہ اللہ است واللہ تعالےٰ اعلم، حررہ عبدالحق ملتانی۔ سید محمد نذیر حسین (فتاوٰی نذیریہ ص۲۱۶)

سوال:۔ چہ فرمایند علمائے دین دریں کہ سہرہ گل بستن مباح و جائز است یا غیر مباح و ناجائز بینوا توجروا

جواب:۔ سہرہ بستن امر مباح است زیراکہ در اصل اشیاء اباحت است نزد عامہ علمائے حنفیہ، لیکن اولےٰ و بہتر آں ہست، کہ مسلم از سہرہ بستن احتراز نماید، زیراکہ ایں امر در قرون صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم نبودہ لہٰذا در بدعت داخل است، چنانکہ تسبیح وغیرہ و نہ آنچہ صاحب آں مرتکب صغیرہ و کبیرہ است ہمیں مضمون فہمیدہ می شود از اصول فقہ واللہ اعلم بالصواب حاجی قاسم

قیاس ایں قائس سہرہ گل را بر تسبیح کہ بدعت حسنہ در دائرہ مباح داخل است، قیاس مع الفارق است زیراکہ بدعت مباحہ را باید دید کہ از افعال از اہل سنت است یا از اہل کفر و اہل بدعت، پس مدار کار بر شعائر است و پر ظاہر است کہ سہرہ گل وغیرہ ساختہ پرداختہ ہنود واں است، چنانچہ بالامقابل تسبیح۔ شعار ایشان بخلاف تسبیح کہ مخترع اہل اسلام و شعار ایشان است و ما منع کردہ شدہ ایم از تشبہ باہل۔ کفر و اہل بدعت کہ شعار ایشان است، لوکانت البدعۃ مباحۃ سواء کانت من افعال اہل السنۃ او من افعال اہل الکفرۃ واہل البدعۃ فالمدار علی الشعار فانا ممنوعون من التشبہ باہل الکفر واہل البدعۃ فی شعارھم کذا قال الملا علی القاری فی شرح الفقہ الاکبر۔

کے لیے منع ہے اور پاؤں کو بوسہ دینا مشرکوں کی رسم ہے اور شرک ہے واللہ اعلم۔

سوال:۔ دولہا کے سر پر پھولوں کا سہرا باندھنا مباح اور جائز ہے یا غیر مباح و ناجائز، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ سہرہ باندھنا جائز ہے کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک اصل اباحت ہے لیکن بہتر ہے کہ نہ باندھا جائے کیونکہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہیں ملتا لہٰذا بدعت میں شامل ہے، جیسے کہ تسبیح وغیرہ البتہ اس کا مرتکب صغیرہ یا کبیرہ کا مرتکب نہیں ہے واللہ اعلم حاجی قاسم۔

سہرے کو تسبیح پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، کسی کام کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے کہ یہ اہل سنت کے افعال میں سے ہے، یا اہل بدعت و اہل کفر کے شعار سے۔ اور یہ تو ظاہر بات ہے کہ سہرہ ہندوؤں کی رسم ہے اور تسبیح مسلمانوں کا شعار ہے اور ہم کو اہل بدعت و اہل کفر کے شعار کے ساتھ تشبہ کرنے سے روک دیا گیا ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس کی تصریح کی ہے۔

ہر چند در اصل اشیاء اباحت است چنانکہ قول قائلش است، مگر بہ سبب تشبہ بکفار امر مباح متشبہ بافعال کفار متروک العمل و منہی عنہ شدہ، و باید دانست کہ اصل الاشیاء عند التحقیق متوقف است، اگرچہ بعض حنفی مذہب بر اباحت ہستند قال فی المدارک فقد استدل الکرخی و ابوبکر الرازی و المعتزلة لقوله تعالیٰ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا الآية على ان الاشياء التي تصلح ان ينتفع به خلقت مباحة في الاصل وفي شرح المنار الاشياء في الاصل على الاباحة عند بعض الحنفية ومنهم الكرخي وقال اصحاب الحديث الاصل فيها الحظر وقال اصحابنا الاصل فيها التوقف بمعنى انه لا بد لها من حكم لكن لم نقف عليه بالعقل انتهى وقال صاحب الدر المختار في باب استيلاء الكفار الصحيح من مذهب اهل السنة ان الاصل في الاشياء التوقف انتهى، و ايضا فيه في كتاب الطهارة المنصور من ان الاصل في الاشياء التوقف الا ان الفقهاء كثيرا ما يلهجون بان الاصل الاباحة انتهى والله اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب۔ كتبه السيد محمد نذير حسين۔ فتاویٰ نذیریہ ص ۲۱۹ سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ بر دانشمندان شرع مخفی مباد کہ رسم سہرہ و کنگن بستن در مسلمانان از جملہ رسم و سنت جاہلیت و شعار کفار است، پس ہر کہ شعار کفار را اختیار کند و بجا آرد ابغض الناس الی اللہ خواہد بود بدلیل حدیث ہذا عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابغض الناس الى الله ثلاثة ملحد في الحرم ومبتغ في الاسلام سنة الجاهلية

ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، لیکن کوئی چیز جب اہل کفر کے ساتھ مشابہ ہو جائے تو وہ ممنوع ہو جاتی ہے، اور یہ جو اشیاء میں اباحت کو اصل قرار دیا گیا ہے، یہ بھی متفق علیہ نہیں ہے بلکہ اکثر کے نزدیک اصل اشیاء میں توقف ہے اگرچہ بعض حنفی اباحت کے قائل ہیں، کرخی، ابوبکر رازی اور معتزلہ اشیاء میں اباحت کے قائل ہیں اور اہل حدیث اشیاء میں اصل ممانعت سمجھتے ہیں اور اکثر احناف توقف کے قائل ہیں شرح المنار میں ایسا ہی لکھا ہے اور صاحب در مختار نے کتاب الطہارت وغیرہ میں اشیاء کے لئے اصل توقف قرار دیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم سید نذیر حسین

مسئلہ۔ شریعت کے واقف لوگوں پر مخفی نہ رہے، کہ سہرا و کنگنا باندھنا مسلمانوں میں ہندوؤں کی رسوم سے آیا ہے اور جو کفار کی رسوم کو اختیار کرے، وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ترین آدمی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین آدمی خدا کے نزدیک بدترین آدمی ہیں۔ حرم میں الحاد کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کی رسمیں اختیار کرنے والا، اور کسی مسلمان

ومصلب دم امرأ مسلم بغیر حق لیھریق دمه رواہ البخاری کذا فی المشکوٰۃ۔

وشناعت و مذمت سہرا وکنگن حضرت آدم بنوری مرید ارشد جناب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ درخلاصۃ المعارف نوشتہ اند، و درفتاوی مرأۃ الصفا لسنۃ المصطفٰے وغیرہ نیز شعار کفار و مجوس نگاشتہ، بعض شاعر فارس در مدح سہر البستن عروس مجوس این بیت گفتہ ؎

ماہ من از حیا رخش بس کہ بآب وتاب شد سہرہ چو بست عارضش پنجہ آفتاب شد

بنا بر قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ للہ ورسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم کذا فی صحیح البخاری گذارش کردم وما علینا الا البلاغ۔

الراقم العاجز محمد نذیر حسین عفی عنہ سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ شب ستائیسویں رمضان المبارک میں روشنی کثرت سے کرتے ہیں چراغاں بہت روشن کرتے ہیں، پس اس شب میں روشنی کرنے کا کیا حکم شرع شریف میں ہے۔

الجواب:۔ روشنی کثرت سے کرنا مسجد میں یا غیر مسجد میں خواہ شب ستائیسویں رمضان المبارک ہو خواہ کوئی اور شب ہو ناجائز ہے، کیونکہ اسراف میں داخل ہے، اور تشبہ ساتھ قوم برامکہ کے ہے جیسا کہ فقیہ طرطوسی نے نفع المسائل میں اور ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں اور شیخ عبدالحق محدث نے ماثبت بالسنۃ میں لکھا ہے، اور حموی نے شرح اشباہ ونظائر میں خوب وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔

حررہ سید شریف حسین عفی عنہ فتاویٰ نذیریہ ص۲۱۹ / ۱ سید محمد نذیر حسین۔

سوال:۔ مصافحہ بالتخصیص بعد نماز جمعہ یا عیدین کے غیر وقت ملاقات کے کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے یا نہیں اور اس کا کیا حکم ہے اور محققین حنفیہ نے اس کو کیا لکھا ہے۔

آدمی کا ناحق خون کرنے والا ہو

اور سہرا کنگن کی مذمت آدم بنوری مجدد الف ثانی کے مرید نے خلاصۃ المعارف میں لکھی ہے اور مرأۃ الصفا لسنۃ المصطفٰے وغیرہ میں اس کو کفار اور مجوس کی رسم کہا گیا ہے، لہٰذا اس سے پوری پرہیز کرنی چاہیئے۔

لے:۔ مصافحہ کرنے کا مقام مسلمان بھائی سے ملاقات کرنے کا وقت ہے نہ کہ نماز کے بعد، اگر کوئی آدمی ایسے مقام پر

الجواب:۔ مصافحہ وقت لقا کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام سے ثابت ہے اور بالتخصیص بعد نماز جمعہ اور عیدین کے بدعت ہے، کسی حدیث سے ثابت نہیں اور ائمہ دین سے بھی منقول نہیں، جیسا کہ شیخ ابن الحاج نے مدخل میں لکھا ہے۔ وموضع المصافحة فی الشرع انما ھو عند لقاء مسلم لاخیه لا فی ادبار الصلوة فحیث وضعها الشارع لا یضعها فینهی عن ذلک ولیزجر فاعلها لما اتی به خلاف السنة انتہی اور شیخ احمد بن علی رومی مجالس الابرار میں فرماتے ہیں۔ اما المصافحة فی غیر حال الملاقاة مثل کونها عقیب صلوٰة الجمعة والعیدین کما ھو العادة فی زماننا فالحدیث سکت عنه فیبقی بلا دلیل وقد تقرر فی موضعه ان ما لا دلیل علیه فهو مردود ولا یجوز التقلید فیه انتہی۔

اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے آنکہ بعضے مردم مصافحہ می کنند بعد از نماز عید یا بعد از جمعہ چیزے نیست، و بدعت است از جہت تخصیص وقت، اسی طرح ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں اور ابن عابدین نے رد المختار میں لکھا ہے۔ حررہ ابو الطیب محمد شمس الحق عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین	ابو الطیب ۱۲۹۵ محمد شمس الحق

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۲۰

سوال:۔ بوقت ذکر ولادت قیام و ہاتھ باندھنا کیسا ہے، و ہمچنان مولود و غزلیات کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ قیام و ہاتھ باندھنا بوقت ذکر ولادت بدعت و ناجائز ہے، کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہیں ہے اگر یہ قیام و ہاتھ باندھنا اس عقیدہ و نیت سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ذکر ولادت تشریف لاتے ہیں اور حاضر مجلس میلاد ہوتے ہیں تو یہ شرک ہے اور مولود و غزلیات جو آج کل چھپ کر شائع ہیں، وہ ناجائز مضامین اور روایات موضوعات و مفتریات سے مملو ہیں ان کا پڑھنا اور سننا بلا شبہ ممنوع و ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبد الحق ملتانی

مصافحہ کرے گا جہاں شارع نے نہیں بنایا، تو اس کے فاعل کو روکا جائے گا کیونکہ اس نے سنت کے خلاف کیا ہے۔

ت:۔ ملاقات کے وقت کے علاوہ اور کسی وقت مثلاً جمعہ یا عیدین کے بعد مصافحہ کرنا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عادت ہو چکی ہے، حدیث اس سے خاموش ہے اور اپنی جگہ پر یہ ثابت ہے کہ جس کام پر دلیل نہ ہو۔ وہ مردود ہے اور اس میں تقلید جائز نہیں ہے۔

عقی عنہ۔ **سید محمد نذیر حسین** فتاویٰ نذیریہ۔ جلد ۱ ص ۲۲۱

سوال۔ ما قولکم رحمکم اللہ فی مجالس المیلاد الشائعۃ فی ھذا الزمان ھل ھی جائزۃ ام لا ولیکن الجواب مفصلا مع مالہ وما علیہ بینوا توجروا۔

جواب۔ عقد مجالس المیلاد الشائعۃ فی ھذا الزمان بدعۃ لا مریۃ فی کونھا بدعۃ لان عقدھا امر محدث وکل محدث بدعۃ نعقدھا بدعۃ اما الصغری فظاھرۃ فان ھذہ المجالس لم تکن تعقد فی الزمن النبوی ولا فی زمن من بعدہ من الصحابۃ والتابعین والائمۃ المجتھدین رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین وایضا ھذہ المجالس المشتملۃ علی انواع من المفاسد والبلایا والشرور والرزایا لا یستنبط جوازھا البتۃ لا من کتاب اللہ ولا من سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا من الاجماع ولا من القیاس الصحیح فھل ھذا الا من محدثات الامور واما الکبری فقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ کذا فی المشکوۃ فی باب الاعتصام وایضا قال صلی اللہ علیہ وسلم شر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ مسلم کذا فی الباب المذکور وقد صنف علماء اھل الحدیث فی الرد علی ھذہ المجالس والانکار علیھا۔

عدیدۃ فمن شاء الاطلاع علی ھذہ المسئلۃ مع مالھا وما علیھا

سوال:۔ آج کل جو مجالس میلاد قائم ہوتی ہیں، کیا یہ جائز ہیں؛ جواب مفصل عنایت فرمائیں۔

الجواب:۔ مجالس میلاد بدعت ہیں، اور ان کے بدعت ہونے میں کسی قسم کا کلام نہیں، کیونکہ یہ دین میں نیا کام ہے اور دین میں نئے کام بدعت ہیں اس مقدمہ کا صغریٰ تو ظاہر ہے کیونکہ یہ مجالس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں نہیں ہوتی تھیں اس کے علاوہ ان میں اور بھی بہت سی برائیاں اور مفاسد موجود ہیں جن کو قرآن سنت، اجماع صحابہ اور قیاس صحیح سے استنباط نہیں کیا جا سکتا تو یہ نیا کام ٹھہرا۔ اور کبریٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نئے کاموں سے بچو کہ وہ بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور یہ بھی فرمایا بدترین کام نئے ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے، لہٰذا یہ بھی گمراہی ہے علماء نے اس کی تردید بہت سے رسائل تصنیف

ولیط لعہ تلک الرسائل واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ، فتاویٰ نذیریہ جلد ا ص ۲۰۲ السید محمد نذیر حسین،

سوال:۔ این مجلس متعارف یعنی مجلس مولود کہ در شہرہائے شود جائز و مستحب است یا بدعت و مکروہ، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ انعقاد این محفل مولود کہ درین شہرہا میشود بدعت و مکروہ است، کدامی دلیل شرعیہ یعنی کتاب وسنت واجماع وقیاس بر ثبوت این قائم نیست، و ہر امرے کہ چنین باشد آن بدعت سیئہ و نامشروع می شود و ادنیٰ درجہ بدعت سیئہ و غیر مشروع مکروہ است قال ابن الحاج فی المدخل ومن جملۃ ما احدثوہ من البدع مع اعتقادهم ان ذلک من اکبر العبادات واظهار الشعائر ما یفعلونہ فی شہر ربیع الاول من المولد وقد احتوی ذلک علی بدع ومحرمات انتہی۔ وقال تاج الدین الفاکہانی فی رسالتہ لا اعلم لہذا المولد اصلا فی کتاب ولا سنۃ ولا ینقل عملہ عن احد من علماء الامۃ الذین هم القدوۃ فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین بل هو بدعۃ احدثها البطالون وشهوۃ نفس اعتنی بها الاکالون انتہی واللہ اعلم۔ حررہ سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۲۲

سید محمد نذیر حسین ۱۲۷۷

ہذا الجواب صحیح، چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی جناب مرشدنا و مخدومنا قدس سرہ در مکتوب دو بست و ہشتاد و سوم کہ بمرزا حسام الدین صدور یافتہ تحریر میفرمایند در حق مولد حضرت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کہ مرزا حسام الدین استفسار بآں حضرت کردہ بود و خلاصہ عبارت این ست، کہ بنظر انصاف ببینند کہ

کئے ہیں، اگر اس کی پوری تفصیل مطلوب ہو تو ان کا مطالعہ کریں، واللہ اعلم۔

سوال:۔ یہ مجالس میلاد جو ہمارے شہروں میں ہوتی ہیں جائز و مستحب ہیں یا بدعت و مکروہ؟ بیان فرمائیں۔

الجواب:۔ یہ مجالس میلاد مکروہ و بدعت ہیں ان کے انعقاد پر کتاب و سنت اجماع و قیاس سے کوئی بھی دلیل نہیں ہے اور جو کام اس طرح کا ہو، وہ بدعت سیئہ اور نامشروع ہے، اور اس کا ادنیٰ درجہ مکروہ ہے، ابن حاج نے اپنی کتاب مدخل میں لکھا ہے ان بدعات سے جن کو اکثر لوگ عبادت اور شعائر اسلامی سمجھتے ہیں ربیع الاول کے مہینہ میں مجالس میلاد کا انعقاد ہے، اس میں کئی طرح کی بدعتیں اور حرام امور ہیں،، اور تاج الدین فاکہانی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ،، اس میلاد کا کوئی اصل نہ تو کتاب و سنت میں ہے، اور نہ ہی سلف صالحین سے منقول ہے بلکہ یہ بدعت ہے جس کو باطل پرستوں اور پیٹ کی پوجا کرنے والوں نے ایجاد کیا ہے۔ سید نذیر حسین

اگر فرضاً حضرت ایشان درین زمان در دنیا زندہ می بود، واین مجلس واجتماع منعقد می شد آیا باین امر راضی می شدند وایں اجتماع را پسند یدند یا نہ یقین فقیر آن است، کہ ہرگز این معنے را تجویز نہ میفرمودند، بلکہ انکار می نمودند مقصود فقیر اعلام بود، قبول کنند یا نہ کنند، انتہی کلام العبد محمد مسعود نقشبندی مجددی۔

ھکذا وجدت فی المکتوب الامام الھمام قدس سرہ فاستمع انہ لحق مبین ومنکرہ لمن الضالین ونحن علی ذلک من الشاھدین۔

انا العبد اذل الثقلین محمد حسین البنجابی پٹیالوی

سید محبوب علی جعفری ۱۲۷۹ — فقیر خواجہ ضیا الدین احمد ۱۲۶۱ — محمد قطب الدین ۱۲۷۴

انک حمید مجید — محمد حسین ۱۲۷۹ — حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ ۱۲۷۸ — محمد شاہ صدیقی

محمد ہاشم ۱۲۷۹ — محمد صدیق — خواجہ محمد اشرف علی — محمد عبد الصمد

الجواب صحیح محمد قطب الدین عفا اللہ عنہ بن قاضی محمد سراج الدین مرحوم ساکن سکندر آباد کما قال استاذی مخدومی مولوی اولاد حسن علی قنوجی ہے

مجلس میلاد جوا بجا د ہے۔ یہ بھی بدعت سے غرض آباد ہے۔

الجواب صحیح — عبد الحمید عفی عنہ — الجواب صحیح — محمد صدیق پشاوری — امیدوار مغفرت غفار

اصاب من اجاب — محمد حسن — ساکن نترو ضلع سہارنپور۔ ہذا الجواب مع الاسناد صحیح — سرفراز علی یغفر اللہ۔

ہذا الجواب صحیح — عبد الرزاق — المجیب مصیب — محمد اسمٰعیل — المسکین محمد عبد القادر — ساکن ضلع انبالہ

فتاوی نذیریہ جلد اول ص ۳۳۴

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری کرنا، اور بچوں کو طوق بیڑی پہنانا، اور ماتم کرنا، اور بھوسا اڑانا وغیرہ اور ذکر سوانح ووقائع شہادت وغیرہا میں سامان کرنا اور اس پر رونا، اور رولانا، اور اس کے واسطے انعقاد مجلس تعزیت کرنا موجب ثواب ہے۔ یا باعث عقاب اور نوحہ اور مرثیہ خوانی کرنا کیسا ہے، اور یزید کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ تعزیہ داری، علمداری، ماتم کرنا، بچوں کو طوق بیڑیاں پہنانا، فقیر بنانا وغیرہ قرون ثلاثہ،

یہ جواب بالکل صحیح ہے، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب ۲۷۳ میں مرزا حسام الدین کو لکھا ہے۔ انصاف کی نگاہ سے دیکھو، اگر ایسی مجلس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں منعقد ہوتی، تو حضور اس کو پسند فرماتے یا نہ اس فقیر کا یقین ہے، کہ آپ اس کو کبھی پسند نہ فرماتے، بلکہ اسے رد کر دیتے،، محمد مسعود نقشبندی۔

مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں، جس کی خبر خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم میں ہے کما روی البخاری عن عمران بن حصین نہ کسی اصل شرعی کے تحت میں مندرج ہے، نہ سلف و خلف صالحین کا اس پر عمل، پس محض بدعت و ضلالت و احداث فی الدین ٹھہرا، جس کے عدم قبول اور رد ہونے پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول منقول ہے۔ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ اور رونا آنکھوں سے آنسو بہانا خواہ بحالت نہایت مسرت ہو جیسے قدوم قادم کے وقت یا محتاجگی پر رونا، یا بخیال سزائے حاکم یا استاد مربی وغیرہ کے رونا، یا کسی کے صدمہ مفارقت جسمانی سے رونا اس میں کوئی مانع شرعی نہیں، محض محبت الٰہی میں رونا اس کے عذاب و عقاب و محاسبہ کے ڈر سے رونا انبیاء مرسلین اور صالحین زاہدین سے ثابت ہے و نیز کم ہنسنا اور زیادہ رونا آیۂ کریمہ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا سے واضح ہے کسی حاکم عادل یا عزیز رشتہ دار یا استاد شفیق و مرشد برحق و پیشوائے دین کے انتقال و ذکر انتقال سے، بوجہ حزن و ملال رونا، یا یاد آخرت سے رونا ممنوع نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات ابراہیم بن ماریہ قبطیہ میں آبدیدہ ہونا منقول ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے جانا اور قبر پر بیٹھ کر یاد آخرت و موت پر بہت رونا حضرت براء بن عازب رض سے مروی ہے، اسی طرح آیت فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ سنکر آنسو جاری ہونا حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے مروی ہے قرآن مجید کی تلاوت میں رونا نہ آئے تو بتکلف رونا اس کا حکم بروایت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ثابت ہے، خدا کے خوف سے ذرا سے آنسو نکل آئے پر جو فضیلت وارد ہے حدیث مروی حضرت عبد اللہ بن مسعود میں موجود ہے بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آنا اور انہیں روتا دیکھ کر دونوں کا رونا روایت حضرت انس رض میں مذکور ہے۔ وقت معین پر ایصال ثواب فاتحہ و درود سے کرنا موجب اجر جزیل ہے، مجمع مشروع میں میت کے اوصاف کمال و واقعات محمودہ نتیجہ خیز مفید وقت بیان کرنا، اور اس سے

ؒ :۔ میری بہترین امت میرے زمانہ کی ہے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔

لئے نظماً و نثراً مغفرت مانگنا، جس کا وہ مستحق ہے، کرنا، کسی زبان میں ہو، اس کے جواز میں کلام نہیں، ہاں نوحہ مشرکین جو عہد جاہلیت میں مروج تھا، وہ ہرگز نہ چاہیئے، وہ نہ میت کے لئے فائدہ رساں ہے اور نہ پس ماندگان کے لئے مفید، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی و فی نسخۃ یعنی النوح۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مراثی سے منع کیا، ابن ماجہ کے ایک نسخہ میں ہے، کہ مراد اس سے نوحہ ہے۔

حاصل یہ کہ مراثی سے مطلقاً مراثی مراد نہیں ہو سکتے، ورنہ بہت سے صحابہ، بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مراثی لکھے گئے، اور دین اسلام کا کوئی قاعدہ اس کے منع کا مقتضی نہیں ہے اسی بنا پر شیخ جلال الدین ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور مصنف اسلام نے مصباح الزجاجہ میں بذیل حدیث مذکور فرمایا ہے۔ قال الخطابی انما کرہ من المراثی النیاحۃ حتی مذھب الجاھلیۃ[1] فاما الثناء والدعاء للمیت فغیر مکروہ لانہ رثی غیر واحد من الصحابۃ کثیرا من المراثی انتہی اور کسی سیہ کار کے سوء خاتمہ و حسن خاتمہ کے یقینی علم نہ ہونے پر ہم اس کو کرنے کے لئے مامور و مجاز نہیں ہیں، اور رنج میں ترک لذائذ و تزئین ریاء بغیر خلوص کچھ مفید نہیں اور خلوص کے ساتھ بنظر ترحم ہو، تو اس کا فضل معلوم و مسلم ہے۔ ھذا ما ظھرلی واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم واحکم العبد نعمانی عفی عنہ۔

ہوالمصوب:۔ واقعی رسم تعزیہ داری بدعت ہے، نہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پایا گیا ہے، نہ خلفاء کے زمانہ میں، بلکہ اس کا وجود قرون ثلاثہ میں کہ مشہود لہا بالخیر ہیں منقول نہیں ہوا۔ اور تا این دم حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و تعظیما میں رائج نہیں ہے، اور نہ کسی اصل شرعی کے تحت میں مندرج ہے، پس یہ بدعت ضلالت ٹھہرا، اور بدعت ضلالت کو اختیار کرنا لعنت خدا و ملائکہ کا موجب اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رنجیدگی کا باعث ہے۔ روی[2] الطبرانی عن ابن عباس رض

---

[1] ۔ خطابی نے کہا، جاہلیت کے زمانہ کی طرح مرثیہ کہنا حرام ہے ورنہ میت کے لئے دعا کرنا یا اس کی تعریف کرنا مکروہ نہیں کیونکہ ایسے مرثیہ تو کئی ایک صحابہؓ سے بھی منقول ہیں۔

[2] ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کوئی بدعت ایجاد کرے یا بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سارے جہان کی لعنت ہے، اللہ نہ اس کی نفل عبادت قبول کرے گا نہ فرض، اور فرمایا جو کوئی ہمارے دین میں ایسا کام کرے جو اس کا حصہ نہیں، تو وہ کام مردود ہے، اور فرمایا بدترین کام بدعت ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث حدثا اوآوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا رواہ البخاری ومسلم وغیرھما من اصحاب الصحاح عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد وروی مسلم انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شر الامور محدثاتہا وکل بدعۃ ضلالۃ۔

اور سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑنا، نوحہ کرنا، خاک اڑانا، بال نوچنا یہ سب افعال منہیات وممنوعات سے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ لیس[۲] منا من حلق وسلق وخرق ولیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ولعن اللہ النیاحۃ۔ اور نفس بیان وقائع شہادت اور اس پر رونا بشرطیکہ نوحہ وغیرہ سے خالی ہو، درست ہے اور اس کے واسطے خاص مجلس منعقد کرنا تشبہ روافض وکراہت سے خالی نہیں، جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ اذا[۳] اراد ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابۃ لئلا یشابہ الروافض کما فی العون۔ اور صراط المستقیم میں ہے، ذکر قصہ شہادت بعقد مجلس باین قصد کہ مردم بشنوند وتاسفہا نمایند وگریہ وزاری کنند ہر چند در نظر ظاہر خللے دران ظاہر نمی شود، واما فی الحقیقت آن ہم مذموم ومکروہ است انتھے۔

اگر مرثیہ میں احوال واقعی ہوں، پس اس قسم کے مرثیوں کو پڑھنا اور سننا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا ہے۔ یزید کے بارے میں بعض کہتے ہیں، کہ باتفاق مسلمانوں کے وہ امیر ہوا تھا، اس کی اطاعت امام علیہ السلام پر واجب تھی، حالانکہ اس کی خلافت پر مسلمانوں کا اتفاق نہ ہوا، اور ایک جماعت صحابہؓ واولاد صحابہؓ نے اس کی بیعت نہیں کی، اور جن حضرات نے بیعت کی بھی تھی، جب ان کو اس کے فسق وفجور کا حال معلوم

---

[۲]۔ جو سر کے بال نوچے، سینہ کوبی کرے، اور کپڑے پھاڑے، وہ ہم میں سے نہیں ہے اور فرمایا جو رخسارے پیٹے، گریبان پھاڑے، وہ ہم میں سے نہیں ہے اور فرمایا، خدا نوحہ کرنے والے پر لعنت کرے۔

[۳]۔ جب امام حسین کا واقعہ بیان کرنا چاہے، تو پہلے تمام صحابہ کی شہادت کا تذکرہ کرے تاکہ شیعہ کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

[۴]۔ کسی مجلس میں شہادت کا واقعہ اس طرح سے بیان کرنا کہ لوگ سنیں اور افسوس کریں، اور گریہ وزاری کریں بظاہر اس میں کوئی عیب معلوم نہیں ہوتا، لیکن حقیقت میں یہ بھی برا ہے ۱۲۔

ہوا، خلع بیعت کرکے مدینہ میں واپس آگئے، اور بعض قائل ہیں کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا، نہ اس فعل سے راضی تھا، یہ بھی باطل ہے۔ قال العلامۃ التفتازانی فی شرح العقائد النسفیۃ والحق ان رضی یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذالک واھانتہ اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احاداً انتہی ۔ ۔ ۔ ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ قتل امام رضی اللہ عنہ گناہ کبیرہ ہے نہ کفر، اور یہ لعنت مخصوص بکفار ہے، نازم باین فطانت، نہیں جانتے ہیں کہ کفر ایک طرف خود ایذا رسول الثقلین کیا ثمرہ رکھتا ہے قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا اور بعض کہتے ہیں، کہ اس کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں، شاید اس نے اس کفر و معصیت کے بعد توبہ کی ہو، وقت موت کے تائب ہوگیا ہو، امام غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف رجحان ہے۔

جاننا چاہیئے، کہ توبہ کا احتمال ہی احتمال ہے والا اس بے سعادت نے اس امت میں وہ کچھ کیا ہے، کہ کسی نے نہیں کیا، شہادت امام حسین واہانت اہل بیت کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب واہالیان مدینہ کی شہادت وقتل کے واسطے لشکر بھیجا، تین روز تک مسجد نبوی بے اذان ونماز رہی، من بعد حرم مکہ میں لشکر کشی کرکے عین حرم مکہ میں عبد اللہ بن الزبیر کو شہید کرایا، اور انہیں مشاغل میں تھا، کہ اس کی موت آگئی۔ اس جہان کو پاک کیا، اور اس کے بیٹے معاویہ نے برسر منبر اس کی برائیاں بیان کیں، واللہ اعلم بمافی الضمائر اور بعضے سلف واعلام امت سے اس شقی پر لعن تجویز کرتے ہیں، چنانچہ علامہ تفتازانی نے کمال خوش وخروش کے ساتھ اس پر اور اس کے اعوان پر لعنت کی ہے، اور بعضوں نے اس معاملہ میں توقف کیا ہے، پس مسلک مسلم یہ ہے، کہ اس شقی کو مغفرت وترحم سے ہرگز یاد نہ کرنا چاہیئے۔ اور اس کے لعن سے کہ عرف میں مختص بکفار ہے، اپنی زبان کو روکنا چاہیئے، جیسا کہ قصیدہ آمالیہ میں ہے ؎

---

[1] ۔ صحیح بات یہ ہے، کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے یزید خوش ہوا۔ اور اہل بیت کی توہین کی، اگرچہ اس کی تفصیل احاد ہے لیکن اس کے معنی متواتر ہو چکے ہیں ۱۲۔

[2] ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں، اللہ کی ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے ذلیل کن عذاب ہے ۱۲۔

ولم یلعن یزید البعد موت — سوی المکثار والاعزاء غال!

واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ تراب اقدام اولیاء الباری محمد عبد الہادی الانصاری ابن مقبول من رفع السماء بغیر عمد مولانا علی محمد بن خاتم الفقہاء والمحدثین مولانا محمد معین بن سید المخصصین سند المدققین محمد معین ادخلھم اللہ فی اعلیٰ علیین وافاض علینا من برکاتھم وبرکات مشائخھم الکاملین۔

(محمد عبد الہادی)

تعزیہ بنانا، اس میں شریک ہونا، اس پر چڑھاوا چڑھانا، یا منت ماننا ان ایام عشرہ محرم میں ذکر شہادت حسنین کرنا، رونا پیٹنا، چلانا، نوحہ کرنا، کپڑے پھاڑنا یہ سب نادرست ہے، اور بدعت سیئہ، اور یزید کو برا کہنا خلاف احتیاط ہے، فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱

تعزیہ داری کرنا وغیرہ امور مذکورہ فی السوال ناجائز و بدعت ہیں، اور موجب عقاب، اور یزید اپنے کئے کو پہنچ گیا، اب اس پر لعنت کرنا، اس کو گالی دینا، برا کہنا نہ چاہیئے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ لاتسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا رواہ البخاری کذا فی بلوغ المرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ الراقم سید محمد عبد السلام غفرلہ

سید محمد عبد السلام — فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۸

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی و مدح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ہیئت سے کہ جس مجلس میں امردان خوش الحان خوانندہ ہوں و زیب و زینت و شیرینی و روشنی ہائے کثیرہ، اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم شعار میں مخاطب و حاضر ہوں جائز ہے یا نہیں، اور قیام ذکر ولادت صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز ہے یا نہیں، اور حاضر ہونا مفتیان کا ایسی مجلس میں جائز ہے یا نہیں، اور نیز بروز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ کے آب و طعام سامنے رکھ کر اس پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ وغیرہ پڑھنا، اور اس کا ثواب اموات کو پہنچانا، اور نیز بروز سوم میت کے لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی و کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے چنوں پر مع پنج آیت کے و شیرینی تقسیم کرنا بحدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے یا نہیں۔

لہ :۔ مردوں کو گالی نہ دیا کرو، جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا، وہ وصول کر رہے ہیں ۱۲۔

الجواب:۔ انعقاد محفل میلاد اور مقام وقت ذکر پیدائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرون ثلاثہ سے ثابت نہیں ہوا، پس یہ بدعت ہے، اور علی ہذا القیاس بروز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ میں فاتحہ مرسومہ ہاتھ اٹھا کر پایا نہیں گیا، البتہ نیابت عن المیت بغیر تخصیص ان امور مرقومہ سوال کے لِلّٰہ مساکین و فقرار کو دے کر ثواب پہنچانا، اور دعا، استغفار کرنے میں امید منفعت ہے اور ایسا ہی حال سوم دہم چہلم وغیرہ اور پنج آیت اور چنیوں اور شیرینی وغیرہ کا عدم ثبوت حدیث و کتب دینیہ سے ہے، خلاصہ یہ کہ یہ سب بدعات محدثات ناپسند شرعیہ ہیں۔

سید محمد نذیر حسین	حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ
زشرف سید کونین شد شریف حسین	بہ طفیل نبی الٰہی بخش

الجواب صحیح۔ محمد محمود دیو بندی

محمد محمود ۱۲۹۶	محمد یعقوب	مدرس اول دیو بند
فتاوی نذیریہ جلد ۱ ص ۲۲۹	محمد احسن صدیقی	محمد عبد الحمید ۱۲۹۲

الجواب صحیح کتبہ محمد احسن صدیقی۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ہے اور وہ ایک موضع میں رہتا ہے، اور نماز روزہ کبھی نہیں پڑھتا، اور نہ کبھی اس کی زوجہ ہی نماز پڑھتی ہے غرضکہ دونوں میاں بیوی روزمرہ شراب پیتے، اور شرک و بدعت کے کام کرتے ہیں، شرک یہ ہے کہ اس شخص نے ایک ہنود عورت کو مقام دیرہ سے بلا کر اسے کہا، کہ ہمارے گاؤں بھر میں ڈنگروں میں دکھ یعنی بیماری پھیل رہی ہے، تم اس کو کسی طرح دفع کر دو، جواب میں اس عورت نے یہ شرط پیش کی، کہ جس طرح سے میں تم کو بتلاؤں تم کو اس پر کار بند ہونا پڑے گا، اور میں اس بیماری کو دفع کر دوں گی، اس مسلمان نے اس کی ہر ایک بات منظور کرنے کا اقرار کر لیا، تب مسماۃ مذکورہ نے کہا، کہ تین روز تک اس گاؤں بھر میں کوئی مسلمان اپنے اپنے گھر میں چولہے پر توا نہ چڑھائے یعنی روٹی نہ پکائے اور نہ ہی تین روز تک کوئی دودھ دہی جمائے چنانچہ گاؤں بھر کے مسلمانوں نے ایسا ہی کیا، پھر اس عورت نے تین روز تک سب مسلمانوں میں جا کر صبح و شام سنکھ بجایا، بعد ازاں اس نے یہ کہا، کہ ایک ان بیاہی بکری یعنی بچہ کے لاؤ، سو اس مسلمان نے ویسا ہی کیا، یعنی بکری لا دی گئی، تو عورت نے بکری کو کسی کلہاڑہ وغیرہ سے مار ڈالنے کی ہدایت کی، مسلمان مذکور نے اس بکری کے خون سے پتلی وغیرہ کی قسم کی ایک مورت بنا کر تین روز تک سب مسلمانوں کے گھروں میں بھجوائی، اور حکم دیا، کہ اس مورت کو تمام گھروں کی دیواروں سے چھوا کر واپس لے آؤ، چنانچہ مسلمان مذکور نے ایسا ہی کیا، اور پھر اس عورت نے معہ بکری کے گوشت کے مورت کو ڈنگروں کے

راستہ میں مدفون کرا کر کہا، کہ اب تمہارے ڈنگروں میں کبھی دکھ نہیں آنے پاوے گا، اور اپنا کچھ محنتانہ لے کر اپنے مقام ویرہ کو واپس چلی گئی، اور یہ بھی سننے میں آیا ہے، کہ مسلمان مذکورہ کے والدین کا نکاح بھی نہیں ہوا ہے، اور وہ خود بھی زناکار ہے، اور اس نے اپنی دختروں کو ان کے زندہ خاوندوں سے زبردستی چھین کر کسی دوسری جگہ سے سو سو روپیہ لے کر ان کا نکاح کرا دیا، حالانکہ ان کے سابق شوہروں نے انہیں آج تک طلاق نہیں دی تو اب فرمایئے، کہ اس کے گھر کا کھانا، اور اس سے سلام کرنا جائز ہے یا نہیں۔

دوسرے یہ کہ وہی شخص بدعتی و شرابی جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے، ان لوگوں سے جو ان کے پاس بیٹھنے اور کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں، یہ کہتا ہے کہ مجھ سے تو تم اتنا پرہیز کرتے ہو، مگر جس امام کے پیچھے تم لوگ نماز پڑھتے ہو، اس کی عورت قوم ہنود سے ہے، اور وہ کسی مسلمان کے گھر کی پکی ہوئی چیز نہیں کھاتی، اور اب تک امام صاحب سے اس کا نکاح نہیں ہوا، اس پر جب لوگوں نے امام صاحب کو بلا کر سب مسلمانوں کے روبرو اس تمام ماجرا کی نسبت دریافت کیا اور یہ بھی پوچھا، کہ جب کہ وہ عورت مسلمان ہو چکی ہے، پھر آپ کا اس کے ساتھ نکاح نہ ہونے کا کیا باعث، جس پر امام صاحب نے یہ جواب دیا کہ جو کچھ یہ شرابی بیان کرتا ہے، سراپا دروغ ہے، اس عورت سے میرا نکاح ہوئے چودہ سال ہو چکے ہیں اور میرے اس نکاح کے گواہ اور وکیل فلاں فلاں شخص فلاں موضع میں موجود ہیں آپ لوگ ان سے بذریعہ خط و کتابت دریافت کر سکتے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ میں اور میری عورت بعض لوگوں کے گھروں کی پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے کیوں پرہیز کرتے ہیں، تو اس کے لئے صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہو گا، کہ وہ اور ان کی عورتیں شراب پیتی ہیں ان کے گھروں کی پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے کیوں پرہیز کرتے ہیں، تو اس کے لئے صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہو گا، کہ وہ اور ان کی عورتیں شراب پیتی ہیں، میں ان کے گھروں کا کھانا وغیرہ جائز نہیں سمجھتا، اور گوشت میری عورت کسی بیماری کی وجہ سے نہیں کھاتی، کچھ گوشت پر ہی مسلمانی موقوف نہیں،

اس کے بعد اسی کفر و شرک کرنے والے شرابی شخص نے ایک مولوی صاحب عبد الرحیم نامی ساکن رامپور ضلع سہارنپور سے بغرض حصول فتویٰ اس مضمون کا سوال لکھ کر بھیجا، کہ ایک ایسا شخص جس کی عورت کسی مسلمان کے گھر کا کھانا نہ کھاتی ہو، اور اس کا نکاح بھی نہ ہوا ہو، وہ قابل امامت ہے یا نہیں مولوی صاحب مذکور نے بلا تحقیق طرفین کے لکھ دیا، کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہو سکتی،

تاوقتیکہ اس عورت کو کفر سے توبہ کرا کر اس سے نکاح نہ ہو جاوے، اب چند روز سے ان لوگوں کے جو امام صاحب کے نکاح میں شامل تھے، جواب آ گئے ہیں، ان سب کا بیان امام صاحب کی تائید میں ہے اور خطوط پر ان گواہوں کے نام اس طرح ثبت ہیں، گواہ شد نکاح شہاب الدین ساکن موضع بلاقی والہ، گواہ شد نکاح، خدا بخش سایہ والہ، وکیل کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔

اس موقعہ پر کچھ امام صاحب کے اوصاف کی نسبت بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں، آپ ابتداء میں پل جمن پر رہتے تھے چودہ پندرہ سال سے یہ وہاں سے اٹھ کر یہاں ان مواضعات و قریات میں چلے آئے، جہاں کہ مسلمان بہت کم آباد تھے اور نہ یہاں کوئی مسجد تھی، امام صاحب موصوف نے آتے ہی تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا، اور بے خبر مسلمانوں کو رفتہ رفتہ سمجھا بجھا کر طریقہ اسلام پر لائے، آخر مسلمان نماز روزہ سے واقف ہو کر نمازیں پڑھنے لگے، اور بدعت و کفر سے الگ ہو گئے، ازاں بعد امام صاحب مذکور نے ایک مسجد اور چبوترہ کی تعمیر کے لئے ہندو راجہ سے جو ان مواضعات کے مالک ہیں بذریعہ درخواست منظوری منگوائی چنانچہ لوگوں کے چندوں اور آپ کی سعی بلیغ سے جب سے مسجد تیار ہو گئی ہے، تب اسلام میں اور بھی زیادہ رونق اور ترقی ہوتی جاتی ہے۔

اب فرمایئے، کہ ایسے پرہیز گار امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کس آیت یا حدیث سے ناجائز ہے، اور نیز یہ بھی لکھیں، کہ جو شخص کبھی نماز نہ پڑھتا ہو، اور روزمرہ شراب پیتا ہو اور شرک و بدعت کے کام کرتا ہو، تو اس سے سلام علیکم کرنا، اور اس کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

سوال دوم، جو امام نماز جماعت میں ہر لحظہ کھانسے آیا نماز مکروہ ہو گی، یا نہیں۔

سوال سوم۔ جو شخص امام ہو کر لوگوں کو قیام مولود، غزلیات، شعر کی رغبت دلائے، تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں، اور اگر ہے، تو کس دلیل سے، اور کون سی حدیث سے معہ حوالہ کتب حدیث و روایت و آیات کے تحریر فرمایئے۔

الجواب۔ امام مذکور کے پیچھے نماز بلاشبہ جائز و درست ہے، ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے جو شخص ایسے امام کے پیچھے نماز کو ناجائز بتائے، وہ جاہل ہے اور جو شخص نہ کبھی روزہ رکھتا ہو، اور نہ نماز پڑھتا ہو، اور روزمرہ شراب پیتا ہو، اور شرک و بدعت کے کام کرتا ہو، تو اس سے سلام و کلام کا ترک کر دینا جائز ہے، مشکوۃ شریف میں ہے۔

عن نافع ان رجلا اتی ابن عمر فقال ان فلانا یقرأ علیک السلام فقال انه بلغنی انه قد احدث فان کان قد احدث فلا تقرئه منی السلام الخ رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجه وقال هذا حدیث حسن صحیح غریب امام نووی لکھتے ہیں وردت الاحادیث بهجران اهل البدع والفسوق ومنابذی السنة وانه یجوز هجرانهم دائما والنهی عن الهجران فوق ثلاث لیال انما هو لمن هجر لحظ نفسه ومعائش الدنیا واما هجران اهل البدع ونحوهم فهو دائما انتهی اور ایسے شخص کے یہاں کھانا کھانا، اور اس کی دعوت قبول کرنا نہیں چاہیئے، کیونکہ فساق کی دعوت قبول کرنے سے ممانعت آئی ہے۔

جواب سوال دوم۔ ہر لحظہ کھانسنا اگر عذر کی وجہ سے ہے، تو نماز میں کچھ کراہت نہیں آئے گی اور اگر بلا عذر ہے، تو ظاہر ہے، کہ نماز کے اندر بلا عذر اور بلا ضرورت ہر لحظہ کھانسنا محض لغو حرکت ہے، اس سے نماز کا مکروہ ہونا کیا معنے نماز کے فاسد ہونے کا خوف ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

جواب سوال سوم۔ قیام مولود و غزلیات منجملہ بدعات کے ہے، بلکہ اگر اس اعتقاد سے قیام کرے، کہ ذکر ولادت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں، تو کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے، پس ایسے بدعتی امام کے پیچھے اقتدا کرنے سے احتراز چاہیئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ عبدالحق ملتانی عبدالحق ملتانی۔ سید محمد نذیر حسین فتاوی نذیریہ جلد اول ص۳۱

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں، علمائے دین ان مسائل میں کہ عمرو کہتا ہے کفر و شرک کرنے سے اور ہر حرام و ممنوعات شرعیہ و سماع و رقص و مزامیر و ملاہی کی حلت کرنے، اور کل محارم و ممنوعات کو کہ اس کے مرتکب پر قرآن و حدیث میں وعید آئی ہے، ان کے حلال اور اچھا اور بہتر اور روا جاننے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، مناسب و لائق ہے، کہ مرتکب کفر و شرک و محارم و ممنوعات قطعی کا حلال جاننے والا حلال کو حرام جاننے والا، توبہ از کفر و شرک و معاصی و تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے، تاکہ داخل اسلام رہے، مگر خالد اور بیر ذاس کے یہ کہتے ہیں، کہ کفر و شرک کرنے سے اور ہر حرام و ممنوعات شرعیہ و سماع و رقص و مزامیر و ملاہی کی حلت اور محارم و ممنوعات قطعی کے مرتکب ہونے اور حلال جاننے سے نہ کچھ ایمان و اسلام میں خلل و حرج واقع ہوتا ہے، اور نکاح بھی ہرگز ہرگز نہیں ٹوٹتا، تجدید ایمان و تجدید نکاح کا مسئلہ بے اصل اور محض غلط ہے، تجدید ایمان و تجدید نکاح کا مذکورہ

قرآن وحدیث وفقہ میں کس جگہ اور کہاں آیا ہے، اکثر بندگان دین صاحب علم وعمل واہل کرامت وکشف غیب کی باتیں بتانے والے، اور حالات غیب کے جاننے والے تو مجلس سماع ورقص میں باادب دست بستہ بیٹھ کر بشوق طبع تمام راگ سنتے ہیں، اور ذرہ بھی انکار نہیں کرتے، اور نہ کسی کو سماع ورقص کے سننے ودیکھنے سے منع کرتے ہیں بلکہ ترغیب دیتے ہیں جس تقریب میں کہ سماع ورقص نہ ہو، مثلا نکاح وغیرہ میں، تو اس تقریب میں شریک ہونے سے انکار کرتے ہیں، کہ بے سماع ورقص کے شریک محفل ہونا بے فائدہ ہے چنانچہ خالد وتابعین اس کی کل تقریبات مشروعہ سے انکار کرتے ہیں، اور جو کوئی تقریب شرعی میں شامل ہو اس سے متنفر رہتے ہیں۔

(۲) عمرو کے پاس زید از خود بارادہ توبہ خالص کرنے کو آیا، اور عمرو سے زید نے کہا کہ جو ترکیب توبہ کرنے کی ہے، وہ مجھ کو تعلیم کر کے توبہ کرادو، چنانچہ عمرو نے حسب طلب زید اس کو دو رکعت نماز توبہ پڑھوا کر بعد سلام دست بر داشتہ بطور استغفار اور جو دعا کہ توبہ کے بارے میں احادیث نبوی سے ثابت ہے پڑھوا کر بعدہ مُصلیٰ تا قرآن شریف زید کے ہاتھ میں دے کر بطور عہد وپیمان اس سے کہلوایا، کہ جو کچھ کہ اوامر ونواہی قرآن شریف وا اپنے کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں ان اوامر کو حتی الوسع بجالاؤں گا، اور نواہی سے تابمقدور باز رہوں گا، مگر اب خالد اور اس کے متبع کہتے ہیں، کہ توبہ کرنا، اور ہاتھ میں قرآن شریف لے کر عہد وپیمان اوامر کے بجالانے کا، اور منکرات سے باز رہنے کا نہایت زبون اور بے جا، اور نادرست ہے کیونکہ قرآن شریف کے اوامر ونواہی بجالانا ضبط وطاقت، بشریت وانسانی سے بعید اور غیر ممکن ہے، توبہ کرنا اور قرآن شریف کا اٹھانا نہایت شوم ومنحوس ونا مناسب ونامبارک ہوتا ہے، جو کوئی توبہ کر کے قرآن شریف کو اٹھاتا ہے، وہ تباہ وجذامی وخوار اور ویران ہو جاتا ہے خالد واس کے پیرو عمرو وزید کو بسبب توبہ کرنے اور قرآن شریف کے اوامر ونواہی پر عہد کرنے سے نہایت ذلیل وخوار وحقیر سمجھتے ہیں، اور متنفر وبیزار وکنارہ کش رہتے ہیں، خالد اور اس کے پیرو کہتے ہیں، کہ جو شخص جب تک تائب نہیں ہوتا، وہ بے گناہ اور مرفوع القلم ہے اس کے سب گناہ معاف ہیں، مگر جو تائب ہو کر پھر گناہ کرے، تو وہ گنہگار ہے اس وجہ سے غیر تائب اچھا ہے، تائب بے خوف ہے، توبہ کرنے سے کیا حاصل، اللہ تعالیٰ نے ممنوعات وفواحش کیوں پیدا کئے انسان ہی تو ممنوعات وفواحش وغیرہ کے مستحق ہیں ورنہ فرشتے تو حظ نفس سے مبرا ہیں ورعایت۔

زندگی منتقم ہے

(۲) عمرو تو، توبہ کو طریقہ اسلام سے شمار کرتا ہے، اور بدعات اور منکرات سے منع کرتا ہے، اور توبہ کرنا ہر حال میں بہتر و انسب و افضل جانتا ہے، اور تائب سے نہایت خوش و راضی ہوتا ہے، بخلاف اس کے خالد اور اس کے پیرو، توبہ کرنے کو مذموم و فعل عبث تصور کرتے ہیں اور تائب کی نہایت مذلت و مذمت بیان کرتے ہیں، اور تائب سے از حد بیزار رہتے ہیں، بلکہ کینہ و پرخاش اور درپے ازار رہتے ہیں، اور ارتکاب بدعات کو موجب فلاح و ثواب دارین تصور کرتے ہیں، اور مرتکب بدعت کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں، اتباع سنت سے بیزار رہتے ہیں، اور متبع سنت کے عدو مبین ہیں۔

اب سوال یہ ہے، کہ عمرو و خالد کے اقوال مذکورہ سے، کس کا قول حق و موافق شریعت کے ہے اور کس کا قول ناحق و خلاف شریعت ہے،

الجواب:۔ عمرو کا یہ قول کہ، کفر و شرک کرنے سے، اور ہر حرام و ممنوعات شرعیہ کی حلت کرنے، اور کل محارم و ممنوعات کو کہ اس کے مرتکب پر قرآن و حدیث میں وعید آئی ہے، ان کے حلال اور اچھا جاننے، اور روا جاننے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، حق اور موافق شریعت کے ہے بے شک جو شخص کل محارم و ممنوعات قطعیہ کو حلال اور اچھا اور بہتر جانے اور حلال کو حرام جانے وہ مرتد اور خارج از اسلام ہو جاتا ہے، اور اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، ایسے شخص کو کفر و شرک سے اور محارم و ممنوعات کے حلال جاننے اور حلال کو حرام جاننے سے توبہ کرنا لازم ہے، اور پھر توبہ نصوح کے بعد تجدید نکاح ضروری ہے ہاں یہ بھی معلوم ہو، کہ وہ محرمات جن کی حرمت میں ائمہ دین مختلف ہوں، اور وہ حلال جن کی حلت میں اہل علم کا اختلاف ہو، سو ایسے محرمات مختلف فیہا کے حلال جاننے سے اور ایسے حلال مختلف فیہ کے حرام جاننے سے نہ نکاح ٹوٹتا ہے، اور نہ خروج از اسلام لازم آتا ہے۔

اور خالد اور اس کے پیروؤں کا یہ کہنا، کہ کفر و شرک کرنے سے اور ہر حرام و ممنوعات شرعیہ اور محارم قطعیہ کے مرتکب ہونے اور حلال جاننے سے نہ کچھ ایمان و اسلام میں خلل و حرج واقع ہوتا ہے اور نہ نکاح ٹوٹتا ہے الخ، سراسر ناحق و خلاف شریعت ہے، اور بالکل الحاد و جہالت اور کفر و ضلالت کی باتیں ہیں۔ اور خالد اور اس کے پیروؤں نے سند میں جن بزرگان دین کا ذکر کیا ہے وہ بندگان

دین نہیں ہیں، بلکہ وہ فساق و رہزنان دین ہیں، اس واسطے کہ راگ اور ناچ کی مجلس میں بیٹھ کر بشوق تمام راگ سنا اور ناچ دیکھنا اور لوگوں کو اس کی ترغیب دینا، اور جس تقریب میں ناچ اور راگ نہ ہو اس میں شریک ہونے سے انکار کرنا بزرگان دین کا کام نہیں ہے اور ان فساق و رہزنان دین کو جو خالد اور اس پیر دکن نے غیب کی بات بتانے والے اور حالات غیب کے جاننے والے کہا ہے سو یہ بھی محض شرک و کفر کی بات ہے، کیونکہ بجز ذات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کوئی اور غیب کی بات بتانے والا، اور حالات غیب جاننے والا نہیں ہے۔

(۲) عمرو نے جس طریقہ سے زید سے توبہ کرائی ہے، وہ صحیح اور شریعت کے مطابق ہے، یعنی دو رکعت زید سے پڑھوانا، پھر بطور استغفار کے ان دعاؤں کو پڑھوانا جو توبہ کے بارہ میں احادیث نبوی سے ثابت ہیں، اور پھر زید سے اس کا عہد و پیمان لینا، کہ ماموراتِ شرعیہ کو حتی الوسع بجالاؤں گا اور منہیات شرعیہ سے تابمقدور باز اور دور رہوں گا، یہ سب کچھ ٹھیک اور شریعت کے موافق ہے، مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن علی قال حدثنی ابو بکر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مامن رجل یذنب ذنبا ثم یقوم فیتطہر ثم یصلی یستغفر اللہ الا غفر اللہ لہ الحدیث رواہ الترمذی وابن ماجۃ (مشکوۃ شریف باب التطوع) و نیز مشکوۃ کے اسی باب میں ہے عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ حاجۃ الی اللہ او الی احد من بنی آدم فلیتوضأ فلیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین الحدیث۔

ہاں عمرو نے جو مصلحتاً قرآن شریف زید کے ہاتھ میں دے کر عہد و پیمان لیا ہے، سو قرآن شریف کو ہاتھ میں دے کر عہد و پیمان لینا شریعت سے ثابت نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اور آپ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے، پھر تابعین و تبع تابعین و غیرہم نے بہت سے لوگوں کو شرک و بدعت

لہ: ابو بکر کہتے ہیں، کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے جو آدمی گناہ کرے، پھر وضو کرے پھر نماز پڑھے پھر اللہ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دیتے ہیں، الحدیث ۱۲۔

لہ: عبد اللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ یا کسی بندے کی طرف کوئی کام ہو وہ اچھی طرح وضو کرے، اور پھر دو رکعت نماز پڑھے، الحدیث ۱۲۔

سے اور معاصی سے توبہ کرائی ہے، اور ماموررات کو بجالانے، اور منہیات سے بچنے کا عہد لیا ہے مگر قرآن ہاتھ میں دے کر عہد لینا کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، لہٰذا عمرو کو اس سے احتراز چاہیئے۔

اور خالد اور اس کے متبعین کا توبہ کرانے کو، اور ماموررات کے بجالانے، اور منہیات سے باز رہنے پر عہد لینے کو نہایت زبون اور نادرست کہنا، اور اس کی وجہ یہ ٹھہرانا، کہ اوامر قرآن شریف کو بجالانا اور نواہی قرآن سے باز رہنا ضبط و طاقت بشری و انسانی سے بعید اور غیر ممکن ہے سراسر جہالت اور حماقت ہے، قرآن مجید و حدیث کے جتنے اوامر و نواہی ہیں، سب کے سب سہل و آسان ہیں، ایک بھی طاقت بشری سے بعید و ناممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود فرماتا ہے، مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ یعنے اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں کی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الدين يسر الحديث رواه البخاری یعنے بے شک دین اسلام آسان اور سہل ہے، توبہ کرنا شعار اسلام بھی ہے، قرآن و حدیث میں توبہ کرنے کا حکم ہے، توبہ اور توبہ کرنے والوں کے فضائل و مناقب کثرت سے ثابت ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحًا یعنے اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے خالص توبہ کرو اور فرماتا ہے ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين یعنے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں کو، اور محبوب رکھتے ہیں پاکی حاصل کرنے والوں کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّيْ اَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ (رواہ مسلم) یعنے اے لوگو! توبہ کرو اللہ کی طرف، پس میں ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں، دیکھو سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم تھے اور جن کی شان میں لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ[1] وارد ہے، دن بھر میں سو مرتبہ توبہ کرتے تھے، پس خالد اور ان کے متبعین کا توبہ کرنے کو نہایت زبون اور بے جا اور نادرست کہنا شریعت کی صاف مخالفت کرنا ہے، خالد اور اس کے متبعین کو اپنے اس قول سے توبہ کرنی لازم ہے اگر وہ اپنی جہالت اور ناواقفی کی وجہ سے ایسی بات بولتے ہیں، تو وہ اپنی ناواقفی کی وجہ سے قابل معذوری ہو سکتے ہیں، اور اگر دانستہ ایسی بات بولتے ہیں، تو انہیں ذیل کی دونوں آیتوں کے وعید سے بہت ڈرنا چاہیئے۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

[1] تاکہ اللہ آپ کے پہلے اور پچھلے گناہ بخش دے ۱۲۔

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (۲) فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

پہلی آیت کا ترجمہ ”اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی، جب کھل چکی اس پر راہ کی بات، اور چلے سب مسلمانوں کی راہ سے سوا، ہم اس کو حوالہ کریں، جو اس کو پکڑے، اور ڈالیں اس کو دوزخ ہیں، اور بہت بری جگہ پہنچا“ اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے ”سو ڈرتے رہیں، جو لوگ خلاف کرتے ہیں اس کے حکم کا، کہ پڑے ان پر کچھ خرابی یا پہنچے ان کو دکھ کی مار“

اور خالد اور اس کے متبعین کا یہ کہنا، کہ ”توبہ کرنا اور قرآن شریف کا اٹھانا نہایت شوم و منحوس و نامبارک ہوتا ہے، جو کوئی توبہ کر کے قرآن شریف کو اٹھاتا ہے، وہ تباہ و جذامی و خوار و ویران ہو جاتا ہے سراسر باطل و مردود ہے، توبہ جیسی مبارک اور محبوب چیز ہے، اس کا حال اوپر معلوم ہو چکا، رہا توبہ کے وقت قرآن و حدیث کا اٹھانا، سو اس میں صرف اتنی بات ہے کہ یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے مگر اس کو شوم و منحوس سمجھنا، اور یہ عقیدہ رکھنا، کہ جو قرآن کو توبہ کے وقت اٹھاتا ہے، وہ تباہ و جذامی ہو جاتا ہے، محض باطل و غلط ہے، اور خیال و عقیدہ شرکیہ ہے، صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے، قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا طیرۃ الحدیث یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ کسی چیز میں شوم اور نحوست نہیں اور سنن ابی داؤد میں ہے، عن عبد اللہ بن مسعود رضہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الطیرۃ شرک قال۔ ثلاثا الحدیث یعنے عبد اللہ بن مسعود رضہ سے، روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ شگون بد لینا، اور کسی چیز میں شوم و نحوست سمجھنا شرک ہے، آپ نے اس کو تین بار فرمایا، اور خالد اور اس کے متبعین کا یہ کہنا کہ جو شخص جب تک تائب نہیں ہوتا ہے، وہ بے گناہ اور مرفوع القلم ہے الخ نہایت نادانی کی بات ہے اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت کرے، اور ان کی سمجھ کو سیدھا کرے، واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[1]

(۳) عمرو کا توبہ کو طریقہ اسلام سے شمار کرنا، اور بدعات و منکرات سے منع کرنا، اور توبہ کو اچھا جاننا، اور تائب سے خوش و راضی رہنا حق ہے اور یہی دین اسلام کی تعلیم ہے، اور خالد اور اس

[1] : اللہ جسے چاہئے سیدھے راہ کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

کے متبعین کا تو بہ کو مذموم اور فعل عبث تصور کرنا، اور تائب کی مذلت اور مذمت کرنا، اور ارتکاب بدعات کو موجب فلاح دارین سمجھنا، اور اتباع سنت سے بیزار رہنا یہ سب باتیں ایسی ہیں، کہ ان کی وجہ سے خالد اور اس کے متبعین کے ایمان کی خیر نہیں ہے، تائب کی مذلت و مذمت کرنا اور توبہ کو فعل عبث تصور کرنا، در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت و مذلت بیان کرنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فعل عبث کی نسبت کرنا ہے اور اس کا جو نتیجہ ہے، وہ ظاہر ہے، نعوذ باللہ من ذلک اور اتباع سنت سے بیزار ہونے والے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من رغب عن سنتی فلیس منی یعنے جو شخص میری سنت سے بیزار ہو، وہ مجھ سے نہیں ہے اور فرمایا، کہ جو شخص میری سنت کو (بیزاری سے، ترک کرے اس پر میں نے لعنت کی، اور ہر نبی نے لعنت کی، کذا فی المشکوۃ باب الایمان بالقدر واللہ تعالیٰ اعلم،

حررہ سید محمد نذیر حسین — فتاوی نذیریہ جلد ۱ ص ۲۲ — سید محمد نذیر حسین

بدنامی کی وجہ سے سنت رسول ترک کرنا کیسا ہے۔

سوال:۔ بدنامی کی وجہ سے سنت رسول آمین۔ رفع الیدین ترک کر دینا کیسا ہے۔

جواب:۔ ہر گز جائز نہیں نہایت بزدلی اور کج فہمی ہے اس کا مفصل بیان رسالہ آمین اور رفع الیدین میں ہے منگا کر پڑھیں۔ فتاوی ستاریہ جلد ۳ ص ۵۔

سوال:۔ بخدمت علمائے فضیلت شعار گذارش ہے کہ جواب مسئلہ ہذا سے ممتاز فرمادیں (ا) اگر کوئی شخص بلا دریافت حال ایسے شخص کا مرید ہو جاوے، کہ اس شخص کے ہاں علانیہ شرک و بدعت ہوتا ہو اور جلسے خلاف شریعت ہوتے ہوں، تو کیا بعد معلوم ہو جانے حالات مندرجہ کے اس مرشد سے تعلقات مریدی منقطع کر لینے چاہئیں، کیونکہ شریعت کے خلاف کرنا، یا دوسروں کو کرتے ہوئے دیکھنا طبیعت کو برا معلوم ہوتا ہے، الحاصل اگر ایسے مرشد سے قطع تعلق اور سلسلہ آمد و رفت کا بند کیا جاوے، تو وہ شخص قابل مواخذہ تو نہیں ہو سکتا، براہ کرم اس عاصی کو جواب باصواب سے سرفراز فرما دیں

(۲) برہنہ سر ہو کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، جیسا کہ آج کل کے فقیر بوجہ ریا کے ننگے سر نماز پڑھا کرتے ہیں۔

(۲) مسواک اگر گھستے گھستے بالکل چھوٹی ہو جاوے، اور قابل گرفت نہ رہے، تو اس کو کیا کرنا چاہیے اکثر لوگ کہا کرتے ہیں، کہ اس کو زمین میں گاڑ دینا چاہیے اگر قیامت کے دن اس کا سایہ اس شخص پر ہوگا، یہ مسئلہ سچ ہے یا مصنوعی بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (۱) اس صورت میں اس مرشد سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے اور آمد و رفت کا سلسلہ بھی بند کرنا لازم ہے، اور ایسے مرشد کی تابعداری شرعاً ہرگز درست نہیں، جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن[۱] ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السمع والطاعۃ علی المرء المسلم فیما احب وکرہ مالم یؤمر بمعصیۃ فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ متفق علیہ وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاطاعۃ فی معصیۃ انما الطاعۃ فی المعروف، وعن النواس بن سمعان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق رواہ فی شرح السنۃ۔ سب لوگوں پر عموماً۔ اور علمائے حقانی پر خصوصاً ضروری و لازم ہے، کہ عوام الناس کو ایسے مرشد سے ہاتھ سے روکیں اگر ہاتھ سے نہ روک سکیں تو زبان سے، اگر زبان سے بھی نہ روک سکیں۔ تو دل میں تو ضرور بیزار ہوں، مگر یہ اضعف ایمان ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ عن[۲] ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ سید محمد نذیر حسین فتاوی نذیریہ جلد اصفحہ ۲

(۲) بوجہ ریا برہنہ سر نماز پڑھنا درست نہیں، کیونکہ ریا شرک میں داخل ہے، جیسا کہ مشکوٰۃ میں

[۱]:۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کا کام ہے سننا اور اطاعت کرنا۔ خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند، بشرطیکہ وہ کام گناہ کا نہ ہو، اور اگر اسے گناہ کا حکم دیا جائے، تو نہ سنتا ہے اور نہ اطاعت حضرت علی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف اچھے کام میں ہے نواس بن سمعان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری نہیں ہے ۱۲۔

[۲]:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی برائی دیکھے اسے اپنی طاقت سے روکے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر اتنا بھی نہ کر سکے، تو دل سے اسے برا سمجھے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے ۱۲

ہے عن محمود بن لبید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر قالوا یا رسول اللہ وما الشرک الاصغر قال الریاء رواہ احمد، ہاں اگر بلا ریا برہنہ سر نماز پڑھے، تو جائز ہے جیسا کہ بخاری میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ منہ شیء۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سر ڈھانپنا ضروری نہیں۔ ہاں یہ ایک مسنون امر ہے، اگر کرے تو ادے ہے نہ کرے تو عقاب نہیں اللہ پاک نے فرمایا ہے۔ یٰبَنِیٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ اس آیت پاک سے ثابت ہوا کہ ٹوپی و عمامہ سے نماز پڑھنا اولےٰ ہے، کیونکہ لباس سے زینت ہے، اگر عمامہ یا ٹوپی رہتے ہوئے تکاسلاً برہنہ نماز پڑھے، تو مکروہ ہے، اور اگر بوجہ عاجزی وانکساری برہنہ سر نماز پڑھے تو بلاشبہ جائز ہے، جیسا کہ عالمگیریہ میں ہے۔ یکرہ الصلوۃ حاسرا راسہ اذا کان یجد العمامۃ وقد فعل ذلک تکاسلا وتہاونا ولا باس بہ اذا فعلہ تذللا وخشوعا بل ھو حسن کذا فی الذخیرۃ۔

(۳) یہ مسئلہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ محض مصنوعی ہے واللہ اعلم بالصواب، حررہ حمید الرحمٰن عفی عنہ سید محمد نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۲

سوال:۔ چہ فرمایند علمائے دین کہ تصور شیخ از کتاب وسنت و تعامل صحابہ و تابعین وصوفیہ متقدین رحمہم اللہ ثابت است یا نہ، بینوا توجروا۔

لے:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ خوف تمہارے لئے چھوٹے شرک کا ہے لوگوں نے پوچھا چھوٹا شرک کیا ہے فرمایا دکھلاوا ۱۲۔

لے:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی آدمی ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو ۱۲۔ لے اے بنی آدم مسجدوں میں جاتے وقت اپنی زیب و زینت کیا کرو ۱۲۔

لے:۔ اگر کوئی آدمی محض سستی کی وجہ سے پگڑی ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھے، تو مکروہ ہے اور اگر خشوع وذلت اور انکساری کی بنا پر ننگے سر پڑھے، تو یہ بہتر ہے ۱۲۔

سوال:۔ علمائے دین کیا فرماتے ہیں، کہ تصور شیخ کتاب وسنت اور تعامل صحابہ وتابعین وصوفیہ متقدین سے ثابت ہے یا نہیں۔

الجواب:- در صورت مرقومہ ہیچ دلیل شرعی از کتاب وسنت بران قائم نیست ونہ تعامل صحابہ وتابعین وتبع تابعین وصوفیہ کبار متقدمین یافتہ شد، پس از احداث وبدعات خالی نخواہد بود، زیراکہ از آداب شریعت غرا خارج است، وامرے کہ از اداب شریعت خارج باشد بلا شبہ محدث وبدعت شود، چونکہ بر دانشمندان ذی انصاف پوشیدہ نیست قال الشیخ الکامل عبد القادر الجیلانی قدس سرہ اتبع الشرع فی جمیع ما ینزل بک موافقا فی الحرکات والسکنات بالشریعۃ فان الشریعۃ اول واجب فلا طریقۃ ولا حقیقۃ ولا کشف الا ببرکات معاملات الشریعۃ انتہی کلامہ وفی رسالۃ القشیری قال ابن عطاء من الزم نفسہ باداب الشریعۃ نور اللہ تعالیٰ قلبہ بنور المعرفۃ فلا مقام اشرف فی مقام متابعۃ الحبیب ولا دلیل علی الطریق الی اللہ تعالیٰ الا بتابعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اقوالہ واحوالہ وافعالہ انتہی کلامہ، چنانکہ شیخ عبد اللطیف برہان پوری در رسالہ سلوک نوشتہ ونیز ظاہر است، کہ تصور شیخ از اقوال وافعال واحوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام وتابعین وغیرہم اصلا مروی نہ شدہ، پس چگونہ روا باشد، ونیز مخالف امر قاطع او تعالےٰ جل شانہ است ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ دم علی ذکرہ لیلا ونہارا ﴿وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ وانقطع الیہ بالعبادۃ وجرد نفسک عما سواہ انتہی ما فی البیضاوی وغیرہ من التفاسیر ودر تفسیر عزیزی مے نویسد، کہ فائدہ این قطع وتبتل اول در عین ذکر است، کہ خطرات ماسوی اللہ تعالےٰ در خاطر خطور نہ کند انتہی کلامہ۔

الجواب:۔ تصور شیخ کے لئے نہ تو کتاب وسنت سے کوئی دلیل ہے نہ صحابہ تابعین و تبع تابعین کے تعامل سے یہ آداب شریعت سے خارج ہے، بدعت ہے شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں، تمام حرکات وسکنات میں شریعت کی پیروی کو ملحوظ رکھو، شریعت سب سے پہلا فرض ہے، اور اس کے بعد کوئی طریقت اور حقیقت نہیں ہے اور نہ کوئی کشف ہے رسالہ قشیری میں ہے۔ کہ شریعت کے آداب کو ملحوظ رکھنے ہی سے دل روشن ہوتا ہے، حضورؐ کی اطاعت سے بڑھ کر کوئی بلند مقام نہیں ہے شیخ عبد اللطیف برہان پوری اپنے رسالہ سلوک میں لکھتے ہیں کہ تصور شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین سے ہر گز مروی نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور اس کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر دے،، تو معلوم ہوا، کہ ذاکر کو دوسرے

پس تصور شیخ مخل ومانع مداومت ذکر الٰہی خواہد بود وصوفیہ کبار ہم می نویسند کہ بندہ ی را در بدایت باید کہ دوام بذکر الٰہی مستغرق باشد کہ رفتہ رفتہ بر مقام اعلیٰ برسد قال الامام الغزالی فی اربعینہ فان دام ذلک وصار عادۃ راسخۃ عرج بہ الی عالم الاعلیٰ وذلک فی البدایۃ کذا ذکر الشیخ عبد اللطیف البرہانپوری فی رسالۃ السلوک وازیں بہت کہ تصور شیخ در قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر رواج نیافتہ مولانا محمد اسمٰعیل شہید مرحوم در صراط مستقیم این را حرام واز بدعات شرکیہ نوشتہ اند زیرا کہ صورت قرطاسی چندان در ذہن مرتسم نمی شود، چنانکہ صورت خیالیہ در ذہن منتقش مے گردد، وصورت قرطاسی یعنی تصویر حرام است، ہم چنین صورت خیالیہ حرام خواہد بود انتہے خلاصہ۔

الغرض در ہر عبادت دلیل شرعی ضرور است ونوشتن بعضے اکابر آن را بغیر بلا دلیل و تجویز کردن آن را بلا برہان شرعی بر دیگر حجت نہ می شود، لہذا اجماع امت بر امرے بغیر سند شرعی معتبر نہ می شود، چنانکہ در اصول فقہ مذکور است، پس تتبع سنت سنیہ را لازم است کہ از امر مشتبہ کہ میان مباح وبدعت دائر باشد قطعاً احتراز کند، زیرا کہ در کتب فقہ مذکور است کہ چیزے کہ دراں تردد باشد کہ این من قبیل سنت است یا از بدعت ترک آن لازم است چنانکہ شیخ ابن الہمام در فتح القدیر حاشیہ ہدایہ بدان تصریح کردہ است وہم حموی محشی اشباہ ونظائر نوشتہ، واللہ اعلم بالصواب فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۴۲ سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ تصویروں کا پاس رکھنا کہ دیواروں پر چسپاں کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ ذی روح کی تصویروں کا پاس رکھنا اور دیواروں پر چسپاں کرنا شرعی ممنوع وحرام ہے۔ حررہ السید محمد ابو الحسن سید محمد نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ جلد ۲ ص ۲۴۲/۱۲۰

تمام تصورات سے خالی الذہن ہو جانا چاہیے تاکہ کوئی چیز ذکر میں مخل نہ ہو اور تصور شیخ ذکر الٰہی میں مخل ہے۔ لہذا باطل ہے شاہ اسمٰعیل شہید نے صراط المستقیم، میں اس کو حرام اور بدعات شرکیہ سے شمار کیا ہے، کیونکہ کاغذ کی تصویر ذہن پر اتنا اثر نہیں کرتی، جتنا کہ ایک صورت پھر اگر وہ شریعت میں حرام ہے، تو یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے باقی اگر کچھ لوگوں نے اسے جائز لکھا ہے، تو اس کے جواز پر چونکہ دلیل کوئی نہیں ہے، لہذا ان کی پرواہ نہ کرنی چاہیے اور پھر فقہ کا یہ اصول بھی یاد رکھنا چاہیے، کہ اگر کوئی کام مباح اور بدعت میں دائر ہو۔ یا سنت اور بدعت میں دائر ہو۔ تو اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے، واللہ اعلم۔

سوال :۔ چہ فرمانید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ بماہ محرم الحرام شہادت حسنین علیہما السلام حسب روایات کتاب سر الشہادتین روز عاشورا یا غیر آن بیان کردن جائز است یا نہ، و شنیدہ می شود کہ علمائے اعلام از دہلی تا لکھنؤ در عشرہ محرم بیان شہادت امامین ہمامین را معمول خود می دارند و جناب مولانا مرزا حسن علی صاحب محدث علیہ الرحمۃ کہ از اجل تلامذہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ بودند در عشرہ محرم شہادت حسنین علیہما السلام راہم بیان می فرمودند، و بعضے از اہل علم بیان شہادت را حرام می دانند، و بقول ابن حجر ملی کہ در صواعق محرقہ است تمسک می نمایند عبارتہ ھکذا عن الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ قتل الحسین والحسن وما جری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یھیج الی بغض الصحابۃ والطعن فیھم۔ و قول مولوی اسمٰعیل شہید مرحوم کہ در صراط المستقیم افادہ فرمودہ اند ہم سند می آرند، خلاصہ این است کہ چون حسنین علیہما السلام بر تبہ شہادت فائز شدند داخل جنت گشتند، پس محل سرور است نہ محل غم، و اگر اقربائے شما در چنین مصائب مبتلا شدہ باشند، و کسے آن مصائب را پیش شما بیان کند ہرگز شنیدن آن مصائب را جائز نمیدارید، و مبین آن را از دائرہ محبت خارج می شمارید، پس چیزے کہ در حق اقربائے خود جائز نمیدارید، در حق امام علیہ السلام چگونہ تجویزے مے کنید، انتہے بمضمونہ ملخصاً، و نیز می گویند کہ کتاب سر الشہادتین از شاہ عبد العزیز صاحب نیست، کدامی شیعہ تصنیف کردہ بنام شاہ صاحب مشتہر ساختہ، جواب ہر سوال مفصلاً و مشرحاً ارشاد شود، بینوا توجروا۔

سوال :۔ محرم کے دنوں میں شہادت حسنین کا تذکرہ کرنا حسب روایت سر الشہادتین ، جائز ہے یا نہیں کہتے ہیں کہ دہلی سے لکھنؤ تک کے تمام اکابر علماء امامین کی شہادت کے تذکرہ کو اپنا معمول بنائے ہوئے ہیں اور مرزا حسن علی بھی جو شاہ عبد العزیز دہلوی کے اجل تلامذہ سے ہیں، محرم میں شہادت کا تذکرہ کرتے ہیں، اور بعض اہل علم اس کو ناجائز بتاتے ہیں، جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں امام غزالی سے نقل کیا ہے، کیونکہ اس سے صحابہ میں لڑائی جھگڑا سنا جاتا ہے، اور صحابہ کے متعلق دل میں حسن ظن نہیں رہتا۔ اور شاہ شہید نے صراط المستقیم میں لکھا ہے، کہ وہ امام تو شہید ہو کر جنت میں چلے گئے، یہ خوشی کی بات ہے نہ کہ رونے پیٹنے کی، اور اگر کوئی کسی شخص کو اس کے اقارب کی دردناک داستان سنائے اور دونوں کو بتائے کہ اس کو دشمنوں نے اس طرح مارا، تو وہ اس سے ناخوش ہو گا، پھر امامین کے متعلق اس کو کیوں جائز رکھا جائے، اور کتاب سر الشہادتین کہتے ہیں، کہ شاہ عبد العزیز کی نہیں ہے،

الجواب ۔ درصورت مرقومہ رائج در قصہ کربلا امتناع و حرمت است چنانکہ صاحب صواعق و مولوی محمد اسمٰعیل شہید مرحوم افادہ فرمودہ اند، و نیز جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ در قول جمیل ارشاد نمودہ عبارتہ ھکذا۔ ما دینا فی سنن ابن ماجۃ وغیرہ ان القصص لم تکن فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا فی زمان ابی بکر وعمرؓ وما دینا ان الصحابۃ کانوا یخرجون القصاص من المساجد فعلمنا ان القصص غیر موعظۃ وانہ من موم وانہا محمودۃ واما الاٰفات التی تعتری الوعاظ فی زماننا فمنہا عدم تمییزھم بین الموضوعات وغیرھا بل غالب کلامھم الموضوعات والمحرفات وذکرھم الصلوات والدعوات التی عدھا المحدثون من الموضوعات ومنھا قصصھم قصۃ کربلا والوفات وغیر ذلک وخطبہم انتہی ما فی القول الجمیل ۔

فی الواقع ذکر قصہ کربلا و وفات ایشان رضی اللہ تعالےٰ عنہم موجب آفات از ارتکاب امور منہی عنہا مانند نوحہ و شیون و ماتم و شور گریہ و زاری و فغان و بے قراری و ران لازم مے آید و شائع است، کہ بیان این قصہ لا محالہ مودی بسوئے امور منکر مذکور مے شود و قاعدہ، مطروہ فقہا، کہ ما یؤدی الی مالا یجوز لا یجوز مقتضی و باعث بر منع آں ست کما لا یخفی علی المتامل المنصف، و ازین سبب بیان این قصہ با وجود فرط محبت باہل بیت نبوت در قرون ثلاثہ درمیان سلف اخیار و علمائے ثقات متبعان آثار سید الابرار رواج نیافتہ آری استرجاع ودعائے خیر از ایشان رحمہم اللہ تعالےٰ البتہ مروی شدہ کما لا یخفی علی الماھر بالاخبار

بلکہ کسی شیعہ کی تصنیف ہے، جواب مفصل عنایت فرمائیں ۔

الجواب ۔ صورت مرقومہ میں بہتر یہی ہے، کہ کربلا کے واقعہ کو نہ بیان کیا جائے، جیسا کہ صاحب صواعق اور شاہ اسمٰعیل شہید نے لکھا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے قول الجمیل میں لکھا ہے کہ قصہ گوئی کی رسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے زمانہ میں نہ تھی بعد میں اگر کوئی قصہ گو آیا، تو اس کو مسجد سے نکال دیا گیا، قصہ گوئی وعظ نہیں ہے یہ اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی، وہ آفات جو آج کل واعظوں کو پیش آتی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے، کہ وہ اکثر موضوع اور محرف روایات بیان کرتے ہیں، اور ان کی وہ صلوات و دعوات کہ جن کو محدثین نے موضوعات سے شمار کیا ہے، انہی میں سے کربلا کا واقعہ اور میلاد خوانی کی روایات ہیں

قال الشیخ شہاب الدین بن حجر الهیثمی المکی فی الصواعق المحرقة اعلم ان ما اصیب بہ الحسین رضی اللہ عنہ فی عاشورا انما ھو الشہادة الدالة علی مزید حظوتہ ورفعة درجتہ عند ربہ والحاقہ بدرجات اہل بیت الطاہرین فمن ذکر ذلک الیوم مصائبہ لا ینبغی ان یشتغل الا بالاسترجاع امتثالا للامر احرازا لما رتبہ اللہ تعالیٰ بقولہ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمة واولئک ہم المہتدون ولا یشتغل ببدع الرافضة ونحوہم من الندب والنیاحة والحزن اذ لیس ذلک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولی بذلک واحری او ببدع الناصبة المتعصبین علی اہل البیت او الجہال المتقابلین للفاسد بالفاسد والبدعة بالبدعة والشر بالشر من اظہار غایة الفرح والسرور واتخاذہ عیدا واظہار الزینة فیہ الی اٰخر ماذکرہ الشیخ عبد الحق المحدث الدہلوی رحمہ اللہ فیما ثبت من السنة فی ایام السنة۔

وسر الشہادتین بلا ریب از تصنیفات جناب مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ است، و امور غامضہ کہ منتہیان ازاں فائدہ گیرند، و عبرت پذیرند باعث تصنیف آں بودہ است، نہ برائے عوام کہ از فہم بعض مطالب آں عاری ہستند، چہ فہم مطالب مخصوص بقومے دون قوم است، پس بیانش رو بروئے عوام بجز تحریض بر محذورات امرے دیگر متصور نیست، و فقہاء می نویسند ضرر العام مقدم علی ضرر الخاص دریں صورت بیان قصہ کربلا کہ مہیج بر نوحہ و ماتم و اہانت و ذلت اہل بیت

اور پھر کربلا کے واقعہ کے ضمن میں کئی ناجائز امور کا ارتکاب ہوتا ہے مثلاً نوحہ، شیون سینہ کوبی وغیرہ جو کہ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں باوجود محبت اہل بیت کے نہیں تھے ہاں ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا چاہیے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے جیسا کہ صواعق محرقہ کی عبارت سے واضح ہے اور پھر اگر کوئی یہ اچھا کام ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن ماتم و نوحہ ہوتا۔ نہ تو رافضیوں کی طرح ان دونوں میں نوحہ و شیون ہونا چاہیے، اور نہ ہی خارجیوں کی طرح اس دن خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔

اور سر الشہادتین واقعی شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اس میں منتہی لوگوں کے فائدہ کے لئے ہدایات لکھی گئی ہیں۔ عوام اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، اور عوام کو اس کا مطالعہ بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان

باشد بہ نسبت عوام کالانعام ممنوع بلاشبہ خواہد بود، ازیں جہت امام غزالی در بعض تصانیف خود بیان قصہ کربلا را از منہیات شمردہ، واللہ اعلم بالصواب، حررہ سید محمد نذیر حسین۔

فتاوی نذیریہ جلد اول ص ۲۵۵ سید محمد نذیر حسین

سوال :۔ چہ می فرمایند علمائے محققین اہل سنت، کہ نظر در کتاب وسنت غائر میدارند، دریں باب کہ شیعہ بر اہل سنت اعتراض می کنند کہ ایشان روز تولد ووفات نبی وعرس بزرگان را ہر سال موجب سرور وحزن گردانیدہ اند واز اتخاذ خوشی عید غدیر وعید بابا شجاع الدین واز ماتم وگریہ وزاری در شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ روز عاشورا بر ماطعن وخندہ می کنند، حالانکہ در اتخاذ عید وسرور وحزن روز تولد ووفات نبی وعرس بزرگے وماتم ہر سال روز عاشورا الشہادت امام حسین رض وعید غدیر اصلا فرق نیست، ودیگر اینکہ بر تصویر قبور ما ہم خندہ می کنند واز وہمیات میدانند، بنابر آنکہ صورت چیزے را حکم آن چیز دادن از وہمیات است، وخود اہل سنت صورت شے را حکم ذی صورت میدہند کہ تصویر نعل را موجب برکت ودفع شر وبلا می دانند لہذا استفسار از حل ایں شبہ کردہ می شود، کہ اعتراض ایشان دور شود، وحقیقت ایں بخوبی واضح گردد۔

الجواب :۔ درصورت مرقومہ اعتراض شیعہ بر اہل سنت محض بے جا است ودفع ایں شبہ از تحفہ اثنا عشریہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ در باب یازدہم در خواص مذہب شیعہ در نوع، پانزدہم بخوبی نوشتہ اند، کہ از آن احوال طرفین سنی وشیعہ بوجہ اتم معلوم خواہد شد، وعبارت

کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، امام غزالی نے اپنی تصنیفات میں اسی لئے کربلا کے قصہ کو منہیات سے شمار کیا ہے کہ اس سے عوام پر برا اثر پڑتا ہے ۱۲۔

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے محققین کہ شیعہ لوگ اہل سنت پر اعتراض کرتے ہیں، کہ تم نبی کی وفات اور بزرگوں کے عرس کو سال بسال باعث سرور وحزن سمجھتے ہو، اور ہم پر عید غدیر اور عید بابا شجاع الدین اور محرم میں امام حسین کے ماتم کی وجہ سے ہم پر اعتراض کرتے ہو، حالانکہ تمہارے اور ہمارے عمل میں کوئی فرق نہیں، اور ہم پر امام حسین رض کے تعزیہ کی وجہ سے اعتراض کرتے ہو، اور اس کو وہمی چیز بتاتے ہو، اور نعل کی تصویر کو موجب برکت سمجھتے ہو، تمہارا ہمارا کیا فرق ہے اس کو حل فرمائیں!

الجواب :۔ شیعہ کا اعتراض ہم پر محض بے جا ہے، شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تحفہ اثنا عشریہ کے گیارہویں

تحفہ این است.

نوع پانزدہم امثال متجددہ رایک چیز بعینہ دانستن واین وہم خیلے بر ضعیف العقلاں غلبہ دارد حتیٰ کہ آب دریا وشعلہ چراغ وآب فوارہ رااکثر اشخاص یک آب ویک شعلہ خیال کنند واکثر شیعہ ورا عادات خود منہمک این خیال اند، مثلاً روز عاشورا در ہر سال کہ بیاید آں را روز شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ گمان برونددا احکام ماتم ونوحہ وشیون وگریہ وزاری وفغان وبے قراری آغاز نہند، مثل زنان کہ ہر سال بر میت خود این عمل نمایند، حالانکہ عقل بالبداہت می داند کہ زمان امر سیال غیر قار است ہرگز جزاو ثبات وقرار ندارد وا عادہ معدوم محال وشہادت حضرت امام در روزے شدہ بود کہ این روز از ان روز فاصلہ ہزار ودو صد سال دارد، واین روز باآں روز چہ اتحاد، کدام مناسبت وروز عید الفطر وعید النحر را برین قیاس نباید کرد، کہ درین جا مایہ سرور وشادی سال بسال متجدد است یعنی ادائے روزہ رمضان وادائے حج خانہ کعبہ کہ شکر النعمۃ المتجددہ سال بسال فرحت وسرور نو پیدا می شود، ولہذا اعیاد شرائع برین وہم فاسد نیامدہ، بلکہ اکثر عقلا نوروز ومہرجان وامثال این تجددات وتغیرات آسمانی را عید گرفتہ اند، کہ ہر سال چیزے نو پیدا می شود، وموجب تجدد احکام مے باشد وعلی ہذا القیاس تعید بعید بابا شجاع الدین وتعید بعید غدیر وامثال ذلک مبنی بر ہمیں وہم فاسد است، ازین جا معلوم شد کہ روز نزول آیت اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وروز نزول وحی وشب معراج راچرا در شرع عید قرار ندادہ اند وعید الفطر را وعید النحر را قرار دادہ اند، وروز تولد ووفات ہیچ نبی را عید نہ گردانیدند، چرا در صوم یوم

ب میں خواص مذہب شیعہ کی پندرھویں شق کے تحت لکھا ہے، کہ تصاویر کو بعینہ ایک چیز سمجھنا اور یہ وہم بہت سے بے وقوفوں پر مسلط ہے، کہ وہ دریا یا فوارہ کے پانی اور چراغ کے شعلہ کی تصویر کو واقعی پانی یا آگ سمجھنے لگتے ہیں شیعہ ایسی ہی عادات میں مبتلا ہیں، وہ عاشورا کے روز کو سال بسال امام حسین کی شہادت کا دن سمجھ کر ماتم ونوحہ وشیون کرتے ہیں، جیسے کہ جاہل عورتیں اپنے عزیزوں کی موت پر سال بسال نوحہ کرتی ہیں ان کو اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا، کہ زمانہ گذرنے والا وقت ہے، جو وقت نکل چکا ہے، وہ کبھی واپس نہیں آتا، اور امام حسین کو شہید ہوئے آج بارہ سو سال گذر رہے ہیں، پھر آج کا دن اس دن سے کیا نسبت رکھتا ہے۔ اگر اعتراض کیا جائے، کہ عید کا دن سال بسال کیوں منایا جاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ ہر سال اللہ تعالیٰ کی نعمت کے شکریہ کے طور پر سال بسال عید منائی جاتی ہے۔ کیونکہ ہر سال حج وقربانی اور رمضان شریف کے روزے رکھے جاتے ہیں، یعنی یہاں سبب خوشی

عاشورا کہ سال اول بموافقت یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجا آوردہ بودند منسوخ شد، دریں ہمہ ہمیں سراست کہ وہم را دخلے نہ باشد، بدون تجدد نعمت حقیقت سرور و فرحت نمودن یا غم و ماتم کردن خلاف عقل خالص از شوائب وہم است۔

نوع شانزدہم صورت چیزے را حکم آن چیز دادن و این وہم اکثر راہ بت پرستاں زدہ، آنہا را در ضلالت انگندہ و اطفال خورد سال نیز دریں وہم بسیار گرفتار می باشند، اسپان و سلاح و دیگر چیز ہا را از چوب و گل ساختہ خورسند می شوند، و حقیقت اسپ و سلاح انگارند، و دختران خورد سال و پسران دو دختران از جامہائے منقش ملون ساختہ باہم نکاح آنہا مے کنند و شادی می نمائید، و در شیعہ این وہم خیلے غلبہ کردہ قبور حضرت امامین و حضرت امیر و حضرت زہرا رضہ تصویر کنند و گمان آنکہ این قبور حقیقۃ قبور مجمع النور آن بزرگوار آن است تعظیم واقر نمایند، بلکہ نوبت بسجدات رسانند و فاتحہ خوانند و سلام و درود رسانند و مگس رانند و منقش و مزیب گرفتہ گرداگرد استادہ شوند و در رنگ بجاوران داد شرک دہند، و نزد عقل در حرکات طفلان و حرکات این پیران نابالغ ہیچ تفاوت نیست انتہی کلام مولانا فی التحفۃ۔

پس از تقریر مولانا مرحوم صاف ہویدا گردید کہ اگر روز تولد و وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم در شرع شریف سبب سرور و خوشی و عید یا ماتم قرار نداده شد، کہ مانند روز عید اہتمام در انعقاد مجلس آن کردہ

ہر سال نیا ہو جاتا ہے، اور امام حسین رضہ کی شہادت کے روز ہر سال نیا سبب پیدا نہیں ہوتا۔ اور جو لوگ ہر سال مہر جان اور نوروز کی عیدیں منایا کرتے تھے، ان میں بھی نیا سبب ہوتا تھا۔ کہ ہر سال نئے غلے پیدا ہوتے ہیں، اور ان کی عید بابا شجاع الدین اور عید غدیر بھی اسی وہم فاسد پر مبنی ہے اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ وحی کے نزول کے دن اور معراج کی رات کو شریعت نے کیوں عید قرار نہیں دیا، اور نہ ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات و پیدائش کے دنوں کو غم اور خوشی کا دن سمجھا گیا ہے، اور عیدین کے دنوں کو کیوں عید قرار دیا گیا ہے، اور عاشورا کے دن کا روزہ کیوں منسوخ ہو گیا۔

اور سولہویں شق یہ ہے، کہ وہ ایک تصویر کو اصل حقیقت سمجھتے ہیں چھوٹے بچے بھی اس وہم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ مٹی کے گھوڑے بنا کر ان کو اصل سمجھ کر خوش ہوتے ہیں، اور کپڑوں کی گڑیاں بنا کر ان کی شادی کرتے ہیں، اور خوشی مناتے ہیں اور شیعہ وہمیات میں حد سے زیادہ مبتلا ہیں، وہ امامین و حضرت علی و حضرت فاطمہ رضہ کی قبروں کی تصویریں بناتے ہیں اور ان کو اصلی قبریں قرار دے کر ان کی تعظیم کرتے ہیں، سجدہ میں گرتے ہیں، ان سے مکھیاں اڑاتے ہیں اور مشرکوں کی طرح شرک کی داد دیتے ہیں۔ ان نابالغ پیروں اور چھوٹے بچوں میں کیا فرق ہے!

شود، لہذا این عقد مجلس بہیئت کذائیہ مرسومہ حال از صحابہ کبار و تابعین و ائمہ مجتہدین کہ باتباع شریعت و محبت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جان بازی می فرمودند منقول نہ شد، و مروج نیافت و ہم چنین تعظیم کردن تصویر نعال و موجب برکات و دفع بلیات وانستن آن را از صحابہ اخیار و ائمہ مجتہدین بروایت معتبرہ ثابت نہ شدہ کہ مورد طعن شیعہ گردد، زیراکہ اہل سنت و ائمہ دین کہ اولو الامر در دین بودہ اند، این کار نہ کردند، و رواج ندادند کہ طعن و اعتراض شیعہ بر ایشان عاید گردد، دہر گاہے کہ صورت چیزے را حکم آن چیز دادن از وہمیات شمرند تصویر نعال نیز ازین قسم البتہ خواہد شد، یعنی از جملہ وہمیات فاسدہ شمردہ خواہد شد، و برین تقدیر شبہ و اعتراض شیعہ بر اہل سنت وارد نہ شود، و برا تخاذ عرس بزرگان ہر سال نیز شبہ شیعہ بر ائمہ مجتہدین و مقتدائے دین اہل سلف متوجہ نخواہد شد کہ ایشان این را تجویز نہ فرمودند، و از اتخاذ بعضے سنی کہ از جملہ اولو الامر و پیشوائے دین و اہل اجتہاد نیستند، و درین زمان کہ عقد نمودن مجلس عرس را از جملہ واجبات شرعیہ میدانند، و بر عدم فاعل آن انکار مثل ترک واجب می شمارند، البتہ اعتراض وارد می شود بر ایشان، پس از ورود اعتراض بر ایشان بر علمار مجتہدین کہ مدار کار دین بر تدوین کتب ایشان است، این اعتراض عاید نہ گردد، واللہ تعالے اعلم وعلمہ احکم،

الراقم سید محمد نذیر حسین۔

سید محمد نذیر حسین	نوازش علی

از اکرام علی معروف شد
مفتی رحمت علی ۱۲۲۷

صحت جواب ظاہر است، کہ درین صورت اعتراض بر ائمہ دین وارد نیست فقط

شد محبوب علی جعفری ۱۲۲۷ فتاویٰ نذیر جلد اول ص۲۵۷

سوال:۔ چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین بحق کسانے کہ دعوی اہل سنت و جماعت

شاہ صاحب کی تقریر سے معلوم ہوگیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش یا وفات کے دن کو کیوں غمی اور خوشی کا دن مقرر نہیں کیا گیا، یہی وجہ ہے، کہ متقدمین سلف صالحین ان مجالس کو کیوں منعقد نہیں کیا کرتے تھے، حالانکہ وہ آپ پر جان قربان کرتے تھے، اور نعل کی تعظیم بھی سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، کہ شیعہ ہم پر اعتراض کریں، کیونکہ اہل سنت کے مقتدا اور ائمہ نے ایسا نہ کیا، اور جب ہم تصویر کو وہمیات سے سمجھتے ہیں، تو اس صورت میں شیعہ کا اعتراض ہم پر کیسے اعتراض ہو سکتا ہے، باقی جو لوگ بزرگوں کے عرس کرتے ہیں نہ ہمارے عقیدہ کے آدمی ہیں، نہ ہم ان کو اپنے آدمی جانتے ہیں شیعہ ان پر جا کر اعتراض کریں ہم پر اعتراض کرنے کا ان کو کوئی حق نہیں۔

نمودہ محبت حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما را وسیلہ گردانیدہ در عشرہ ماہ محرم شیوہ تعزیہ پرستی کنند باین طور کہ بشب تاریخ پنجم دو مشت گل از جائے آوردہ اور انعش حضرت حسنین رض قرار دادہ با تعظیم و تکریم و حفاظت تمام بالائے چبوترہ نہادہ ہر روز بآن گل مذکور چیزہائے مثل شربت و مالیدہ و شیرینی وغیرہ فاتحہ مے کنند و آن گل را باعث نجات و برار مطالب دنیا و عقبیٰ خود دانستہ پیش آن سجدہ می نمایند و استدعائے مال و دولت و اولاد وغیرہ ازان می نمایند و بشب ہفتم با طہارت تمام دستار بستہ و برآن دستار سہرہ و حمائل گل نہادہ بر چوبکی کہ ہر دو طرفش شکل دست می باشد با عزت و اکرام می نہند و بشب و بشب ہشتم آن چوکی را معہ دستار و شکل بر سر برداشتہ با ڈہل و تاشہ ماتم کنان و سینہ کوبان وہائے حسین گویان کوچہ بکوچہ می گردانند، و بشب نہم آن دو مشت گل را اول مثل میت کفن پوشانیدہ بقبریکہ اندرون تعزیہ تیار می کنند مع دستار و سہرہ و مقنعہ داشتہ باجماع کثیر با بسیارے گریہ و زاری وہائے حسین گویان و سینہ زنان و مرثیہ خوانان برائے گشت می برند و یک کس با ادب و تعظیم تمام مورچھل کنان پس تعزیہ می رود، و بروز دہم بوقت برآمدن قریب یک و نیم پاس روز آن گل کفن اندودہ را مع ساز و سامان بطریق ماتم زدگان با شور و شیون در کربلائے معہودہ خود ہا بردہ و قبر کندیدہ مع سہرہ وغیرہ دفن می کنند و بعد دفن بران قبرہا پان و نان و شیرینی کہ ہمراہ بطریق توشہ می برند، فاتحہ می کنند، و بوقت شام چراغان بر آن قبرہا روشن می نمایند و بعض کسانے کہ ضریح از چوب و از زر و طلا و نقرہ علیٰ قدر استعداد خود ہا بہ تصویر روضہ مقدسہ حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین، کہ بعض آدمی اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور امام حسین رض کی محبت کو وسیلہ بنا کر عشرہ محرم میں تعزیہ پرستی کرتے ہیں، اس کی کیفیت اس طرح ہے، کہ پانچویں محرم کو کہیں سے دو مشت خاک لے آتے ہیں اور اس کو امام حسین کی لاش قرار دے کر اس کی تعظیم کرتے ہیں، اور چبوترہ پر رکھتے ہیں پھر ہر روز اس پر شربت فالودہ مٹھائی وغیرہ کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اس مٹی کو باعث نجات و مطلب براری سمجھتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں اور اس سے مال و دولت و اولاد وغیرہ مانگتے ہیں پھر ساتویں رات کو طہارت کرتے ہیں ایک پگڑی باندھتے ہیں اور اس پر پھولوں کا سہرہ لٹکاتے ہیں، اور ایک چوکی پر جس کی دونوں طرف ہاتھ کی شکل کی ہوتی ہے وہ دستار بڑی عزت سے رکھ دیتے ہیں آٹھویں رات کو اس چوکی کو مع دستار کے سر پر اٹھا لیتے ہیں ڈھول بجتا ہے اور ماتم و سینہ کوبی کرتے ہوئے گلی کوچوں میں پھرتے ہیں، اور نویں رات کو اس دو مشت خاک کو کفن پہنا کر اس قبر میں جو تعزیہ کے اندر بنی ہوتی ہے دفن کر دیتے ہیں اور پھر اس کو کندھوں پہ اٹھا کر گریہ و زاری اور سینہ کوبی کرتے

تیار کردہ بخانہ خود ہا بجائے پاکیزہ و محفوظ میدارند، و بجلسہ اعتقادے کہ مذکور گردید پرستش آن می نمایند، و بعضے علم شبیہ دست مبارک ساختہ با ضریح سینۃ و بشت ہفتم علم را از ضریح جدا کردہ برائے گشت می برند، و بروز دہم علم مذکور در کربلا بردہ سہرہ و حمائل گل کہ بعلم می باشد قبر کندیدہ دفن می سازند، و رسومات فاتحہ وغیرہ قسمے کہ نوشتہ شد می نمایند و بعض کسائے کہ از ابتدائے شب رویت ماہ عشرہ محرم مجلسے از شیشہ آلات و فروش مکلف با زیب و تکلفات ترتیب دادہ و مردمان کثیر را جمع کردہ مرثیہ و نوحہ متضمن واقعات کربلا می خوانند و حالات ذلت مستورات مطہرات کہ از دست کوفیان و لشکر اعداء دادہ و نیز چیزے از جانب خود با ابداع و اختراع کردہ بدان مجلس کہ جمعے کثیر مجتمع می باشند بآواز بلند بیان می کنند و حسین حسین کرہ باگریہ و زاری مثل ماتمیان سینہ زنی می کنند و بعدہ چیزے از قسم شیرینی و شربت فاتحہ نمودہ بر حضار مجلس تقسیم می سازند این قسم تعزیہ پرستی نزد اہل سنت و جماعت جائز است یا شرک یا کفر یا گناہ صغیرہ دیا کبیرہ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ دعویٰ سنت و جماعت کسے را میرسد، کہ استقامت بران طریقہ داشتہ باشد، کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ ما انا علیہ واصحابی و ارتکاب تعزیہ پرستی و ساختن

ہوئے ہائے حسین کہتے ہوئے گشت کرتے ہیں، ایک آدمی تعزیہ کے پیچھے مورچھل کرتا جاتا ہے اور دسویں تاریخ کو چاشت کے وقت اس کفن میں لپٹی ہوئی مٹی کو بعہ ساز و سامان کے روتے پیٹتے اپنے بنائے ہوئے کربلا میں لے جا کر دفن کر دیتے ہیں اور اس کے بعد کئی چیزوں پر جن کو اپنے ہاتھ لے جاتے ہیں فاتحہ پڑھتے ہیں، اور شام کو اس قبر پر چراغ جلاتے ہیں، اور ان لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے جو امام حسین رض کی قبر کی شبیہ اپنی طاقت کے مطابق لکڑی، سونے چاندی سے بناتے ہیں اس کو اپنے گھروں میں نہایت تعظیم سے رکھتے ہیں اس کی پوجا کرتے ہیں، بعضے ہاتھ وغیرہ کا علم بنا کر قبر کے ساتھ باندھ دیتے ہیں، اور ساتویں رات علم کو تعزیہ سے جدا کر کے گشت کے لئے لے جاتے ہیں اور دسویں دن علم مذکور کو سہرے وغیرہ پہنا کر تعزیہ کے ساتھ قبر میں دفن کر دیتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے جو محرم شروع ہوتے ہی پورے تکلفات سے کمروں کو آراستہ کرتے ہیں، آدمیوں کو بلا کر مرثیہ خوانی کرتے ہیں، کربلا کے واقعات سناتے ہیں، مستورات کی بے عزتی کی داستانیں بیان کرتے ہیں اور ہائے حسین کہتے ہوئے ماتم کرتے ہیں پھر شیرینی تقسیم ہوتی ہے، کیا یہ لوگ اہل سنت والجماعت ہیں، اور کیا یہ کام جائز ہے، یا کفر اور شرک ہے یا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اہل سنت والجماعت وہ آدمی ہو سکتا ہے جو نبی کریم اور صحابہ کرام کی راہ پر چلتا ہو۔ اور ہر تمام

ضریح وعلم وغیرہ وآوردن از جائے گل وبالائے چبوترہ نہادہ نعش سبطین رسول الثقلین قرار دادن وتعظیم وتکریم آن نمودہ برآن چیزہائے مثل شربت ومالیدہ وشیرینی وگل وسہرہ واشتہ فاتحہ بر آن ودرود خواندن واین امور مذکورہ راموجب نجات اخروی ووسیلہ ترقی درجات وانجاح مقاصد وبرآمدن مطالب دنیوی دانستن ودیگر حرکات نامشروعہ نمودن مستلزم مخالفت ومشاقت جناب سید المرسلین واتباع غیر سبیل مومنین واعراض وتولی از طریقہ مسلمین است کہ موجب سخط خداو مستحق دخول آتش جہنم است، چنانچہ خداتعالیٰ در قرآن می فرماید۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا وقال البیضاوی الآیۃ تدل علی حرمۃ مخالفۃ الاجماع لانہ تعالیٰ رتب الوعید الشدید علی المشاقۃ واتباع غیر سبیل المؤمنین انتہی۔

ونیز ظاہر است، کہ این چنین مردمان در دعوائے سنی بودن خود کاذب ومفتری ہستند، و داخل در مضمون آیت يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ دورین امور اتباع سنت وپیروی اجماع امت سلف صالحین از صحابہ وتابعین ومجتہدین کجا است، بہر حال مرتکبان امور مذکورہ از شریعت غرا منحرف اند، چہ ساختن تعزیہ وتربت ہا وغیرہ وخاک از جائے آوردہ پیش آن فاتحہ ودرود برآن خواندن از بدعت وضلالت وکفر وموجبات لعنت است ودر حق مرتکب بدعت ضلالت وعید شدید وارد است، کہ صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ ودیگر عبادات او مقبول نہ می شود عن حذیفۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صوما ولا صلوۃ ولا صدقۃ ولا حجۃ ولا عمرۃ ولا جہادا ولا صرفا ولا عدلا و یخرج من الاسلام کما یخرج الشعر من العجین کما رواہ ابن ماجہ وہم چنین طبرانی بدین مضمون از ابن عباس رض وبزار از ثوبان روایت کردہ است،

امور جو سوال میں مندرج ہیں نامشروع حرکات ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور ایمانداروں کی راہ یہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہیں جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی نافرمانی کرے، اور ایمانداروں کی راہ چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے تو جدھر جاتا ہے جائے، ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بدترین جگہ ہے امام بیضاوی کہتے ہیں کہ اس آیت سے اجماع کی مخالفت کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور ایسے لوگ اہل سنت کا دعویٰ کرنے میں بالکل جھوٹے ہیں، شریعت مطہرہ کے دائرہ سے

وسجدہ بہ تبدیل نام پیش تعزیہ کردن موجب شرک وعبادت غیر اللہ تعالےٰ است لہٰذا جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ در تفسیر عزیزی این را از شرک شمردہ اند عبارتہ ہکذا وانبیاء ومرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب وشنیدن فریاد ہر کس در ہر جا وقدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند وملائکہ وارواح انبیاء واولیاء را در پردہ صور تماثیل وقبور وتعزیہ ہا معبود سازند، انتہی کلامہ مختصراً وپرستش وسجدہ کردن تعزیہ را از جملہ نصب وانصاب است قال اللہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ الآیۃ فالانصاب جمع نصب بضمتین او جمع نصب بالفتح والسکون وھو کل ما نصب وعبد من دون اللہ تعالیٰ من شجر او حجر او قبر وغیر ذلک والواجب ھدم ذلک کلہ کذا فی مجالس الابرار وھو کل ما عبد من دون اللہ قالہ الجوھری ونصب بفتحتین رنج ورنج دیدن وبت وآنچہ بر پائے بہر پرستش کذا فی الرشیدی، پس پرستش تعزیہ مغوتہ ہم درین داخل است، کما لا یخفی علی المتامل الماھر۔

ودر شرح مواقف نوشتہ، کہ سجدہ کردن آفتاب را کفر است۔ پس می گویم در سجدہ آفتاب وتعزیہ ہیچ فرق نیست، برین معنے مسلمانان را واجب است کہ از سجدہ وپرستش تعزیہ مغوتہ اجتناب کنند، تا در کفر نیفتند، وثواب دانستن در تعزیہ داری از بدعت وضلالت است ازین نیز حذر واجب ولازم است بہر حال ترک آن واجب است، وہر گاہے کہ تعزیہ داران از ممانعت ونہی ازان ناخوش شوند، وناہی ومانع را دور از صواب ودین دانند وبر تعزیہ داری اصرار نمایند وپرستش وسجدہ آن را نمایند ونماز وروزہ وحج وزکوٰۃ کہ حکم خدا ورسول است بالائے طاق نہند، چگونہ در زمرہ اہل اسلام شمردہ شوند، چہ جائے کہ از اہل سنت وجماعت

خارج ہیں، ایسے لوگوں کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کا روزہ نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد، نفل اور فرض کچھ بھی قبول نہیں کرتے اور وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال، اسی مضمون کی حدیث ابن ماجہ، بزار اور طبرانی میں آئی ہے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے ان امور کو اپنی تفسیر میں شرک کہا ہے، اور تعزیہ کو سجدہ کرنا آفتاب کو سجدہ کرنے کے برابر ہے، کیونکہ تعزیہ ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے نصب بت ہے، صاحب مجالس الابرار اور جوہری نے اس کی تصریح کی ہے۔

شرح مواقف میں ہے کہ سورج کو سجدہ کرنا کفر ہے، اب خود ہی سوچو تعزیہ اور سورج میں کیا فرق ہے۔ مسلمانوں کو ان امور

معدود و محسوب گروند، خداتعالےٰ ہدایت بخشد ایشان را - و در ترمذی از ابی واقد لیثی مذکور است. عن ابی واقد اللیثی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خرج الی غزوۃ حنین مر بشجرۃ للمشرکین کانوا یعلقون علیہا اسلحتہم یقال لہا ذات انواط فقالوا یا رسول اللہ اجعل لنا ذات انواط کما لہم ذات انواط فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ ہذا کما قال قوم موسی اجعل لنا الٰہا کما لہم الٰہۃ والذی نفسی بیدہ لتترکبن سنن من کان قبلکم رواہ الترمذی۔

پس تعزیہ داری از اینجا و ذات انواط کم نیست، بلکہ از آن بد است در معصیت کہ بسر حد کفر میر ساند و سبب بربادی ایمان است درین نعوذ باللہ من ہذہ العقیدۃ الفاسدۃ۔

الغرض این ہمہ امور داخل انصاب اند، کہ خداتعالےٰ آن را رجس فرمودہ و انصاب عبارت از ما ینصب للعبادۃ است، خواہ صنم باشد یا وثن یا دیگر مثل اشیا مذکورہ در ما سبق، بلکہ ہر چیز جز خدا تعالےٰ تعظیم و تکریم و خضوع و تذلل از روئے عبادت کردہ شود، بران اطلاق انصاب کردہ خواہد شد، و اگر آن را مساوی ذات و صفات واجب تعالےٰ اعتقاد نمودہ متصرف در امور ممکنات و قادر بر ہر شے در جمیع مطالب و مقاصد قرار دہد دران ہنگام اطلاق ند و شریک باری عزاسمہ کردہ مشود، بر ان و مرتکب آن را مشرک و کافر توان گفت، و در مخاطبین قولہ تعالےٰ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ داخل توان کرد۔

و اگر قائلے گوید، کہ اہل تعزیہ و ضرائح وغیرہ بلکہ مشرکان عرب چیزے را کہ ساختہ عبادت من دون اللہ می نمودند چگونہ انداد گفتہ شود، حالانکہ آن چیز را مساوی در ذات و صفات او تعالےٰ زعم نمی

بدعیہ سے پرہیز کرنا چاہیے، تاکہ صحیح مسلمان بن سکیں، ترمذی میں ابو واقد لیثی سے حدیث ہے، کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کو نکلے، تو راستہ میں ایک درخت آیا، جس پر مشرک لوگ اپنی تلواریں لٹکایا کرتے تھے اس کو ذات انواط کہتے تھے، تو مسلموں نے کہا یا رسول اللہ ہمیں بھی ایک ذات انواط بنا دیں، آپ نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو قوم موسیٰ کی سی بات ہوئی، کہ انہوں نے موسیٰ سے درخواست کی تھی کہ ان کے خداؤں جیسا کوئی ہمیں بھی خدا بنا دیں، خدا کی قسم تم یہود و نصاریٰ کی ضرور پیروی کرو گے، پس تعزیہ داری بھی ذات انواط ہی کی ایک صورت ہے، کہ لوگ اس پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں یہ لوگ پورے مشرک و کافر ہیں، کیونکہ انہوں نے خدا کے لیے شریک بنا دیئے، جس کی مخالفت قرآن مجید کی آیت فلا تجعلوا للہ اندادا میں ہے ۱۲۔

کردند، چہ جاکہ مسلمانان این چنین خیال فاسد واعتقاد باطل چگونہ خواہند کرد و در جلب نفع و ضرر بر خلاف ارادہ و مشیت سبحانہ تعالےٰ قادر و مختار چگونہ خواہند دانست، پس دفع آن این است کہ ہرگاہے کہ ایشان از تعظیم تبارک و تعالےٰ اعراض نمودند، و توجہ کلی بتعظیم و تذلل بتعزیہ نمودند، و اوقعائے کہ مختص بذات او تعالےٰ است مثل اطلاع حال جمیع خلائق حاضر و ناظر بودن و انجاح مطالب و مقاصد و برآوردن حاجات در تعزیہ دانستند، و سجدہ کردن آن را مشابہت تمام باکسانے کہ در شان معبودان خود اعتقاد می دارند، پیدا نمودند، زیرا کہ لوازم الوہیت تعزیہ را ثابت کردند، لامحالہ در زمرہ ایشان داخل شدہ سزاوار خطاب فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ گشتند قال البیضاوی تحت ھذہ الآیۃ وتسمیۃ ما یعبدہ المشرکون من دون اللہ اندادا وما زعموا انہا تساویہ فی ذاتہ وصفاتہ ولا انہا تخالفہ فی افعالہ لانہم لما ترکوا عبادتہ الی عبادتہا وسموھا آلھۃ فشابھت حالھم حال من یعتقد انہا ذوات واجبۃ بالذات قادرۃ علی ان تدفع عنہم باس اللہ وتمنحھم مالم یرد اللہ بھم من خیر فتھکم بھم وشنع علیہم بِاَنْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اندادا لمن یمتنع ان یکون لہ ند۔

وباید دانست کہ مدار کار و مناط شعار تعزیہ و گل پرستی غیر از اتباع ہوائی امرے دیگر متصور نمی شود، چنانچہ جابر رض از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روایت می کند قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخوف ما اتخوف علی امتی الھوی وطول الامل فاما الھوی فیصد عن الحق واما طول الامل فینسی الآخرۃ الی آخر الحدیث رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ واین قسم از اقسام الاشراک فی الحکم، است

اگر کوئی آدمی سوال کرے، کہ تعزیہ و ضریح بلکہ مشرکوں کے بت وغیرہ کو بھی خدا کا شریک کیسے بنایا جا سکتا ہے، جب کہ وہ ان کو خدا کے برابر درجہ نہیں دیتے، بلکہ اس سے کم تر سمجھتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ جب اپنی توجہ ان چیزوں کی طرف کر لی گئی، اور ان سے اپنی حاجتیں مانگنے لگے، اور خدا کی درگاہ چھوڑ دی، تو پھر خواہ زبانی برابری تسلیم نہ کریں، عملی برابری بلکہ اس سے بڑھ کر ان کو سمجھا جانے لگا، تو ان پر مشرک کا لفظ صادق آئے گا، چنانچہ تفسیر بیضاوی میں بعینہٖ یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ یہ تعزیہ پرستی وغیرہ تمام امور ہوائے نفس اور خواہشات نفسانی کی بنا پر کئے جاتے ہیں، اور ہویٰ پرستی بھی تو شرک ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں، کیا وہ آدمی بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے،

فتاکر اطاعت حکم ہوئی مساوی بلکہ در بعض مواضع فوق اطاعت حکم الٰہی دانستہ ترک متابعت ہدی می
کنند و مطاوعت ہوئی می سازند، و ہر گاہے کہ سنگے در نظر ایشان مستحسن می نماید مشغول و مبہوت
بعبادتش می شوند، وگاہے دیگر شئے مثل تعزیہ وگل وغیرہ در نظر ایشان جلوہ ظہور می دہد باستیلاء محبت
او گرفتار گردیدہ عبادتش می کنند و چون بعلم الٰہی ضلالت ایشان بدرجہ کمال می رسد وجوہر روح ایشان
فاسد و تباہ می گردد، وادی بیمائے خذلان وحیرانی آن را ساختہ مہر بر قوت سامعہ و قلب ایشان
مے کنند، پس بعدم مبالات خذلان وحیرانی آن را ساختہ مہر بر قوت سامعہ وقلب ایشان مے کند
پس بعدم مبالات وعظ ونصیحت وسلب تفکرات بتلا می سازد و بر قوت باصرہ ایشان پردہ عمی
وکوری انداختہ عین استبصار را وچشم اعتبار را منروع النظر ومعدوم الاعتبار مے گرداند، چنانچہ
در کلام معجز نظام خود ارشاد می فرماید أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ
وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ
أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۔

وبعض کسان از محبین اعتقادات فاسدہ وتخیلات باطلہ بری وخالی الذہن میباشند وبیا ختن
تعزیہ وضرائح وعلم وغیرہ وبعض صرف مجالس انعقاد نمودہ بطریقہ شیون وماتم ومرثیہ خوانی تنہا وہ
محض رسم آبار واجداد خود دانستہ مرتکب اسراف وتضییع اموال می شوند، در عداد اخوان الشیاطین
داخل می گردند، ودر شرع وارد شدہ کہ دعا واستغفار واسترجاع نمودن وصدقات بلا تخصیص ایام
برائے شہداء کربلا رضی اللہ تعالٰے عنہم وغیرہم من الاموات دادن نافع وارین است وبکار
باواز بلند ونوحہ وضرب خدود وشق جیوب وسینہ کوبی وآہ وفغان وآنچہ واقعہ از عداء اللہ
روز شہادت حسین رضی اللہ عنہ باہل بیت شدہ دربیان آن نہایت حقارت واہانت اہل بیت متصور می
شود، چنانکہ جہال پورب در عشرہ محرم می کنند ہمہ ممنوع وحرام است، کہ دعوے جاہلیت

اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ مجھے اپنی امت پر ہوائے نفس اور طول حرص کا خوف ہے، کیونکہ خواہش راہ حق سے روک دیتی ہے، اور لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ اشراک فی الحکم کی قسم ہے، کہ جب کوئی چیز اچھی معلوم ہوئی، تو اس کے سامنے جھک گئے

ہاں بعض لوگ ان اعتقادات فاسدہ سے خالی الذہن ہوتے ہیں اور محض آبائی رسم سمجھتے ہوئے اس تعزیہ داری کی رسوم کو بجا لاتے ہیں اس صورت میں اسراف اور تضییع مال میں مبتلا ہوتے ہیں، یہ بھی تو شیطان کے بھائی ہیں

است، وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازین افعال واقوال جاہلیت بیزار ہستند، ومرتکبان این امور جاہلیت در وعید شدید داخل خواہند بود، چنانچہ در مشکوٰۃ شریف وغیرہ مذکور است، و نیز این شعار روافض جہال است، بہرحال ازین حذر باید۔

وبعض کسان این امور را مستحسن دانستہ متوقع ثواب جمیل واجر جزیل می شوند، این فرقہ مبتدع بدعت ضلالت مستحق وعید شدید کلام خیر الانام اہل البدع کلاب النار ہستند و بہ نیست ثواب تعزیہ وترتب آن از بانس وکاغذ ترکیب دادہ فاتحہ ودرود می خوانند وزیارت آن می نمایند، ودر مواعید شدیدہ داخل می گروند، چنانچہ در برزخ سلمی از ابن مسعودؓ روایت می کند من زار بلا مزار فقد ضل وعن طریق اخر لعن اللہ من زار بلا مزار وفی روایۃ من زار سوحا بلا روح اخرجہ ابن ابی الدنیا واخرج الطبرانی والحکیم الترمذی من زار بلا مقبور فکانما عبد الصنم پس تعزیہ داران در وعید آیت کریمہ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا شامل اند، خدا تعالی ہدایت کند ایشان را کہ از تیہ ضلالت بیرون بودہ براہ سنت آیند وہر کہ از سنت سنیہ وطریقہ صحابہ کرام وتابعین عظام ومجتہدین اعلام وغیرہم من علمائے دین رضی اللہ تعالی عنہم روگرداں شود، ورسم تعزیہ پرستی را کہ از بدعات شرکیہ است بعمل آرد وپند ونصیحت ناصحان از علماء نشنود، بلکہ بیزار وعنفیان گردد پس آن کس فارق الجماعت وخارج از دائرہ اسلام خواہد بود، چنانکہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ رواہ احمد وابوداؤد مے الجملہ تعزیہ پرستان

پس صحیح طریق صرف یہ ہے، کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جائے، ان کے لیے دعا مغفرت کی جائے اور رہا پھر کوئی صدقہ وغیرہ کر کے ان کو ثواب پہنچا دیا جائے، وہ بھی بلا تخصیص ایام، باقی رہا یہ سینہ کوبی اور نوحہ وشیون وغیرہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بالکل برخلاف ہے اور یہ بانس وکاغذ وغیرہ سے تعزیہ بنانا اور اس کی زیارت کرنا لعنت کا موجب ہے، حدیث میں آیا ہے اللہ اس آدمی پر لعنت کرے جو کسی فرضی قبر کی جس میں کوئی مردہ دفن نہیں ہے زیارت کرے۔

پس ایسے لوگ جو محض اتباع ہوائے نفس کی بنا پر تعزیہ پرستی وغیرہ کریں، اور سنت کی پرواہ نہ کریں، اہل سنت والجماعت بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جو جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہو جائے، اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی، ایسے لوگوں کو شرک وبدعت چھوڑ کر توبہ واستغفار

ازیں افعال بدعیہ شرکیہ اجتناب نمودہ توبہ واستغفار نمایند وایصال ثواب از عبادت بدنیہ و مالیہ بارواح شہیدان کربلا کردہ باشند، سعادت دارین درین حاصل است ماعلینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب۔

الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	

سید احمد حسن ۱۲۸۹	سید شریف حسین ۱۲۸۸	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم محمد حسین قادری۔ فتاویٰ نذیریہ ص ۲۱۵
محمد عنایت علی ۱۲۹۲	محمد اسحاق بہاری ۱۲۹۱	
حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ	محمد غلام اکبر خان محمد السی	

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر مسلمان کوئی میلہ کریں جس کی مذہب میں کوئی اصل نہیں، جیسے تعزیہ داری، اور کافر نہ اس لحاظ سے کہ میلہ کی تخریب ہو بلکہ اس لحاظ سے کہ مسلمانوں کو بحیثیت مذہب ہزیمت ہو مزاحم ہوں، تو ایسی صورت میں میلہ والے مسلمانوں کی شرکت دوسرے مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ در صورت مرقومہ ارباب فطانت و دیانت پر مخفی نہیں، کہ مسلمانوں کو بحیثیت مذہب ہزیمت جب ہو، کہ یہ میلہ تعزیہ داری کا مذہب و ملت یا اونے شعائر اسلام میں بھی داخل ہوتا، حالانکہ داخل نہیں، اور جب یہ میلہ مذکورہ داخل ہی نہیں ہوا، بلکہ یہ میلہ بعض وجہ سے میلہ فسقیہ ہے اور بعض وجوہ سے میلہ شرکیہ ہے، تو اس صورت میں مسلمانوں کو من حیث مذہب دینی و ملت یقینی کیوں کر ہزیمت متصور ہو گی، یہ خیال خام بعض ملایان نافرجام ہے، و قول رب العالمین یُوحِی بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا الآیۃ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ مناسب حال و مقال ملایان بدخصال کے ہے پس فَذَرْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ (ان کو اور ان کے بہتانوں کو چھوڑ دو) مشعر حال ڈھال ان کی کا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ میلہ تعزیہ داری کا میلہ فسقیہ ہے باعتبار اجتماع فساق تماش بین کے، اور یہ میلہ باعتبار بنانے والے اور

کرنی چاہیے، اور عبادات بدنیہ و مالیہ کا ثواب ان کو بخشنا چاہیے، تاکہ سعادت دارین حاصل کریں۔ واللہ اعلم ۱۲۔

لہ:۔ ان میں سے بعض، بعض کی طرف جھوٹی اور ملمع کی باتیں القا کرتے ہیں، وہ صرف ظن کی پیروی کر رہے ہیں اور ایک اندازے کر رہے ہیں۔

تعظیم کرنے والے، اور تقرب لغیر اللہ چاہنے والے کے میلہ شرکیہ ہے، پس صورت اولیٰ ہیں تماشہ دیکھنا ان کے میلہ کا اور تماشہ دیکھنا تعزیہ کے میلہ کا دونوں برابر ہیں، زور وکذب وما لاینبغی اور غیر مشروع ہونے ہیں بموجب اس آیت کریمہ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ کے نیز بدلیل آیت سورہ فرقان کے وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ہر چند یہ آیت محتمل احتمالات کثیرہ کو ہے، لیکن احتمال اقوی یہی ہے۔ يحتمل حضور كل موضع يجري فيه ما لا ينبغي ويدخل فيه اعياد المشركين ومجامع الفساق لان من خالط اهل الشر ونظر الى افعالهم وحضر مجامعهم فقد شاركهم في تلك المعصية انتهى ما في التفسير الكبير والفصول العمادية اور مدد دینا بنا بر تکثیر سواد اور اشاعت ورونق تعزیہ کی زیادہ تر سخت گناہ ہے حسب منطوق لازم الوثوق کے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ونیز مطابق فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من كثر سواد قوم فهو منهم الحديث اور صورت ثانیہ میں یہ میلہ شرکیہ بلا ریب ہے، کیونکہ یہ تعزیہ منصوبہ فی ما نصب وعبد من دون اللہ میں داخل ہے کقولہ تعالیٰ كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ وفي قراءة بضم الحرفين شئ منصوب كعلم اوراية يوفضون يسرعون كذا في تفسير الجلالين۔

پس تعزیہ بنانا اور ساتھ نشان توقیر و تعظیم کے چبوترہ یا کسی بلند مقام پر قائم کرنا اور رکھنا اور نذر و نیاز بتوقع حصول مطالب دنیاوی وامید حاجت روائی اور فراخی روزی وطلب اولاد

لے یاد آجانے کے بعد ظالم قوم کے پاس مت بیٹھو

لے۔ جو بے ہودہ چیزوں پر حاضر نہیں ہوتے ۱۲۔

سے۔ یہ حاضر ہونا ہر اس چیز کو شامل ہے جو لائق وشایان نہیں، اس میں مشرکوں کی عیدیں اور فاسقوں کی مجالس بھی شامل ہیں کیونکہ جو بدلوگوں کے پاس جائے گا، ان کے افعال کو دیکھے، ان کی مجلس میں حاضر ہو، تو اس نے ان کے گناہ میں شرکت کی ۱۲

ھے نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور زیادتی میں مدد نہ کرو۔

لے۔ جو آدمی کسی قوم کی تعداد بڑھائے وہ انہی میں سے ہے۔

ہے۔ جو کھڑا کیا جائے اور اللہ کے سوائے اس کی عبادت کی جائے ۱۲

لے گویا وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑتے جا رہے ہیں، نُصُب بضمتین ہر وہ چیز جو کھڑی کی جائے، جیسے جھنڈا وغیرہ ۱۲۔

وجاہ و منصب کے اس پر چڑھانا، اور اس کی بے ادبی میں نقصان جان و مال کا اعتقاد رکھنا اور بجہت عقیدہ واجب التعظیم کے سلام اور مجرا اور سجدہ اس کو کرنا، جیسا کہ رسم و رواج و عرف و عادت تعزیہ پرستوں کی ہے، صریح بت پرستی ہے، مانند بت پرستی کفار مکہ مکرمہ وغیرہم کے ایام جاہلیت ہیں کیونکہ کفار مکہ معظمہ نے تین سو بت تقریباً گرداگرد خانہ کعبہ شریفہ کے کھڑے کر رکھے تھے اور نذر و نیاز اور ذبح جانور بنا بر تعظیم بتوں کی کیا کرتے تھے، پس درمیان تعزیہ داران اور کفار بت پرستان مکہ مکرمہ وغیرہ کے کچھ فرق نہیں ہے اس لئے کہ تعزیہ دار تعزیہ سے اعتقاد جلب منفعت و دفع مضرت کا رکھتے ہیں جیسے کفار بتوں سے معتقد حصول منافع و دفع مضار کے ہیں جیسے کفار خدا تعالےٰ کو خالق ارض و سماء و کل مخلوقات و مدبر امور کائنات کا جانتے ہیں ویسے ہی تعزیہ دار بھی جانتے رہیں۔ پھر کفار کو مشرک و کافر کہنا، اور تعزیہ دار کو نہ کہنا بلا دلیل ہے۔

لقولہ تعالیٰ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ الآیۃ قُلْ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُونَ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُونَ۔ هٰذه الآیات من سورۃ المؤمنون۔

اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب کفار اللہ تعالےٰ ہی کو خالق و مالک و رازق و مدبر کل امور، محی و ممیت جانتے تھے، پھر اللہ تعالےٰ نے ان کو کافر اور مشرک کیوں کہا، ان کے اعمال دنیا کے کیوں ہباءً منثوراً اور برباد کر ڈالے، جواب اس کا یہ ہے، کہ جب انہوں نے اللہ تعالےٰ کی عبادت،

لہ۔ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمان اور زمین کو کس نے بنایا ہے تو کہیں گے اللہ نے الآیۃ ان سے پوچھو کہ یہ زمین اور اس کی مخلوقات کس کی ہے، اگر جانتے ہو، تو جواب دو، تو کہیں گے، اللہ کی، آپ کہیں کہ کیا نصیحت حاصل نہیں کرتے ان سے کہیں ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے کہیں گے اللہ، کیا تم ڈرتے نہیں۔ کہیں ہر چیز کا اختیار کس کے قبضہ میں ہے، کون پناہ دے سکتا ہے، اور اس کے برخلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا، اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہیں گے اللہ آپ کہیں پھر تم پر کون سا جادو چل گیا ہے۔

خالصاً چھوڑ دی، اور عبادت غیر اللہ حجر و شجر و نشان و جھنڈا و بعض عباد اللہ کاملین کی کرنے لگے، تو ظاہرا حال کفار کا عبادت غیر اللہ میں مشابہ حال اس شخص کے ہوا، کہ جو ماسوائے اللہ کو واجب بالذات قرار دیتا ہو، اور اعتقاد رکھتا ہو و الا کفار بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو واجب بالذات اور مدبر امور حقیقۃً نہیں جانتے تھے، چنانچہ جا بجا قرآن مجید اور تفاسیر مثل بیضاوی وغیرہ سے صاف مستفاد ہوتا ہے اور ماہران شریف پر مخفی نہیں۔

وتسمیۃ[1] ما یعبدہ المشرکون من دون اللہ انداداً وما زعموا انہا تساویہ فی ذاتہ وصفاتہ ولا انہا تخالفہ فی افعالہ لانہم لما ترکوا عبادتہ الی عبادتہا وسموھا الہۃ شابہت حالہم حال من یعتقد انہا ذوات واجبۃ بالذات قادرۃ علی ان تدفع عنہم باس اللہ تعالیٰ وتمنحہم مالم یرد اللہ بہم من خیر فتہکم بہم وشنع علیہم بان جعلوا اللہ انداداً لمن یمتنع ان یکون لہ ند کذا فی التفسیر البیضاوی تحت قولہ تعالیٰ فلا تجعلوا اللہ انداداً وانتم تعلمون۔

الغرض جو معاملہ کفار اپنے بتوں کے ساتھ کرتے تھے، وہی معاملہ تعزیہ دار تعزیہ سے کرتے ہیں چنانچہ آیت کریمہ وما ذبح علی النصب[2] سورہ مائدہ وغیرھا من الآیات ہمارے قول مصدق اور شاہد عدل ہیں، تفسیر کبیر کی عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیے۔

قال ابن جریج النصب[3] لیس باصنام فان الاصنام احجار مصورۃ منقوشۃ وھذہ النصب احجار کانوا ینصبونہا حول الکعبۃ وکانوا یذبحون عندھا للاصنام وکانوا یلطخونہا بتلک الدماء ویضبغون اللحوم علیہا فقال المسلمون یارسول اللہ

---

[1] مشرکوں کے من دون اللہ معبودوں کو انداد کیوں کہا گیا ہے حالانکہ وہ ان کو خدا کے برابر نہ ذات میں سمجھتے رہی نہ صفات میں، تو جواب یہ ہے، کہ جب انہوں نے خدا کو چھوڑ کر ان کو پوجنا شروع کر دیا تو گویا انہوں نے اس شخص جیسا معاملہ کیا جو سمجھتا ہے کہ وہ بھی مستقل بالذات حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کے عذاب کو روک سکتے ہیں یا ان کی حاجتیں پوری کر سکتے ہیں، تو ان کو اس کا الزام دیا، اور ان کی برائی بیان کی۔

[2] : جو بتوں کے تھانوں پر ذبح کیا جائے ۱۲۔

[3] نصب، صنم (بت)، کا نام نہیں، صنم تو وہ پتھر لکڑی وغیرہ تھے جن کی شکلیں تراشی جاتی تھیں اور نصب وہ پتھر ہے جن کو خانہ کعبہ کے گرداگرد گاڑ رکھا تھا، ان کے پاس بتوں کو خوش کرنے کے لئے جانور ذبح کرتے تھے ان کو خون لگاتے۔

كان اهل الجاهلية يعظمون البيت بالدم نحن احق ان نعظمه وكان النبي صلى الله عليه وسلم يكره فانزل الله تعالى لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ وعلم ان قوله وما ذبح على النصب فيه وجهان احدهما وما ذبح على اعتقاد تعظيم النصب والثاني وما ذبح للنصب فاللام وعلى يتعاقبان قال الله تعالى فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ اى فسلام عليك منهم وقال وان اسأتم فلها اى فعليها انتهى ما فى التفسير الكبير وما ذبح على النصب كانت لهم احجار منصوبة حول البيت يذبحون عليها ويعظمونها بذلك ويتقربون بها اليها كذا فى المدارك والبيضاوی اور معنی اس آیت کے یہ ہیں، کہ جو جانور ذبح کیا جاوے اوپر کسی نشان اور تھان کے، اور دوسری آیت یہ ہے۔ كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ اعلم ان فی نصب ثلاث قرات احدها وهى قراءة الجمهور نصب بفتح النون والنصب كل شئ نصب والمعنى كانهم الى علم لهم يستبقون والقراءة الثانية نصب بضم النون وسكون الصاد والمراد بالنصب الانصاب وهى الاشياء التى تنصب فتعبد من دون الله كقوله تعالى وما ذبح على النصب تمام ہوئی عبارت تفسیر کبیر کی بیچ سورہ معارج کے۔ كانهم حال الى نصب وهو كل ما نصب وعبد من دون الله كذا فى المدارك۔ ساری آیت یہ ہے۔ يوم يخرجون من الاجداث سراعا كانهم الى نصب يوفضون جس دن نکل پڑیں قبروں سے دوڑتے ہوئے، گویا جیسے کہ نشانہ پر دوڑے جاتے ہیں کذا فی موضح القرآن، اور عبارت تفسیر معالم التنزیل کی یہ ہے۔ وقرأ الآخرون نصب بفتح النون وسكون الصاد يعنون الى شئ منصوب يقال فلان نصب عينى وقال الكلبى الى علم وراية انتهى ما فى المعالم۔

تو مسلمانوں نے کہا اے اللہ کے رسول کافر بتوں کی تعظیم کے لئے ان کو خون وغیرہ لگاتے ہیں ہمارا زیادہ حق ہے، کہ ہم خدا کو خوش کرنے کے لئے ان کو قربانی کا خون لگائیں، تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی، کہ اللہ کے پاس خون اور گوشت نہیں پہنچتا، اس کے پاس صرف پرہیزگاری پہنچتی ہے وما ذبح على النصب کا ترجمہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ نصب کی تعظیم کے عقیدہ سے کوئی چیز ذبح کی جائے، دوسرا یہ کہ نصب کے لئے کوئی چیز ذبح کی جائے عربی میں لام اور علیٰ ہم معنی استعمال ہوتے ہیں ۱۲ ۔ نصب میں تین قرائتیں ہیں ایک تو یہی جو جمہور کی قرات ہے دوم نصب اور دوم نصب اور معنی ایک ہیں یعنی ہر وہ چیز جسے کھڑا کیا جائے مثلاً جھنڈا وغیرہ ۱۲

اور مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر عزیزی میں تحت آیت مذکورہ کے فرماتے ہیں۔ یوم یخرجون یعنے روزے کہ خواہند برآمد تنہا برہنہ بدن و برہنہ سر و برہنہ پا من الاجداث یعنے از قبرہا سراعا یعنے دوندہ و شتابان بشنیدن آواز نفخ صور حضرت اسرافیل کانہم یعنے گویا کہ ایشان بسوئے بتے کہ برائے زیارت از تہ خانہ برآوردہ استادہ کردہ اند یوفضون یعنے می دوند و می شتابند بقصد آنکہ پیش از ہمہ زیارت او نمائند، و بوسہ وہند و دست باو رسانند باین طمع کہ ہر کہ دریں وقت پیش آمد انتہی مافی التفسیر العزیزی نصب نصب الشئ وضعہ وضعا نابیا کنصب الرمح والبناء والحجر کذا فی مفردات القرآن للامام الراغب۔

پس آیات و تفسیر ماسبق سے واضح ہوا، کہ نصب بمعنی شئے منصوب کے ہے اور شئی منصوب میں علم و نسان و رایت و جھنڈا اور چھڑی اور تعزیہ داخل ہیں بنابر تعظیم و تقرب بغیر اللہ کے لان حکم المتلین واحد والامور بمقاصدہا میں میلہ راون و میلہ تعزیہ کا برابر ہے کیونکہ دونوں میں تقرب بغیر اللہ پایا جاتا ہے، یعنے جس طرح کفار مکہ نصب سے تقرب چاہتے تھے، اسی طرح سے تعزیہ سے تعزیہ دار ایک دوسرے سے بڑھ کر تقرب چاہتے ہیں، کیونکہ کوئی دو گز کا کوئی پانچ گز کا کوئی دس گز کا اونچا ساختہ آرائش زرق برق کے بناکر تعظیم تمام و احترام تام چبوترہ پر قائم کرکے نذر و نیاز اس پر چڑھاتے ہیں، اور ساتھ ادب کے سلام و سجدہ کرتے ہیں، تو یہ سارے امور مذکورہ موجب شرک جلی اور شعار مشرکین ہیں کما لا یخفی علی العلماء الماہرین بالشریعۃ اور طرفہ تماشا یہ کہ دونوں فرقے یعنے راون والے اور تعزیہ والے بناز و خرام و بتبختر تمام مقابلہ و لڑنے مرنے پر مستعد ہیں، اور ہر فرقہ اپنی شان و شوکت بڑھانے پر نعرہ ھل من مبارز کا مارتا ہے نعم ماقیل ؎

طرز خرام کرتی ہے سر سینکڑوں قلم تلوار چل رہی ہے نئی چال ڈھال پر

القاتل والمقتول کلاھما فی النار۔ اللہ ہادی کریم تعالےٰ شانہ سارے مسلمانوں کو ایسے عقید فاسدہ اور عمل مذموم شرکی تعزیہ داری سے محفوظ رکھے، اور دین محمدی پر توفیق رفیق عطا فرما دے، اور جو لوگ خود نہیں بناتے، مگر مددگار امور شرکیہ کے ہوتے ہیں ان کو بھی اس بلائے عظیم تائید شرکی سے توبہ نصیب کرے، کہ امداد غیر مشروع سے باز آویں، اور حسب توفیع

ے قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں

وقتیع فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ۔ ۔ ۔ ۔ کے تعزیہ دار کی صحبت سے احتراز کرتے رہیں، کہ غضب الٰہی میں گرفتار نہ ہوں ۔ عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ لصاحب البدعۃ صوما ولا صلوۃ ولا صدقۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جہادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما یخرج الشعرۃ من العجین رواہ ابن ماجہ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی احداث بدعت کرے یا محدث کو جگہ دے، یا اس کی تعظیم کرے، اس پر بھی لعنت خدا کی اور اس کے نماز روزہ حج زکوۃ مقبول نہیں ۔ من احدث حدثا او اوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ عنہ صرفا ولا عدلا رواہ الطبرانی عن ابن عباس رواہ البزار اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی کسی قوم کی کثرت اور بھیڑ بھاڑ اس کی بڑھاوے، یا تشبہ کرے وہ اسی قوم سے شمار کیا جائے گا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کثر سواد قوم فھو منھم ومن تشبہ بقوم فھو منھم کما فی المشکوۃ ای من تشبہ بالکفار فی اللباس وغیرہ او بالفساق او بالصلحاء فھو منھم کذا فی مجمع البحار ۔

حاصل یہ کہ مشارکت و مظاہرت صورت سوال میں صورت حمیت جاہلیت اولی کی ہے نہ اسلامی فاجتنبوا الرجس من الاوثان ۔ یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون الآیۃ ۔

فریقین یعنے راون والے اور تعزیہ والے پر حجت قاطع اور برہان ساطع ہے، کیونکہ تعزیہ سازی ونشان و جھنڈا وغیرہ منجملہ انصاب عمل شیطانی بلا ارتیاب عند اولے الالباب ہے ؎

دل نے جس راہ لگایا، میں اسی راہ چلا وادی عشق میں گمراہ کو رہبر سمجھا ۔

لے: یاد آجانے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھو ۱۲ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بدعتی کا روزہ، نماز صدقہ، حج، عمرہ، جہاد، فرض اور نفل کچھ بھی قبول نہیں کرتے، وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسا بال آٹے سے ۱۲ سے جو بدعت جاری کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے، اس پر اللہ، فرشتوں، اور سارے جہاں کی لعنت ہے نہ اللہ اس سے نفل قبول کرے گا نہ فرض ۱۲ سے جو کسی قوم کی تعداد بڑھائے وہ انہی میں سے ہے، جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے، وہ انہی میں سے ہے، یعنی کفار یا فساق یا صلحاء سے لباس وغیرہ میں ۱۲ ھ بتوں کی گندگی سے بچو ۱۲ اے ایمان والو شراب جوا، بتوں کے تھان اور تیروں کی فال یہ سب گندے اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ ۱۲

واللہ اعلم بالصواب۔ الراقم سید محمد نذیر حسین

الامر کذلک قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ وقال اللہ تعالیٰ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اخرج الترمذی عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاوثان۔

اور جب تعزیہ پرست تعزیہ کے سبب ظالمین میں داخل ہوئے، تو تعزیہ پرست مثل راون وکالی والوں کے ہوئے، تو اب دونوں کی شرکت واعانت مساوی الاقدام ہوئی، بلکہ تعزیہ والوں کی اعانت بد تر ہے، کیونکہ بہ سبب تعزیہ پرستی کے کفار اسلام پر بت پرستی کا الزام دیتے ہیں اور اکثر اوقات مسلمانوں میں تعزیہ پرستی کو دیکھ کر ہدایت سے باز رہتے ہیں، پس جس چیز کے سبب اسلام پر دھبہ لگے اور طریقہ ہدایت کا مسدود ہو، اس چیز کی شرکت واعانت سراسر اسلام پر ظلم کرنا ہے اور کیوں ایسے امر قبیح کو مسلمانوں نے اختیار کیا، جس کے سبب بمقابلہ کفار ہزیمت اٹھانی پڑے، پس ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ان سب میلوں کی تخریب میں برابر کوشش کرے، بلکہ میلہ تعزیہ داری کے اندر اس تخریب میں زیادہ کوشش کرے، تاکہ اسلام پر الزام نہ آوے، اور طریقہ ہدایت کا مسدود نہ ہو، اور ہزیمت بھی نہ اٹھانی پڑے، اور نیز اس میں توہین اہل بیت رضی اللہ عنہم کی لازم آتی ہے، جیسا کہ ماہرین شریعت غرا پر مخفی نہیں ہے پس پرائے شگون پر ناک کٹانی عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ من لہ عقل سلیم یقتدی بالمصطفی۔ الراقم العاجز تلطف حسین عفی عنہ۔ فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۷

سوال:۔ ہنود کے میلوں میں خواہ بغرض تجارت یا بلا غرض جانا جائز ہے یا ناجائز و نیز تعزیہ داری کے میلوں میں شامل ہونا کیسا ہے۔

لہ:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس سے زیادہ گمراہ کون آدمی ہے جو ان کو پکارے جو اس کو قیامت تک بھی جواب نہ دے سکیں اور وہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہیں اور فرمایا اللہ کے سوائے ان چیزوں کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں۔ اگر تو نے ایسا کیا، تو ظالموں سے ہو جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے نہ مل جائیں اور کچھ قبیلے میری امت کے بتوں کی پوجا نہ کرنے لگیں ۱۲

الجواب: ایسے میلوں میں جانا منع ہے ہرگز شامل نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ اس قسم کے تمام منکرات کو ہاتھ اور زبان سے مٹانا چاہیئے اگر اس کی طاقت نہ ہو۔ تو دل سے تو ضرور برا جاننا چاہیے صحیح مسلم میں ابو سعید خدری سے مرفوعاً مروی ہے من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان۔ دیکھو دعوت کا قبول کرنا، اور اس میں شریک ہونا ضروری ہے، مگر وہاں بھی اگر منکرات ہوں، تو وہاں نہیں جانا چاہیئے، اور اگر جاوے، اور جانے کے بعد کوئی امر منکر دیکھے تو لوٹ آنا چاہیئے عن علی رضی اللہ عنہ قال صنعت طعاما فدعوت رسول اللہ صلعم فجاء فرای فی البیت تصاویر فرجع۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ایسے حرام وناجائز ومنکر میلوں میں بذریعہ تجارت بھی نہیں جانا چاہیئے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

المجیب سید عبد الوہاب عفی عنہ۔ سید محمد نذیر محمد حسین فتاوی نذیریہ جلد ۳ ص ۲۷۵

سوال: جو شخص مرثیہ خوانی کرے، اور محفل تعزیہ داری میں جاوے، اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب: جو شخص مرثیہ خوانی کرے، اور محفل تعزیہ داری میں جاوے، سو ایسا شخص اگر نماز پڑھ رہا ہو، اور کوئی اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاوے، تو اس کی نماز ہو جاوے گی مگر ایسے شخص کو بالقصد امام نہیں بنانا چاہیئے اور نماز پڑھانے کے لئے آگے نہیں کرنا چاہیئے اس واسطے کہ مرثیہ خوانی اور تعزیہ داری بلاشبہ فسق وفجور کے کام ہیں، اور فسق وفجور کے کام سے جو راضی ہو، اور اس کی محفل میں جاوے، وہ بھی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز تو ہو جاتی ہے مگر اس کو بالقصد امام نہیں بنانا چاہیئے۔ حررہ عبد الرحیم اعظم گڈھی گورکھپوری۔ سید محمد نذیر حسین فتاوی نذیریہ جلد ۱ ص ۲۷۶

سوال: ماہ محرم کی دسویں تاریخ کو کھانے میں اہل وعیال پر وسعت کرے، آیا اس کا ثبوت کوئی شرعی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: محرم کی دسویں تاریخ کو کھانے میں وسعت کرنے کا ثبوت اس حدیث سے ہوتا ہے عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وسع علی عیالہ فی النفقة یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ قال سفیان انا قد

لہ: حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی آپ آئے اور گھر میں تصویریں دیکھیں تو واپس چلے گئے

جربنا ہ فوجدناہ کذلک رواہ رزین وروی البیہقی فی شعب الایمان عنہ وعن ابی ہریرۃ وابی سعید وجابر وضعفہ (مشکوٰۃ باب فضل الصدقۃ) یعنی ابن مسعود سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جو شخص عاشورار کے روز اپنے خیال پر نفقہ میں وسعت کرے۔ اللہ تعالےٰ ایسے شخص کے رزق میں اس سال کے باقی تمام دنوں میں وسعت کرے گا، سفیان نے کہا، کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا ہے پس ایسا ہی پایا ہے روایت کیا اس حدیث کو رزین نے اور روایت کیا اس کو بیہقی نے ابن مسعود رضہ سے اور ابوہریرہ رضہ اور ابوسعید رضہ اور جابر رضہ سے اور ضعیف کہا اس حدیث کو۔

اس حدیث کو اگرچہ بعض محدثین نے ضعیف اور ناقابل احتجاج اور بعض نے موضوع بتایا ہے مگر حق بات یہ ہے، کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے، اور کثرت طرق کی وجہ سے حسن وقابل احتجاج ہے، حافظ سیوطی تعقبات علی ابن الجوزی صفحہ ۹ ۴ میں لکھتے ہیں۔ قلت[1] اخرجہ البیہقی فی الشعب من حدیث ابی سعید الخدری وابی ہریرۃ وجابر وقال اسانیدہ کلھا ضعیفۃ ولکن اذا ضم بعضہا الی بعض افادتوۃ وقال الحافظ ابو الفضل العراقی فی امالیۃ حدیث ابی ہریرۃ رضہ ورد من طرق صحح بعضہا الحافظ ابو الفضل بن ناصر وسلیمان الذی قال ابن الجوزی انہ مجہول ذکرہ ابن حبان فی الثقات قال فالحدیث حسن علی رأیہ وحدیث ابی سعید اخرجہ ابن راھویہ فی مسندہٖ والبیہقی من طریق عبد اللہ بن نافع عن ایوب بن سلیمان بن میناء عن رجل عن ابی سعید قال الحافظ ابن حجر ولولا الرجل المبہم لکان اسنادا جیدا لکنہ یقوی بما اخرجہ الطبرانی من طریق محمد بن اسمٰعیل الجعفری عن عبد اللہ بن سلمۃ الرافعی عن محمد بن عبد اللہ بن علی بن عبد الرحمٰن بن صعصعۃ عن ابیہ عن ابی سعید والجعفری ومن فوقہ مدینون معروفون والجعفری ضعفہ ابو حاتم

---

[1] اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسعید خدری، ابوہریرہ رضہ اور جابر رضہ سے روایت کیا ہے، گو یہ تمام سندیں ضعیف ہیں لیکن ایک دوسرے سے مل کر قوی ہو جاتی ہیں، حافظ ابو الفضل نے کہا ہے کہ ابوہریرہ رضہ کی حدیث کئی سندوں سے مروی ہے ان میں سے بعض کی تصحیح ابو الفضل بن ناصر نے کی ہے اور سلیمان کو ابن جوزی نے مجہول کہا ہے حالانکہ

وشیخه ضعفه ابو زرعة قال الحافظ العراقی ورواه البیهقی ایضا من حدیث جابر من روایة ابن المنکدر عنه وقال اسناده ضعیف وقد ورد السنن علی شرط مسلم اخرجه ابن عبد البر فی الاستذکار من روایة ابی زبیر عنه وقد قال البیهقی هذه الاسانید وان کانت ضعیفة فهی اذا ضم بعضها الی بعض احدثت قوة مع کونه لم یقع له روایة ابی الزبیر عن جابر التی هی اصح طرق الحدیث قال وقد ورد من حدیث ابن عمر اخرجه الدارقطنی فی الافراد موقوفا علی عمر اخرجه ابن عبد البر بسند رجاله ثقات لکنه من روایة ابن المسیب عنه وقد اختلف فی سماعه منه ورواه البیهقی فی الشعب عن ابراهیم بن محمد بن المنتشر قال کان یقال فذکره قال وقد جمعت طرقه فی جزء انتهی کلام العراقی والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم۔ کتبه محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا الله عنه۔

سید محمد نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۷۵

سوال: سوم، چہارم، چہلم وغیرہ کرنا، اور اس کا کھانا کیسا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب: سوم، چہارم، چہلم وغیرہ سب بدعات ہیں، کیونکہ ان میں سے کسی کا نشان و پتہ قرون ثلاثہ میں نہ تھا، تو بدعات ہوئے، اس سے مسلمانوں کو حذر کرنا بہت ضروری ہے اور اس میں کسی قسم کی شرکت بھی نہ کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا نیک کاموں میں مدد کرو، اور برے کاموں پر مدد نہ کرو۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[1]، اور اس کا کھانا، کھانا بھی نہیں چاہیئے، کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی اعانت ہے، اگرچہ کھانا فی نفسہ حرام نہیں ہے اور امور مذکورہ یعنی سوم ودہم وبستم وچہلم وعرس وغیرہ کے بدعت اور نامشروع ہونے پر یہ حدیث جو صحیح بخاری

ابن حبان نے اس کو ثقات میں بیان کیا ہے بہر حال اس حدیث کو دوسرے طرق سمیت محدثین نے قابل احتجاج سمجھا ہے، گو یہ ضعیف ہے لیکن اس پر کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں ہے امام بیہقی نے ایک رسالے میں اس کے تمام طرق جمع کئے ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲۔

[1] ایک دوسرے کا نیکی اور تقوے پر تعاون کرو، گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو ۱۲۔

وغیرہ میں مذکور ہے، دلیل صریح وقوی ہے من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد کما رواہ البخاری وغیرہ من المحدثین یعنی جو کوئی عمل کرے، کہ جس پر ہمارا حکم نہ ہوا ہو وہ مردود ہے پس بموجب اس حدیث کے سارے امور مذکورہ بالا بدعت و محدث میں داخل ہیں۔ اور نیز حضرت نے فرمایا ہے۔ شر الامور محدثاتھا کما فی صحیح البخاری، وغیرہ، خداوند کریم تمام مسلمان بھائیوں کو بدعت سے بچاوے، وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹	محمد ابراہیم ۱۳۰۴
المعتصم بحبل اللہ الاحد	محمد یوسف ۱۳۲۰	محمد عبد الحمید ۱۲۹۳
ابو البرکات حافظ محمد	محمد عبد الغفار ۱۲۱۰	محمد عبد العزیز ۱۲۸۸

سوال :۔ تیجا کرنا یعنے بعد مرنے مردوں کے تیسرے دن جو لوگ جمع ہو کر قرآن پڑھتے ہیں، اور چنوں پر کلمہ پڑھ کر تقسیم کرتے ہیں، اور دسواں، بیسواں، چالیسواں، چھماہی، برسی کرنا کیسا ہے (۲) مردہ کو دفن کرنے کے بعد جمعہ کے دن تک کسی کو قبر پر قرآن پڑھنے کے واسطے بٹھانا اور جب جمعہ کا دن آیا، جمعہ کے سپرد کر کے چلے آنا، اس اعتقاد سے کہ جب تک جمعہ کا دن نہیں آیا ہے قرآن کے سبب سے منکر نکیر نہیں آئیں گے، اور اس پر عذاب نہ آئے گا، یہ فعل شرع سے ثابت ہے یا نہیں، اور بصورت نہ ہونے کے عقیدہ رکھنے والا اس کا کیسا ہے۔

الجواب :۔ دونوں سوالوں کا یہ ہے کہ تیجا اور دسواں، بیسواں چھماہی، برسی اور گیارہویں، اور فاتحہ مروجہ، شب برات کرنا، اور اس طریقہ خاص سے مجتمع ہو کر قرآن اور کلمہ پڑھنا خواہ مکان میں بیٹھ کر، خواہ قبر پر اور مردے کے دفن کے بعد جمعہ تک قبر پر بٹھانا یہ سب بدعت اور گمراہی ہے کسی حدیث سے ثابت نہیں، اور نہ صحابہ کا اس پر عمل ہوا، اور نہ کسی مجتہد سے استحباب ان افعال کا منقول ہے حاصل یہ ہے، کہ یہ طریقے سب ایصال ثواب کے لئے ساتھ تقید اور تعین روز ماہ کے اور التزام قبورات مرسومہ کا کسی دلیل سے دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں، اور کرنے والا ان افعال کا مبتدع ہے۔

شیخ عبد الحق نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے وعادت[1] نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن

---

[1] پہلے یہ دستور نہیں تھا، کہ میت کے لئے جمع ہوں، اور قرآن پڑھیں، اور ختم کریں، نہ قبر پر نہ کسی اور جگہ پر یہ تمام بدعتیں

خوانند وختمات خوانند نہ برسر گورونہ غیر آن واین مجموع بدعت است، نعم برائے تعزیت اہل میت جمع وتسلیہ وصبر فرمودن ایشان را سنت ومستحب است امااین اجتماع مخصوص روز سوم وار تکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت است وحرام انتہے، وفقیہ محمد بن محمد کروری نے فتاوی بزازیہ میں لکھا ہے۔

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ بقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام والاخلاص[1] انتہی اور فتاوے جامع الروایات میں ہے۔ فی شرح[2] المنہاج للنووی الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود واطعام الطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ بدعۃ مذمومۃ انتہی۔

شیخ ولی اللہ المحدث رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت نامہ میں لکھا ہے دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است درماتم ہا وسوم وچہلم وششماہی فاتحہ سالینہ واین را در عرب اول وجود نہ بود، انتہے بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خاص مذہب یہ ہے کہ قراءۃ قرآن مطلقاً قبر کے پاس مکروہ ہے، جیسا کہ عبد الوہاب شعرانی نے میزان کبری میں تصریح کی ہے، حررہ ابوالطیب، محمد شمس الحق عفی عنہ۔ (سید محمد نذیر حسین) فتاوی نذیریہ ص ۴۷۸ ج ۱ ابوالطیب ۱۲۹۵ محمد شمس الحق

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، کہ ماتم وتعزیت پرسی کرنے والوں کو اہل میت کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں، اور دوسرے، تیسرے چوتھے دن جو مرد اور عورتیں رسم کے طور سے جمع ہوتی ہیں، اس میں کھانا کھانا اور جمع ہونا درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

ہیں ہاں میت کے اقرباء سے تعزیت کرنا، ان کو صبر کی تلقین کرنا سنت اور مستحب ہے اور یہ جو تیسرے روز لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور یتیموں کا مال اگر بے جا صرف کرتے ہیں، یہ سب حرام اور بدعت ہے ۱۲

[1] :۔ پہلے اور تیسرے اور دسویں روز کھانا پکانا، اور کھانا قبر پر لے جانا، قرآن پڑھنے کے لئے فقراء اور صلحاء اور علماء کو جمع کرنا سب حرام ہے۔

[2] :۔ تیسرے روز اکٹھا ہونا، اور پھول اور عود تقسیم کرنا، اور ایام مخصوصہ میں کھانا پکانا مثلاً تیسرے، پانچویں، نویں، دسویں بیسویں، چالیسویں دن اور چھٹے مہینے یا سال کے بعد یہ سب بدترین قسم کی بدعات ہیں ۱۲۔

الجواب:۔ درصورت مرقومہ ارباب شریعت غرا پر مخفی نہیں، کہ طریق مسنون یہ ہے کہ تعزیت اور ماتم پرسی کرنے والے جو نزدیک اور ایک بستی کے ہوں، ان کو کھانا کھانا اہل میت کے گھر کا نہ چاہیئے کیونکہ یہ امر جاہلیت سے ہے، بلکہ قریب اور پاس والوں کو چاہیئے کہ تعزیت اہل میت کی کر کے اپنے اپنے گھر چلے جاویں، نہ یہ کہ اہل میت کے گھر دھرنا دیں، کھانا کھانے کے لئے اور جو لوگ دور دراز مسافت بعیدہ سے تعزیت کے لئے آویں، ان کو کھانا کھانا اہل میت کے گھر کا مضائقہ نہیں، اس لئے کہ ان کو اپنے گھر پہنچنا دشوار ہے، اور یہ رسم نامشروع جو مروج ہے، کہ دوسرے دن یا تیسرے دن یا چوتھے دن جو رجال و نسار کہ برادری وغیرہ کے اہل میت کے گھر جمع ہوتے ہیں، اور اہل میت چاروناچار، اگر ذی مقدور نہ ہوں، روپیہ سودی یا قرض دام کر کے کھانا پکوا کر حاضرین کو کھلاتے ہیں، سو یہ امور جاہلیت سے ہے اس کو سارے علما قرناً بعد قرن منع کرتے ہیں، اور نامشروع جانتے ہیں اور جس مقام میں عورتیں رونے پیٹنے کے لئے جمع ہوتی ہیں اور اہل میت ان کے واسطے کھانا پکواتے ہیں، اور کھلاتے ہیں ان کو زیادہ موجب معصیت کا ہے کہ اعانت اوپر نوحہ و معصیت کے کرنے ہیں اور ضیافت شرع شریعت میں بروقت سرور اور مقام خوشی کے جیسے تقریب شادی و عقیقہ وغیرہ کے مشروع ہے نہ بروقت شرور و حزن و ماتم و معصیت کے کہ ایسے وقت میں ضیافت کرنی بدعات مستقبحہ سے ہے۔ اتخاذ الطعام من اھل المیت بدعۃ مستقبحۃ[1] لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور کذا فی فتح القدیر والبحر والطحطاوی وغیرہ من کتب الفقہ۔

اسی نظر سے وصیت میت کی جو ایسے کھانے کی کر جاوئے باطل ہے، تنویر الابصار اور درمختار میں لکھا ہے۔ اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلاثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ

---

[1]:۔ میت کے گھروالوں کی طرف سے کھانے کا بندوبست ہونا بہت بری بدعت ہے، کیونکہ دعوت خوشی کے وقت ہوتی ہے نہ کہ مصیبت کے وقت فتح القدیر، بحر طحطاوی وغیرہ کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے ۱۲۔

[2]:۔ اگر مرنے والا وصیت کرے، کہ موت کے بعد تین دن تک، کھانا پکانا تو یہ وصیت باطل ہے ابوبکر بلخی اور ابوجعفر نے کہا اگر یہ وصیت کرے کہ تعزیت کے لئے آنے والوں کو کھانا کھلاتا، تو یہ وصیت ثلث سے پوری کی جائے گی، اور یہ کھانا ان آدمیوں کے لئے جائز ہوگا، جن کو زیادہ دیر ٹھہرنا ہو، یا جن کی مسافت دور ہو، زیادہ دیر ٹھہرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کو واپس نہ جائیں اور ہم نے جو یہ کہا ہے، کہ ماتم اور افسوس کے تین دنوں میں کھانا پکانا منع ہے تو یہ اس لئے ہے کہ وہ

لذا فی الخانیۃ عن ابی بکر البلخی وعن ابی جعفر اوصی باتخاذ الطعام بعد موتہ یطعم الذین یحضرون للتعزیۃ جاز من الثلث ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل کذا فی تنویر الابصار والدر المختار والفتاوی العالمگیریہ وغیرہ من کتب الفقہ وتفسیر طول المقام ان لا یبیتوا فی منازلھم وانما قلنا یمنع اتخاذ الضیافۃ فی ایام الماتم وھی ثلاثۃ ایام لانھا ایام تاسف والضیافۃ انما تتخذ عند السرور لا فی الشرور وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا کذا فی الغرائب الطعام الذی یصنعہ اھل المیت فیجتمع علیہ النساء والرجال فھو فعل قوم لاخلاق لھم فی الدین وقال احمد بن حنبل ھو من فعل الجاھلیۃ و روی ابن ماجۃ فی سننہ عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعۃ الطعام من النیاحۃ انتھی ما فی تذکرۃ القرطبی المالکی، پس بموجب روایات مرقومہ بالا کے ایسے امور جاہلیت کا مٹانا اور موقوف کرنا عین ثواب اور خیرخواہی شرع شریف کی ہے، اور اس سے غفلت اور درگذر کرنا کمال سفاست اور قباحت ہے واللہ اعلم بالصواب، حررہ السید محمد نذیر حسین۔ فتاوی نذیریہ جلد ۱ صہ ۲۸۱

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں، علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم مسلمانوں میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی مرد یا عورت مر جاوے، اور کفن وغیرہ کا فکر کیا جاوے، تو ساتھ ہی اس کے جو برادری کے آدمی دفن کرانے کو ہمراہ میت کے جاتے ہیں ان کے کھانے کا بھی انتظام کیا جاتا ہے اور برادری کے آدمی سب مل کر کھاتے ہیں اس کھانے کا نام حاضری رکھا ہے چاہے اس کو مقدور ہو یا نہ ہو ایسا ہی دسواں اور بیسواں اور اس سے زیادہ چالیسواں کہ کل برادری کو کھانا کھلانا پڑتا ہے اور اگر کسی شخص کے پاس کچھ نہ ہو، اور برادری کو نہ کھلاوے تو برادری کے لوگ زبردستی سے کھانا لیتے ہیں بلکہ

افسوس کے دن ہیں اور ضیافتیں تو خوشی کے وقت ہوتی ہیں غمی میں نہیں ہوتیں اور اگر محتاجوں کے لئے کھانا پکانے تو اچھا ہے، غرائب میں ہے کہ وہ کھانا جو میت کے گھر والے پکاتے ہیں اور عورتیں اور مرد اس پر جمع ہوتے ہیں یہ اس قوم کا فعل ہے جس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے امام احمد نے کہا یہ جاہلیت کی رسم ہے جریر بن عبداللہ نے کہا کہ میت کے گھر اکٹھا ہونا، اور کھانا پکانا نوحہ کی ایک قسم ہے ۱۲۔

مجبور ہو کر سودی روپیہ لے کر برادری کو کھانا کھلانا پڑتا ہے، ایسا کھانا شرعاً جائز ہے یا مکروہ یا حرام ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسؤلہ میں اہل موتیٰ کے گھر جو برادری کے لوگ اس دن کھانا کھاتے ہیں، وہ بدعت ہے، شریعت میں کہیں ثابت نہیں، ان کو چاہیے کہ اس سے توبہ کریں۔ بلکہ یہ لوگ خود کھانا پکا کر اس دن اہل موتیٰ کے گھر روانہ کریں، کیونکہ ترمذی شریف میں عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جعفر کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو لوگوں سے آپ نے فرمایا، کہ جعفر کے گھر والوں کے واسطے کھانا تیار کرو، کہ ان کو اس مصیبت میں کھانا پکانے کی فرصت نہیں اور مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے لفظوں میں کچھ فرق ہے، اسی طرح دسواں، بیسواں، چالیسواں کہ اس کی بھی شریعت میں کچھ اصل نہیں ہے۔ مطلق ثواب پہنچانا میت کے لئے بلا قید ایام مذکورہ کے درست ہے اور شریعت سے ثابت ہے، کہ میت کو سعی احیا سے دو طرح پر نفع پہنچتا ہے اول یہ کہ خود وہ اپنی حیات میں کوئی سبب اپنے ثواب کا مثل خیرات جاریہ مقرر کر جائے۔ اور احیار اس کو جاری رکھیں، دوسرے یہ کہ مسلمان اس کو دعائے مغفرت وصدقہ وحج وغیرہ کے ساتھ یاد کریں۔ اتفق اهل السنة ان الاموات ينتفعون من الاحياء بامرين احدهما ما تسبب اليه الميت فى حياته والثانى دعاء المسلمين واستغفارهم والصدقة والحج كذا فى شرح الفقه الاكبر لملا على القارى والله اعلم. حررہ حبیب احمد دہلوی سید محمد نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۴۸۲

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسم مروج تیجا و دسواں و بیسواں و چالیسواں و چھ ماہی و برسی کہ اہل اسلام میں جاری ہے۔ عند الشرع جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ درصورت مرقومہ رسومات مذکورہ مکروہ و بدعت ہیں کیونکہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین ومجتہدین میں ان امور کی کچھ اصل وسند نہیں پائی جاتی، لہٰذا علمائے رحمۃ اللہ علیہم نے ان رسومات کو بدعت ممنوع اور قبیحہ سے شمار کیا ہے۔ يكره[1] اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الى القبر فى المواسم واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن

[1] پہلے اور ساتویں دن کھانا پکانا، اور اس کو قبر پہ لے جانا قرآن ختم کرانے کے لئے دعوت کرنا، اور علماء صلحاء و فقراء کو قرآن خوانی کے لئے جمع کرنا مکروہ ہے (بزازیہ)

وجمع الصلحاء والفقراء للختم او القراءة سورة الانعام او الاخلاص انتهى مافي البزازية۔

اور فتاوے جامع الروایات میں شرح منہاج نووی سے نقل کرتا ہے فی شرح المنہاج للنووی والاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود والطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ اور شیخ علی المتقی استاد شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے رسالہ رد بدعت میں فرماتے ہیں۔

الاول الاجتماع للقراءۃ بالقرآن علی المیت بالتخصیص علی المقبرۃ او المسجد او البیت بدعۃ مذمومۃ لانہ لم ینقل فی الصحابۃ رضی اللہ عنہم شیئا انتہی۔

وصاحب قاموس مجدالدین فیروز آبادی نے بیج سفر السعادت کے لکھا ہے کہ عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات کنند نہ بر گور و نہ غیر آن مکان و این بدعت است و مکروہ اور نصاب الاحتساب وغیرہ میں ان امور مذکورہ کے بدعت اور کراہت میں بہت کچھ لکھا ہے، پس تعین اوقات مخصوصہ میں ایصال ثواب کرنا بدعت اور مکروہ ہے اور بغیر قید ون مقررہ کے ثواب میت کو پہنچانا درست و جائز ہے، جیساکہ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں رواج تھا، اور رسومات مروجہ اس دیار کے بدعت اور کراہت تحریمی سے خالی نہیں، جیساکہ علمائے متبعین شرع شریف پر پوشیدہ نہیں، واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین	محمد قطب الدین
سعادت علی	محمد عبیداللہ	محمد ہاشم

فتاویٰ نذیریہ جلد نمبر ۱ص ۲۸۲

لے. تیسرے روز قبر پر اکٹھا ہونا اور پھول، عود، کھانے کا مخصوص دنوں میں تقسیم کرنا مثلاً تیسرے، پانچویں، نویں، بیسویں، چھٹے مہینے اور سال بعد یہ سب بدعت اور منع ہیں۔

لے.. میت کے لئے قرآن پڑھنے کے لیے جمع ہونا، خصوصاً قبرستان میں یا مسجد میں یا اس کے گھر تو یہ بدترین قسم کی بدعتیں ہیں کیونکہ صحابہ کرام سے ان میں سے کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہے ۱۲ ﴿ یہ دستور نہیں تھا، کہ میت کے لئے جمع ہوکر قرآن پڑھیں ختم کرائیں نہ قبر پر نہ کسی اور جگہ پر یہ بدعت ہے اور مکروہ ہے ۱۲۔

سے.. اصلی قبر کو بھی جب بوسہ دینا جائز نہیں ہے، تو فرضی قبروں کو بوسہ دینا کیسے جائز ہوگا، چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

سوال(۱) . . . .

الجواب:- بوسہ قبر حقیقی غیر وضعی ہر گاہ جائز نہ شود، چہ جائے کہ قبر وضعی لہذا در مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی می نویسند و بوسہ دادن قبر را و سجدہ کردن آن را و کلہ نہادن حرام و ممنوع است، و در بوسہ دادن قبر والدین روایت فقہی نقل می کنند و صحیح آن است کہ لا یجوز انتہے و ادنی لا یجوز گناہ صغیرہ است و اصرار بر آن کبیرہ است چنانکہ در کتب فقہ و عقاید مرقوم است، و آنچہ حوالہ ملا علی قاری کردہ در مسائل ہمہ نیز دروغ بے فروغ است، چراکہ ہرگاہ ہمہ فقہاء حنفیہ ناجائز و مکروہ نویسند، ملا علی قاری چگونہ جائز خواہد نوشت، چنانکہ در فتاوے بزازی و مستملی شرح منیۃ المصلی و تبیین المحارم وغیرہ مذکور است یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث و بعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی الموسم واتخاذ الدعوۃ لقرأۃ القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم اولقرأۃ سورۃ الانعام اوالاخلاص ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اهل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الحزن وهی بدعۃ مستقبحۃ کذا فی المستملی شرح منیۃ المصلی وشرح الهدایۃ للعینی وشیخ عبد الوهاب متقی استاذ شیخ عبد الحق المحدث الدهلوی۔

و نیز استاذ ملا علی قاری در رسالہ خود نویسند، کہ ختم خواندن قرآن مجید روز سیوم در مسجد یا در خانہ چنانکہ رسم است بدعت است، زیراکہ از آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام و تابعین و مجتہدین عظام ثابت نہ شدہ، و علامہ حسام الدین سناجی در رسالہ خود بست و پنج وجہ مفاسد در باب سپارہ خواندن روز سیوم و چہارم نقل کردہ و در جامع الروایات نیز بوجہ بسط نظر باید کرد، و کتب دیگر مذہب ہم

مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں، قبر کو بوسہ دینا، سجدہ کرنا اس پر رخسار رکھنا حرام و ممنوع ہے، والدین کی قبر کو بوسہ دینے کے متعلق ایک روایت نقل کرتے ہیں، وہ بھی جائز نہیں ہے اور جائز نہ ہونے کا مطلب کم از کم صغیرہ گناہ ہے، اور اس پر اصرار کرنے سے گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے، اور وہ جو ملا علی قاری کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں وہ بھی خالص جھوٹ ہے کیونکہ جب تمام فقہاء اس کو ناجائز لکھتے ہیں، تو ملا علی قاری اس کو کیسے جائز کہہ سکتے ہیں، چنانچہ کی کتابوں میں لکھا ہے، کہ تیسرے اور ساتویں روز کھانا پکانا اور اس کو قبر پر لے جانا، اور قرآن خوانی کے لئے مبعوث کرنا اور فقراء و صلحاء کو ختم قرآن کے لئے بلانا

---

(۱) اس سوال کی عبارت نہیں مل سکی، جواب سے سوال کی نوعیت ظاہر ہے ۱۲۔

بریں منوال است چنانچہ امام نووی شافعی در شرح مہذب و قرطبی مالکی در تذکرہ خود امور مذکورہ را بدعت وکراہت نوشتہ اند، وجناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی در ترجمہ مشکوٰۃ شریف وشرح فارسی آن می نویسند، کہ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ در کردن است در ناکردن است انتہی یعنے آنچہ کردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دران تابعداری باید نمود، وآنچہ نہ کردہ دریں ہم تابعداری ورنہ کردن آن چنانکہ برداندگان مخفی نیست، کہ بزمان برکت نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام تابعین وتبع تابعین ومجتہدین مقرر کردن روز سیوم چنانکہ رسم دریں زمانہ افتادہ ہرگز نہ بود، ودر ہیچ کتب ائمہ اربعہ ومحدثین متقدمین ومتاخرین محققین این امر مذکور ومروی نہ شدہ، پس لابد در حیز بدعت وکراہت خواہد بود ودرین ولا بسبب فقدان کتب دینیہ ازین شہر بریں چند سطور ضروریہ اکتفا رفتہ انشاء اللہ تعالےٰ از عتسب دریں باب از دہ دوازدہ کتاب فقہ معتبرہ متداولہ غرباً وشرقاً نوشتہ بشرط فرصت خواہم فرستاد و برادران دینی را لازم است کہ درانچہ ازآن سرور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ مجتہدین ماثور ومنقول ومعمول بہ شدہ اند پیروی واتباع نمایند، چہ محب را باید کہ اتباع محبوب خود درانچہ کردہ ودرآنچہ نہ کردہ کنند، وخلاف فعل وے نمایند تا اتباع راست آید، واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

نعم التحقیق وجدنا التوفیق والحق ان ھذا الشئ عجاب فاعتبروا یا اولی الالباب۔

محمد عبد الرب | حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ | محمد اسد علی | اسلام آبادی

فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ ص ۲۸۵

سب مکروہ ہے اور میت کے گھر والوں سے ضیافت کھانا بھی ناجائز ہے، کیونکہ ضیافت خوشی میں ہوتی ہے نہ کہ غم میں یہ بدترین قسم کی بدعت ہے احناف میں سے مضمون علامہ عینی شیخ عبد الوہاب متقی شیخ عبد الحق دہلوی اور ملا علی قاری کی کتابوں میں صراحتہً پایا جاتا ہے۔ علامہ عصام الدین سنامی نے اپنے رسالہ میں میت پر قرآن خوانی کے متعلق پچیس وجہیں اس کے باطل اور ناجائز ہونے کے متعلق لکھی ہیں، جامع الروایات، میں اس مضمون کو بڑے بسط سے بیان کیا ہے، امام نووی شافعی نے شرح مہذب میں اور قرطبی مالکی نے اپنے تذکرہ میں ان تمام امور کو بدعت سیئہ قرار دیا ہے، شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی جیسے اعمال کے بجالانے میں ہے اسی طرح منہیات سے اجتناب کرنے میں بھی ہے۔ علمائے کرام جانتے ہیں، کہ ان تمام چیزوں کا نام ونشان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کے زمانے میں نہیں تھا، لہذا یہ بدعت ثابت ہوئے، اور بدعت سے ہر مسلمان کو پرہیز کرنا چاہیے، یہ مختصر جواب ارسال ہے اس کے بعد انشاء اللہ فقہ کی دس بارہ معتبر کتابوں کی عبارتیں نقل کرکے آپ کو مفصل جواب لکھوں گا، واللہ اعلم۔

سوال:۔ چہ می فرمایند علمائے محققین دین اندرین مسئلہ کہ عبادت شاقہ ونفس کشی در کثرت ثواب وقرب الٰہی افضل واولٰے واوفق است یا اتباع واقتدائے محبوب رب العالمین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم افضل والزم وموجب زیادت قرب الٰہی ست امید وارم کہ بدلائل کتاب وسنت بلارد ورعایت احدی ارشاد فرمایند کہ امت مرحومہ بران کار بند شود، وازافراط وتفریط باز ماند۔

الجواب:۔ کثرت ثواب وقرب الٰہی در اتباع ورضاجوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل خواہد بود، نہ در عبادت شاقہ ونفس کشی کہ خلاف طریقہ مرضیہ آن خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم باشد، ومواظبت ومداومت بران وشوار تر شود، پس بر نوید جاوید لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ عمل باید کرد، وتاویل فاسدہ وتخیلات نفسانیہ وران نشاید ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحکم رب العالمین واحکم الحاکمین بر ملت حنیفیہ سمحہ سہلہ مبعوث ومامور شدند باشرف احوال چنانکہ فرمان عالی شان فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا الآیۃ۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ الآیۃ۔ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وغیرھا من الآیات۔ بران شواہد عادلہ ہستند ؎

چون طمع خواہد زمن سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد ازین

در صحیح بخاری بابے است دربیان قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمودا

محبوب ترین دینہا بسوئے خداتعالے الحنیفیۃ طریقہ السمحۃ است کہ منسوب بسوئے حنیف است یعنے ملت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام وحنیف در لغت بمعنے میل کنندہ است از باطل بسوئے حق

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عبادات شاقہ اور نفس کشی ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع زیادہ بہتر ہے۔ امید ہے کہ کتاب وسنت سے اس کا جواب عنایت فرمائیں گے،

الجواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی ثواب زیادہ ہے نہ کہ عبادات شاقہ میں جو سنت کے خلاف ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسان دین دے کر بھیجا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ابراہیم حنیف کے مذہب کی پیروی کرو، الآیۃ اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی، الآیۃ،، اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتے ہیں نہ کہ تنگی،، وغیرہ، بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے پیارا دین حنیف ہے جو آسان ہے مطلب یہ ہے کہ دین کے تمام امور ہی خداتعالےٰ کو پسند ہیں، لیکن سب سے زیادہ پیارا۔

السمحة طریقہ البیت کہ آسان باشد، انتہی ما فی فتح البخاری۔

قولہ احب الدین ای خصال الدین لان خصال الدین کلها محبوبة لکن ما کان منها سمحا ای سهلا فهو احب الی الله ویدل علیه مادواه احمد بسند صحیح من حدیث اعرابی لم یسمه انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول خیر دینکم ایسره الحدیث والحنیفیة ملة ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام والحنیف فی اللغة ما کان علی ملة ابراهیم وسمی ابراهیم حنیفا لمیله عن الباطل الی الحق لان اصل الحنف المیل والسمحة ای السهلة ای انها مبنیة علی السهولة لقوله تعالیٰ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ الی آخرما فی فتح الباری شرح صحیح البخاری السمحة السهلة الابراهیمیة الحنیفیة لا دیان بنی اسرائیل وما یتکلفه احبارهم من الشدائد واحب بمعنی المحبوب لا بمعنی محب وهذا تعلیق اسنده ابن ابی شیبة فیما قاله الزرکشی والبخاری فی الادب المفرد واحمد بن حنبل فیما قاله الحافظ ابن حجر وغیره وانما استعمله المؤلف فی الترجمة لانه لیس علی شرطه ومقصوده ان الدین یقع علی الاعمال لان الذی یتصف بالعسر والیسر انما هو الاعمال دون التصدیق انتهی ما فی القسطلانی شرح صحیح البخاری۔

فی الجملہ دین سہل تر کہ شائبہ حرج وتنگی دراں نہ باشد، آں ملت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ است زیراکہ حق تعالےٰ درشان آں فرمود وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ واین دین محمدی بہ نسبت تمام ملل وادیان اسہل وارفق است، چنانچہ قول خداوند کریم از عرض حال وقال بندگان فرمود رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا. خبرے دہد یعنے اورب العالمین

آسان مسلک ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہترین دین وہ ہے جو آسان ہے، اللہ تعالےٰ نے بندوں کو تعلیم فرمایا ہے، کہ خدا کے بندے یہ دعا کرتے ہیں، کہ اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا پہلے لوگوں ڈالا تھا

داارحم الراحمین اعمال شاقہ کہ در امتہاے سابقہ داشتہ بود، ازین امت مرحومہ برطرف وموقوف فرمود، واحکام سہلت الوجود مشروع نمود الاصر فی اللغۃ الثقل والشدۃ انتہی ما فی التفسیر الکبیر وغیرہ

وعن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین یسر آئینہ دین وآئین من آسان است ازین قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم رد وانکار نامے شود بر منکران آسان بودن دین محمدی را والتاکید بان رد علی منکریہ ھذا الدین فاما ان یکون المخاطب منکرا او تقدیرا تنزیلہ منزلتہ او علی تقدیر المنکرین من المخاطبین او لکون القصۃ مما یھتم بہا کذا فی القسطلانی شرح صحیح البخاری ولن یشاد الدین الا غلبہ ہرگز معالبہ ومقابلہ کردہ نہ شود دین را مگر آن کہ غالب می شود دین آن مقابل را، ودر بعضے روایات آمدہ لن یشاد الدین احد الا غلبہ یعنے تعمق وتکلف نمی کند ہیچ کس در دین بار تکاب اعمال شاقہ وترک افعال سہلہ مگر آن کس عاجز شود ومغلوب گردد، ودین باوجود آنکہ یسر وآسان است برو غالب آید یعنی در آخر الامر مضطر بسوے عمل بر رخصت وسہولت خواہد بود، وترک افضل وقصور در اداے فرائض وواجبات ازو بوقوع آید، وطلب الکل فوت الکل گردد،

ومقصود الشارع منع الافراط المؤدی الی الملال او المبالغۃ فی التطوع المفضی الی ترک الافضل او اخراج الفرض عن وقتہ کمن بات یصلی اللیل کلہ ویغالب النوم الی ان غلبتہ عیناہ فی آخر اللیل فنام عن صلوۃ الصبح فی الجماعۃ او الی ان خرج الوقت المختار انتہی ما فی الفتح الباری ع

کہ عشق آسان نمود اول وے افتاد مشکلہا

فسدد ا پس لازم گیرید صوات را در قول وفعل وتجاوز نہ کنید از حد اعتدال بسوے افراط و

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دین آسان ہے، اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ دین پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے، حضور نے فرمایا، جو دین میں سختی اختیار کرے گا، دین اس پر غالب آجائے گا، یعنے وہ ریاضات شاقہ سے تنگ آکر بالآخر رخصت پر عمل کرنے پر مجبور ہو جائے گا، اور اس صورت میں طلب الکل فوت الکل کا مصداق بن جائے گا، شریعت کا مقصد یہ ہے، کہ ایسی نفلی افراط سے بچنا چاہیئے، جو ترک افضل کرائے یا واجب وفرائض میں خلل ڈالے مثلاً کوئی ساری رات نفل پڑھے اور آخری وقت میں اس پر نیند غالب آجائے، اور صبح کی نماز ضائع ہو جائے، پس تم،

تفریط وتارِ بُوا نزدیک باشید در طریق ریاضت وعبادت بسہولت کہ بران مواظبت می توانید کرد و در مقاربت میانہ روی قرب الٰہی بجوئید وَابْشِرُوْا وشردہ دہید بثواب جزیل بر عمل دائم اگرچہ قلیل باشد یا خوش باشید بدان وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَۃِ وطلب یاری کنید بر دوام عبادت وقیام ریاضت بہ پگاہ یعنے اول وقت وَالرَّوْحَۃِ بآخر وقت بعد زوال وَشَیْئٌ مِنَ الدُّلْجَۃِ وبچیزے از سیر آخر شب، پس گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باین کلام برکت التیام درین مقام تشبیہ داد عامل را بہ مسافر بر سبیل استعارہ ومخاطب کرد مسافرے کہ بسوئے یک مقصد سفر نمودہ باشد، پس وے را بر اوقات نشاط متنبہ ساخت زیرا کہ مسافر وقتے کہ تمام شب وروز سیر کند البتہ عاجز می شود وبمقصد خود نمی رسد، وہرگاہ کہ درین اوقات نشاط سیر کند بلا ریب ادر ادامت بر مسافرت آسان شود، وبمقصد خود واصل گردد، واین استعارہ باحسن وجہ واقع گردید، زیرا کہ دنیا دار نقل است بسوئے دار آخرت وفی رِوَایَۃِ ابن ابی ذئب القصد القصد بالنصب فیہما علی الاغراء القصد الاخذ بالامر الاوسط انتہیٰ ما فی فتح الباری مختصرا ومصنف این حدیث را ازان جہت آوردہ، کہ این حدیث مناسب از برائے احادیث سابقہ است چہ آن احادیث متضمن ترغیب اند، در قیام وصیام ودر جہاد وغیرہ پس ارادہ کرد کہ بیان نماید کہ اولے وافضل برائے عامل شریعت آن است، کہ درین اعمال حد اعتدال وتوسط بجز افراط وتفریط اختیار کند، تا دوام بر آن اعمال میسر گردد، واز جہت ملال وکسل ترک آن اعمال بالکل حاصل نیابد ہذہ خلاصۃ ما فی فتح الباری وغیرہ رواہ البخاری، روایت کرد این حدیث را امام بخاری در صحیح خود، ونیز در باب دیگرے گوید باب احب الدین الی اللہ ادومہ باب است در بیان آنکہ محبوب ترین دین وآئین بسوئے خدا ہمیشہ ترین آن دین است، ومراد مؤلف ازین باب استدلال است

افراط وتفریط سے بچو، اور ریاضت شاقہ سے بچتے ہوئے سہولت اختیار کرو، کہ اس پر تم مواظبت اختیار کر سکو گے، اور لوگوں کو مداومت پر اجر جزیل کی بشارت سناؤ، اور کچھ سفر پہلے پہر کر لیا کرو، اور کچھ پچھلے پہر اور کچھ رات کی تاریکی میں،،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل کو مسافر سے تشبیہ دی، کہ اگر کوئی مسافر دن رات چلتا رہے گا، تو آخر تھک جائے گا، اور اگر کوئی مسافر کچھ دیر آرام کرے، اور کچھ سفر کرے، تو وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے گا، اور حضور کی یہ تشبیہ بہت صحیح ہے، کیونکہ دنیا سے آخرت کو چلنا بھی ایک سفر ہے، بخاری شریف میں اس حدیث سے پہلے قیام اور صلوٰۃ وغیرہ کے فضائل کی حدیثیں بیان ہوئی تھیں، ان کے بعد امام بخاری اس حدیث کو لاتے ہیں، کہ اعمال بجالانے میں میانہ روی اختیار کرنا چاہیئے، بخاری شریف کی دوسری حدیث یہ ہے کہ اللہ کو پیارا دین وہ ہے، جس پر عامل ہمیشہ عمل کر سکے،، اس کا مطلب یہ ہے، کہ انسان ہمیشگی اسی عمل پر کر سکتا ہے جو آسان ہو اور اس حدیث

برآنکہ اطلاق ایمان بر اعمال می شود، زیرا کہ مراد از دین عمل است، و دین حنیفی متحد باسلام است واسلام مرادف ایمان است، پس مقصود باین قدر صحیح باشد، وقبل ازین ذکر کہ حسن اسلام باعمال صالحہ است، پس درین باب تنبیہ کرد، کہ مجاہدہ نفس تا بحد مغالبہ مطلوب نیست شرعاً و بعضے ازین معنے درباب الدین یسر گذشت واین خلاصہ فتح الباری است وادوم افعل التفضیل من الدوام والمراد منہا الدوام العرفی وہو قابل للکثرۃ والقلۃ انتہی ما فی القسطلانی شرح البخاری یعنی دوام قابل از برائے تفضیل نیست زیرا کہ آن عبارت از شمول از منہ واوقات است پس معنے لفظ ادوم چیست جواب داد شارح کہ مراد از دوام عرفی است نہ حقیقی وآن قابل است از برائے کثرت وقلت .

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا۔ گفت حضرت عائشہ رض بدرستیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درآمد بروے وعندہا امرأۃ ونزد وے زنے بود ونام آن زن حولاء بنت تویت بدو تائے مثناۃ فوقانیہ بصیغہ مصغر پسر حبیب پسر اسد پسر عبد العزی از گروہ وقوم ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ بود فقال پس گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من ہذہ کیست این قالت گفت حضرت عائشہ رض فلانۃ کہ این زن فلان زن است، کنایہ کرد از حولاء اسدیہ وعبد الرزاق در روایت معمر از ہشام زیادہ کردہ است حسنۃ الہیئۃ رانذکر اوکرمی کرد حضرت عائشہ رض واین بر تقدیر صیغہ مونث معروف است ودر بعضے روایات یذکر بصیغہ مذکر مجہول آمدہ وبرین تقدیر لفظ من صلوتہا مفعول مالم یسم فاعلہ وے خواہد بود ودر بعضے روایات آمدہ لا تنام باللیل ودر بعضے روایات آمدہ وزعموا انہا لا تنام باللیل واخرجہ الحسن بن سفیان فی مسندہ من طریقہ ولفظتہ کانت عندی امرأۃ فلما قامت قال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ اعمال کو دین کہا گیا ہے، کیونکہ تنگی یا آسانی تو اعمال ہیں ہی ہو سکتی ہے، نہ کہ تصدیق ہیں، اور دوام سے مراد حقیقی نہیں ہے کہ ہر وقت عمل ہوتا ہے، بلکہ اس سے مراد دوام عرفی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، اور حضرت عائشہ رض کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوتی تھی، آپ نے پوچھا یہ کون عورت ہے حضرت عائشہ نے جواب دیا یہ فلاں عورت ہے (یعنی حولاء اسدیہ) جو رات کو کبھی نہیں سوتی، یہ مدینہ میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والی عورت ہے، تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اس بات کو چھوڑ، تم پر ہی ضروری ہے جس کی تم طاقت رکھو، جب تم اکتا جاتے ہو، تو خدا تعالیٰ بھی اکتا جاتے ہیں اللہ کو سب سے پیارا دین وہ ہے جو آسان ہو (۲)

من ھذہ یا عائشۃ قال یارسول اللہ ھذہ فلانۃ وھی اعبد اھل المدینۃ فذکر الحدیث ھذا ملخص ما فی فتح الباری وارشاد الساری قال فرمود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مہ بازلیست وبازمان اے عائشہ وخودرانگہدارازیں سخن ومہ کلمہ ایست کہ گفتہ می شود برائے زجر وانکار وبعدازاں احتمال دارد کہ ایں زجر وانکار از برائے حضرت عائشہ رض باشد ومقصود ازیں کلام نہی ومنع آں باشد ازانچہ ذکر کرد از مدح آں زن بکثرت ریاضت وعبادت تمام شب، واحتمال دارد کہ مراد نہی ازاں فعل باشد، چنانچہ جماعتے از ائمہ دین بہمین احتمال بر سبیل یقین اخذ نمودند وگفتہ اند کہ نماز تمام شب خواندن مکروہ است، چنانچہ دیگر جا بخاری ذکر ایں خواہد کرد. وھذا الزجر یحتمل ان یکون لعائشۃ والمراد نھیھا عن مدح المرأۃ بما ذکرت ویحتمل ان یکون المراد النہی عن ذلک الفعل وقد اخذ بذلک جماعۃ من الائمۃ فقالوا یکرہ صلوۃ جمیع اللیل کما سیاتی فی مکانہ انتہی ما فی فتح الباری - علیکم بما تطیقون لازم گیرید شما بآں چیزیکہ طاقت دارید بر مواظبت برآں باد علیکم اسم فعل است بمعنی الزموا وخطاب دریں کلام ہمراہ نسا ربود لیکن حکم راتعمیم نمود واز جہت شرافت تغلیب داد ذکور را برانات وایں کلام باعتبار منطوق تقاضا می کند از برائے امر باقتصاد وتوسیط کہ مغائر از افراط وتفریط است تا برآں مواظبت یافتہ شود، قاضی عیاض گفتہ کہ ایں نہی احتمال دارد کہ بنماز تمام شب باشد واحتمال دارد کہ عام برائے جمیع اعمال شرعیہ باشد. قال القاضی عیاض یحتمل ان یکون ھذا خاصا بصلوۃ اللیل ویحتمل ان یکون داما فی الاعمال الشرعیۃ، قلت سبب ورودہ خاص بالصلوۃ لکن اللفظ عام وھو المعتبر وقد عبر بقولہ علیکم مع ان المخاطب النساء طلبا لتعمیم الحکم فغلب الذکور علی الاناث انتہی ما فی فتح الباری فواللہ پس سوگند است مرا بخدائے تعالےٰ ودریں کلام دلالت است، کہ سوگند خوردن بغیر طلب روا است بلکہ مستحب است برائے تفہیم وتعظیم امرے از امور دین باشد یا تیز کردن برآں امر باشد یا برائے تنفیر از محذور باشد، چنانکہ ایں مسئلہ بمقام خود مصرح است، و بر اہل بلاغت مخفی نیست لا یمل اللہ حتی تملوا کہ ملال نہ می کند خدا تعالےٰ تا آنکہ ملال کنید شما، ومراد از ملال خدا تعالےٰ ترک ثواب

اس حدیث کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہت سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ تمام رات نماز پڑھنا مکروہ ہے امام نودی

داون بر عمل است، و مراد از ملال مخاطبین ترک عمل است، و این مجاز از قبیل اسم سبب بر مسبب است زیرا کہ ملال از شئے سبب ترک آن شئے می شود و توجیہ درین بسیار است، در شرح صحیح بخاری و مسلم باید دید و کان احب الدین الیہ ہست محبوب ترین دین بسوئے ما دام علیہ صاحبہ لیعنی آن چیز کہ مداومت و مواظبت نماید بر آن چیز صاحب آن دین و مراد از دین درین جا عمل است چنانکہ سابق گذشت، و مراد از مداومت مواظبت عرفی است، از جہت آنکہ مداومت حقیقی کہ عبارت از شمول جمیع ازمنہ و اوقات است از بشر محال و ممتنع است و زاد المصنف و مسلم من طریق ابی سلمۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان احب الاعمال الی اللہ ما دووم علیہ وان قل کذا فی فتح الباری۔

و امام نووی گفتہ کہ اندک از طاعت و قربت بسبب دوام و مواظبت بر کثیر منقطع اضعاف مضاعف زیادہ می شود، و درین اشارہ است، بسوئے قول وے حق سبحانہ کہ فرمود وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا الآیۃ واز این جا است کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص چون از عمل ضعیف می شد، پشیمان می شد، بر تکرار و مراجعتے کہ ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در باب تخفیف کردہ بود می گفت لیتنی قبلت رخصۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ہرگز قطع نمی شد از عملے کہ التزام کردہ بود آن عمل چنانچہ این قصہ در صحیح بخاری و مسلم و غیرہ ہما بوجہ بسط مذکور است اوپر ظاہر است کہ مداومت و مواظبت بر امر شاق و گران دشوار است، لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راہ شفقت و رافت امت خود را خصوصاً صحابہ کرام را بر عمل سہل کہ بر آن مواظبت ممکن باشد بتاکید ارشاد ہدایت نمود کما لا یخفی علی المتأمل الماہر بالشریعۃ الغراء۔ قال النووی بدوام القلیل تستمر الطاعۃ بالذکر والمراقبۃ والاخلاص والاقبال علی اللہ بخلاف الکثیر الشاق حتی ینمو القلیل الدائم بحیث یزید علی

نے کہا ہے، کہ تھوڑے عمل کا اجر با اوقات ہمیشگی کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے اور زیادہ عمل کا اجر بسبب منقطع ہو جانے عمل کے گھٹ جاتا ہے اور اس حدیث میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور رہبانیت کو انہوں نے از خود بنایا تھا ہم نے ان پر اس کو فرض نہیں کیا تھا، بالآخر وہ اس کو نباہ نہ سکے الآیۃ، یہی وجہ ہے کہ عبد اللہ عمرو بن العاص جب عمل سے تھک جاتے تو اس تکرار پر بڑے پشیمان ہوتے، جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تخفیف عبادت کے متعلق کی تھی، اور کہتے تھے کاش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کو قبول کر لیتا، اور اپنے مقرر کردہ عمل میں کبھی کوتاہی نہ کرتا

الکثیر المنقطع اضعافا کثیرۃ انتہی ما فی فتح الباری۔ وفواید دریں حدیث بسیار است، چنانکہ بردانشمند شرع پوشیدہ نیست،

وعن عائشۃ رضؓ قالت گفت عائشہ رضؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اذا امرھم من الاعمال امرھم بما یطیقون وقتے کہ امر می فرمود اصحاب کرام را امری فرمود از جملہ اعمال وافعال بان چیزے کہ طاقت می داشتند آن چیز را حاصل آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچیزے کہ در وسع وطاقت مداومت ومواظبت باشد لیکن مداومت ومواظبت بروے بحسب عادت محال ودشوار باشد تکلیف نمی فرمود، بلکہ تکلیف بآن چیزے می فرمود کہ مواظبت ومداومت بروے آسان وسہل تر باشد زیرا کہ فرمود احب الاعمال الی اللہ ادومہ، قالوا گفتند اصحاب کرام برائے آن خیر الانام انا لسنا کھیئتك بدرستے کہ مایان نیستم مثل صورت مبارک تو یا رسول اللہ یعنی حال مایان مثل حال شما نیست زیرا کہ ان اللہ قد غفرلك ہر آئینہ خدا تعالے بخشیدہ است ترا فغضب پس قہر وخشم کرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از قول صحابہ کرام حتی یعرف فی وجھہ الغضب تا آنکہ شناختہ می شد در روئے مبارک آثار قہر وخشم ثم یقول انا اتقاکم بعد می فرمود من پرہیز گار تر شما ام ودریں قول اشارہ است بسوئے کمال قوت عملیہ واعلمکم باللہ انا ودانا ترین شما بخدائے تعالے منم ودریں قول اشارہ است بسوئے کمال قوت علمیہ، خلاصہ این کہ من زیادہ تر در تقوے وپرہیز گاری وعلم ودانش از شما ام ہر چہ امر کنم بر آن اقدام کنید، واز رائے وعقل خود دران چون وچرا نہ کنید واز وہم وخیال بر عبادت شاقہ ارادہ نمائید وفرمودہ مرا موجب قرب الہی دانید، ازینجا است کہ امام بخاری در کراہت عبادت شاقہ بابے جداگانہ نوشتہ باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ عن انس بن مالك

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو کوئی حکم دیتے تو ایسا ہی حکم دیتے جو لوگوں کی طاقت کے مطابق ہوتا، اور فرماتے کہ اللہ تعالے کو پیارا عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے، لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم آپ جیسے تو نہیں ہیں، اللہ تعالے نے آپ کے گناہ تو معاف کر دیئے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے یہاں تک کہ آپ کے چہرے پر غضب کے آثار نظر آنے لگے، پھر آپ نے فرمایا میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں، تم سب سے زیادہ اللہ تعالے کو جانتا ہوں مطلب یہ کہ خداوند تعالے کا قرب حاصل کرنے کے لئے میری ہدایات کو ملحوظ رکھو، اپنے اوپر آسان اعمال رکھو اور اپنے قیاس سے عبادات شاقہ اختیار نہ کرو۔

قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال ما ھذا الحبل قالوا ھذا حبل لزینب فاذا فترت تعلقت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا حلوہ لیصل احدکم نشاطہ فاذا فتر فلیقعد۔ وعن عائشۃ قالت عندی امرأۃ من بنی اسد فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال من ھذہ قلت فلانۃ ماتنام باللیل فذکرت من صلاتہا فقال مہ علیکم بما تطیقون من الاعمال فان اللہ لا یمل حتی تملوا رواہ البخاری فی الجزء الخامس۔

خلاصہ ترجمہ روایت انس بن مالک این است کہ حضرت زینب کہ یکے از ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بودند رسن دراز کردہ میان دو ستون بستہ بودند و بروقت کسل و سستی در قیام نماز بر آن رسن می آویختند کہ سستی و غلبہ خواب رفع شود دور گردد، پس آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آن را دیدہ فرمودند، کہ این رسن تنبیدہ در میان دو ستون بستہ چیست گفتند دیگر مردمان کہ این رسن بستہ حضرت زینب است، کہ ہر گاہ کہ در قیام نماز فتور و سستی واقع می شود، ایشان آن رسن را گرفتہ می آویزند کہ این سستی و غلبہ خواب دفع شود پس آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ بکسلانید این رسن را دور کنید و این نشاید باید کہ تا وقت نشاط نماز خوانند و بروقت فتور و غلبہ خواب بنشینند یا بخسپید و بعد استراحت از خواب یا از نشست برخواست باز نماز خوانند و لفظ لا محتمل است کہ بمعنی نفی باشد ای لا یکون ھذا الحبل ولیمد و محتمل کہ لائے نہی باشد ای لا تفعلوہ چنانچہ از عینی و دیگر شرح بخاری مستفاد می

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق ایک الگ باب باندھا ہے کہ عبادت میں سختی مکروہ ہے اور حدیث بیان کی ہے، انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور دیکھا، کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہے آپ نے فرمایا: یہ رسی کیسی ہے لوگوں نے کہا یہ زینب کی رسی ہے جب وہ قیام کرتے کرتے تھک جاتی ہے تو اس سے اپنے آپ کو باندھ لیتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو کھول دو۔ اپنی خوشی تک نماز پڑھنی چاہیئے جب تھک جائے تو بیٹھ جائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے، آپ نے پوچھا یہ عورت کون ہے میں نے کہا یہ فلاں عورت ہے یہ رات کو کبھی نہیں سوتی، پھر اس کی نماز کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا، اے عائشہ اس بات کو چھوڑ دے، اتنا ہی عمل کیا کرو، جتنی تمہیں طاقت ہو۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ بھی نہیں اکتاتے، جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ۔

شود، پس ازین حدیث واضح شد، کہ عبادت شاقہ مکروہ وخلاف طبع ومنع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است زیراکہ مداومت برآن دشوار باشد۔

ومنجملہ فوایدابن حدیث یکے آن است، کہ نفس امارہ را مانع شود از تجاوز حدودے کہ شارع مقرر فرمود از عزیمت و رخصت واعتقاد کند کہ عمل کردن باسہل وارفق کہ موافق شرع شریف باشد اولے، وارفق وافضل است از اختیار اشد کہ مخالف آن باشد چنانچہ خدا تعالے مے فرماید، کہ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا الآیۃ بہر حال اتباع قول وفعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم لازم است نہ بر خواہش نفسانی عمل باید کرد، امام بخاری ومسلم درباب اعتصام بالکتاب والسنۃ حدیثے آوردہ از انس بن مالک صحابی عن انس قال جاء ثلاثۃ رھط الی ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم یسألون عن عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم گفت حضرت انس رضہ کہ آمدند سہ تن از صحابہ بسوئے زنانِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم درحالے کہ می پرسیدند از ایشان از عبادت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا بہا پس چون خبر دادہ شدند بعبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وبیان کردند ازواج مطہرات کہ عبادت ایشان این قدر بود کانھم تقالوھا گویا کہ این سہ تن صحابی کم پنداشتند آن عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را فقالوا این نحن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر پس گفتند کجا ایم ما از مرتبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مارا بجناب فیض مآب وے چہ نسبت اگر عبادت کم کند او، امی رسد، وحالانکہ ہر آئینہ آمرزیدہ است خدا تعالے مراورا آنچہ پیش گذشتہ است از گناہان وآنچہ پس آمدہ اورا فقال احدھم اما انا فاصلی اللیل ابدا پس گفت یکے ازان سہ تن صحابی اما من پس عہد کردم کہ نماز گذارم در شب ہمیشہ یعنی تمام عمر با تمام شب وقال الاخر انا اصوم النہار ابدا وگفت دیگرے من روزہ می دارم ہمیشہ

اس حدیث سے واضح ہوا، کہ عبادت شاقہ مکروہ وخلاف طبع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ ان پر مداومت دشوار ہے، امام بخاری ومسلم درباب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، میں حضرت انس رضہ سے حدیث لائے ہیں، کہ تین آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس آئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب انہوں نے آپ کی عبادت کے متعلق خبر دی، تو انہوں نے اس عبادت کو کم محسوس کیا کہنے لگے ہماری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری کیسے ہو سکتی ہے اللہ تعالے نے آپ کے سارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو ایک نے کہا، کہ میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا، اور کبھی

ولا افطر و نمی کشائم روزہ را وقال الآخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا او گفت و گیے من گوشہ بگیرم از زنان پس نکاح نمی کنم ہمیشہ فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہم فقال انتم الذین قلتم کذا وکذا پس آمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسوئے ایشان پس گفت شمائید کہ گفتید چناں وچنیں اما واللہ انی لاخشاکم للہ، آگاہ باشید بخدا سوگند کہ بدرستیکہ من ہر آئینہ ترسگار ترین شما ام مر خدائے را واتقاکم لہ و پرہیزگار ترین شما ام خدائے را ولکنی اصوم وافطر لیکن من روزہ میدارم ومے کشایم نیز روزہ را یعنے گاہے میدارم و گاہے نمیدارم ولفظ لکن استدراک است از محذوف کہ سیاق کلام برآن دلالت می کند، تقریر کلام این است انا وانتم بالنسبۃ الی العبودیۃ سواء ولکنی الخ کذا فی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری واصلے وارقد نماز می خوانم وخواب نیز می کنم واتزوج النساء ونکاح می کنم زنان را وجماع می کنم با ایشان فمن رغب عن سنتی فلیس منی پس کسے کہ اعراض کند از سنت و طریقہ مرضیہ و پسندیدہ من پس نیست آن کس از تابعان من روایت کرد این حدیث را بخاری ومسلم وغیرہما۔

وازین جہت شیخ ابن الہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ وملا علی قاری گفتند کہ بالجملۃ فالافضلیۃ فی الاتباع لا فیما تخیل النفس انہ افضل نظرا الی ظاہر عبادۃ او توجہ ولم یکن اللہ عزوجل یرضی لاشراف انبیائہ الا باشرف الاحوال انتہی ما فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ لملا علی القاری الحنفی مختصرا پس آنچہ خلاف طبع و وضع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باشد مردود است، چنانکہ فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ ازان مجزو مظہر است

افطار نہ کروں گا، اور تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی نکاح نہ کروں گا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور فرمایا کیا تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح کہا ہے خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں، اور افطار بھی کرتا ہوں، اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں، اور سوتا بھی ہوں، اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کر رکھے ہیں، جو شخص میری سنت کو حقیر سمجھے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ ابن الہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ اور ملا علی قاری نے کہا ہے، "فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے نہ اپنے خیال کے مطابق عبادات شاقہ میں جو بظاہر افضل معلوم ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے افضل نبی کے لئے سب سے اشرف اعمال پسند فرمائے ہیں، پس جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کے

ودر تفسیر معالم التنزیل و تفسیر نیشاپوری مذکور است، کہ روزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پند و وعظ فرمود، واز آفات و اہوال قیامت ترسانید و بکا و خوف قیامت اہل مجلس و عظ را بسیار شد، پس دہ نفر از صحابہ کرام یعنی حضرت ابوبکر صدیق و علی مرتضٰے و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمرو والوذر غفاری و سالم مولٰے ابی حذیفہ و مقداد بن اسود و سلمان فارسی و معقل بن مقرن وغیرہم در خانہ عثمان بن مظعون کہ برادر رضاعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودند، جمع شدند و باخود ہا مشورہ کردند کہ رہبانیت اختیار کنیم، کہ قطع ذکر کنیم و ہموارہ روزہ داریم و تمام شب نماز خوانیم و خواب نکنیم و مستلذات از قسم گوشت و روغن نخوریم و از نکاح و جماع پرہیز نمائیم و سیاحی اختیار کنیم، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خبر شد از احوال ایشان پس فرمود مر ایشان را کہ خبر دادہ شدہ ام کہ بر چنان و چنین اتفاق کردید و عزم نمودید، گفتند آن صحابہ کرام مذکورین آرے چنین عزم کردہ ایم و ازیں ارادہ نہ کردہ ایم مگر خیر و حسنات را پس فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ من بآن چیز ہا کہ شما ارادہ کردید مامور نہ شدہ ام بہر حال نفوس خود را نگاہ دارید، و حقوق نفس خود را نیز برسانید، روزہ دارید، و افطار کنید، و نماز خوانید و ہم خواب کنید، و لحم و دیگر چیز ہائے لذیذہ بخورید من رغب عن سنتی فلیس منی ہر کہ اعراض کند از طریقہ مرضیہ من پس نیست آن کس از تابعان من پس جمیع مردمان را جمع نمود و فرمود کہ شیوہ رہبانیت و قسیسین در دین من نیست، پس این آیات نازل شدند. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ

خلاف ہے، وہ مردود ہے، تفسیر نیشاپوری اور معالم التنزیل میں مذکور ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ فرمایا، قیامت کا حال بیان کیا، لوگوں کی طبیعت نرم ہوئی، اور رونے لگے، تو دس صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون جمحی کے گھر میں جمع ہوئے، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے، اور آپس میں مشورہ کیا، کہ ان باتوں پر اتفاق کریں، کہ ہم راہب بن جائیں گے، موٹے کپڑے پہنیں گے اپنے آپ کو خصی کر دیں گے، ہمیشہ روزہ رکھا کریں گے، رات کو قیام کیا کریں گے سوئیں گے نہیں، روغن اور گوشت نہیں کھائیں، عورتوں کے قریب نہ جائیں گے، خوشبو نہ لگائیں گے، زمین میں سیاحت کریں گے جب اس بات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی، تو آپ عثمان بن مظعون کے گھر تشریف لے گئے، وہ تو نہ ملے آپ نے اس کی عورت سے پوچھا، کیا جو بات تیرے خاوند اور اس کے ساتھیوں کے متعلق مجھے پہنچی ہے وہ صحیح ہے اس نے اپنے خاوند کا راز بتانا بھی مناسب نہ سمجھا، اور آپ سے غلط بیانی بھی نہ کرنا چاہتی تھی کہنے لگی یا رسول اللہ اگر آپ کو عثمان نے بتایا ہے تو پھر صحیح ہی ہوگا، آپ واپس تشریف لے آئے۔ پھر جب وہ صحابہ آپ سے ملے، تو آپ نے فرمایا مجھے تم سے اس طرح کی بات پہنچی ہے، کیا یہ صحیح ہے کہنے لگے ہاں اے اللہ کے رسول ہمارا ارادہ تو بھلائی کا تھا، آپ نے فرمایا مجھے ان باتوں کا حکم نہیں دیا گیا ہے تمہاری جانوں کا بھی تم پر حق ہے، روزے بھی رکھا کرو، اور افطار بھی کیا کرو، سویا بھی کرو، اور نماز بھی پڑھا کرو۔ میں قیام بھی کرتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، گوشت اور روغن بھی کھاتا ہوں، عورتوں سے

لکم ولا تعتدوا إن اللہ لا یحب المعتدین الی آخر الآیۃ چنانچہ عبارت بتمامہا نوشتہ
می شود از آن مفصل حال واضح خواہد بود۔

قال اھل التفسیر ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الناس یوما ووصف
القیامۃ فرق لہ الناس وبکوا فاجتمع عشرۃ من اصحابہ فی بیت عثمان بن
مظعون الجمحی وھو ابو بکر الصدیق وعلی بن ابی طالب وعبد اللہ بن مسعود
وعبد اللہ بن عمر وابوذر الغفاری وسالم مولی ابی حذیفۃ والمقداد بن
الاسود وسلمان الفارسی ومعقل بن مقرن رضی اللہ عنہم وتشاوروا واتفقوا
علی ان یترھبوا ویلبس المسوح ویجبوا مذاکیرھم ویصوموا الدھر ویقوموا
اللیل فلا یناموا علی الفراش ولا یاکلوا اللحم والودک ولا یقربوا النساء والطیب
ویسیحوا فی الارض فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتی دار عثمان بن
مظعون فلم یصادفہ فقال لامرأتہ احق ما بلغنی عن زوجک واصحابہ فکرھت
ان تکذب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکرھت ان تبدی علی زوجھا فقالت
یارسول اللہ ان کان اخبرک عثمان فقد صدقک فانصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فلقی اصحابہ فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الم انبأ انکم
اتفقتم علی کذا وکذا قالوا بلی یارسول اللہ وما اردنا الا الخیر فقال صلی اللہ علیہ
وسلم انی لم اومر بذلک وقال ان لانفسکم حقا علیکم فصوموا وافطروا وناموا
وقوموا فانی انا اقوم وانام واصوم وافطر واکل اللحم والدسم واتی النساء و
من رغب عن سنتی فلیس منی ثم اجمع الناس وخطبھم فقال ما بال اقوام
حرموا النساء والطعام والطیب والنوم وشھوات النساء اما انی لست آمرکم
ان تکونوا قسیسین ورھبانا فانہ لیس فی دینی فانما ھلک من کان قبلکم

تعلقات بھی رکھتا ہوں۔ جو میری سنت کو حقیر سمجھے وہ میری امت میں سے نہیں ہے پھر آپ نے لوگوں کو اکٹھا فرمایا، اور
خطبہ ارشاد فرمایا، ان لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں نے عورت، کھانے، خوشبو، نیند اور خواہشات کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے
میں تم کو اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ، تم راہب بن جاؤ، یہ میرا دین نہیں ہے پہلے لوگ بھی اپنے اوپر سختی کر کے

بالتشدید شددوا علی انفسھم فشدد اللہ علیھم فاولئک بقایاھم فی الدیارات والصوامع فانزل عزوجل ھذہ الآیۃ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ انتھی ما فی معالم التنزیل مختصرا ومثل ھذا فی التفسیر النیشاپوری۔

وآنانکہ بصیرت شان بکحل شریعت مکحل شدہ می دانند، کہ وقوف واطلاع کماحقہ برحقائق ومصالح شریعت خاصہ نبی است، کہ مورد وحی است نہ ولی، اگرچہ ولی بہ تقوٰی وطہارت وولایت کامل باشد زیراکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رائے ومصلحت صحابہ کرام کہ افضل واکمل ایشان ابوبکر صدیق وعلی مرتضٰی بودند ناپسند نمود وانکار فرمود، حال آنکہ صحابہ کرام مذکورین سراسر نیت خیرات وحسنات وقرب الٰہی دانستہ عزم بر اعمال شاقہ وترک چیزہائے لذیذ ومرغوب کردہ بودند، لیکن رائے ومصلحت ایشان پسند خاطر عاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ شد، وائے برحال دیگران کہ از صحابہ کرام فروتر باشند عبادت شاقہ ایشان وترک لذائذ چگونہ پسندیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باشد، کما لا یخفی علی المتامل الماہر بالشریعۃ۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ در ارشاد الطالبین کتاب تصوف خود مے فرمایند، کہ خواجہ عالی شان بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ وامثال شان حکم کردند، کہ ہر عبادت کہ موافق سنت است آن عبادت مفید تر است، برائے ازالہ رذائل نفس وتصفیہ عناصر وحصول قرب الٰہی لہذا از بدعت حسنہ مثل از بدعت قبیحہ اجتناب می کنند کہ رسول فرمود صلی اللہ علیہ وسلم کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ پس نتیجہ این حدیث آن است کہ کل محدث ضلالۃ وبدیہی است کہ لا شیء من

ہلاک ہوئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی، اور آج گرجوں میں یہ انہی کا بقایا ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،، اے ایماندارو! اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام مت ٹھہراؤ۔ اور نہ زیادتی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتے،

اہل بصیرت جانتے ہیں کہ شریعت کے مصالح وحقائق پر نگاہ رکھنا صرف نبی کا کام ہے نہ کہ ولی کا خواہ وہ کتنا ہی کامل کیوں نہ ہو کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکرؓ وران کے ساتھیوں کی رائے بھی پسند نہ آئی، تو دوسرا کوئی ان سے بہتر اور کون ہوگا۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں فرمایا ہے کہ، خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اوران جیسے بزرگوں نے فیصلہ کیا ہے، کہ جو عبادت سنت کے موافق ہے، وہ عبادت تزکیہ نفس کے لئے مفید

الضلالۃ بھدایۃ فلا شیٔ من المحدثات یھدایۃ ونیز در حدیث آمدہ ان القول لا یقبل مالم یعمل بہ وکلاھما لا یقبلان بدون النیۃ والقول والعمل والنیۃ لا یقبل مالم یوافق السنۃ وچون اعمال غیر مطابقہ سنت مقبول نہ باشد ثواب برآن مرتب نہ شود، واگر مشقت را در حصول واقع رذائل مدخلت بودے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازان منع نہ فرمودے یعنی سخن مقبول نیست بدون عمل کردن وہر دو مقبول نیستند بدون نیت وہر سہ مقبول نیستند تا آنکہ موافق سنت نہ باشند، ابوداؤد از انس رض روایت کردہ لا تشددوا علی انفسکم فان قوما شددوا علی انفسھم فشدد اللہ علی انفسھم فتلک بقایاھم فی الصوامع اگر کسے گوید کہ مایۂ ریاضت شاقہ کشف کونیہ وخرق عادات وتصرف در عالم کون وفساد از ریاضت دست می دہد، لہذا حکمائے اشراقیین وجوگیان ہند بدان متصف می شدند واین کمالات از نظر اعتبار اہل اللہ ساقط است بجوئے نمی خرند، چہ رذائل نفس وقتل شیطان وساوس بے نور سنت ممکن نیست ؎

محال ست سعدی کہ راہ صفا   توان رفت جز برپے مصطفا۔

انتہی ما فی ارشاد الطالبین مختصراً للشیخ القاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ، واللہ اعلم بالصواب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ (سید محمد نذیر حسین)

ہے، لہذا بدعت حسنہ سے بھی اسی طرح گریز کرنا چاہیئے، جیسے کہ بدعت سیئہ سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر بدعت گمراہی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی گمراہی ہدایت نہیں ہو سکتی، پھر حدیث میں یہ بھی آیا ہے، کہ کوئی قول اس وقت تک قبول نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس پر عمل نہ کیا جائے اور پھر قول وعمل دونوں نیت کے بغیر قبول نہیں ہوتے اور پھر قول وعمل ونیت تینوں اس وقت تک قبول نہیں ہوتے جب تک کہ سنت کے مطابق نہ ہوں، اور جب اعمال سنت کے مطابق نہ ہوں گے تو ان کا ثواب کیلئے گا، اور اگر عبادات شاقہ کو تزکیہ نفس میں کوئی دخل ہوتا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو اس سے منع نہ فرماتے، حضرت انس رض کی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنی جانوں پر سختی نہ کرو، ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی تھی سو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی، پس آج گرجوں میں انہیں لوگوں کا بقایا ہے، اگر کوئی سوال کرے، کہ عبادات شاقہ و ریاضات بدنیہ سے ہم ترقی محسوس کرتے ہیں مکاشفات اور ترقی باطن نصیب ہوتی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، تو ہم کہتے ہیں واقعی ریاضات سے یہ چیزیں نصیب ہوتی ہیں لہذا حکمائے اشراقیین اور ہندو جوگی ان صفات سے متصف ہیں، یہ کمالات اہل اللہ کی نظر سے ساقط ہیں ان کے نزدیک ان کی قیمت ایک جو بھی نہیں ہے کیونکہ نور سنت کے بغیر رذائل نفس اور وساوس شیطانی کو ختم کرنا ممکن نہیں ہے واللہ اعلم۔

پیغمبر خدا علیہ السلام کا صاف صریح صحیح حکم ہوتا ہے اور عین اس کے الٹ اور مخالف ایک غیر نبی اُمتی کا اپنا خیال و قیاس ہوتا ہے، مگر ایک خوش فہم اور خواہ مخواہ کا مجبور اور بے بس مقلد ارشادِ نبوت چھوڑ کر ایک فرد اُمت کے حکم کو واجب التسلیم سمجھتا ہے، ایک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کیا کئی بزرگ اور معتمد امام اس قسم کی تقلید کے انشراح قلب سے مخالف ہیں مثلاً۔

سوال ۔ کیا حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ مقلد تھے؟ (غلام رسول ڈسکہ)۔

جواب ۔ آپ کا مقلد ہونا کسی معتبر بیان سے ثابت نہیں ہے آپ علم میں جامع معقول منقول تھے حدیث و فقہ میں ید طولےٰ رکھتے تھے، انگریزوں نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں جن میں محمد بن عبدالوہاب کو نجد میں شاہ اسماعیل اور سید احمد خاں صاحب کو ہندوستان میں وہابی مذہب کا موجد اور ناشر قرار دیا ہے اور لکھا ہے۔ یہ لوگ ہمارے مذہب پر وٹسٹنٹ کے ہم پلہ ہیں یہ لوگ اپنا ایمان قرآن و حدیث پر رکھتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں احادیث نبویہ کے مطابق کرتے ہیں اس لحاظ سے اپنے کو اہل حدیث لقب سے ملقب کرتے ہیں، اور جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے حدیث کی درس و تدریس میں اپنے ذہن اور قوت سے مدد لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ (وہابی کا لفظ صرف بدنام کرنے کے لئے انگریز کا تراشیدہ کردہ اور مشہور نمودہ لفظ ہے جسے انگریز کی تقلید میں خوب رٹا جا رہا ہے اور بے پر کی اڑا کر عقل کا دیوالیہ نکالا جاتا ہے حالانکہ دنیا بھر میں کوئی ایک شخص بھی وہابی نہیں ہے نہ کوئی انجمن وہابیہ ہے اور اس سوال پر تو عقل اپنی کھوپڑی سے بالکل ہی نکل جائے گی کہ انسان تقلید شخصی کا قائل بھی نہیں یعنی غیر مقلد ہے مگر وہ کسی کی تقلید میں وہابی بھی ہے یعنی وہ غیر مقلد ہے اور مقلد بھی ہے، ایسی بات کرنے والے کو شرم سے ڈوب مرنا چاہیئے کہ وہ بات کیا کر رہا ہے گویا حدیث دشمنی کرتے ہوئے وہ غصہ کے جوش میں ہوش بھی گم کر دیتا ہے۔

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۱۳ شمارہ ۵ ۔

سوال :۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم صفحہ ۲۵۵/۳۴۱ پر لکھا ہے کہ "تقلید حرام ہے اور مقلد مشرک ہے"، مکمل جواب دیں (ایضاً)

جواب :۔ اندھی تقلید شخصی تو واقعی مشرک بالنبوت بنا دیتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف ملہم من اللہ

(۱) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اُترکُوا قَولِی بِخَبَرِ الرَّسُولِ (عقد الجید) رسولِ خدا کی حدیث کے مقابلہ میرے قیاس کو چھوڑ دو"۔

إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِی (رد المختار شامی) جب صحیح حدیث مل جائے پس وہی میرا مذہب ہے"۔ اس سے ثابت ہُوا امام موصوف خود اہلِ حدیث تھے۔

إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ وَكَانَ عَلَى خِلَافِ الْمَذْهَبِ عُمِلَ بِالْحَدِيثِ وَيَكُونُ ذٰلِكَ مَذْهَبَهُ وَلَا يَخْرُجُ مُقَلِّدُهُ عَنْ كَوْنِهِ حَنَفِيًّا بِالْعَمَلِ بِهٖ (شامی) اگر کوئی صحیح حدیث ہمارے مذہب کے اُلٹ آجائے تو اس وقت حدیث پر ہی عمل کرنا چاہیئے اور یہی اس مقلّد کا مذہب ہوگا۔ (یعنی وہ اہلِ حدیث ہوگا) اور حدیث پر عمل کر لینے سے وہ تقلید اور حنفیت سے باہر نہیں سمجھا جائے گا۔

(۲) صَحَّ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ نَهَى عَنْ تَقْلِيدِهِ وَغَيْرِهِ .... (عقد الجید ص۴۵) امام شافعی رح سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اپنی تقلید اور دوسروں سب کی تقلید سے منع کیا ہے

(۳) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں لَا تُقَلِّدْنِي وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَلَا الْأَوْزَاعِيَّ وَلَا النَّخَعِيَّ وَلَا غَيْرَهُمْ (عقد الجید ص۹۸) میری تقلید مت کرو، نہ امام مالک اوزاعی، نخعیؒ اور نہ کسی اور امام کی ہرگز ہرگز تقلید کرو"۔

(۴) امام مالک کا ارشاد ہے قَالَ مَالِكٌ كَلَامُهُ مَرْدُودٌ عَلَيْهِ إِلَّا رَسُولَ اللّٰهِ (عقد الجید) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے سوا دیگر تمام قیاس درائے انہی کے سر پھینک دیئے جائیں گے۔

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد ۱۳ شمارہ ۷

سوال:۔ تقلید جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ تقلید شخصی کا قرآن و حدیث میں کہیں حکم نہیں ہے۔ بلکہ کتاب عقد الجید ص۴۲ پر صاف لکھا ہے

تمام فقہاء نے اپنی اور کسی غیر کی تقلید سے تاکیداً روکا ہے۔ لہٰذا تقلید شخصی بالکل ناجائز ہے۔

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد ۱۳ شمارہ ۱۴

مضامین فتاویٰ علمائے حدیث

جلد اوّل

۱ باب المیاہ
۲ باب قضاء الحاجت
۳ باب السواک
۴ باب الحیض والنفاس
۵ باب الوضو
۶ باب المسح
۷ باب تیمم
۸ باب الغسل

جلد دوم

۱ باب تعمیر المساجد
۲ باب تولیت المسجد
۳ باب اوقاف المساجد
۴ باب آداب المسجد
۵ باب مزار المسجد
۶ باب اوقات الصلوٰۃ
۷ باب الاذان والاقامۃ
۸ باب الامامۃ
۹ ضمیمہ

جلد سوم

۱ باب الجماعت
۲ باب السترۃ
۳ باب الصف
۴ باب النیت
۵ باب وضع الیدین
۶ باب القرأۃ
۷ باب التامین
۸ باب رفع الیدین
۹ باب مدرک رکوع
۱۰ باب التشہد
۱۱ باب السہو
۱۲ باب المسبوق
۱۳ باب الوتر
۱۴ باب القنوت
۱۵ باب الدعاء بعد الصلوٰۃ
۱۶ تکملہ

جلد چہارم

۱ باب الجمعہ
۲ باب العیدین
۳ باب السفر والقصر
۴ باب الجمع بین الصلوٰتین
۵ باب السنن والنوافل

۶ باب الکسوف
۷ باب التہجد
۸ باب الاستخارہ
۹ باب التسبیح
۱۰ باب الاستقاء
۱۱ باب جامع الصلوٰۃ
۱۲ باب الضمیمہ

جلد پنجم

۱ باب التمنی للموت
۲ باب المحتضر
۳ باب الغسل والکفن والدفن
۴ باب الجنازہ
۵ باب القرأۃ علی الجنازہ
۶ باب القبر
۷ باب ایصال الثواب
۸ باب سماع موتیٰ
۹ باب الروح
۱۰ باب التعزیۃ
۱۱ ضمیمہ

جلد ششم

۱ افتتاحیہ
۲ تشریحات احکام رمضان
۳ ایک تشہد سے وتر
۴ نقشہ سحری وافطاری
۵ خطبہ رمضان
۶ باب الصیام
۷ باب الرؤیت
۸ باب التراویح
۹ باب الاذان للسحور
۱۰ باب الصیام فی السفر
۱۱ باب قضاء الصیام
۱۲ باب کفارۃ الصیام
۱۳ باب الحائض والنفاء
۱۴ باب الاعتکاف
۱۵ باب لیلۃ القدر

جلد ہفتم

۱ کتاب الزکوٰۃ
۲ تشریحات الزکوٰۃ
۳ باب العشر والزکوٰۃ
۴ باب صدقۃ الفطر
۵ باب مصارف الزکوٰۃ

جلد ہشتم

۱ افتتاحیہ
۲ تشریحات
۳ احکام حج

جلد نہم

۱ کتاب الایمان حصہ اول
۲ کتاب الایمان حصہ دوم

جلد دھم

۱ کتاب الایمان حصہ دوم

جلد یازدھم

۱ کتاب الاعتصام بالسنۃ